کتاب .... فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد (جلد چہارم)

مؤلف .... مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

اشاعت اوّل .... رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

تعداد ۲۲۰۰

صفحات ۵۹۲

قیمت .... ۳۵۰ روپے

مکتبۃ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلہ جنگی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

رحمانی کتاب گھر دکان نمبر 2، نزد نور سبحانی مسجد، لسبیلہ چوک کراچی 0300-2249928

مکتبہ ابن مسعودؓ، مدرسہ ابن عبد اللہؓ، چشمہ جات نزد کمپنی باغ کوہاٹ 0321-5782621

مکتبہ عثمان وعلیؓ، نزد بندھن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

کتب خانہ رشیدیہ، مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار راولپنڈی 051-5771798

ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، فون 061-4514929

مکتبۃ السلام، اعظم مارکیٹ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5178392

رجسٹرڈ مکتبہ عرفان

ناشر

موبائل: 0321-4066827
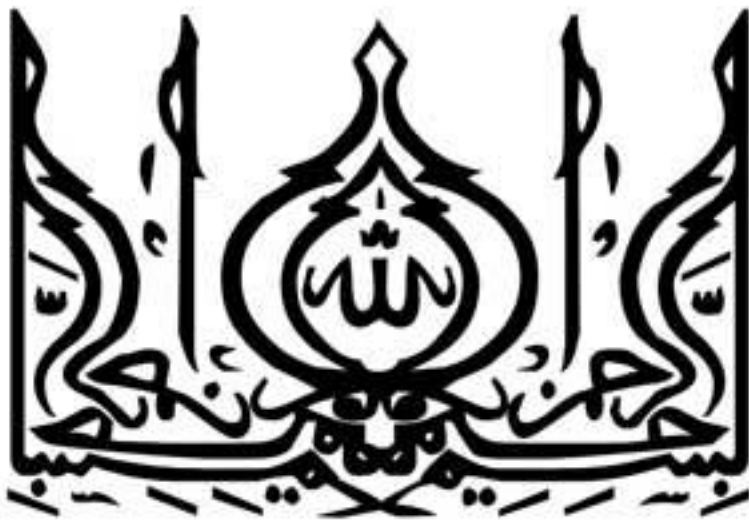
مختصر فہرست

سُورَةُ
اَلْفَتْحِ
مَدَنِيَّةٌ

ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل سورۃ الفتح کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

ابتدائیہ

سورۃ مبارکہ کا نام

اس سورۃ مبارکہ کا نام ''سورۃ الفتح'' ہے اس میں ''فتح مبین'' کا تذکرہ ہے فتح مبین کا مطلب آیت (۱) کے معارف الجہاد میں ملاحظہ فرمائیے۔

تین بڑے واقعات

اس سورۃ مبارکہ میں تاریخ اسلام کے تین بڑے واقعات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے

۱ غزوۃ الحدیبیہ ۲ غزوۂ خیبر ۳ عمرۃ القضاء

بیس اہم مضامین

اس سورۃ مبارکہ کے اہم مضامین درج ذیل ہیں

۱ سورۃ فتح کا سورۃ محمد ﷺ سے ربط۔
۲ ''فتح مبین'' کا مصداق اور حضور ﷺ کی جماعت حضرات صحابہ کرام کا ہر اعتبار سے کامل ہونا۔
۳ ''سکینہ'' کا مطلب اور اسکی عجیب تشریح۔
۴ اللہ تعالیٰ کے لشکر۔
۵ جہاد میں خواتین کا کردار۔
۶ حضور ﷺ کے فضائل اور مناقب اور آپ ﷺ کی تعظیم واطاعت کا لزوم۔
۷ بیعت علی الجہاد اور اس کے فوائد۔
۸ بیعت رضوان کس بات پر تھی؟
۹ منافقین کے حالات اور انکی صفات، اور مسلمانوں اور جہاد کے خلاف انکی سازشیں۔
۱۰ جہاد سے معذور افراد کا حکم۔
۱۱ صحابہ کرامؓ خصوصاً اصحاب حدیبیہ کے فضائل اور مناقب۔
۱۲ مسلمانوں سے فتوحات کے وعدے۔
۱۳ بہت اہم عسکری نکتے اور قوانین۔
۱۴ مجاہدین کے لئے اہم اسباق۔

۱۵ عجیب پیرائے میں دعوت جہاد۔

۱۶ مسلمانوں کے خون کی قیمت۔

۱۷ اسلام کے غلبے کا وعدہ۔

۱۸ اسلام کے غلبے کا نصاب۔

۱۹ جماعت صحابہ کرامؓ کی خصوصیات۔

۲۰ کتب سابقہ اور حضرات صحابہ کرامؓ۔

اہم جہادی مضامین

۱ جہاد ''فتح'' کا ذریعہ ہے۔ آیت ۱

۲ جہاد ''مغفرت کا ذریعہ ہے۔ آیت ۲

۳ جہاد ''ہدایت'' کا راستہ اور ذریعہ ہے۔ آیت ۲

۴ جہاد ''نصرت'' کے نازل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آیت ۳

۵ جہاد اور قتال کی حکمتوں پر دل کا پوری طرح سے مطمئن ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور ''سکینہ'' ہے۔ آیت ۴

۶ جہاد پر یقین سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ آیت ۴

۷ مجاہدین زمین پر اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں۔ آیت ۴

۸ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے لشکر۔ آیت ۴

۹ جہاد کا حکم مسلمانوں کے لئے کامیابی اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آیت ۵

۱۰ خواتین اور جہاد۔ آیت ۵

۱۱ ان عورتوں کیلئے بشارت جو جہاد کو دل سے مانتی ہیں اور حسب استطاعت اس میں تعاون کرتی ہیں۔ آیت ۵

۱۲ جہاد سراسر کامیابی ہے۔ آیت ۵

۱۳ منافقین کا گمان کہ اسلام کے غلبے کے وعدے کبھی پورے نہیں ہونگے اسلام کبھی غالب نہیں آئے گا، مسلمان ختم ہوجائیں گے۔ آیت ۶

۱۴ اللہ تعالیٰ کافروں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے خواہ وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں۔ آیت ۷

۱۵ آپ ﷺ کی صفات، ختم نبوت اور جہاد۔ آیت ۸

۱۶ اے مسلمانو! جہاد کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کرو۔ آیت ۹

۱۷ بیعت رضوان کی تمہید۔ آیت ۹،۸

۱۸ • بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد۔ آیت ۱۰

۱۹ • اس بیعت کی عجیب کیفیات۔ آیت ۱۰

۲۰ • منافقین اپنے مال واولاد کی مشغولیات کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ آیت ۱۱

۲۱ • منافقین ہمیشہ جہاد میں مسلمانوں کی شکست اور ہلاکت کی توقع اور تمنا رکھتے ہیں۔ آیت ۱۲

۲۲ • ایسے بے ایمان لوگوں کا انجام۔ آیت ۱۳

۲۳ • ان کو توبہ کی دعوت۔ آیت ۱۴

۲۴ • منافق کم عقل اور بے سمجھ لوگ ہیں وہ صرف دنیا کے مفادات کو اپنا مقصد بناتے ہیں اور جس جہاد میں لڑائی کا خطرہ نہ ہو اور مال ملنے کی زیادہ امید ہو اس میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔ آیت ۱۵

۲۵ • منافق کی توبہ کی سچائی یہ ہے کہ وہ آئندہ جہاد میں اخلاص کے ساتھ شریک ہو۔ آیت ۱۶

۲۶ • جہاد سے معذور افراد کا حکم۔ جہاد کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا اجر۔ آیت ۱۷

۲۷ • بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان اور ان کے لئے انعامات کا اعلان۔ آیت ۱۸

۲۸ • بیعت علی الجہاد کے دس عظیم الشان فوائد۔ آیت ۱۸، ۱۹، ۲۰

۲۹ • قریبی فتح کا مصداق۔ آیت ۱۸ (غزوہ خیبر)

۳۰ • فتوحات اور غنیمتوں کے پکے وعدے۔ آیت ۱۹

۳۱ • فتوحات، غنیمتیں، دشمنوں کا مرعوب ہو کر جنگ نہ کر سکنا۔ آیت ۲۰

۳۲ • توکل اور جہاد۔ آیت ۲۰

۳۳ • مکہ مکرمہ کی فتح کا وعدہ۔ آیت ۲۱

۳۴ • مایوسی اور کمزوری دور کرنے والی آیت۔ آیت ۲۱

۳۵ • کفار اگر لڑائی کرتے تو شکست کھاتے۔ آیت ۲۲

۳۶ • یہ اللہ تعالیٰ کا قدیم طریقہ ہے کہ انجام کار اہل حق کو فتح ملتی ہے۔ آیت ۲۳

۳۷ • حق کا غلبہ "سنۃ اللہ" ہے۔ آیت ۲۳

۳۸ • اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے موقع پر جنگ روکی۔ آیت ۲۴

۳۹ • مشرکین کے وہ جرائم جنکی وجہ سے وہ قتل وقتال کے لائق تھے۔ آیت ۲۵

۴۰ • کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو روکا۔ آیت ۲۵

- ۴۱ صحابہ کرامؓ نہ خوف میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی ضد اور اکڑ میں آئے عجیب عسکری سبق۔ آیت ۲۶
- ۴۲ مجاہدین اور کلمۃ التقویٰ۔ آیت ۲۶
- ۴۳ حضور اکرم ﷺ کا خواب سچا ہوا۔ ایک محاذ سے ہٹا کر دوسرے محاذ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ آیت ۲۷
- ۴۴ اسلام کے غلبے کا دائمی اعلان۔ آیت ۲۸
- ۴۵ اسلام کے غلبے کا زرّیں اصول اور جماعت صحابہ کرامؓ کے مناقب۔ آیت ۲۹

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔

خلاصہ

❶ ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطاء فرمائی ہے:۔

غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان

سورۃ الفتح کی اس آیت مبارکہ اور دیگر کئی آیات کا تعلق غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان کے واقعہ سے ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے ملاحظہ فرمائیے غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان کا واقعہ۔

ملاحظہ

امام بخاریؒ اور دیگر بڑے محدثین کرام اس واقعہ کو ''غزوۃ الحدیبیہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری ''باب غزوۃ الحدیبیۃ وقول اللہ تعالیٰ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ''

چنانچہ تاریخ اسلام کے اس واقعہ کو غزوۃ الحدیبیہ کے عنوان سے ذکر کیا جارہا ہے

تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ

”غزوۃ الحدیبیہ“

ذوالقعدہ ۶ھ

غزوۃ الحدیبیہ (یکم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ)

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے، جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، محبّ طبری فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حلّ میں۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

اس واقعہ کا سبب بروایت عبد بن حُمیدؒ وابن جریرؒ وبیہقیؒ وغیرہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں مع صحابۂ کرام کے امن واطمینان کیساتھ داخل ہوئے اور احرام سے فارغ ہوکر کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سر کا حلق کرایا، بعض نے بال کٹوائے اور یہ کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کی چابی آپکے ہاتھ میں آئی، یہ اس واقعہ کا ایک جزو ہے جسکا ذکر اسی سورت میں آنے والا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی ہوگیا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا، اور درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو خواب سنایا تو وہ سب کے سب مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے ایسے مشتاق تھے کہ ان حضرات نے فوراً ہی تیاری شروع کردی اور جب صحابۂ کرام کا ایک مجمع تیار ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ارادہ فرمالیا کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں تھا تو احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہوجائے گا۔

منافقین کا چلنے سے انکار

ابن سعدؒ وغیرہ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام نے عمرہ کا ارادہ فرمالیا تو آپ کو یہ خطرہ سامنے تھا کہ قریش مکہ ممکن ہے کہ ہمیں عمرہ کرنے سے روکیں اور ممکن ہے کہ مدافعت کے لئے جنگ کی صورت پیش آجائے اسلئے آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات میں اعلان کر کے ان لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی، ان میں سے بہت سے اعراب (دیہاتیوں) نے ساتھ چلنے سے عذر کردیا اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) اور انکے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں جو ساز وسامان والے اور طاقتور ہیں اور ان کا انجام تو یہ ہونا ہے کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔

مکہ کی طرف روانگی

امام احمدؒ وبخاریؒ، ابوداؤدؒ ونسائیؒ وغیرہ کی روایت کے مطابق روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے، اُم المومنین حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لیا اور آپکے ساتھ مہاجرین وانصار اور دیہات کے آنے والوں کا بہت بڑا مجمع تھا جن کی تعداد اکثر روایات میں چودہ سو بیان کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے

خواب کیوجہ سے ان میں کسی کو شک نہیں تھا کہ مکہ اسی وقت فتح ہو جائے گا، حالانکہ بجز تلواروں کے انکے ساتھ اور کچھ اسلحہ نہ تھا۔ آپ مع صحابۂ کرام کے شروع ماہ ذیقعدہ میں پیر کے دن روانہ ہو گئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام باندھا۔

اہل مکہ کی مقابلے کیلئے تیاری

دوسری طرف جب اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے ایک بڑی جماعت صحابہ کیساتھ مکہ کے لئے روانہ ہونے کی خبر ملی تو جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کیساتھ عمرہ کے لئے آرہے ہیں اگر ہم نے ان کو مکہ میں آنے دیا تو تمام عرب میں یہ شہرت ہو جائے گی کہ وہ ہم پر غلبہ پا کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے حالانکہ ہمارے اور انکے درمیان کئی جنگیں ہو چکی ہیں سب نے عہد کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور آپ کو روکنے کے لئے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں ایک جماعت کو مکہ سے باہر مقام کُراع الغمیم پر بھیج دیا اور آس پاس کے دیہات والوں کو بھی ساتھ ملا لیا اور طائف کا قبیلہ بنو ثقیف بھی انکے ساتھ لگ گیا، انہوں نے مقام بلدح پر اپنا پڑاؤ ڈال لیا، ان سب نے آپس میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے اور آپکے مقابلے میں جنگ کرنے کا عہد کر لیا۔

آپ ﷺ کے جاسوس

آنحضرت ﷺ نے بُسر بن سفیانؓ کو آگے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا کہ وہ خفیہ اہل مکہ کے حالات جا کر دیکھیں اور آپ کو اطلاع کریں۔ وہ مکہ سے واپس آئے تو اہل مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور مکمل مزاحمت کے واقعات کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے قریش پر کہ متعدد جنگوں نے ان کو کھا لیا ہے پھر بھی وہ جنگ سے باز نہیں آتے، اُن کے لئے تو اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہلِ عرب کو آزاد چھوڑ دیتے اگر یہ عرب لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو اُن کی مراد گھر بیٹھے حاصل تھی اور میں اُن پر غالب آجاتا تو پھر یا تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر یہ نہ کرتے اور جنگ ہی کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ تازہ اور قوی ہوتے اور پھر وہ میرے مقابلے پر آجاتے، معلوم نہیں کہ یہ قریش کیا سمجھ رہے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ میں اُس حکم پر جو اللہ نے مجھے دیکر بھیجا ہے ہمیشہ انکے خلاف جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تنہا میری گردن رہ جائے۔

صحابۂ کرامؓ کا جذبۂ جہاد

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور مشورہ لیا کہ اب ہمیں یہیں سے ان عربوں کے خلاف جہاد شروع کر دینا چاہیے یا ہم بیت اللہ کیطرف بڑھیں، پھر جو ہمیں روکے اُس سے قتال کریں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں کسی سے جنگ کے لئے نہیں نکلے اسلئے آپ اپنے قصد پر رہیں ہاں اگر کوئی ہمیں مکہ سے روکے گا تو ہم اُس سے قتال کرینگے، اسکے بعد حضرت مقداد بن اسودؓ اُٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہدیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا

(یعنی جایئے آپ اور آپکا رب لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ قتال کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سنکر فرمایا، بس اب اللہ کے نام پر مکہ کی طرف چلو۔ جب آپ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے اور خالد بن ولید اور اُن کے ساتھیوں نے آپ کو مکہ کیطرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی صفوف قبلہ کی طرف مستحکم کر کے اسے کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عباد بن بشرؓ کو ایک دستہ فوج کا امیر بنا کر آگے کیا، انہوں نے خالد بن ولید کے لشکر کے بالمقابل صفوف بنالیں۔

صلوٰۃ الخوف کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ خالد بن ولید اور اُنکے سپاہی دیکھتے رہے۔ بعد میں خالد بن ولید نے کہا کہ ہم نے بڑا اچھا موقع ضائع کر دیا جب یہ لوگ سب نماز میں تھے اُسوقت ہم ان پر ٹوٹ پڑتے مگر کچھ بات نہیں اب اُن کی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے اسکا انتظار کرو مگر جبرئیل علیہ السلام صلوٰۃ الخوف کے احکام لیکر نازل ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر کے نماز کے وقت لشکر دو حصوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور ان کے شر سے محفوظ رہے۔

حدیبیہ میں پڑاؤ

رسول اللہ ﷺ نے وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے نکل کر مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ اس مقام سے جب آپ نے اپنی اُونٹنی کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ اُونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اُونٹنی کو اُٹھانے کی غرض سے حَل، حَل کہا ہر چند اُونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر اُونٹنی اپنی جگہ سے نہ اُٹھی۔ لوگوں نے کہا خَلَاَتِ الْقَصوآءُ خلات القصواء اُونٹنی بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں لیکن اللہ عزوجل نے اس کو روکا ہے۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے جس ایسے امر کی درخواست کریں گے جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتی ہو میں ضرور اس کو منظور کروں گا یہ کہہ کر اُونٹنی کو کوچا دیا۔ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاں سے ہٹ کر آپ نے حدیبیہ پر آکر قیام فرمایا۔ گرمی کا موسم تھا پیاس اور پانی کی قلت تھی، گڑھے میں جو تھوڑا بہت پانی تھا وہ کھینچ لیا گیا۔ صحابہؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ پانی نہیں رہا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اُس گڑھے میں گاڑ دیا جائے، اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ تمام لشکر سیراب ہوگیا۔

سفیروں کی روانگی

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، جنگ کے لئے نہیں آئے۔ اہل مکہ نے اُن کے اُونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پکڑ کر بچا دیا۔

حضرت خراشؓ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں۔ اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابو سفیان اور روساء مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو اور جو مسلمان مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان واظہار نہیں کر سکتے اُن کو یہ بشارت سنا دو، کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرے گا۔ عثمان بن عفانؓ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب مشرکین نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہو تو تنہا طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔

اہلِ مکہ اور مسلمانوں میں آویزش اور اہلِ مکہ کے ستر آدمیوں کی گرفتاری

اسی عرصہ میں قریش نے اپنے پچاس آدمی اس کام پر لگائے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ کر موقع کا انتظار کریں اور موقع ملنے پر (معاذ اللہ) آپ کا قصہ ختم کر دیں۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و نگرانی پر مامور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قید کر کے حاضر کر دیا، دوسری طرف حضرت عثمانؓ جو مکہ میں تھے اور انکے ساتھ تقریباً دس مسلمان اور مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے تھے۔ قریش نے جب اپنے پچاس آدمیوں کی گرفتاری کا حال سنا تو حضرت عثمانؓ سمیت ان سب مسلمانوں کو روک لیا اور قریش کی ایک جماعت مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکلی اور مسلمانوں کی جماعت پر تیر اور پتھر پھینکے اس میں مسلمانوں میں سے ایک صحابی ابن زنیمؓ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے ان قریشیوں کے دس سواروں کو گرفتار کر لیا، اور رسول اللہ ﷺ کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔

بیعۃ الرضوان

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں اُن سے بدلہ نہ لے لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں فروکش تھے بیعت لینی شروع کر دی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد و قتال کریں گے مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابو سنان اسدیؓ نے بیعت کی۔ معجم طبرانی میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابو سنانؓ آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایئے آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتا ہے؟ ابو سنان نے کہا اُس چیز پر جو میرے دل میں ہے، آپ نے فرمایا تیرے دل میں کیا ہے؟ ابو سنان نے کہا یا رسول اللہ میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزّ وجلّ آپکو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں، آپ نے اُن کو بیعت فرمایا اور اسی پر سب نے بیعت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سلمہ بن اکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی ابتداء میں اور درمیان میں اور اخیر میں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے (رواہ البخاری)۔

زرقانی میں ہے کہ داہنا ہاتھ آپ کی طرف سے تھا اور بایاں ہاتھ حضرت عثمانؓ کی جانب سے تھا۔ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔

اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں ذکر فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا تھا وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح عطا فرمائی اور وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غنیموں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

مشرکین پر رعب

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوف زدہ ہوگئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔

قبیلہ خزاعہ اگر چہ ہنوز مشرف باسلام نہ ہوا تھا لیکن ہمیشہ سے آپ کا حلیف اور خیر خواہ اور راز دار تھا۔ مشرکین مکہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے اس سے آپ کو مطلع کیا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعہ کے چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قریش نے نواحِ حدیبیہ میں پانی کے بڑے بڑے چشموں پر آپ کے مقابلے کے لئے لشکر عظیم جمع کیا ہے کہ آپ کو کسی طرح مکہ میں داخل نہ ہونے دیں اور دودھ والی اونٹنیاں ان کے ساتھ ہیں (یعنی طویل قیام کا ارادہ ہے تا کہ کھاتے پیتے رہیں اور مقابلہ کیلئے ڈٹے رہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم فقط عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت صلح کی مقرر کر دوں اُس مدت میں ایک دوسرے سے کوئی تعرض نہ کریں اور مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر اللہ کے فضل سے میں غالب ہوا تو وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں اور فی الحال چند روز کے لئے تم کو آرام ملے اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو تمہاری تمنا پوری ہوگی لیکن میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے اس دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور اس دین کے ظہور اور غلبہ فتح اور نصرت کا جو وعدہ اُس تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد وقتال کروں گا، یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ بدیل آپ کے پاس سے اٹھ کر قریش کے پاس گئے اور یہ کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے ایک بات سن کر آرہا ہوں اگر چاہو تو تم پر پیش کروں جو احمق اور نادان تھے، انہوں نے یہ کہا ہمیں ضرورت نہیں ہم ان کی کوئی بات سننا نہیں چاہتے مگر جو ان میں ذی رائے اور سمجھدار تھے انہوں نے کہا ہاں بیان کرو۔

بُدیل نے کہا تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (ﷺ) لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے کہا بیشک وہ لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے لیکن مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عروۃ بن مسعود نے اٹھ کر کہا اے قوم کیا میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے اور تم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے نہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک کیوں نہیں عروہ نے کہا کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی رکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، عروہ نے کہا اس شخص نے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) تمہاری بھلائی اور بہتری کی بات کہی ہے۔ میرے نزدیک اس کو ضرور قبول کر لینا چاہیے اور مجھ کو اجازت دو کہ میں محمد (ﷺ) سے ملکر اس بارے میں گفتگو کروں لوگوں نے کہا بہتر ہے۔

عشق نبویؐ کا مظاہرہ

عروہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے وہی فرمایا کہ جو بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا اے محمد تم نے سنا بھی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود ہلاک اور برباد کیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر دوسری صورت پیش آئی (یعنی قریش کو غلبہ ہوا) تو میں دیکھتا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عروہ کو گالی دے کر فرمایا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا ابوبکر ہیں۔ عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی اور جب کوئی بات کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرۃ بن شعبہؓ (یعنی عروہ کے بھتیجے) مسلح تلوار لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ بارگاہِ نبوی میں اپنے چچا کی یہ جرأت گوارہ نہ

ہوئی اور فوراً عروہ سے کہا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے ہٹالے، ایک مشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مس کرسکے۔ مغیرہ چونکہ خود وغیرہ پہنے ہوئے تھے اس لئے عروہ نے ان کو پہچانا نہیں اور غصہ ہوکر آپ سے دریافت کیا یہ کون ہے آپ نے فرمایا یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہؓ ہے۔ اب عروہ نے مغیرہؓ کو پہچانا۔

بعد ازاں عروہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کی حسن عقیدت اور صدق واخلاص کا ایسا عجیب وغریب منظر دیکھا کہ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ جب آپ کوئی حکم دیتے تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجالاؤں جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے پر مل لیتے ہیں۔ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے غسالہ وضو پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ کے جسم کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا تھا کہ فوراً اس کو لے لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہوجاتا ہے، گویا کہ ہر شخص سراپا گوش بنا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

گویا کہ بزبان حال یہ عروہ کی اس بدگمانی کا جواب تھا جو اس نے ابتداء میں آپ کے جان نثاروں کے متعلق ظاہر کی تھی کہ اگر قریش کو غلبہ ہوا تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ یہ اخلاص وعقیدت اور محبت وعظمت کا حیرت انگیز منظر عروہ کی حضرات صحابہؓ کے ساتھ بدگمانی کا شافی اور کافی جواب تھا کہ جن کی شیفتگی اور وارفتگی اور محبت وعقیدت کا یہ حال ہو بھلا وہ آپ کو چھوڑ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔

عروہ جب آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو قریش سے جا کر کہا اے قوم واللہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر خدا کی قسم عقیدت ومحبت تعظیم واجلال کا یہ عجیب وغریب منظر کہیں نہیں دیکھا۔

(یہ منظر نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے۔ آپ خاتم الانبیاء تھے عقیدت ومحبت کا یہ حیرت انگیز منظر آپ پر ہی ختم ہوگیا)

ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے یہ کہا کہ اے قوم میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا مگر محمد ﷺ جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتے۔ (رواہ ابن ابی شیبہ مرسلا)

عروہ نے صاف طور سے تو نہیں کہا کہ آپ نبی ہیں مگر اشارۃً یہ بتلا دیا کہ یہ شان بادشاہوں کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

حلیس کی آمد

عروہ کی یہ گفتگو سن کر حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کنانی نے کہا مجھ کو اجازت دو کہ میں آپ سے مل کر آؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے حلیس کو دور سے آتے دیکھا تو یہ فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کردو یہ شخص ان لوگوں میں سے

ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستہ ہی سے واپس ہوگیا اور جا کر قریش سے یہ کہا قسم ہے رب کعبہ کی یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جاسکتا۔

قریش نے کہا بیٹھ جا، تو تو جنگلی آدمی ہے سمجھتا بوجھتا نہیں حلیس کو غصہ آگیا اور کہا اے گروہ قریش خدا کی قسم ہم نے تم سے اس کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں حلیس کی جان ہے اگر تم محمد کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے یکلخت علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا اچھا آپ خفا نہ ہوں بیٹھئے ذرا ہم غور کر لیں بعد ازاں مجمع میں سے مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں آپ کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مکرز کو آتے دیکھ کر فرمایا یہ آدمی برا ہے حدیبیہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مکرز نے پچاس آدمیوں کو لے کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا اور مکرز فرار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا۔

سہیل بن عمرو کی آمد اور معاہدہ

مکرز آپ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کے لئے پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ نے سہیل کو آتے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا:

قد سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ

البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہوگیا۔

اور یہ فرمایا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہو گئے ہیں اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا ہے۔ سہیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب شرائط صلح طے ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے کا حکم دیا۔

عرب کا قدیم دستور یہ تھا سرنامہ پر ''باسمك اللّٰهم'' لکھا کرتے تھے، اس بنا پر سہیل نے کہا کہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نہیں مانتا۔ قدیم دستور کے مطابق باسمك اللّٰهم لکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا یہی لکھو اور پھر فرمایا یہ لکھو۔

هذا ما قاضٰى عليه محمد رسول الله

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔

بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ لکھئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر چہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر اُن کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو۔ حضرت علی کرم اللہ

وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔ شرائط صلح حسب ذیل تھیں:

شرائط صلح

1. دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔
2. قریش کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائیگا وہ واپس کیا جائیگا اگر چہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔
3. اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آ جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔
4. اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔
5. محمد (ﷺ) اس سال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔
6. قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں ہو جائیں۔

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے۔ بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے۔

ابو جندلؓ کی مظلومیت

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندلؓ پابزنجیر قید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور کفار مکہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا یعنی لکھے جانے اور دستخط ہو جانے کے بعد اُس پر عمل شروع ہونا چاہیے۔ آپ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابو جندلؓ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے مگر سہیل نہ مانا۔ بالآخر آپ نے ابو جندلؓ کو سہیل کے حوالہ کر دیا۔

مشرکین مکہ نے ابو جندلؓ کو طرح طرح سے ستایا تھا اس لئے ابو جندلؓ نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا افسوس اے گروہ اسلام میں کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ابو جندلؓ کو تسلی دی اور یہ فرمایا:

یا ابا جندل اصبر واحتسب فانہ لا نغدر و ان اللہ جاعل لک فرجا ومخرجا

اے ابو جندل صبر کرو اللہ سے امید رکھو ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری

نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی بہت شاق گزری۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور وہ میرا معین اور مددگار ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جا کر اُن سے بھی یہی گفتگو کی۔ ابو بکر صدیقؓ نے لفظ بہ لفظ وہی جواب دیا جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا جو اضطراب اور بے چینی ہے وہ نعوذ باللہ کسی گستاخی کی نیت سے نہیں بلکہ درحقیقت یہ سب کچھ ان کے عشق رسول اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر تھا۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس معاہدے میں آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کو بہت زیادہ مراعات دی تھیں مگر نبی کا فیصلہ آسمانی فیصلہ تھا اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو سربلندی اور انجام کار جو کامیابی پوشیدہ تھی اس کو دور بین نظریں دیکھ رہی تھیں۔ دوسرے لوگوں پر حقیقتیں عیاں نہیں تھیں اس لئے حضرت عمرؓ پر ایک دم تحیّر کی کیفیت پیدا ہو گئی شرائط کی ظاہری نوعیت سے جب انہوں نے یہ سمجھا کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی ہتک ہوتی ہے اور مشرکوں کا پلا بھاری نظر آتا ہے تو اس حیرانی کی کیفیت نے اضطراب اور بے چینی کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ اسی عالم میں اُٹھ کر براہ راست آنحضرت ﷺ سے عرض معروض کی پھر وہ صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے جو صرف انکے اضطراب اور عشق رسول اللہ ﷺ کا ایک مظاہرہ تھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

گفتگو نے عاشقاں درکار رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

یعنی پروردگار کے کاموں میں اس کے عاشقوں کا گفتگو اور کلام کرنا ان کے بڑھے ہوئے عشق اور جوش محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خدانخواستہ بے ادبی یا گستاخی یا جسارت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ پر ندامت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ عمر بھر اس کے لئے توبہ واستغفار کرتے رہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری

طرف آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لئے کوئی نجات کی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔

(علاوہ ازیں بحمد اللہ ایسی صورت پیش بھی نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو)۔

صلح نامہ کی تکمیل اور صحابہ کرامؓ کو واپسی کا حکم

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت کے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، باہر تشریف لے جایئے اور قربانی کر کے سر منڈایئے یہ خود بخود آپ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

حق تعالیٰ شانہ اُم المومنین ام سلمہؓ کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خاطر عاطر سے اس تکدر کو دور فرمایا جس طرح شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا اسی طرح اُم المومنین اُم سلمہؓ کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

بشارت کا نزول

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الی آخر السورۃ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الی آخر السورۃ سنائی۔ صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین فرمایا سن کر ازراہ تعجب آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والحاکم)

صلح کے ثمرات

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے تھے صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ اعلانیہ طور پر احکامِ اسلام بجالانے لگے، آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع

ملا، مسائل اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی۔ قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اسلام تو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا معدن اور سرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ کرام بھی فضائل وفواضل محاسن وشمائل کی زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد اور منافرت اور بغض اور عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع بنیں۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

صلح سے پیشتر کفار مکہ ولکن لا یشعرون کے مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمانوں کا نور اُن سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تھا۔ صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

ابوبصیرؓ کی تدبیر

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچ گئے تو ابوبصیرؓ مشرکین کی قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فوراً ہی دو آدمی انکے لینے کے لئے پیچھے روانہ کئے آپ نے ازروئے معاہدہ ابوبصیرؓ کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا اور ابوبصیرؓ سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ابوبصیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھ کو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھ کو ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا۔ یہ دونوں آدمی ابوبصیرؓ کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ کھانے لگے۔ ابوبصیرؓ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اُس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے، بارہا میں اس کو آزما چکا ہوں ابوبصیرؓ نے کہا ذرا مجھ کو دکھلاؤ۔ اس شخص نے تلوار ابوبصیرؓ کو دے دی۔

ابوبصیرؓ نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ تو ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا شخص یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً بھاگا اور سیدھا مدینہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں۔

اس کے بعد ابو بصیرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا، آپ تو مجھ کو ان کے حوالہ فرما چکے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اُن سے نجات دی۔ یارسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھ کو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے۔ یہ جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑ کانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو۔ ابو بصیرؓ سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھ کو پھر کفار کے حوالہ کردیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر پر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے۔

گوریلا چھاؤنی کا قیام اور مشرکین کی بے بسی

مکہ کے بے کس اور بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا تو چھپ چھپ کر ابو بصیرؓ کے پاس پہنچنے لگے اور سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندلؓ بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح ستر آدمیوں کا ایک جتھا وہاں جمع ہو گیا۔ قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گزر اوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجے کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابو بصیرؓ اور ان کی جماعت کو مدینہ بلالیں۔ اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ ابو بصیرؓ کو لکھوا کر روانہ کیا۔ جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیرؓ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کا والا نامہ ابو بصیرؓ کو دے دیا گیا وہ یہ پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو بصیرؓ جان بحق تسلیم ہوئے اور والا نامہ اُن کے سینے پر تھا۔

ابو جندلؓ بن سہیل نے ابو بصیرؓ کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ اُن کو دفن کیا اور قریب میں ایک مسجد بنائی اور بعد ازاں ابو جندلؓ اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اُس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا۔ سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے۔ ابو سفیان نے کہا محمد (ﷺ) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابو بصیر کو تمہارے قاصد کے حوالے کر دیا۔ اور ابو بصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا۔ اور اس دیت کا مطالبہ ابو بصیرؓ کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابو بصیرؓ ان کے دین پر نہیں۔

عورتوں کی واپسی کی ممانعت

معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا کچھ

عرصہ بعد کچھ مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں اہل مکہ نے ازروئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے اُن کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہیں۔ لا یاتیہ رجل الخ نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رجل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہو سکتا ہے۔ مشرکین مکہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪ (الممتحنہ آیت ۱۰-۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو۔ جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو انکا امتحان کر لو (کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں) پس اگر امتحان کر کے تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعی مومن ہیں تو پھر ان کو کافروں کی طرف واپس مت کرو یہ عورتیں اُن کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور اُن کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کر دو اور تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور اے مسلمانو تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور طلب کرو کافروں سے جو تم نے خرچ کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے اپنی بیبیوں پر خرچ کیا تھا اس کے برابر ان کو دے دو اور ڈرو اس اللہ تعالیٰ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

صلح کی اقسام اور احکام

1. بادشاہِ اسلام اور ذی رائے مسلمان کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔ مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھیں۔

یعنی صلح پر بھروسہ نہ کریں۔

❷ اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو دب کر صلح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضۂ جہاد و قتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ

پس مت سستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی جہاد پر قدرت رکھتے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہاء نے صلح کے لئے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

❸ ضرورت کے وقت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیئے اور لئے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور نصارائے نجران سے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوۂ احزاب میں رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن فزاری سے مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا مفصل قصہ غزوۂ احزاب کے بیان میں گزر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح جائز ہے۔

❹ اہل اسلام اور اہل کفر میں جب کسی مدت معینہ کے لئے صلح طے پا جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔

❺ عہد نامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تا کہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ موجود ہو۔

❻ ہر ایک نقل پر فریقین کے سربرآوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔

❼ شرائط صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا بدعہدی اور عہد شکنی ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے۔

❽ اگر کسی ایک علاقہ کا مسلمان فرمانروا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقہ کا فرمانروا اور دوسرے علاقہ کے مسلمان اس کے پابند نہ ہوں گے۔

ابوبصیرؓ اور ابوجندلؓ نے جس جگہ جا کر پڑاؤ ڈالا وہ حدودِ مدینہ سے بالکل خارج تھا۔ ابوبصیرؓ کی جماعت نے جو کچھ کیا وہ حدود مدینہ سے باہر کیا نیز آپ کے حکم اور اجازت سے نہیں کیا۔

❾ جو عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں چلی آئے تو اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی مرد مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کی بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے۔

⑩ لَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کافر عورتوں کی عصمت کو روک نہ رکھو یعنی ان کو چھوڑ دو اور ازدواجی تعلقات ان سے منقطع کر دو اور مسلمان کو روا نہیں کہ ایک مشرکہ عورت کو اپنے نکاح میں رکھے۔

⑪ واقعہ حدیبیہ میں صدیق اکبرؓ کا دو طرح فضل وکمال ظاہر ہوا۔ اوّل تو اس طرح کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ بھی مغموم اور رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مطمئن تھے۔ دوم یہ کہ جب عمر بن الخطابؓ نے اپنا اضطراب حضرت ابوبکرؓ سے جا کر بیان کیا تو ابوبکرؓ نے حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

⑫ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کو نحر اور حلق کا حکم دیا اور صحابہ نے اس میں ذرا توقف کیا تو آپ نے ام المومنین ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے مشورہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا فہم اور فراست اور تقویٰ اور دیانت داری قابلِ اطمینان ہو۔

بیعت کی فضیلت

لفظ بیعت ''بیع'' سے نکلا ہے جس کے معنی خرید و فروخت کے ہیں۔ شریعت کی نظر میں اپنی جان کو جنت کے بدلے اللہ رب العزت کے ہاتھ فروخت کر دینے کا نام بیعت ہے۔ سودا نفس کا ہے، قیمت اس کی جنت ہے، بیچنے والا انسان ہے اور خریدنے والے اللہ عزوجل ہیں۔ پھر یہ بات ہر عقل مند کے نزدیک مسلّم ہے کہ خرید و فروخت ہو جانے کے بعد بیچی جانے والی چیز بیچنے والے کی ملکیت سے نکل کر خریدار کی ملکیت میں آ جاتی ہے اور وہی اب اس میں ہر طرح کے تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن جب بیعت کر لیتا ہے تو اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے اسے چاہیے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے کوئی تصرف نہ کرے۔

بیعت کا یہ معاملہ اللہ عزّ وجلّ سے براہ راست نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کرامؑ اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تو دراصل یہ اللہ رب العزت سے بیعت تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

خرید و فروخت میں ایک شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب نکل آئے تو خریدار کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عیب دکھا کر معاملہ توڑ دے اور خریدی ہوئی چیز لوٹا کر قیمت واپس لے لے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو خیارِ عیب کہتے ہیں لیکن اگر خریدار معاملے کے وقت ہی یہ کہہ دے کہ میں اس سودے پر مکمل راضی ہوں تو پھر اس کا یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے اور وہ عیب کے سبب خریدی ہوئی چیز رد کر کے قیمت واپس نہیں لے سکتا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے جب درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بیعت ہوتے ہی اپنی رضا کا اعلان فرما کر گویا "خیار عیب" ساقط فرمایا اور یہ ظاہر فرما دیا کہ ان حضرات کے حق میں اب یہ معاملہ پکا ہو چکا کہ انہیں اللہ کی طرف سے جنت ملے گی اور ان کی جانیں اللہ رب العزت نے قبول فرما لیں۔ اب ان میں سے کسی کے حق میں بھی یہ معاملہ فسخ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اس خرید و فروخت پر خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے

اب چونکہ دونوں جانب سے رضامندی کا اعلان ہو چکا اس لئے ان کے حق میں یہ معاملہ پکا ہو گیا باقی لوگوں کا معاملہ خطرے میں ہے، نہ جانے کس کی بیعت "عیب" کے سبب رد کر دی جائے اور کون بدنصیب ہو جو خود اس سودے کو توڑ بیٹھے جیسا کہ روایات میں ہے ایک اعرابی نے آکر نبی کریم ﷺ سے کہا

اقلنی بیعتی

میری بیعت مجھے لوٹا دیجئے

لیکن اگر دل میں اس طرح صداقت ہو جیسے حضرات صحابہ کرامؓ کے قلوب میں تھی اور ایسے ہی خوشی ہو جیسی صحابہ کرامؓ کو ہوئی تو امید ہے کہ اللہ رب العزت اپنی رحمت سے بعد والوں کی بیعت بھی ایسے ہی قبول فرمائیں جیسی صحابہ کرامؓ کے حق میں قبول ہوئی۔

الحاصل

جن حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو سکینت اور طمانیت کی بیش بہا دولت سے معمور کیا اور فتح قریب اور مغانم کثیرہ کا ان سے وعدہ فرمایا۔ کما قال تعالیٰ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا تھا وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غنیمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور سورۂ توبہ میں بیعت کو فوز عظیم (بڑی کامیابی) فرمایا۔

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: پس خوشیاں کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی کا معاملہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام پر اور کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر اور کبھی ترک منکرات پر مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، زنا اور چوری نہ کریں گے، اولاد کو قتل نہ کریں گے، کسی پر بہتان نہ باندھیں گے اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور کبھی اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے، پانچوں نمازیں ٹھیک ٹھیک ادا کریں گے، زکوۃ دیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے، ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، اپنے امیر اور والی کی اطاعت کریں گے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے، کسی سے سوال نہ کریں گے، والدین کے ساتھ احسان کریں گے وغیرہ پر بیعت لینا بھی آیات قرآنیہ اور متعدد احادیث سے ثابت ہے۔

۱۳ عثمان غنیؓ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ غائبانہ بیعت بھی صحیح ہے۔

۱۴ سلمہ بن اکوعؓ کا تین بار بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بیعت کی تجدید اور اس کا تکرار کرنا مسنون اور مستحب ہے۔

۱۵ حدیبیہ میں جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حق جل شانہ نے بلا کسی قید و شرط کے اُن سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اور فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ سے ان کے دلی اخلاص کو بیان فرمایا اور فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ سے ان کے اطمینان اور یقین قلب کو بیان فرمایا کہ ان کے قلوب بالکل مطمئن ہیں۔ اضطراب کا کہیں نام و نشان نہیں اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا اور جس کے دل پر سکینت و طمانیت کو نازل فرمایا ایسا شخص نہ فی الحال منافق ہے اور نہ آئندہ مرتد ہو سکتا ہے۔ احادیث میں اُن کے بہت سے فضائل آئے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

اور یہ آیۂ مذکورہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ سے اُن کا مومن مخلص اور اللہ کا پسندیدہ ہونا ظاہر ہے۔

دشمنانِ صحابہ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کو ذرا غور سے پڑھیں کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اُن کے دلوں کے اخلاص کو ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل تقیہ کی بنا پر نہ تھا بلکہ اخلاص اور صدق نیت سے تھا۔ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کے بعد تقیہ کا احتمال باقی نہیں رہتا جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلی اخلاص کی شہادت

دے دی تو اب نفاق اور تقیہ کا احتمال ختم ہوا۔ وَّ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے دور تک سلسلۂ کلام چلا گیا ہے جس میں انہیں حضرات سے فتح خیبر اور مَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے فتوحات کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی انہی مخلصین سے تھا معلوم ہوا کہ جن حضرات پر یہ مغانم تقسیم کئے گئے وہ اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے تھے۔

بڑی فتح اور ذہنی انقلاب

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ اسلام میں فتح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں ہے مگر لوگ ان حقیقتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے پروردگار کے درمیان نمایاں تھیں۔ انسان کے مزاج میں جلدی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی جلدی کی وجہ سے اپنے کاموں میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ اس کے کام اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ چاہتا ہے۔

میں نے سہیل ابن عمروؓ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کے مسلمان ہونے کے بعد اسی جگہ پر کھڑے دیکھا جہاں قربانیاں کی جاتی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کو قربانی کے جانور پیش کر رہے تھے اور آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح فرما رہے تھے۔ اس کے بعد سہیلؓ نے آنحضرت ﷺ کا سر منڈانے کے لئے حجام کو بلایا۔ اس وقت میں سہیل رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا جو بھی بال گرتا تھا وہ اسے اُٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اس وقت مجھے صلح حدیبیہ کے وقت ان ہی سہیل ابن عمروؓ کی وہ روش اور انداز یاد آ رہا تھا کہ جب معاہدہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا گیا تھا تو اسے انہوں نے کٹوا دیا اور جب محمد رسول اللہ لکھا گیا تو انہوں نے اس پر اعتراض کر کے اسے کٹوا دیا تھا۔ میں نے یہ واقعات یاد کر کے اس ذات پاک کا شکریہ ادا کیا جس نے انہیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ و سیرت حلبیہ و معارف القرآن)

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ①

بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ”واقعہ حدیبیہ“ کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ یعنی یہ واقعہ بعد والی فتوحات کے لئے بنیاد بن گیا۔ ان فتوحات میں مکہ مکرمہ کی ”فتح مبین“ بھی خاص طور سے شامل ہے۔

چند ضروری مضامین

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں ان شاء اللہ یہ چند ضروری مضامین بیان کئے جائیں گے۔

1. سورۃ الفتح کا سورۃ محمد سے ربط۔
2. اس سورۃ اور آیت مبارکہ کا شان نزول۔
3. فَتْحًا مُّبِينًا (کھلی فتح) سے کونسی فتح مراد ہے اور اسکو ”کھلی فتح“ کہنے کی وجہ کیا ہے۔

سورۃ الفتح کا سورۃ محمد ﷺ کے ساتھ ربط

1. سورۃ محمد ﷺ کے آخر میں جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی اور فرمایا گیا تھا کہ جو بخل کرے گا، وہ اپنا نقصان کرے گا اب اس سورۃ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ جہاد میں جان و مال لگانے سے اللہ پاک نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتنی بڑی بڑی فتوحات عطاء فرمائیں اور انہوں نے جو مال خرچ کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مال ان کو مل گیا اگر وہ مال کو روکے رکھتے تو یہ فتوحات کیسے نصیب ہوتیں۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

پچھلی سورۃ میں فرمایا تھا وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ کہ تم جہاد میں خرچ کرنے سے کس لئے بخل کرتے ہو ہم نے تمہارے لئے ایک فتح مقرر کر دی ہے جس میں اپنے خرچ کئے ہوئے مال سے کئی گنا مال پالو گے۔ (حقانی، تسہیل)

امام رازیؒ لکھتے ہیں:۔

والاول مناسب لآخر ماقبلها من وجوه (احدها) انه تعالیٰ لما قال هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الی ان قال۔ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ بین تعالیٰ انه فتح لهم مكة وغنموا ديارهم

وحصل لهم اضعاف ما انفقوا ولو بخلوا لضاع عليهم ذلك فلا يكون بخلهم الا على انفسهم۔ (تفسیر کبیر)

یعنی پچھلی سورۃ میں جہاد میں مال خرچ کرنے اور بخل نہ کرنے کی ترغیب تھی اس سورۃ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ کی فتح عطاء فرمائی مسلمانوں کو خوب مال غنیمت ملا اور جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مال کے مالک بنے اگر وہ بخل کرتے تو محروم رہتے اور ان کا بخل خود انہیں کو نقصان پہنچاتا۔

نکتہ

پس ان دو مبارک سورتوں کے جوڑ سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب جہاد میں خوب مال خرچ کرتے ہیں تو اسلام کو غلبہ اور مسلمانوں کو فتوحات اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب مسلمان مال کو بنانے اور بڑھانے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور جہاد میں اپنا مال قربان نہیں کرتے تو ان کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ آجکل مسلمانوں کی حالت دیکھ لیں کہ وہ جہاد کو چھوڑ کر اور مال کو مقصود بنا کر کس قدر نقصانات اٹھا رہے ہیں۔

۲ پچھلی سورۃ میں ”قتال“ کا حکم ہے اور سورۃ کا ایک نام سورۃ ”القتال“ ہے۔ قتال سے مسلمانوں کو کیا ملتا ہے تو ”سورۃ الفتح“ میں بتایا گیا کہ ”قتال“ سے ان کو ”فتح“ ملتی ہے۔ پس اگر وہ دشمنوں پر غلبہ اور فتح چاہتے ہیں تو قتال فی سبیل اللہ کے فریضے کو زندہ کریں۔ کیونکہ ”القتال“ سے ”الفتح“ ملتی ہے۔

علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

ولا يخفىٰ حسن وضعها هنا لأن الفتح بمعنى النصر مرتب على القتال۔ (روح المعانی)

۳ سورۃ محمد ﷺ میں بتایا گیا کہ حق والی جماعت وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی اور قائد مانے۔ مسلمان ہی برحق ہیں کیونکہ وہ دینِ محمد ﷺ پر ہیں۔ جب جماعت بن گئی اور امیر جماعت مقرر ہو گئے تو فتح آ گئی۔ اور یہ فتح ”بیعتِ رضوان“ کے ذریعہ آئی۔ جب صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر جہاد اور موت کی بیعت کر لی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۴ سورۃ محمد ﷺ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ جہاد میں سستی نہ کریں اور کافروں کو خود صلح کی طرف نہ بلائیں بلکہ مضبوطی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں۔ اب اس سورۃ میں بتایا گیا کہ جب مسلمان مضبوطی کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں گے تو کافر خود ان کے سامنے صلح کے لئے جھکیں گے جس طرح حدیبیہ میں ہوا کہ مسلمانوں نے مرتے دم تک لڑنے کی بیعت کی تو مشرکین پر رعب پڑا اور وہ خود صلح کا پیغام لیکر آ گئے اور یہ صلح مسلمانوں کے لئے بے شمار فتوحات کا ذریعہ بن گئی۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:۔

لما قال تعالىٰ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وكان معناه لاتسئلوا الصلح من عندكم، بل اصبروا

فانهم يسئلون الصلح ويجتهدون منه كما كان يوم الحديبية وهو المراد بالفتح في احد الوجوه و كما كان فتح مكة حيث اتي صناديد قريش مستأ منين مؤمنين ومسلمين۔ (تفسیر کبیر)

۵ سورۃ محمد ﷺ میں ارشاد فرمایا تھا کہ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور فرمایا تھا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کہ تم ہی غالب رہو گے اب اس سورۃ میں اس بات کا ثبوت پیش فرما دیا کہ اللہ پاک نے تمہیں فتح عطاء فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ پاک تمہارے ساتھ ہے۔

امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

لما قال وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وقال اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ بين برهانه بفتح مكة فانهم كانوا هم الاعلون۔ (تفسیر کبیر)

ان دو سورتوں کے درمیان حضرات مفسرین نے اور بھی کئی طرح کی مناسبات اور ربط بیان فرمائے ہیں۔

شائقین طلبہ تفسیر البحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمالیں۔

شان نزول

یہ پوری سورت واقعہ حدیبیہ کے بارے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان راستے میں نازل ہوئی۔

نزلت سورة الفتح بين مكة والمدينة في شأن الحديبية من اوّلها الى آخرها۔ (القرطبی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر جبکہ صحابہ کرام غم اور صدمے کی حالت میں تھے اور قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح ہو چکے تھے یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے لقد أنزلت علیّ آية هي احبّ اليّ من الدنيا جميعاً۔ (صحیح مسلم، القرطبی)

★ حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے ایک روز رات کے وقت ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کچھ سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہ دیا، پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا تیری ماں تجھے گم کرے (پریشانی کے وقت اہل عرب اپنے بارے میں یہ کلمات بول دیا کرتے تھے) تو نے تین بار سوال کر کے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف میں ڈالا میں نے تین بار سوال کیا آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا یہ سوچتے ہوئے میں جلدی سے اپنے اونٹ کو حرکت دے کر سب مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس بات سے ڈرنے لگا کہ میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیات نازل نہ ہو جائیں ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ایک پکارنے والے نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا، میں ڈر گیا کہ واقعی میرے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہو چکی ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان سب چیزوں

سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کی تلاوت فرمائی۔

(صحیح بخاری، انوار البیان)

کون سی "فتح" مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

بے شک ہم نے آپ کو واضح اور کھلی فتح عطاء فرمائی۔

اس فتح سے کونسی فتح مراد ہے؟

حضرات مفسرین کے کئی اقوال ہیں

1. حدیبیہ کا پورا واقعہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑی فتح تھی
2. حدیبیہ کے موقع پر جو "بیعت رضوان" ہوئی اسکو فتح قرار دیا گیا
3. اس فتح سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے، جو "فتح مبین" تھی
4. اس فتح سے مراد "خیبر" کی فتح ہے
5. "فتح" یہاں فیصلہ کے معنیٰ میں ہے کہ ہم نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ آپ آئندہ سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔
6. فتح سے مراد اسلام کا غلبہ ہے دلائل اور حجت کے ذریعے بھی اور تیر وتلوار کے ذریعے بھی۔
7. فتح سے "روم" کی فتح اور دیگر فتوحاتِ اسلام مراد ہیں واقعہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے جس ہمت، قوت، جذبے، اطاعت، بہادری، تحمل، وفاداری اور مثالی اجتماعیت کا ثبوت دیا اسکی برکت سے ان پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ پہلے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر دشمنوں کے علاقے کی طرف "بے خوف" روانہ ہوگئے۔ مشرکین جنگ شروع کرنے لگے تو صحابہ کرام کو تحمل کا حکم دیا گیا انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر بیعت علی الجہاد کا حکم ملا تو وہ جان دینے پر فوراً تیار ہوگئے۔ پھر انہیں صلح کی شرائط پر عمل کا حکم دیا گیا تو انہوں نے تعمیل کی۔ پھر انہیں بغیر عمرہ واپسی کا فرمایا گیا تو وہ واپس چل پڑے۔ موت پر بیعت کے بعد ان سے کہا گیا کہ اب لڑنا نہیں ہے بلکہ صلح کو قبول کرنا ہے تو انہوں نے یہ بات بھی مان لی۔ یہ وہ بے مثال بہادری، اطاعت اور اجتماعیت تھی جس نے انہیں دنیا کی حکمرانی کا اہل ثابت کردیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں کھلی فتح دے دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اب ان تمام اقوال کے بارے میں حضرات مفسرین کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

فتح حدیبیہ

1. حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

فتح مبین سے مراد حدیبیہ ہے۔ (بخاری، قرطبی)

❷ علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد حدیبیہ کی فتح ہے اس میں سخت لڑائی تو نہیں ہوئی البتہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تیر اندازی اور پتھراؤ ہوتا رہا اور مسلمانوں نے تیر اندازی کر کے مشرکین کو ان کے شہر کی طرف پسپا کر دیا تب مشرکین نے صلح کی درخواست کی تو یہ ایک کھلی فتح تھی۔ امام زجاجؒ فرماتے ہیں فتح حدیبیہ میں مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی نشانی ظاہر ہوئی کہ ایک خشک کنویں میں رسول ﷺ نے کلی فرما کر وہ کلی والا پانی ڈال دیا تو کنویں سے پانی ابلنے لگا یہانتک کہ سب لوگ اس سے سیراب ہوئے "وقيل هو فتح الحديبية ولم يكن فيه قتال شديد ولكن ترام بين القوم بسهام وحجارة، فرمى المسلمون المشركين حتى ادخلوهم ديارهم وسألوا الصلح فكان فتحا مبينا۔ (المدارک)

❸ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ:۔ حدیبیہ کی فتح مسلمانوں کے لئے ایک عظیم نشانی تھی۔

وقال كان فتح الحديبية آية عظيمة۔ (القرطبی)

❹ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ:۔

حدیبیہ سے واپسی پر ایک صاحب نے کہا یہ فتح نہیں ہے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو سب سے بڑی فتح ہے مشرکین اس بات پر راضی ہوئے کہ تمہیں اپنے شہر سے صحیح سالم واپس آنے دیں، انہوں نے خود صلح کی درخواست کی اور امن کی خاطر تمہارے پاس آئے اور انہوں نے تمہاری طرف سے وہ چیزیں دیکھ لیں جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں (یعنی شجاعت، اطاعت، وفاداری، رسول اللہ ﷺ کی بے مثال محبت اور اجتماعیت وغیرہ) (القرطبی، البیہقی)

❺ ضحاکؒ فرماتے ہیں:۔

یہ فتح بغیر لڑائی کے مل گئی، یہ صلح بھی فتح ہی کا ایک حصہ تھی

وقال الضحاك إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا بغير قتال و كان الصلح من الفتح۔ (القرطبی)

❻ شعبیؒ فرماتے ہیں:۔

فتح حدیبیہ ہی فتح مبین تھی اس سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو وہ چیزیں ملیں جو کسی اور غزوہ میں نہیں ملیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے عام مغفرت کا اعلان فرمایا، اسی واقعہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ مسلمانوں نے خیبر کی کھجوریں کھائیں۔ قربانی کے جانور اپنے مقام کو پہنچے اور رومی اہل فارس پہ غالب آئے، مجوسیوں کے خلاف اہل کتاب کی اس فتح سے مسلمانوں کو خوشی پہنچی۔ (القرطبی)

❼ زہریؒ فرماتے ہیں:-

حدیبیہ کی فتح سب سے بڑی فتح ہے اور وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ حدیبیہ میں تشریف لائے۔ پھر جب صلح ہوگئی تو لوگوں کو ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا اور کافروں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور پہچانا اور ان میں سے جس نے بھی مسلمان ہونا چاہا اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی پس ابھی اس واقعہ کو دو ہی سال گذرے تھے کہ دس ہزار مسلمان مکہ مکرمہ فتح کرنے نکل کھڑے ہوئے (یعنی انکی افرادی اور عسکری قوت بہت بڑھ گئی) (القرطبی)

❽ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ (حدیبیہ) فتح ہے۔ (القرطبی، المستدرک)

❾ **نکتہ**

علامہ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ اس صلح کو فتح اس لئے فرمایا کہ یہ صلح ہی اس وقت ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ مشرکوں پر غالب آچکے تھے، یہی وجہ تھی کہ صلح کی درخواست مشرکوں کی طرف سے کی گئی اور یہی صلح فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو باقی عرب کی طرف متوجہ ہونے کی فراغت مل گئی آپ نے ادھر سے فارغ ہو کر کئی مقامات فتح کیے اور بکثرت مخلوق حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ (مظہری)

❿ ابن کثیرؒ اور دیگر کئی مفسرین نے اس مقام پر ابوداؤد کی یہ روایت نقل فرمائی ہے:-

حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ جو قرآن پاک کے قاری تھے فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں حاضر تھے پھر جب ہم وہاں سے واپس لوٹے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اونٹوں کو تیز دوڑا رہے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی لوگوں کے ساتھ اونٹوں کو دوڑا کر پہنچ گئے اسوقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر مقام ''کراع الغمیم'' کے پاس تھے، لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے یہ سورت تلاوت فرمائی ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾ صحابہ کرام میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کیا یہ فتح ہے یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ فتح ہے، پس خیبر کا مال غنیمت صرف ان ہی لوگوں میں تقسیم کیا گیا جو حدیبیہ میں شریک تھے آپ ﷺ نے اُس مال غنیمت کے اٹھارہ حصے بنائے مسلمانوں کا لشکر پندرہ سو افراد پر مشتمل تھا جن میں تین سو گھڑسوار تھے، چنانچہ پیادے کو ایک حصہ اور گھڑسوار کو دو حصے دیئے گئے۔ (ابن کثیر، ابوداؤد)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ﴿فَتْحًا مُّبِينًا﴾ کے معنیٰ ہیں بالکل کھلی اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اسکی وجہ سے بہت زیادہ خیریں مسلمانوں کو نصیب ہوئیں۔

فَتْحًا مُّبِينًا ای بینا ظاهرا والمراد به صلح الحدیبیة فانه حصل بسببه خیرٌ جزیل۔ (ابن کثیر)

دوسرا قول

بیعت رضوان بڑی اور کھلی فتح ہے

صحیح بخاری کی روایت ہے:۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

تم لوگ ''فتح'' فتح مکہ کو کہتے ہو بے شک فتح مکہ بھی ''فتح'' ہے مگر ہم حدیبیہ کے دن ''بیعت رضوان'' کو فتح کہتے ہیں۔ ہم چودہ سو افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس میں سے پانی نکالا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا، یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی آپ ﷺ تشریف لے آئے اور کنویں کے کنارے بیٹھ گئے آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگایا اور وضو فرمایا اور کلی فرمائی اور دعاء کی پھر وہ پانی کنویں میں ڈال دیا تھوڑی ہی دیر گذری تھی، ہم نے دیکھا کہ وہ پانی سے بھر گیا اور ہم نے اپنے لئے اور اپنی سواریوں کے لئے جس قدر چاہا اس میں سے لیا۔ (ابن کثیرؒ از بخاریؒ)

تیسرا قول

فتح مکہ کھلی اور واضح فتح ہے

کئی مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں ''فتح مبین'' سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے۔ امام ابوبکر جصاصؒ لکھتے ہیں۔

والأ ظهر انه فتح مكة بالغلبة والقهر

کہ زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے جو قوت اور طاقت سے حاصل ہوئی۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

وقيل ان قوله تعالىٰ فَتْحًا يدل علىٰ ان مكة فتحت عنوةً لان اسم الفتح لا يقع مطلقاً الا علىٰ فتح عنوةً

یعنی ایک قول یہ ہے کہ فَتْحًا سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ تلوار سے فتح ہوا ہے کیونکہ فتح کا لفظ مطلق وہاں بولا جاتا ہے جہاں فتح تلوار اور طاقت سے ملی ہو۔ (القرطبی)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

ابو جعفر رازیؒ نے حضرت قتادہؓ کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے یعنی فتح مکہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چونکہ مکہ مکرمہ کی فتح یقینی تھی اس لئے ماضی کے لفظ سے اسکو بیان کیا گیا گویا اللہ تعالیٰ مکہ کی فتح عطاء فرما چکا ہے۔ اس قول پر آیت میں بطور معجزہ ایک پیشین گوئی ہے۔ (مظہری)

امام رازیؒ لکھتے ہیں:۔

في الفتح وجوه : احدها فتح مكة وهو ظاهر۔والمختار من كل الوجوه:احدها فتح مكة والثاني فتح الحديبية والثالث فتح الاسلام بالآية والبيان والحجة والبرهان والاول مناسب لآخر ماقبلها من وجوه ......الخ

یعنی ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

امام نسفیؒ نے بھی اس قول کو دوسرے اقوال سے پہلے بیان فرمایا ہے۔

ثم قيل هو فتح مكة وقد نزلت فرجع رسول الله ﷺ عن مكة عام الحديبية عدة له بالفتح وجئ به على لفظ الماضي لانها في تحققها بمنزلة الكائنة۔ (المدارک)

اس عبارت کا ترجمہ تفسیر مظہری کی عبارت میں ملاحظہ فرمالیں جو اوپر گذر چکی ہے۔

دیگر اقوال

’’فتح مبین‘‘ کے بارے میں دیگر اقوال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر القرطبی، تفسیر الکبیر، البحر المحیط اور روح المعانی

واقعہ حدیبیہ فتوحات کا دروازہ

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

’’حدیبیہ‘‘ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے، اور شرائط صلح پڑھ کر ظاہری طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفارِ قریش کے حق میں ہوا، چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری صورت دیکھ کر سخت غمگین اور مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے؟ کیوں تمام جھگڑوں کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ان احوال اور نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار حالات پر تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا۔ آپ ﷺ بے مثال استغناء، توکل اور تحمل کے ساتھ انکی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو ’’اللہ و رسولہ اعلم‘‘ کہہ کر تسلی دیتے رہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ زیادہ جانتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس صلح اور فیصلہ کا نام ’’فتح مبین‘‘ رکھا۔ لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا ہاں بہت بڑی فتح، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کا بیعت علی الجہاد کرنا۔ اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم ﷺ کا جنگ اور انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود ہر موقع پر چشم پوشی اور عفو و درگزر سے کام لینا اور محض بیت اللہ کی تعظیم کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا۔ یہ واقعات ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد

اور رحمت کے اُترنے کا ذریعہ بنتے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے۔ اگر چہ ''عہد نامہ'' لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ''فتح مبین'' رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اسوقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے شمار فتوحاتِ ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال واطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ کبھی اسقدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن الولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے، یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی اب جماعتِ اسلام چاروں طرف اسقدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا'' حدیبیہ'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی تمام فتوحاتِ اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں دیباچہ کے تھی۔ (تفسیر عثمانی تسہیل)

حقانیت اسلام کی دلیل

تفسیر حقانی میں ہے:-

ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے مکے چلے اور مشرکوں نے بمقام حدیبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا اور اس بات پر فیصلہ ٹھہرا کہ اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنی قربانی ذبح کر دی، اس سے صحابہؓ کی ایک جماعت کو رنج تھا جن میں عمر بن الخطابؓ بھی تھے، پھر جب قربانی کر کے مدینہ کو واپس چلے تب یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان شکستہ دل مسلمانوں کو مژدہ ہے کہ یہ صلح تمہارے لئے فتح وظفر ہے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اے لوگو تم مکہ فتح ہو جانے کو فتح سمجھتے ہو وہ بھی سہی، ہم تو یوم حدیبیہ میں ''بیعت الرضوان'' کو فتح سمجھتے ہیں ''فتح مبین'' میں علماء کے چند اقوال ہیں بعض کہتے ہیں فتح مکہ گو اسوقت تک نہ ہوئی تھی مگر یقینی چیز کو بلفظ ماضی تعبیر کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ بعض کہتے ہیں فتح روم وغیرہ جو اہل اسلام کو پکے بعد دیگر اس سورت کے بعد سے ہونی شروع ہوئیں۔ خیبر فتح ہوا، اور علاقے عرب کے زیر حکومت ہوئے، یمن میں تسلط ہوا، خراج بھی آئے بعض کہتے ہیں براہین وحجج اسلامیہ، بعض کہتے ہیں صلح حدیبیہ جو مقدمہ ہے

جمیع فتوحات کا۔ یہ اقوال باہم متعارض نہیں ہر ایک درست ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو ایک رنج پہنچا تھا کہ کفار قریش نے مکہ کے قریب سے مسلمانوں کو اور حضرت محمد ﷺ کو مکہ میں آنے نہ دیا اور اگلے سال پر ٹال دیا۔ گویا مسلمان دب گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ فروتنی (یعنی تواضع) کو اختیار کیا، جنگ وجدل کرنا مناسب نہ جانا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے حضرت پر اور حضرت کے پیروؤں پر کھول دیئے، تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ خیبر فتح ہوا۔ جس سے مدینہ کے مسلمانوں کا فقر وفاقہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد مکہ فتح ہوا اور بہت سی فتوحات ظاہر ہوتی گئیں جنکی مفصل کیفیت کتب تاریخ میں موجود ہے۔ اور اسلام کو جو یوما فیوما (یعنی دن بدن) غلبہ ہوتا گیا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام پسند ہے (یعنی برحق ہے) اور آنحضرت ﷺ برگزیدہ بارگاہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب) ہیں کیونکہ جھوٹے ہوتے تو بموجب بشارت توریت سفر استثناء کے فروغ نہ پاتے۔'' (تفسیر حقانی)

فتوحات کے اہل

واقعہ حدیبیہ پر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں نے اس واقعہ میں ثابت کر دیا کہ وہ فتوحات کے اہل ہیں اور مکہ مکرمہ سمیت تمام عرب اور روم وفارس پر حکومت کرنا اُن کا حق ہے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کو ہر طرح سے آزمایا گیا مگر وہ ڈٹے رہے اور جڑے رہے اور تھوڑے، بہت زبانی احتجاج کے علاوہ ان میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ایک مکمل اور منظم اور صالح جماعت بن چکے ہیں اور قرآن پاک کا اعلان ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر أن الارض یرثها عبادی الصّٰلحون (الانبیا،۱۰۵)

ترجمہ: اور یقیناً ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

کامل وفادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو دنیا وآخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا۔

ان الارض للہ یورثها من یشآء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ (الاعراف آیت ۱۲۸)

اور فرمایا

انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشهاد۔ (المؤمن آیت ۵۱)

اور

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنّهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکننّ لهم دینهم الّذی ارتضیٰ لهم۔ (نور آیت ۵۵)

یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شرعیہ اور کتب قدریہ میں دی ''لوح محفوظ'' اور ''ام الکتاب'' میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب ''زبور'' ۳۷-۲۹ میں ہے کہ ''صادق زمین کے وارث ہوں گے''

چنانچہ اس امت میں کے کامل، وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق وغرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے، دین حق کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجادیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔

ان اللہ تعالیٰ زویٰ لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا وان اُمتی سیبلغ ملکھا مازویٰ لی منھا۔

(یعنی اس امت کی حکومت زمین کے بڑے حصے پر قائم ہوگی۔)

اور اسی قسم کی دوسری پیشینگوئی امام مہدیؓ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہے گی۔ (عثمانی)

حدیبیہ کے واقعہ میں حضرات صحابہ کرامؓ نے ثابت کر دیا کہ وہ زمین پر حکمرانی کے اہل اللہ تعالیٰ کے مکمل فرمانبردار بندے ہیں تو فرمایا گیا۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝

کہ ہم نے ''فتح مبین'' آپ ﷺ کو عطاء فرمادی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیبیہ سے فتح تک

1. اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ حضور اقدس ﷺ کی جماعت مضبوط، منظم اور متحد ہے جبکہ مشرکین کا باہمی اختلاف ہر موقع پر کھل کے سامنے آیا۔
2. ظاہری طور پر حضور اکرم ﷺ نے جو خواب صحابہ کرامؓ کو بیان فرمایا تھا وہ اتنے بڑے سفر کے باوجود پورا نہ ہوا۔ یہ بات بہت شک میں ڈال سکتی تھی مگر حضرات صحابہ کرامؓ بالکل شک میں مبتلا نہ ہوئے بلکہ جب ان کو کہا گیا کہ خواب سچا ہے مگر اس کا وقت یہ نہیں ہے تو انہوں نے فوراً یہ بات بھی مان لی اور اپنے کامل ایمان کا ثبوت دیا۔
3. مشرکین کی طرف سے عسکری چھیڑ چھاڑ کے جواب میں حضرات صحابہ کرامؓ کو صرف دفاع کا حکم دیا گیا۔ جنگ کے دوران دفاع اور اقدام میں فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ثابت کر دیا کہ وہ اطاعت میں کامل ہیں۔ چنانچہ وہ حملہ آور مشرکین کو پکڑتے اور گرفتار کرتے رہے اور کسی موقع پر بھی جذبات سے مغلوب ہو کر قتل وغارت پر نہ اترے۔
4. اپنے علاقے سے بہت دور دشمنوں کے مرکز اور گڑھ میں لڑنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ خصوصاً اُسوقت جبکہ وہ جنگ کے لئے نکلے بھی نہیں تھے، سب نے احرام باندھ رکھے تھے اور جنگ کی زیادہ تیاری اُن کے پاس نہیں

تھی مگر جب اُن کو ''بیعت علی الجہاد'' کے لئے بلایا گیا تو وہ دیوانہ وار دوڑے اور موت پر بڑھ چڑھ کے بیعت کرنے لگے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ شجاعت میں کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور وہ شہادت سے محبت رکھتے ہیں۔

۵ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پیشکش کی کہ وہ طواف اور عمرہ کرلیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ احرام میں تھے اور اُن کے لئے یہ بہترین موقع تھا کہ وہ انوار کعبہ سے سیراب ہوتے اور احرام کا حق ادا کر لیتے مگر انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور اپنے رفقاء کے بغیر طواف نہیں کرسکتا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرام ''باہمی وحدت'' میں کامل تھے اور اپنی انفرادی غرض کو اجتماعی مفادات پر قربان کرنے کے خوگر تھے۔

۶ مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے سب کو بیعت کے لئے بلایا تمام صحابہ کرام نے انتہائی جوش اور جذبے سے بیعت کی اور ایک ''مسلمان کے خون'' کے لئے چودہ سو افراد کی یہ قدسی جماعت قربان ہونے کے لئے تیار ہوگئی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرام ''اجتماعیت'' اور ''باہمی اخوت'' میں کامل تھے۔

۷ جب جذبات مکمل طور پر بھڑک چکے ہوں تو اسوقت واپس لوٹنا مشکل بلکہ بظاہر ناممکن ہوتا ہے۔ صحابہ کرام موت پر بیعت کر چکے تھے وہ لڑائی کے لئے خود کو مکمل طور پر تیار کر چکے تھے، تب ان کو نہ لڑنے اور واپس لوٹنے کا حکم ملا تو انہوں نے تسلیم کرلیا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے دل، دماغ اور جذبات سب شریعت کے تابع ہو چکے ہیں۔ اور شریعت ہی ان کا مزاج بن چکی ہے۔ اور ان میں حکم پر آگے بڑھنے کی طرح حکم پر رک جانے کی طاقت بھی ہے۔ کامل مسلمان وہی ہوتا ہے جس میں ''بڑھنے'' اور ''رکنے'' دونوں طرح کی قوتیں موجود ہوں۔ ''بے وقوف'' وہ ہوتا ہے جو جذبات کی لہروں میں اتر جائے تو پھر ''وقوف'' نہیں کرسکتا۔ یعنی رک نہیں سکتا۔ وہ جذبات پر عمل کرنے کو اپنا حق اور اپنی عزت سمجھنے لگتا ہے، مگر سچا مسلمان شریعت کے سامنے اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا۔ حضرات صحابہ کرام کو لڑنے کا حکم ملا تو انہوں نے موت پر بیعت کرلی اور زندہ رہنے کا خیال ہی دل سے نکال دیا، پھر جب اُنہیں رکنے کا حکم ملا تو انہوں نے اسے غیرت اور ناک کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ فوراً رک گئے اور اس موقع پر لڑنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔

۸ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ جب انتہائی مظلومیت کی حالت میں مکہ مکرمہ سے بھاگ کر ''حدیبیہ'' پہنچ گئے اور انہوں نے مسلمانوں سے پناہ مانگی تو ان حالات میں اُن کو واپس کرنا بہت مشکل تھا۔ مسلمان تو اپنے اسیر ساتھیوں کے لئے ہمیشہ تڑپتے تھے اور مسجد نبوی میں اسیرانِ اسلام کی رہائی کے لئے خاص دعائیں مانگی جاتی تھیں اب ان کے ایک اسیر ساتھی ان کے درمیان موجود تھے اور صحابہ کرام میں ایثار اور غیرت کے صالح

جذبات ٹھاٹھیں مار رہے تھے مگر مشرکین مکہ بضد تھے کہ معاہدہ ہو چکا ہے حضرت ابو جندلؓ ہمیں واپس کیے جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کرنے کا حکم فرمادیا۔ حضرت ابو جندلؓ بھی مان گئے اور مسلمانوں نے بھی روتی آنکھوں کے ساتھ سر تسلیم خم کردیا۔

یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ مسلمان معاہدوں کی پاسداری کرنے میں کامل ہیں اور وہ نظم وضبط میں کمال کے آخری درجے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ بے شک ایسے لوگ ہی زمین پر اللہ تعالیٰ کے ''خلیفہ'' بن سکتے ہیں۔ ورنہ ہر جذبے اور ہر دھکے کے ساتھ لڑھک جانے والے لوگ تو اتنی بھاری ذمہ داری نہیں اُٹھا سکتے۔

❾ معاہدہ ہونے کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ ان پے در پے مشکل امتحانات کی وجہ سے صدمے سے بے حال تھے۔ اتنی سخت آزمائشوں نے گویا ان کو سُن کردیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور ذبح کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا تو پریشانی کی وجہ سے وہ کچھ نہ سمجھ سکے۔ مشرکین کی ظاہری فتح اور اسلام کی یہ ظاہری ہزیمت ان کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ مگر انکی آنکھیں ان تمام اثرات سے محفوظ تھیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جانور ذبح فرمایا اور حلق کے لئے تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام کی آنکھوں نے محبوب کا منشاء سمجھ لیا اور ان کے پورے جسم میں اطاعت اور محبت کی بجلی دوڑا دی۔ وہ بھاگ بھاگ کر جانوروں کو ذبح کرنے لگے اور دوڑ دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمع کرنے لگے یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرام ''دوبارہ سنبھلنے'' کے معاملے میں کامل ہیں۔ انسان اپنی زندگی میں کئی بار گرتا ہے۔ کچھ لوگ گرنے کے بعد اٹھنے اور سنبھلنے کی طاقت نہیں پاتے اور مزید گرتے اور دھنستے چلے جاتے ہیں۔ مگر اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سنبھل جاتے ہیں اور گرتے ہی فوراً کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام نے ثابت کردیا کہ وہ اس قوت اور صلاحیت میں کامل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی وہ جنت سے زمین پر اتارے گئے۔ یہ ایک طرح کا گرنا تھا مگر انہوں نے اٹھنے اور سنبھلنے میں دیر نہ لگائی اور فوراً توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمالی اور ان کو دوبارہ جنت کا مستحق بنادیا۔ اولاد آدم کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے وہ گرتے ہیں پھر جو اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کے سچے طریقے پر ہوتے ہیں وہ سنبھلنے، اٹھنے اور توبہ کرنے میں دیر نہیں لگاتے حضرات صحابہ کرام بھی اولاد آدم علیہ السلام کے کامل ترین افراد میں سے ہیں۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کا مقام ہے۔

❿ مشکل امتحان اور سخت آزمائش میں انسان اگر کامیاب بھی ہوجائے تب بھی اسکی طبیعت پر بوجھ بہرکیف رہتا ہے اور خوشی اور بشاشت کے بحال ہونے میں وقت لگتا ہے۔ مگر حضرات صحابہ کرام اپنے حواس کو قابو رکھنے میں بھی کامل تھے۔ وہ کئی مشکل آزمائشوں کا بوجھ اٹھائے واپس جارہے تھے راستے میں ''سورۃ الفتح'' نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا کہ یہ ''فتح'' ہے۔ ظاہری طور پر تو فتح کا نام ونشان بھی نظر نہیں آرہا تھا مگر

انہوں نے فوراً اسے تسلیم کرلیا اور ان کے حواس پر ایسی خوشی چھا گئی کہ آگے بڑھ بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو مبارکبادیں دینے لگے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رسول اللہ ﷺ کی عظیم فتح اور کامیابی

اُوپر جو دس باتیں بیان ہوئی ہیں ان سے حضرات صحابہ کرام کا ہر طرح سے ’’کامل‘‘ ہونا معلوم ہوا۔ حضرات صحابہ کرام کا کامل ہونا دراصل رسول اللہ ﷺ کا ’’کمال‘‘ تھا کہ آپ نے ایک ایسی جماعت تیار فرمائی جو اسقدر کامل اور باصفات تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بعد رسول اللہ ﷺ کی محنت کا نتیجہ تھا اور یہ آپ ﷺ کی خصوصی تربیت کا کمال تھا۔ آج حدیبیہ میں یہ جماعت اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جا رہی تھی اور وہ امتحان میں کامیاب ہو چکی تھی تو اللہ پاک نے اس جماعت کے امام اور مربی حضرت محمد ﷺ کو مبارکباد اور خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کہ اب آپ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور اب آپ کے اس دین کو دنیا میں پھیلنے اور غالب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا یہ اعلان اتنا بڑا تھا اور یہ خوشخبری اتنی عظیم تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم (واللہ اعلم بالصواب)

قریش مکہ صلح پر مجبور ہوئے

حضرت کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

قریش نے اسلام کی رفتار اور گفتار اور اُس کے کردار سے اندرونی طور پر سمجھ لیا کہ اب اسلام دبنے والا نہیں اور جو لشکر حضور پر نور ﷺ کے ساتھ ہے وہ کوئی بادشاہی فوج نہیں بلکہ وہ عاشقوں اور جانبازوں اور پروانوں کا کوئی لشکر ہے، جن کے عشق کا یہ عالم ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ کرام کے ہاتھوں پر گرتا ہے جسکو وہ اپنے منہ پر مل لیتے ہیں اور جب حضور پر نور ﷺ بولتے ہیں تو سناٹے کا یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں، قریش نے یہ منظر دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ شخص کوئی بادشاہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے جس پر ’’محبوبیت‘‘ ختم ہے اور یہ مسلمان جو آپ ﷺ کے گرد جمع ہیں ان پر ’’عاشقیت‘‘ ختم ہے ان دیوانوں اور پروانوں سے جنگ کرنا آسان نہیں اس لئے صلح پر آمادہ ہو گئے بیس سال سے عدوات کا جو نشہ سر پر چڑھا ہوا تھا وہ ڈھیلا ہو گیا اور آجکل کی اصطلاح میں صلح کے معنیٰ ہتھیار ڈال دینے کے ہیں، قریش ظاہر میں بڑائی کی باتیں کرتے تھے مگر دل سے خوفزدہ تھے اور آنحضرت ﷺ دل سے مطمئن تھے اور قریش کی ہر شرط کو منظور کرتے جاتے تھے اس لئے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ سب چندروز کا قصہ ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

ایک المیہ

آجکل کے کئی دانشور ’’صلح حدیبیہ‘‘ کا حوالہ دیکر مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں۔ اور کافروں کے سامنے ذلت

کے ساتھ دبنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ واقعہ حدیبیہ تو جہاد کے آسمان پر چمکنے والا ایک روشن ستارہ ہے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے بیعت رضوان ہے جو مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت تھی اور صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کا جہاد اور مکہ مکرمہ کی جہادی فتح ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے جہاد کو بالکل بھلا رکھا ہے وہ کس منہ سے "صلح حدیبیہ" کی بات کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ تو اسلام کی عزت کا معاہدہ تھا جبکہ یہ لوگ غلامی کے ذلت ناک معاہدوں کو نعوذ باللہ صلح حدیبیہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایسے دانشوروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ جہاد کے ذریعہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کی بشارت ہے

تفسیر جلالین میں ہے:۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ قضينا بفتح مكة وغيرها عنوةً بجهادك فَتْحًا مُّبِينًا بيناً ظاهرا۔

یعنی ہم نے آپ کیلئے مکہ مکرمہ اور دیگر علاقے آپ کے جہاد کی قوت کے ذریعہ فتح کرانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ (جلالین)

سورۃ الفتح مدنیۃ — آیت ۲،۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے اور اپنی نعمت آپ پر تمام

عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا

کردے اور تاکہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست

عَزِيزًا ﴿٣﴾

مدد کرے۔

خلاصہ (الف)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ”فتح مبین“ عطاء فرمائی تاکہ

❶ اللہ تعالیٰ آپ کی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرمادے۔

❷ اور آپ ﷺ پر اپنی نعمت مکمل فرمادے۔

❸ اور آپ ﷺ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطاء فرمائے۔

❹ اور آپ ﷺ کی زبردست نصرت فرمائے۔

(ب)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے ”فتح مبین“ کا فیصلہ فرمایا ہے یہ فتح جہاد کے ذریعہ ہوگی اور جہاد گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ اور اس فتح اور جہاد کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کا موقع ملے گا۔ اور دین کے غلبے کی وجہ سے لوگوں کے لئے صراط مستقیم پر چلنا آسان ہوجائے گا۔ دین کی نعمت قیامت تک کے لئے جاری اور تمام ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناقابل شکست نصرت کا نزول ہوگا۔

(ج)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ”فتح مبین“ عطاء فرمائی یہ فتح مبین اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور بخشے ہوئے بندے ہیں اور دین کی نعمت آپ پر مکمل ہوگی اور قیامت تک صرف یہی دین معتبر ہوگا۔ اور اس دین کو ایسا غلبہ ملے گا کہ لوگوں کے لئے صراط مستقیم پر چلنا آسان ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط نصرت کا آپ ﷺ پر نزول ہوگا اور اس نصرت کی بدولت یہ دین پھیلتا جائے گا اور کوئی اسے دبا نہ سکے گا اور جب دین پھیلے گا تو

اس سے رسول اللہ ﷺ کے درجات میں مزید بلندی ہوتی جائے گی اور آپ ﷺ کے نور ہدایت میں بھی ترقی ہوگی۔

دو آیات کے مضامین

1. ''فتح مبین'' کی بشارت کے بعد حضور اقدس ﷺ کے لئے چار بڑے انعامات کا اعلان۔
2. کیا ''فتح'' ان انعامات کے ملنے کی علت (یعنی وجہ) ہے؟
3. ''فتح'' کا گناہوں کی مغفرت سے کیا تعلق ہے؟
4. حضور اقدس ﷺ تو گناہوں سے معصوم ہیں تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہونے کا کیا مطلب ہے؟
5. نعمت مکمل ہونے کا کیا مطلب ہے؟
6. حضور اقدس ﷺ تو ''ہدایت'' کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطاء ہوگی؟
7. نصراً عزیزاً کا کیا مطلب ہے؟
8. نصرت تو فتح سے پہلے ہوتی ہے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی تا کہ آپ کی نصرت فرمائے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

ملاحظہ فرمایئے ان آٹھ مضامین کے بارے میں حضرات مفسرین کی عبارتیں اور مفید جہادی نکتے۔

فتح اور مغفرت

چار انعامات میں سے پہلا انعام ''مغفرت'' ہے۔ اگر لیغفر کا لام علت کے لئے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک نے آپ کو فتح عطاء فرمائی تا کہ آپ کی مغفرت فرمائے تو فتح کے ذریعے مغفرت کس طرح سے ملتی ہے؟ ملاحظہ فرمایئے چند عبارات۔

1. فتح مبین کا اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہو جانا آپ ﷺ کی زندگی کا مقصدِ عظیم اور آپ ﷺ کے اجر و ثواب کو بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے گناہوں کی معافی کا۔ (بیان القرآن تسہیل)
2. فتح جہاد سے ملے گی اور جہاد شرک کو مٹانے اور دین کو سر بلند کرنے کا ذریعہ ہے اور ناقص افراد کو ابتداء میں زور اور قوت سے کامل بنانے کا ذریعہ ہے، تا کہ آئندہ آہستہ آہستہ اپنے اختیار کے ساتھ درجہ کمال تک پہنچ سکیں۔ اور کمزور مسلمانوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہا کرانے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ تمام امور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ (مظہری تسہیل)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

ویجوز ان یکون فتح مکۃ من حیث انہ جہاد للعدوّ سبباً للغفران والثواب۔ (القرطبی)

③ فتح کو صرف مغفرت کا ذریعہ نہیں فرمایا بلکہ اکٹھی چار نعمتوں کے جمع ہونے کا ذریعہ بتایا اور چاروں نعمتوں کا اجتماع فتح کے بعد ہی ہوا کہ نعمتِ اسلام مکمل اور غالب ہوئی، نصرت عام ہوئی اور ہدایت کی ہوائیں دور دور تک پہنچنے لگیں۔ (تفسیر کبیر تلخیص)

④ فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور فتح مکہ کی بدولت کعبہ شریف بتوں سے پاک ہوا پس کعبہ کا پاک کرنا مغفرت کا ذریعہ بنا۔ (تفسیر کبیر)

⑤ تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ ''مغفرت'' جہاد کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اور امت کے افراد بھی جہاد کریں گے تو ان کو ''مغفرت'' ملے گی۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ تو معصوم تھے آپ ﷺ کی مغفرت کا اعلان اُمت کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے ہے کہ وہ جہاد کریں گے تو ان کے گناہ بخشے جائیں گے۔

لیغفر لك الله بجهادك ماتقدم من ذنبك وما تأخر منه لترغب امتك فی الجهاد وهومؤوّل لعصمة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب۔ (جلالین)

فتح دلیل ہے مغفرت کی

ایک قول یہ ہے کہ ''فتح'' کو مغفرت کا سبب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ''فتح'' کو مغفرت کی دلیل بنایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو فتح عطاء فرمائی تا کہ سب لوگ پہچان جائیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بخشے بخشائے مقبول بندے ہیں، اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ مکہ مکرمہ پر کوئی ایسا شخص غالب نہیں آ سکتا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو۔ ہاتھی والے واقعہ کے بعد ان کا یہ عقیدہ پختہ ہو چکا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ کعبہ شریف کا فاتح صرف وہی شخص ہو گا جو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور بخشا بخشایا بندہ ہو۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

المراد منه التعریف تقدیره انا فتحنا لك لیعرف انك مغفور معصوم فان الناس کانوا علموا بعد عام الفیل أن مکة لایاخذها عدو الله المسخوط علیه وانما یدخلها و یأخذها حبیب الله المغفور له۔ (تفسیر کبیر)

یہ شفاعتِ کبریٰ کا وعدہ اور بڑی تسلّی ہے

حضور اقدس ﷺ تو گناہوں سے معصوم ہیں تو پھر اگلے پچھلے گناہ بخشنے کا کیا مطلب ہے حضرات مفسرین نے کئی جوابات دیئے ہیں۔

① ذنب سے مراد بعض امور میں ترکِ افضل ہے

❷ گناہ سے مراد آپ کی جماعت کی وہ غلطیاں تھیں جو ان سے سرزد ہوئیں۔

❸ معافی سے مراد حفاظت ہے کہ اللہ پاک آپ ﷺ کی ہر طرح کے گناہوں سے حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے۔

◎ المراد ذنب المومنین

◎ المراد ترک الافضل

◎ المراد العصمة وقد بینا وجهه فی سورة القتال۔ (تفسیر کبیر)

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جانے کا وعدہ حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی کے ساتھ نہیں ہوا اور یہ وعدہ دراصل آپ ﷺ کے لئے ''شفاعت کبریٰ'' کے مقام کا اعلان ہے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کو یہ مقام دیا جائے گا جو آپ ﷺ کے سوا کسی رسول، نبی اور فرشتے کو نہ ملے گا۔

ملاحظہ فرمایئے چند عبارتیں

❶ یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو نہیں فرمائی کے اگلے پچھلے گناہ بخشے، اگرچہ بہت بندے ہیں بخشے (ہوئے) اس میں تذکر کر دینا ہے۔ (یعنی تسلّی دیکر بے خوف فرمادیا کہ آپ ﷺ کے لئے کسی طرح کے مؤاخذے کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے) (موضح القرآن)

❷ خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ ﷺ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفرانِ ذنوب (یعنی گناہوں کی معافی) ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ ﷺ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندہ کے لئے نہیں فرمائی، مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ اسقدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ اسقدر محنت کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا۔ فرماتے افلا اکون عبداً شکورا تو کیا میں اُس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں ظاہر ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے، شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب (کئی انبیاء علیہم السلام کی معذرت کے بعد) مخلوق جمع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جنکی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، بجز ان کے (یعنی اُن کے علاوہ) کسی کا یہ کام نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

❸ اس (معافی کے اعلان) سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہو ابرار کی نیکیاں بھی اہل قرب کے لئے لغزش ہوتی ہیں۔ (مظہری)

دوسرا انعام

اسلام کی تکمیل اور غلبے کا وعدہ

دوسرا انعام ''اتمام نعمت'' کا ہے، ارشاد فرمایا وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ۔
کہ اپنی نعمت آپ پر مکمل کردے۔

اس انعام میں چند چیزوں کی بشارت ہے۔

❶ اسلام کو غلبہ اور قوت وشوکت ملے گی اور یہ خوب پھیلے گا۔

❷ دین اسلام مکمل ہوگا، کلمۂ اسلام کو سربلندی ملے گی اور جاہلیت کا قلعہ مسمار ہوگا اور مسلمان اطمینان وسکون کے ساتھ حج وعمرہ ادا کرسکیں گے۔

❸ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین ساری دنیا میں پھیلے گا اور قیامت تک قائم رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم یا علاقے کے لئے نہیں ہے آپ ﷺ تمام بنی نوع انسان (وجنات) کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ ﷺ کو دشمنوں پر عام اور تام غلبہ نصیب ہوگا۔

❹ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی ظاہری، باطنی، روحانی اور مادّی نعمتیں ہیں انکی تکمیل ہوگی اور ان نعمتوں میں سب سے بڑی اور عظیم تر نعمت یہ ہوگی کہ آپ ﷺ کا دین کامل اور تمام ادیان پر غالب کردیا جائے گا۔

❺ متکبر اور جابر لوگ آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور اپنی ضد چھوڑ کر دین اسلام اختیار کریں گے۔

❻ اللہ پاک کی رضا آپ کو نصیب رہے گی اور آپ دشمنوں پر غلبہ پائیں گے اور مکہ، طائف اور خیبر فتح ہونگے۔

❼ جنت میں آپ کو بہت اونچی نعمتیں عطاء فرمائی جائیں گی۔

❽ اللہ تعالیٰ کے آپ پر بہت احسانات ہیں اُس نے آپ کو نبوت دی قرآن پاک دیا، بہت سے علوم دیئے، بہت سے اعمال کا ثواب دیا اب ان احسانات کی اور زیادہ تکمیل فرمائے گا یعنی ایک نعمت یہ دے گا کہ آپ کے ہاتھ پر بہت سے آدمی مسلمان ہوں گے جس سے آپ کا اجر اور قرب بڑھے گا۔

❾ دنیا میں آپ نے فتح کی جو دعاء فرمائی وہ قبول ہوگی اور آخرت میں ہر طرح کے گناہگاروں کے حق میں آپکی شفاعت قبول کی جائے گی۔

❿ عرب کی سرزمین آپ کے دشمنوں سے خالی کردی جائے گی اور اسلامی احکام کو مکمل کردیا جائے گا اور اسلامی احکامات ایک بڑی نعمت ہیں۔

فائدہ

''اتمام نعمت'' کے لفظ میں یہ تمام نعمتیں اور بشارتیں درج ہیں اور وعدے کے مطابق یہ تمام نعمتیں حضور پاک ﷺ

کونصیب ہوئیں۔ان بشارتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، المدارک، روح المعانی، بیان القرآن، البحرالمحیط، مظہری، عثمانی، حقانی اور معارف القرآن کاندھلوی۔ یہاں طلبہ علم کی سہولت کے لئے چند عبارات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

1. وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ باعلاء دينك وفتح البلاد على يدك۔ (المدارک)
2. وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ قال ابن عباس فی الجنة وقيل بالنبوة والحكمة وقيل بفتح مكة والطائف وخيبر وقيل بخضوع من استكبر وطاعة من تجبّر۔ (القرطبی)
3. وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ باظهارك علىٰ عدوك ورضاه عنك۔ (البحرالمحیط)
4. وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ باعلاء الدين وانتشاره فی البلاد وغيرذلك مما افاضه تعالىٰ عليه صلى الله عليه وسلم من النعم الدينيه والدنيوية۔ (روح المعانی)
5. وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ يحتمل وجوهاً احدها ان التكاليف عندالفتح تمّت حيث وجب الحج وهو آخرالتكاليف والتكاليف نعم ثانيهايتم نعمته عليك باخلاء الارض لك من معانديك فان يوم الفتح لم يبق للنبی عليه الصلوٰة والسلام عدوّ ذو اعتبار، فان بعضهم كانوا اهلكو يوم بدروالباقون آمنوا واستأ منوا يوم الفتح ثالثها ويتم نعمته عليك فی الدنيا باستجابة دعائك فی طلب الفتح وفی الآخرة بقبول شفاعتك فی الذنوب۔ (تفسیر کبیر)

تیسرا انعام

صراط مستقیم کی ہدایت

حضور اقدس ﷺ سے جن چار انعامات کا وعدہ کیا گیا ان میں سے تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطاء فرمائے گا یہ بات واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ تو پہلے سے صراط مستقیم پر تھے اور آپ ﷺ کو ہدایت نصیب تھی بلکہ آپ تو خود "ہادی" تھے یعنی لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے تو فتح کے بعد صراط مستقیم کی ہدایت ملنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرات مفسرین نے اس جملے کے کئی مطلب بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً:

1. اب آپ ﷺ کے لئے صراط مستقیم پر چلنا بغیر کسی روک ٹوک کے آسان ہوجائے گا، اگرچہ آپ ﷺ کا صراط مستقیم پر چلنا پہلے سے یقینی ہے مگر اس میں کفار کی طرف سے مزاحمت ہوتی تھی، اب یہ مزاحمت نہیں رہے گی۔ (مفہوم بیان القرآن)
2. فتح کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے آئندہ جہاد کرنا آسان ہوگیا کیونکہ انہوں نے جہاد کے فوری اور آئندہ فوائد کو اچھی طرح سمجھ لیا اور جہاد ہدایت کا راستہ ہے اسی لئے غازی کو مجاہد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ پس صراط مستقیم

کی ہدایت کا مطلب ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ہدایت کا راستہ یعنی جہاد اب آسان ہو جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

۳ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہدایت و استقامت کی سیدھی راہ پر ہمیشہ قائم رکھے گا، لوگوں کے جسموں اور دلوں پر اسلام کی حکومت قائم کرنے کے راستے میں آپ ﷺ کے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکے گی لوگ جوق در جوق اسلام کے سیدھے راستے پر آئیں گے اور اس طرح آپ ﷺ کے اجور اور حسنات میں بے شمار اضافہ ہوگا۔ (مفہوم عثمانی)

ای یثبتك علی الهدیٰ الی ان یقبضك الیه۔ (القرطبی)

۴ یہاں صراط مستقیم کی ہدایت سے ”حدود اللہ“ قائم کرنے کی قوت، اسلامی حکومت کے قوانین اور ضوابط کا خاص علم اور تبلیغ رسالت میں آسانی مراد ہے۔ (روح المعانی، مظہری)

۵ ہدایت صراط مستقیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا دین اور شریعت ایسا سیدھا، واضح اور ہموار راستہ ہوگا کہ اس پر چلنے میں نہ کسی کو رکاوٹ ہوگی نہ کوئی ابہام وخفا باقی رہے گا، جس طرح کہ سورج کی روشنی میں سیدھی راہ پر چلنے والا مسافر بلا روک ٹوک سہولت کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہا ہو۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

۶ صراط مستقیم پر چلانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ تو پہلے سے صراط مستقیم پر تھے مگر بہت سے لوگ اس بات کو نہیں مان رہے تھے فتح کے بعد انکی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے پہچان لیا کہ آپ ﷺ صراط مستقیم پہ ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۷ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ”نور ہدایت“ میں مزید ترقی ہوگی کیونکہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے جس کے درجات بہت زیادہ ہیں پس فتح کے بعد آپ کے درجاتِ ہدایت میں اور اضافہ ہوگا۔ (معارف القرآن)

خلاصہ

خلاصہ ان تمام اقوال کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشارت دی کہ اس فتح کی بدولت آپ ﷺ کیلئے ہدایت کا پھیلانا آسان ہو جائے گا، اسلامی قوانین پر عمل اور ان کا نفاذ آسان ہو جائے گا۔ لوگوں کیلئے ہدایت کا راستہ سمجھنا آسان ہو جائے گا اور جہاد جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے لوگوں کے لئے آسان ہو جائے گا اور آپ ﷺ کے درجات ہدایت میں مزید ترقی ہوگی اور دین کی دعوت کے راستے کی رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

چوتھا انعام

اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت

۱ چوتھا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دشمنوں پر زبردست فتح عطاء فرمائے گا۔ (حقانی)

❷ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایسا غلبہ دے گا جس میں عزت ہی عزت ہوگی یعنی جس کے بعد آپکو کبھی کسی سے دبنا نہیں پڑے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام جزیرۃ العرب پر آپ ﷺ کا تسلط ہوگیا۔ (مفہوم بیان القرآن)

ای قویا منیعاً لاذل بعدہ ابدا۔ (المدارک)

❸ یعنی اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد آئے گی جسے کوئی نہ روک سکے گا نہ دبا سکے گا اور اسی کی مدد سے فتح اور کامیابی آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوگی سورۃ ''نصر'' میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور فتح آ جائے اور لوگ فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہونے لگیں تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کیجئے ظاہر ہے کہ اس ''فتح مبین'' پر بھی آپ ﷺ نے استغفار کیا ہوگا تو اس کے جواب میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ کا مضمون اور بھی زیادہ صاف ہوجاتا ہے نبّہ علیہ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (مفہوم عثمانی)

❹ اللہ تعالیٰ آپکی بے مثال نصرت فرمائے گا، ایسی نصرت جو عام طور پر نہیں کی جاتی۔

بناءً علیٰ احد معانی العزۃ وھو قلۃ الوجود و صعوبۃ المنال والمعنیٰ ینصرک اللہ نصراً یقل وجود مثلہ ویصعب منالہ۔ (روح المعانی)

ایک اشکال کا جواب

نصرت تو فتح سے پہلے ہوتی ہے جب کہ یہاں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کو فتح دی تا کہ اللہ پاک آپ کی زبردست نصرت فرمائے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب اگر فتح سے مراد ''صلح حدیبیہ'' ہے تو یہ صلح آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمائی۔ اور حکم کی تعمیل کرنا نصرت کے اترنے کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو آیت میں فتح کا وعدہ ہے اور اس وعدہ پر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپکی نصرت فرمائے گا تو آپ کو فتح ملے گی۔ (مفہوم مظہری)

عجیب نکتہ

تفسیر کبیر میں ہے کہ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا میں لفظ ''اللہ'' اسم ظاہر لایا گیا جبکہ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ اور یَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا میں ضمیر پر اکتفا کیا گیا اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ غلبہ اور نصرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے، کیونکہ نصرت ''صبر'' کی بدولت ملتی ہے اور ''صبر'' اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے چنانچہ ''اللہ'' اسم ظاہر لا کر ترغیب دے دی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور غلبہ چاہتے ہو تو ''اللہ'' کا خوب ذکر کرو۔ (مفہوم تفسیر کبیر)

ایک جامع عبارت

چوتھا انعام ''نصر عزیز'' کہ ایسی کامیابی اور غلبہ جو نہایت مضبوط و مستحکم ہو جو کسی کی مخالفت و مقابلہ اور بغاوت سے

متاثر نہ ہو سکے اور اسلام کے واسطے اس طرح راستہ کشادہ ہو جائے گا کہ بلا کسی روک ٹوک کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں گے اور جب فتح و نصرت اور غلبۂ دین اور اشاعت و قبولیتِ اسلام کا یہ منظر آپ ﷺ کے سامنے آجائے تو سمجھ لینا کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جس غرض کے واسطے دنیا میں آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا وہ غرض پوری ہو گئی تو بس مخلوق سے فارغ و یکسو ہو کر صرف اپنے خالق کی طرف رجوع کرنا اور اسی کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جانا جس کو سورۂ نصر میں فرمایا

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

اور جب دارِ دُنیا سے روانہ ہو کر دارِ آخرت میں قدم رکھیں تو رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کی ہر بات سے درگذر کر لیا ہے اور جو "فتح مبین" اور "نصر عزیز" آپ ﷺ کو عطاء کی گئی اسکی تکمیل اور باقی ماندہ رفعت و بلندی کے مراتب آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جانشینوں کے ہاتھوں پورے ہو جائیں گے چنانچہ ایران اور شام کی سرزمین آپ کے خلفاء نے فتح کی اور قیصر و کسریٰ کے خزائن تقسیم کیے گئے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

اہم سبق

مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ انکی بخشش ہو، ان کے انفرادی اور اجتماعی گناہ معاف ہوں۔ ان کو نعمت اسلام پر مکمل عمل کرنے کی توفیق ملے اور ہدایت کا راستہ ان کے لئے آسان ہو اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ ملے تو وہ "جہاد فی سبیل اللہ" اور "بیعت علی الجہاد" کے عمل کو زندہ کریں۔ سورۃ الفتح کی تین آیات میں اس اہم سبق کی طرف اشارہ موجود ہے، جبکہ اصالۃً ان انعامات کا ذکر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا

وہی تو ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ

اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

ہو جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ۙ

خبردار حکمت والا ہے۔

خلاصہ

❶ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر سکون کی خاص کیفیت نازل فرمائی تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوجائے سکون کی اس کیفیت کی وجہ سے ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ماننا آسان ہوگیا۔ اور کفار سے لڑنا اُن کے لئے مشکل نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھ گئی اور جہاد کے فوائد اور حکمتیں اُن کے دلوں میں ایسی راسخ ہوگئیں کہ انہوں نے جہاد کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کو فتح کرلیا۔

❷ اور آسمان و زمین کے سب لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ چاہے تو ایک فرشتہ بھیج کر اپنے سب دشمنوں کو ہلاک فرمادے مگر اُس نے ایمان والوں پر جہاد فرض کیا کیونکہ اس میں بہت بڑی حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت علم و حکمت والا ہے۔

سکینہ بہت بڑی نعمت

ارشاد فرمایا:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر ’’سکینہ‘‘ نازل فرمایا تاکہ اُن کا ایمان اور زیادہ ہوجائے۔ ’’سکینہ‘‘ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ’’حدیبیہ کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت صحابہ کرام کو عطاء فرمائی۔ آیئے ’’سکینہ‘‘ کے معنیٰ پر ایک نظر ڈالیں تاکہ اس نعمت کی عظمت اور وسعت کو سمجھا جاسکے۔ ویسے اردو میں ’’سکینہ‘‘ کا ترجمہ ’’اطمینانِ قلب‘‘ سے کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے چند اقوال:-

❶ سکینہ کا مطلب ہے دل کا اُن حکمتوں پر پوری طرح مطمئن ہوجانا جنکی وجہ سے قتال کیا جاتا ہے۔ پس صحابہ کرامؓ کا دل جہاد کی حکمتوں پر مکمل طور پر مطمئن ہوگیا چنانچہ انہوں نے جہاد کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کو بھی فتح کرلیا۔

لأن المعنیٰ سکون النفس الی الایمان بالبصائر التی بها قاتلوا عن دین الله حتی فتحوا مکة۔ (احکام القرآن، جصاصؒ)

پس جہاد کا اچھی طرح سے سمجھ میں آجانا اور جہاد کیلئے دل کا پوری طرح سے مطمئن اور تیار ہوجانا یہ "سکینت" ہے۔

❷ "سکینہ" کا مطلب ہے کہ انسان کو "عقل" نصیب ہوجائے اور اس کے دل سے رعب اور دنیاوی خواہشات نکل جائیں۔ وقیل هی العقل ویقال له سکینة اذا سکن عن المیل الی الشهوات وعن الرعب۔ (روح المعانی)

❸ "سکینہ" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا وقار اور عظمت دل پر بیٹھ جائے۔ جب یہ کیفیت نصیب ہوجاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حکم ماننا آسان ہوجاتا ہے۔

وقیل هی الوقار والعظمة لله تعالیٰ ولرسوله ﷺ۔ (روح المعانی)

❹ "السکینة" ایک فرشتے کا نام ہے جو مؤمن کے دل میں سکون اور امن کی کیفیت ڈالتا ہے۔

وقیل السکینة ملك یسکن قلب المؤمن و یؤمنه۔ (روح المعانی)

❺ "سکینہ" کا مطلب ہے طبیعت کا کسی چیز کی طرف مائل ہونا تو معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات قبول کرنے کا میلان نازل فرمادیا۔

وقیل هی من سکن الیٰ کذا اذا مال الیه أی انزل فی قلوبهم السکون والمیل الی ما جاء به الرسول ﷺ من الشرائع۔ (روح المعانی)

❻ "سکینہ" کا مطلب ہے اطمینان، چین، سکون، تحمل اور قوتِ برداشت۔ اکثر مفسرین حضرات نے یہی معنیٰ بیان فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

یعنی چین سے رسول ﷺ کے حکم پر رہے، ضدیوں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے، اس میں ان کو ایمان کا درجہ بڑھا۔ (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

"اطمینان اتارا یعنی باوجود خلافِ طبع ہونے کے رسول ﷺ کے حکم پر جمے رہے ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے، اسکی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا اور مراتب عرفان وایقان میں ترقی ہوئی، انہوں نے اوّل بیعت جہاد کرکے ثابت کردیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ

تھا اُس کے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو انکے ایمان کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ اپنے پر جوش جذبات وعواطف کو زور سے دبا کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے آگے گردنِ انقیاد خم کر دی (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) (عثمانی)

تفسیر حقانی میں ہے:-

اُس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان وقرار نازل کیا جس سے اُن کا اور بھی ایمان قوی ہو گیا۔ حقیقت میں فتح وشکست کا باعث دل کی استقامت اور بے ثباتی پر ہوتا ہے بہت سے لشکر جن کے دل ہل جاتے ہیں تھوڑے سے آدمیوں سے جو قوی دل اور ثابت قدم ہوتے ہیں شکست کھا جاتے ہیں، قلت وکثرت سامان واسلحہ، حرب وضرب بالائی باتیں ہیں۔ اللہ پاک نے اس ارشاد کے بموجب صحابہؓ کے دل میں وہ قوت اور ثبات پیدا کر دیا تھا کہ قیصر وکسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں تھوڑے سے دنوں میں اکھاڑ کر پھینک دیں اور چھوٹے موٹوں کا کیا ذکر ہے۔ (حقانی)

تفسیر مظہری میں ہے:-

''سکینہ'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر ثبات اور اطمینان یعنی مسلمانوں کے دلوں کو اس مقام پر ثبات واطمینان عطاء فرمایا جہاں دلوں میں تردد پیدا ہو جاتا ہے اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں۔ (مظہری)

۷ ''سکینہ'' کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر استقامت۔

وقیل: السکینة الصبر علی امر اللہ والثقة بوعد اللہ والتعظیم لامر اللہ۔ (المدارک)

فائدہ

ان سات اقوال سے ''سکینہ'' کا معنیٰ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ آپ ان سات اقوال کو جمع کر لیں تو ان سب کے مجموعہ کا نام ''سکینہ'' ہے تفسیر کبیر میں ہے کہ سکینہ کا معنیٰ ہے ''یقین'' جبکہ بعض مفسرین نے کچھ اور معانی بھی بیان فرمائے ہیں۔ دراصل سکینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ایک بڑی نعمت ہے اور یہ ایسی لذیذ اور مضبوط کیفیت ہے کہ اس میں وہ تمام چیزیں آجاتی ہیں جو آپ نے ابھی مفسرین کے اقوال میں پڑھی ہیں۔

اللّٰھم انا نسئلک السّکینة اللّٰھم انزل السکینة علینا اللّٰھم انا نسئلک الثبات فی الأمر والعزیمة علی الرّشد۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

❶ صحابہ کرام کو گو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی حضرت نبی ﷺ کے فرمانے سے اس بات پر ایمان تھا کہ ایک روز اسلام غالب ہوگا مگر اس واقعہ کے بعد جب کہ ان کے دل میں اطمینان وثابت قدمی نازل کی تو اُن کا یقین اور بھی کامل ہوگیا۔ (حقانی)

❷ دین کے احکامات نازل ہوتے گئے اور وہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان لاتے گئے تو اس طرح ایمان بڑھتا گیا ان احکامات میں سے جہاد کا حکم بھی ہے۔ بشرائع الدین کلما نزل واحدة منها آمنوا بها، منها الجهاد۔ (جلالین)

❸ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:۔

صحابہ کرام کے سامنے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے توحید پیش فرمائی پھر نماز اور زکوٰۃ کا حکم آیا پھر حج اور جہاد کا حکم آیا (وہ ہر حکم پر ایمان لاتے گئے) تو اس طرح ان کا ایمان بڑھتا گیا۔

وروی عن ابن عباس رضی الله عنهما ان اول ما أتاهم به النبی ﷺ التوحید ثم الصلوٰة والزکاة ثم الحج والجهاد فازدادوا ایمانا مع ایمانهم۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ کے لشکر

ارشاد فرمایا:۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔

❶ بیان القرآن میں ہے:۔

اور آسمان وزمین کے سب لشکر جیسے ملائکہ اور سب مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کے لشکر ہیں اس لئے کفار کی شکست اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ تعالیٰ تمہارے قتال وجہاد کا محتاج نہیں وہ اگر چاہیں تو اپنے فرشتوں کے لشکر بھیج دیں جیسا کہ بدر، احزاب، حنین کے غزوات میں اس کا مشاہدہ ہوچکا اور یہ لشکر بھیجنا بھی مسلمانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے ہے، ورنہ ایک فرشتہ بھی سب کے لئے کافی ہے اس لئے تم لوگوں کو نہ تو کفار کی کثرت دیکھ کر جہاد وقتال میں کوئی تردّد ہونا چاہیے اور نہ جس وقت اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کا حکم قتال نہ کرنے کا ہو اُس وقت ”ترکِ قتال“ میں کوئی تردّد ہونا چاہیے کہ افسوس صلح ہوگئی اور کفار بچ گئے ان کو سزا نہ ہوئی۔ (بیان القرآن، تسہیل)

❷ صاحبِ تفسیر حقانی ایک اور نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کی فوجیں آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی، اگر وہ چاہتا تو آسمانی لشکر یعنی ملائکہ سے ان قدیمی گمراہوں، سرکشوں، متکبروں کو پامال کردیتا، مگر اُس نے زمین کے لشکر سے کام لیا، صحابہؓ کے دل میں قوت واطمینان

دے کراُن کو زمین میں خدائی لشکر کردیا، پھر خدا کے لشکر سے کون مقابلہ کرسکتا تھا؟ (حقانی)

❸ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

اگر اللہ تعالیٰ اپنا ایک فرشتہ بھیج دے تو وہ اُس کے دشمنوں کو تباہ کر کے رکھ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لئے جہاد وقتال مشروع فرمایا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت، قطعی حجت اور واضح نشانیاں ہیں اسی لئے آگے فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (تفسیر ابن کثیر)

❹ امام ابوحیانؒ فرماتے ہیں:-

آسمانوں میں فرشتے اور زمین پر مجاہدین اللہ تعالیٰ کے لشکریوں میں سے ہیں:

ومن جنود اللہ الملائکۃ فی السماء والغزاۃ فی سبیل اللہ فی الارض۔ (البحر المحیط)

❺ ''اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی خبردار، حکمت والا ہے، اس کے علم سے دشمنانِ اسلام کی کوئی سازش اور مخالفت پوشیدہ نہیں اور وہ اپنی حکمت سے جب چاہے گا، اپنے لشکروں کو جہاد کے واسطے حکم دے دے گا اور جب اُس کے لشکر میدانِ جہاد میں آئیں گے تو پھر کسی کو مقابلہ کی تاب نہ ہوگی'' (معارف القرآن کاندھلویؒ)

❻ ''اس میں یہ بتادیا کہ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے بہت لشکر ہیں وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے'' اس میں کافروں کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان تھوڑے سے ہیں ہم انہیں دبالیں گے چونکہ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں اس لئے ان کی تعداد کو نہ دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنے دوسرے لشکروں سے بھی کام لے سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لئے بھی تذکیر ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں وہ تمہاری تائید کے لئے اور کافروں کو زک دینے کے لئے اپنی دوسری مخلوقات کو بھی استعمال فرماسکتا ہے۔ (انوار البیان)

❼ صاحب تفسیر مظہری آیت مبارکہ کے اس حصّے سے یہ نکتہ سمجھاتے ہیں:-

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی حدیبیہ میں صلح کرنے کا حکم مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے نہیں دیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کا تقاضا یہی تھا، اللہ تعالیٰ کی مصلحت اسکی مقتضی تھی۔ (تفسیر مظہری)

تفسیر کبیر میں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مصداق پر تین اقوال ذکر فرمائے ہیں طلبہ علم ملاحظہ فرمالیں۔

حضرات صحابہ کرام کے لئے بشارات

''گذشتہ آیات فتح مبین کی بشارت کے ساتھ ان بشارتوں اور کرامتوں پر مشتمل تھیں جو آں حضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں اب ان آیات میں وہ کرامات اور بشارتیں ذکر فرمائی جارہی ہیں جو آپ ﷺ کے ہمرکاب رفقاء حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ہیں۔ (معارف کاندھلویؒ)

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کردے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ

فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾

بڑی کامیابی ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے زمینی لشکر یعنی مجاہدین کو اسلام کی فتح اور غلبے کے لئے استعمال فرمانے کا فیصلہ فرمایا۔

تاکہ

اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنت نصیب فرمائے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو مٹادے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے کہ ایک مسلمان کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل فرمادیا جائے۔

جہاد کا حکم مسلمانوں کی کامیابی کے لئے ہے

تفسیر جلالین میں ہے:-

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کا حکم فرمایا تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کردے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے۔

لِّيُدْخِلَ متعلق بمحذوف ای: امر بالجهاد الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا (جلالین)

جہاد میں عورتوں کی کامیابی؟

عورتوں پر تو جہاد فرض نہیں ہے تو پھر وہ اس آیت میں کس طرح سے شامل کی گئی ہیں؟ حضرات مفسرین نے کئی جوابات دیئے ہیں مثلاً:

❶ تفسیر حقانی میں ہے:۔

اگر چہ اور معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں ہی کی طرف خطاب کیا ہے اور عورتیں تبعاً شامل ہیں، مگر یہاں ’’جہاد‘‘ کے صلے میں انعام مذکور ہوئے ہیں اور عورتیں جہاد میں شریک ہو نہیں سکتی جس سے گمان ہو سکتا (تھا) کہ عورتوں کو یہ انعام نہ ملے گا مگر ایسی جوانمردی (کرنے والی) عورتیں بھی ان معاملات میں دل سے شریک ہوتی ہیں، جب مرد باہر ہوتے ہیں پیچھے انتظام خانہ داری کرتی ہیں اور چلتے وقت سامان مہیا کرتی ہیں اس لئے اس کریم نے انکی تصریح کردی مؤمنین کے بعد مؤمنات کا لفظ بھی بڑھا دیا، اس طرح گمراہوں کی عورتیں ان کے شریک حال ہوتی ہیں ان کا بھی عذاب میں نام لیا گیا۔ (اگلی آیت میں) (حقانی)

یہ تقریر تفسیر کبیر اور روح المعانی کی تقریر سے قدرے ملتی جلتی ہے۔

❷ تفسیر عثمانی میں ہے:۔

’’مؤمنات‘‘ کا ذکر تعمیم کے لئے یعنی مرد ہو یا عورت کسی کی محنت اور ایمانداری ضائع نہیں جاتی، احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ (عثمانی)

❸ حضرت تھانویؒ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جہاد اور صلح وغیرہ کا حکم فرمایا انہوں نے اطاعت کی تو انہیں جنت ملی پس عورتیں بھی اگر اُن احکامات میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیئے ہیں اطاعت کریں گی تو اُن کے لئے بھی جنت کی کامیابی کا وعدہ ہے۔ (بیان القرآن)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد اور حکم صلح کو مسلمان عورتوں نے دل سے پسند کیا تھا پس اس لئے وہ اس بشارت میں شامل ہو گئیں۔ (بیان القرآن)

❹ مسلمان عورتوں کے تعاون کے بغیر مسلمان مردوں کا جہاد میں نکلنا اور تحریک جہاد کا قائم ہونا بہت ہی مشکل ہے حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے زمانے میں جتنا بھی جہاد ہوا اُسمیں مسلمان خواتین کا والہانہ تعاون شامل تھا اور آخری زمانے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے جہاد میں بھی مسلمان عورتیں بہت تعاون کریں گی۔ مسلمان عورتیں اگر اپنے مردوں کو جہاد میں جانے سے روکیں، پیچھے اُن کے گھروں کی دیکھ بھال نہ کریں، جہاد کے لئے اموال کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالیں تو مسلمان کس طرح سے جہاد کر سکتے ہیں۔ پس جہاد کو دل سے ماننا اور اُسکے قیام کے لئے تعاون کرنا مسلمان عورتوں کی ذمہ داری ہے اور فریضہ جہاد کا انکار کفر

ہے خواہ یہ انکار مرد کریں یا عورتیں۔ چنانچہ جو عورتیں جہاد کو مانتی ہیں اور اس میں حتی الوسع تعاون کرتی ہیں اُن کے لئے بڑی بشارت ہے کہ اُن کے گناہ معاف ہوں گے اور انہیں جنت نصیب ہوگی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ سکینہ نازل ہونے کا نتیجہ ہے

کئی مفسرین حضرات نے اس آیت کو پچھلی آیت کے مضمون یعنی سکینہ نازل ہونے اور ایمان میں اضافہ ہونے کے ساتھ جوڑا ہے ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت:۔

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکینہ اُتار کر مؤمنین کا ایمان بڑھایا تا کہ انہیں نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور اُنکی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرمادے، حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی ان میں سے ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (عثمانی)

زمینی لشکر استعمال کرنے کی حکمت

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا تعلق وللہ جنود السمٰوٰت والارض کے ساتھ ہے کہ اللہ پاک آسمانوں اور زمین کے لشکروں کا مالک ہے وہ چاہے تو آسمانی لشکر یعنی فرشتے بھیج کر زمین سے کافروں کا صفایا فرمادے مگر وہ علم وحکمت والا ہے اُس نے زمینی لشکر یعنی مجاہدین کو اسلام کے غلبے کے لئے استعمال فرمانے کا فیصلہ فرمایا تا کہ جہاد میں شرکت کی برکت سے ایمان والوں کے گناہ معاف ہوں اور اُنہیں جنت نصیب ہو۔ ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت:۔

پہلے فرمایا تھا وکان اللہ علیما حکیما اب زمینی لشکر سے اسلام کو فتح یاب کرنے کی حکمت بتلاتا ہے لید خل تا کہ ان جاں فشاں ایمانداروں کو (یعنی جانثار ایمان والوں کو) جنت میں داخل کرے اور اُن کے مساعی جمیلہ کو اُن کے گناہوں کا کفارہ کردے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بہتری اور انسان کی کامیابی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کے لئے اور کیا مراد اور تمنا ہو سکتی ہے کہ اُس کے گناہوں پر مؤاخذہ (یعنی پکڑ) نہ ہو اور وہ ہمیشہ جنت میں رہا کرے'' (حقانی)

طلبۂ علم کے لئے

لید خل متعلقة بقوله انا فتحنا وقيل متعلقة بينصرك وقيل متعلقة بمحذوف يناسب المقام۔ (حقانی)

مفسرین نے بعض اور متعلقات بھی لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیے البحر المحیط اور روح المعانی

شانِ نزول

امام ابن کثیرؒ اور دیگر کئی مفسرین نے اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ جب حدیبیہ سے واپسی پر سورۃ الفتح کی ابتدائی آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج

رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے لیغفرلك اللّٰه ماتقدم من ذنبك وما تأخر تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو مبارکباد دی اور عرض کیا کہ یہ تو آپ کا انعام ہو گیا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ الآیۃ۔ (مفہوم ابن کثیر)

جنت کی طلب کمال ہے

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ایک بڑی غلطی کا ازالہ فرمایا ہے، ملاحظہ کیجئے اُن کا یہ ایمان افروز نکتہ تفسیر عثمانی کے الفاظ میں:-

”بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال بزرگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت کی طلب کرنا ناقصوں کا کام ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بڑا کمال ہے۔ (عثمانی)

کیونکہ ارشاد فرمایا وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی

جہاد سراسر کامیابی

اس آیت مبارکہ پر حضرات مفسرین کے کلام کو پڑھ کر بس یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان اگر جہاد کرے اور جہاد پر اُس کا دل مطمئن ہو تو اُس کے لئے مغفرت بھی ہے اور جنت بھی۔ جہاد کے دوران بعض غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں تو اس لئے خاص طور سے گناہوں کی معافی کا وعدہ ارشاد فرمایا گیا۔ تو اب ایک مسلمان کو اور کیا چاہیے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۶،۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ

اور تاکہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

میں برا گمان رکھتے ہیں انہی پر بری گردش ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب نازل کیا اور ان پر لعنت کی

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝٦ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اور ان کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے سب لشکر آسمانوں اور زمین میں

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝٧

ہیں اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

خلاصہ

جہاد کا حکم دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دیتا ہے۔ مشرکوں اور منافقوں میں نفاق اور شرک کے علاوہ ایک اور بڑا عیب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے غلبہ کا جو وعدہ کیا ہے وہ (نعوذ باللہ) غلط ہے اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائے گا۔

ان منافقوں اور مشرکوں کے لئے چار سزائیں ہیں۔

1. ان کو بُرے حالات گھیر لیں گے
2. اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے
3. اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہے
4. اور جہنم اُن کے لئے تیار ہے

یہ منافقین اور مشرکین اس گمان میں نہ رہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے پاس اُن کو شکست دینے کی قوت نہیں ہے وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان و زمین کے لشکر ہیں وہ جب چاہے ان کو ہلاک کر سکتا ہے وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ (ملخص حقانی)

ترکیب

یُعَذِّبَ کا عطف یُدۡخِلَ پر ہے اس لئے متعلق کے بارے میں جو احتمالات اُس میں تھے وہ یہاں بھی ہیں۔ چنانچہ کئی مفسرین حضرات نے اس آیت کو بھی ''سکینہ'' کے نازل ہونے کے ساتھ جوڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا جسکی وجہ سے اُن پر فتوحات اور ترقیات کے دروازے کھل گئے جس کے نتیجے میں منافقین اور مشرکین پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا کہ وہ مغلوب ہوئے، مقتول ہوئے، قید اور ذلیل ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت اور پریشانی میں گذری، اسلام بڑھتا گیا اور یہ لوگ غم اور حسد سے پگھلتے گئے، وہ مسلمانوں کے حق میں برے حالات کی پیشین گوئیاں کرتے تھے مگر بُرے حالات نے خود اُن کو گھیر لیا۔ (ملاحظہ فرمائیے المدارک، مظہری، بیان القرآن، عثمانی وغیرہا)

جامع تفسیر

''اور جہاد کے حکم میں یہ مصلحت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں حجت تمام کر کے منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے گا۔ دنیا میں قتل کئے جائیں، اسیر ہوں، گھر بار لوٹے جائیں اور آخرت میں جہنم میں جلیں اس مقام پر منافقوں اور مشرکوں کا ایک عیب بیان کیا جو نفاق وشرک کے علاوہ ہے اور وہ یہ کہ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو اللہ تعالیٰ نے دین کے غلبہ کا وعدہ کیا ہے (وہ غلط ہے کیونکہ) باوجود بے سروسامانی کے کس طرح پیغمبر کی جماعت غلبہ پائے گی؟ یہ محض جھوٹے وعدے ہیں، اس کے جواب میں فرمایا ہے۔ (۱) عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ یعنی انہیں یہ حادثہ پڑے گا نہ کہ مسلمانوں پر جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں۔ (۲) ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ (۳) اُسکی لعنت ہے۔ (۴) ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ پیغمبر ﷺ کے پاس اسباب ظاہری نہیں وہ کس طرح سے فتح پائیں گے اس لئے کہ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اللہ تعالیٰ کے پاس آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں جس سے چاہے کام لے وہ ربّ الافواج ہے کون اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ زبردست ہے اور حکیم بھی ہے، حکمت کے ساتھ زور بہت کام دیتا ہے۔ (حقانی، تسہیل)

مسلمانوں کے خاتمے کا خواب

اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا:-

الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بُرا اور فاسد گمان رکھتے ہیں۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ اس برے گمان سے مراد منافقین اور مشرکین کا یہ خیال تھا کہ اسلام کبھی غالب نہیں آئے گا اور مسلمان ختم ہو جائیں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اُن منافقین کا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام قتل کر دیئے جائیں گے اور ان کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔

يظنون بالرسول ﷺ واصحابه رضی اللہ عنهم ان يقتلوا ويذهبوا بالكلية۔ (ابن کثیر)

ابو حیانؒ لکھتے ہیں:۔

ان منافقین کا خیال تھا کہ مشرکین مسلمانوں کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں گے اور مسلمانوں پر کوئی نصرت نازل نہیں ہوگی۔

وهو ان المشركين يستأصلونهم ولا ينصرون۔ (البحر المحیط)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی مدد نہیں کرے گا اور رسول اللہ ﷺ مدینے کو صحیح سلامت نہیں لوٹیں گے۔ (مظہری)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

اُن کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں کی نصرت نہیں فرمائے گا اور انہیں مکہ مکرمہ کو قوت کے زور پر فتح کرنے کی طاقت نہیں دے گا والمراد ظنهم ان الله تعالیٰ لا ينصر الرسول والمؤمنين ولا يرجعهم الى مكة ظافرين فاتحيها عنوة وقهرا۔ (المدارک)

ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور اپنے زمانے کے مشرکوں، کافروں اور منافقوں کی باتوں کو دیکھیں وہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ مجاہدین عنقریب ختم ہو جائیں گے ان کا نام ونشان ہی مٹ جائے گا اور کچھ ان میں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی باتیں (نعوذ باللہ) دھوکا ہیں یہ مجاہدین کافروں کی طاقت اور ٹیکنالوجی کے سامنے چند دن بھی نہیں ٹھہر سکیں گے اور عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ قرآن پاک کے اعجاز کو دیکھیں کہ کس طرح سے ہر زمانے کے لوگوں کے حالات ٹھیک ٹھیک بیان فرماتا ہے۔

ایک منافق کے دل کی حسرت

مسلمانوں کو اگر فتح بھی مل جائے تو منافق یہ اُمید لگا لیتے ہیں کہ آج نہیں تو کل ضرور ان مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

"جب صلح حدیبیہ نافذ ہوگئی تو عبداللہ بن ابی (منافق) نے کہا کیا محمد ﷺ یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ اگر اہل مکہ سے صلح کرلیں گے یا مکہ فتح کرلیں گے تو اُن کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا؟ ابھی تو روم وفارس بھی موجود ہیں اس پر قرآن مجید نے۔ (اگلی آیت میں) جواب دیا کہ زمین وآسمان میں موجود اللہ تعالیٰ کے لشکر روم وفارس سے بہت زیادہ ہیں۔

وقيل لما جرى صلح الحديبية قال ابن ابی۔ الخ (القرطبی)

آجکل کے مغرب زدہ دانشوروں کا بھی یہی حال ہے اگر کسی جگہ مسلمانوں کو فتح مل جائے تو وہ اُسے تسلیم نہیں

کرتے بلکہ کافروں کی قوت اور طاقت کے تذکرے کرتے رہتے ہیں، جس طرح عبداللہ بن ابی روم و فارس سے اُمیدیں لگائے بیٹھا تھا کہ وہ اُس کے دل کی حسرت پوری کردیں گے۔

تکرار نہیں ہے

آیت ❹ میں بھی فرمایا تھا وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آیت ❼ میں بھی فرمایا ہے وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں میں تکرار نہیں ہے وہاں مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب کرنے پر قادر ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے اس لئے وہاں عَلِيْمًا حَكِيْمًا فرمایا تھا اور یہاں عَزِيْزًا حَكِيْمًا ارشاد فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر، البحر المحیط، بیان القرآن، عثمانی)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

''یعنی وہ سزا دینا چاہے تو کون بچا سکتا ہے، خدائی لشکر ایک لمحہ میں پیس کر رکھ دے مگر وہ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے، حکمتِ الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال (یعنی خاتمہ) کیا جائے۔ (عثمانی)

سُوْرَةُ الْفَتْح مَدَنِيَّة آیت ۸، ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۝٩

پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرو۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

شٰهِدًا یعنی گواہ اپنی اُمت پر اور تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے۔

مُبَشِّرًا یعنی ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری دینے والے۔

نَذِيْرًا یعنی کفر اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے والے۔

حضور اقدس ﷺ پر نبوت اور رسالت مکمل ہوگئی۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے آپ ﷺ اُن سب کے گواہ ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض ٹھیک ٹھیک ادا فرمادیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں بلکہ اب جو کوئی آپ ﷺ پر ایمان لائے گا اُس کے لئے جنت کی بشارت ہے اور جو آپ ﷺ کا انکار اور نافرمانی کرے گا اُس کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ اس لئے تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

اور

رسول اللہ ﷺ کی بھرپور نصرت کریں

اور

رسول اللہ ﷺ کی بہت تعظیم کریں

اور

صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔

یا تمام لوگوں پر لازم ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور رسول کی مدد کریں۔

اور

اللہ تعالیٰ کی بہت تعظیم کریں۔

اور

صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔

آپ ﷺ کی نصرت جہاد کے ذریعہ

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

وَتُعَزِّرُوْهُ کا معنیٰ حضرت قتادہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد کرو اور آپ ﷺ کا دفاع کرو اور حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ مل کر تلوار سے قتال کرو۔

وقال قتادة: تنصروه وتمنعوا منه .... وقال ابن عباس و عکرمة تقاتلون معه بالسیف۔ (القرطبی)

مختصر تفسیر

"یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈرسناتے ہیں اور خود اپنے احوال جتلاتے ہیں جیسے انا فتحنا سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے اور آخرت میں بھی اپنی اُمت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے۔ تُعَزِّرُوْهُ اور تُوَقِّرُوْهُ کی ضمیریں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے سے مراد اُس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال نہیں وَتُسَبِّحُوْهُ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو خواہ نمازوں کے ضمن میں ہو یا نمازوں کے باہر" (عثمانی)

فائدہ

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کی ضمیریں رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہیں، کیونکہ مدد اور تعظیم حقوقِ رسالت سے ہے اور ظاہر ہے کہ اعانت اور مدد پیغمبر ﷺ ہی کی ہوسکتی ہے اُس کے احکام اور دین کی اشاعت اور مقاصدِ دین کی تکمیل کے لئے۔ اور تسبیح و پاکی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اس وجہ سے تُسَبِّحُوْهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک وَتُوَقِّرُوْهُ پر وقف لازم ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی تسہیل)

بیعتِ رضوان کی تمہید

ان دو آیات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے مقام اور آپ ﷺ کے حقوق بیان فرمائے پھر اگلی آیت میں بیعت رضوان کا تذکرہ آتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے حقوق ادا کئے اُن کا کتنا اونچا مقام ہے اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کے حقوق ادا نہیں کئے انہوں نے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا۔ پس پوری اُمت کے لئے لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ

کے مقام اور حق کو پہچانے کیونکہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی گواہی سے ہی کام بنے گا، حضرات صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت کی، پس اُمت کو چاہیے کہ وہ بیعت علی الجہاد کے طریقے کو جاری رکھے اور آپ ﷺ کے ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر میں کسی طرح کی کمی نہ کرے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تفسیر حقانی میں ہے:۔

رسول کریم ﷺ کی تعظیم واجب وفرض ہے ذرا بھی کوئی توہین کرے گا فیضِ رسالت سے ابدالآباد محروم رہے گا وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا اور اللہ تعالیٰ کی صبح وشام تسبیح بیان کرو "سبحان اللہ وبحمدہ" کہو۔ بعض کہتے ہیں نماز پڑھنا مراد ہے کیونکہ تسبیح سے نماز بھی مراد ہوا کرتی ہے، یہ شکر ہے اُس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمارے لئے ایسا رسول بھیجا، اب اگلی آیت میں بندوں میں سے ایک جماعت کی تعریف بیان ہوتی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حق ادا کیا۔ (حقانی، تسہیل)

فائدہ

تفسیر مظہری میں ہے:۔

تُعَزِّرُوهُ اسکی مدد کرو تُوَقِّرُوهُ اسکی تعظیم کرو تُسَبِّحُوهُ نازیبا صفات سے اس کی پاکی کا اظہار کرو یا تسبیح سے مراد ہے نماز پڑھنا، تینوں جگہ ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں (تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر کبیر، المدارک میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے)

بغوی نے لکھا ہے کہ تُعَزِّرُوهُ اور تُوَقِّرُوهُ کی ضمیریں رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہیں اور تُسَبِّحُوهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، اس تفسیر پر ضمیروں میں انتشار ہو جائے گا، اس لئے زمخشری نے اس تفسیر کو بعید قرار دیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جب قرینہ موجود ہو اور مطلب میں اشتباہ نہ ہو تو انتشار ضمائر میں کوئی حرج نہیں۔ (مظہری)

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ

ہے پس (جو اس عہد کو) توڑ دے گا سو توڑنے کا وبال خود اسی پر ہوگا اور جو وہ عہد پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ

اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

سے کیا ہے سو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

خلاصہ

بیعت رضوان، بیعت علی الجہاد کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا بیان کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ جو بیعت علی الجہاد کو توڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو نبھائے گا وہ اجر عظیم پائے گا۔

بیعتِ رضوان میں شریک تمام صحابہ کرام نے اسے نبھایا اور وہ اجرِ عظیم کے مستحق ہو گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل وتاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتے ہیں۔ قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا گیا ہے۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۔ (ابن کثیر، عثمانی)

جہاد کے لئے تلوار تھامنا اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سلّ سیفه فی سبیل الله فقد بایع الله

جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تلوار تولی (یعنی نکالی) تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کرلی۔ (ابن کثیر)

آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا بیان ہے

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی عظمت، شرافت اور عزت کا بیان فرماتا ہے کہ بے شک جن لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء ۸۰)

کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کو جان و مال بیچنا

بیعت کا لفظ بیع سے ہے اور بیع کہتے ہیں بیچنے کو اس قسم کے معاہدہ کو بیعت اس لئے کہتے ہیں کہ بیعت کرنے والا اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبۃ ۱۱۱)

ترجمہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ اُن کے لئے جنت ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اُسے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے پس جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اس پر خوش رہو اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

عجیب کیفیات

حضرات صحابہ کرام کی خوش نصیبی دیکھیں کہ ایک تو اُن کے ہاتھوں کو جناب رسول کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا مصافحہ اس بیعت میں نصیب ہو رہا تھا بجائے خود یہ بہت بڑی سعادت تھی مگر اللہ پاک جب نوازنے پر آئے تو اُس کی رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ "بیعت" خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس جملے کی لذت اور کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ایک انسان کو مالک الملک جلّ شانہ سے بیعت کی سعادت مل رہی ہے۔ پھر اس پر اور اضافہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ عجیب فضیلت ہے اور عجیب سعادت۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی کیا کیفیت ہے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر تشبیہ اور مثال سے پاک ہے مگر اس جملے کی کیفیت کا

خاص سرور اور مقام حضرات صحابہ کرام کو نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، محبت اور نصرت اُن کی طرف متوجہ ہوئی۔ حضرات صحابہ کرام کو یہ تمام سعادتیں بیعت علی الجہاد کے عمل میں نصیب ہو رہی ہیں جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بیعت علی الجہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کتنا محبوب ہے۔ مسلمان جب بھی اس عمل کو شرعی شرائط کے مطابق زندہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، نصرت اور فتوحات پاتے ہیں۔ کاش یہ عظیم سنت آج پھر مسلمانوں میں زندہ ہو جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت کی پابندی لازم ہے

''لفظ بیعت'' دراصل کسی خاص کام پر عہد لینے کا نام ہے، اس کا قدیم اور مسنون طریقہ باہم عہد کرنے والوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے، اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرط اور ضروری نہیں بہر حال جس کام کا کسی سے عہد کیا جائے اُس کی پابندی شرعاً واجب و ضروری ہے اور خلاف ورزی حرام اس لئے ارشاد فرمایا فَمَنْ نَّكَثَ الآیۃ کہ جو شخص اس عہدِ بیعت کو توڑے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا تو اُس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر دینے والا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

لایدخل النار أحدٌ ممن بایع تحت الشجرۃ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا ان لوگوں میں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ (معارف القرآن، ابن کثیر)

فائدہ

بیعت رضوان کی کچھ تفصیلات ''غزوہ حدیبیہ'' کے بیان میں گذر چکی ہیں جبکہ مزید بعض روایات ان شاء اللہ سورۃ الفتح آیت ۱۸ کے معارف میں بیان کی جائیں گی۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۱ تا ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا

عنقریب آپ سے وہ لوگ کہیں گے جو بدویوں میں سے پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور اہل وعیال

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

نے مشغول رکھا سو آپ ہمارے لیے مغفرت مانگیے وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں

لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ

ہے کہہ دو وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا (کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں

كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر خبردار ہے۔ بلکہ تم نے خیال کیا تھا کہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ

رسول اللہ تعالیٰ اور مسلمان اپنے گھر والوں کی طرف کبھی بھی واپس نہ لوٹیں گے اور تمہارے دلوں میں یہ بات اچھی

ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

معلوم ہوئی اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿١٣﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

پر ایمان نہیں لائے سو ہم نے ایسے کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی حکومت

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٤﴾

اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

خلاصہ

حضور اقدس ﷺ جب عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے آس پاس رہنے والے دیہاتیوں کو بھی ساتھ نکلنے کی دعوت دی۔ مگر وہ ڈر گئے اور ساتھ نہیں گئے حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ جب آپ مدینہ منورہ پہنچیں گے تو پیچھے رہ جانے والے دیہاتی آپ ﷺ کے پاس عذر کرنے اور استغفار کرانے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور واپسی پر وہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

★ انہوں نے کہا ہمارے مال، اولاد اور عورتوں کی ہمارے پیچھے دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا اس لئے ہم نہ جا سکے آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرمائیں اور ہمارا یہ گناہ بخشوائیں۔

★ یہ لوگ یہ تمام باتیں اوپر اوپر سے زبانی کہہ رہے تھے وہ تو اپنے نہ جانے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے تھے اور نہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے استغفار کی کوئی پرواہ تھی۔

★ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو بتایا جائے کہ نفع نقصان کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے تم جہاد میں اس لئے نہیں نکلے کہ پیچھے گھر بار کا نقصان نہ ہو تو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی نقصان میں ڈالنا چاہے تو کیا تم گھر بیٹھ رہنے کی وجہ سے اس سے بچ سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تم جہاد میں نکلو اور وہ تمہیں ظاہری فائدے مال اور گھر بار میں نصیب فرما دے۔

★ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کو جانتا ہے اس سے کیا چھپاتے ہو۔ تمہارے عذر بھی جھوٹے ہیں، تمہارا استغفار کی درخواست کرنا بھی جھوٹ ہے اور تمہارے دلوں میں نفاق ہے، تم آپ ﷺ کے ساتھ اس لئے نہیں گئے کہ تمہیں اس بات کا غالب گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء اس سفر سے واپس نہیں آسکیں گے، مشرکین مکہ ان سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور تمہاری تمنا اور آرزو بھی یہی تھی کہ ایسا ہو جائے اور یہ بات تمہارے دلوں میں ایسی پختہ ہو چکی تھی کہ تم اسے یقینی سمجھ رہے تھے۔ اور تم نے یہ برا گمان بھی دل میں پالا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے سچے نہیں ہیں اور اس برے گمان نے تمہیں ہلاکت میں ڈال دیا۔

★ تم اپنے نفاق کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ پر برے گمان باندھنے کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے کفر میں جا پڑے ہو اور کافروں کا انجام تو جہنم کی بھڑکتی آگ ہے۔

★ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور جہاد کا محتاج نہیں ہے، اُسے تمہارے کفر اور نفاق سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اُسکی مرضی جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے اس لئے اُسی کی طرف رجوع کرو اور سچے دل سے توبہ کرو۔

شانِ نزول

تفسیر بغوی میں ہے:۔

قال ابن عباس ومجاھد: یعنی اعراب بنی غفار ومزینة وجھینه واشجع واسلم ...... الخ

بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ترجمہ اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیے:

”معالم التنزیل ص ۱۹۱ ج ۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جس سال حدیبیہ کا واقعہ پیش

آیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے آس پاس میں یہ منادی کرادی کہ ہم عمرہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں، مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ بھی عمرہ کرلیں اور قریش مکہ کی طرف سے کوئی جنگ کی صورت پیدا ہوجائے یا وہ بیت اللہ سے روکنے لگیں تو ان سے نمٹ لیا جائے آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی (حج کی قربانی) بھی ساتھ لی تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ ﷺ جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں ہو رہے اس وقت ایک بڑی جماعت آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئی (جنگی تعداد چودہ سو یا اس سے کچھ زیادہ تھی) اس موقع پر دیہات میں رہنے والوں میں بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نہ گئے ابھی رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ واپس نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں پہلے سے آپ کو خبر دے دی اور فرمایا سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ الایۃ۔ (انوار البیان)

منافقین کی نظروں میں مسلمان ہمیشہ کمزور

تفسیر قرطبی میں ہے:-

منافقین کہتے تھے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی مٹھی بھر لوگ ہیں یہ زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے۔

وذلك انهم قالوا: ان محمد اواصحابه اكلة رأس لايرجعون۔ (القرطبی)

وذلك انهم قالوا ان محمد ا واصحابه اكلة رأس فلا يرجعون فاين تذهبون معه انتظروا مايكون من امرهم۔ (بغوی)

یعنی اور لوگوں کو بھی روک رہے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ جاؤ بلکہ انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کا کیا بنتا ہے۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا

آیت میں الْمُخَلَّفُونَ کا لفظ ہے (مفعول کا صیغہ) یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ تفسیر بغوی میں ہے

یعنی الذین خلفهم الله عزوجل عن صحبتك

یعنی وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صحبت سے پیچھے چھوڑ دیا۔ اس سفر میں جنگ کا امکان موجود تھا اسی لئے آپ ﷺ نے انہیں نکلنے کا حکم فرمایا تھا۔ وذلك ان رسول الله ﷺ حين اراد المسير الى مكة عام الحديبية معتمرا استنفر من حول المدينة من الاعراب واهل البوادى ليخرجوا معه حذرًا من قريش ان يعرضواله بحرب۔ (بغوی)

منافقین کا خیال بد

منافقین کہتے تھے کہ اہل مکہ (اتنے بہادر اور طاقتور ہیں کہ) مدینہ منورہ آ کر لڑتے رہے ہیں (جنگ اُحد، احزاب وغیرہ میں) اس لئے اب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ اس خیال بد سے

وہ سفر میں ساتھ نہ گئے ان کا دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہی نہیں اور بے ایمانوں کے لئے جہنم ہے اور انکی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو پرواہ ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آسمان و زمین ہے جسکو چاہے معاف کرے یا عذاب دے۔ (مفہوم حقانی)

توبہ کی دعوت

" وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور کفر پر جمے رہے اور جھوٹے منہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے استغفار کیجئے اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادے گا، کافر کی توبہ بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتی"۔ (انوار البیان)

ان قبائل اور دیہاتیوں میں سے بعض کو توبہ اور اسلام کی توفیق مل گئی۔ (حقانی)

دو فریق

بعض مفسرین فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے دو فریق بیان فرمائے ہیں ایک وہ جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی اور دوسرے وہ جو ڈر اور برے گمان کی وجہ سے ساتھ ہی نہیں گئے تو آخری آیت میں فرمایا يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ پاک اپنی مشیئت سے پہلے فریق کو مغفرت دے گا اور دوسرے کو عذاب (اگر انہوں نے توبہ نہ کی) (تفسیر کبیر)

سورۃ الفتح مدنیۃ — آیت ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے جب تم غنیمتوں کی طرف ان کے لینے کیلئے جانے لگو گے کہ

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا

ہمیں چھوڑو ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا

نہ چلو گے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی ایسا فرمایا ہے پس وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے

لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾

ہو بلکہ وہ لوگ بات ہی کم سمجھتے ہیں۔

خلاصہ

★ جب خطرے اور قربانی کا وقت ہو تو منافق بھاگ جاتے ہیں اور جب دنیوی فائدے کی لالچ ہو تو وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

★ اللہ تعالیٰ نے ''حدیبیہ'' میں شریک مسلمانوں سے ''خیبر'' کے مالِ غنیمت کا وعدہ فرمایا کہ وہ خاص انہیں کے لیے ہوگا۔ ان مسلمانوں کو اہل مکہ سے جنگ کرنے سے روکا گیا تو وہ رُک گئے اُس کے بدلے اللہ پاک نے اُن کو ''خیبر'' کی غنیمتوں کا مالک بنا دیا۔

★ وہ لوگ جو ڈر اور خوف کی وجہ سے ''حدیبیہ'' میں شریک نہیں ہوئے تھے اُن کو غزوہ خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت فرما دی گئی۔

★ منافق کم عقل اور کم سمجھ لوگ ہیں وہ صرف دنیا کے مفادات کو سمجھتے ہیں اور یہی اُنکی ناسمجھی کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ دنیا تو فانی ہے اور آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑی اور کم ہے۔

کلام برکت

''جب مکے سے پھرے وہاں سے حکم ہوا کہ خیبر پر چلو اور ان لوگوں (یعنی اہل حدیبیہ) کے سوا کوئی ساتھ نہ چلے، مدینے میں تین دن رہ کر ارادہ کیا۔ جو لوگ پہلے سفر میں ڈر کر رہ گئے تھے اس سفر میں لالچ کو تیار ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ کا منع سنا دیا۔ خیبر میں یہود تھے جو جنگ احزاب میں قوموں کو چڑھا لائے تھے۔'' (موضح القرآن)

مخلص اور منافق کا عظیم فرق

صحابہ کرام کو حکم ملا کہ مرتے دم تک لڑنے کی بیعت کرو، انہوں نے فوراً بیعت کرلی۔ پھر حکم ملا کہ جس کام کی بیعت کی ہے وہ نہیں کرنا یعنی لڑائی نہیں کرنی تو وہ فوراً رک گئے۔ اللہ پاک اُن سے راضی ہوگیا اور دنیا و آخرت میں اُنکی کامیابی کا اعلان ہوگیا۔ دوسری طرف منافق ہیں ان کو حکم دیا گیا کہ عمرے کے لیے چلو کہنے لگے موت کے منہ میں کون جائے۔ چنانچہ نہیں گئے اور مسلمان حدیبیہ سے واپس آگئے اور خیبر کی طرف جانے لگے اور ان منافقوں سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ نہ چلیں، اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو فوراً کہنے لگے کہ نہیں ہم تو ضرور جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا آپ لوگ ہمیں حسد کی وجہ سے ساتھ نہیں لے جارہے۔ عجیب بے عقل لوگ تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

گھاٹے کا سودا کرنے والے

عمرہ کے سفر میں سعادتیں ہی سعادتیں تھیں اور شہادت ملنے کا امکان بھی۔ یہ منافق اُس سفر میں ساتھ نہیں گئے۔ اور خیبر کے سفر میں مالِ غنیمت ملنے کی امید تھی تو یہ ساتھ جانے پر تیار ہوگئے۔ وہ اسے اپنی عقلمندی سمجھ رہے تھے۔ اور منافق ہمیشہ جان بچانے اور دنیا کمانے کو اپنی عقلمندی سمجھتا ہے۔ ارشاد فرمایا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا کہ یہ لوگ بہت کم سمجھ ہیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی لایعلمون الا امر الدنیا

کہ بس صرف دنیا کے فائدے کو جانتے ہیں۔ (القرطبی)

ابوحیانؒ لکھتے ہیں:۔

قلیلا من امور الدنیا وظاهره لیس لهم فکر الا فیها

یعنی دنیا کے ظاہری فائدے کو دیکھتے ہیں اور انہیں صرف دنیا ہی کی فکر لگی رہتی ہے۔ (البحر المحیط)

آجکل کے وہ دانشور جو جان بچانے کو عقلمندی اور جہاد میں جانے کو غلطی سمجھتے ہیں وہ اس آیت مبارکہ پر غور کریں۔

آیتِ مبارکہ کی آسان تفسیر

"صلح حدیبیہ" کے فوراً بعد "خیبر" فتح ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ شرکاء حدیبیہ کو خیبر کے اموالِ غنیمت ملیں گے۔ اور یوں اُس نقصان کی تلافی ہوجائے گی جو اہل مکہ سے جنگ نہ کرنے کی وجہ سے ہوا کہ اُن کے اموال مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ (تفسیر خازن)

اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر دے دی کہ جب مسلمان خیبر کی غنیمت فتح کرنے چلیں گے تو جو لوگ حدیبیہ کی شرکت

سے جان بوجھ کر رہ گئے تھے وہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں اللہ تعالیٰ نے تو خیبر کی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کے ساتھ خاص فرمادی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ حدیبیہ سے رہ جانے والوں کو خیبر میں ساتھ نہ لیا جائے۔ (بغوی)

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا آپ ﷺ ان سے فرمادیجئے کہ تم لوگ سفر خیبر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے یعنی ہم تمہیں ساتھ نہیں لے جائیں گے (یہ ممانعت صرف "غزوہ خیبر" کے لیے تھی بعد میں ان قبائل میں سے کئی نے توبہ کرلی تھی اور جہاد میں شریک ہوئے تھے۔) (البحر المحیط)

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا کہ جب تم اُن سے کہو گے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ مال میں شریک نہ ہوں۔

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا اے مسلمانو! بات یہ نہیں کہ تم حسد کررہے ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ بہت کم سمجھ والے ہیں صرف دنیوی معاملات سمجھتے ہیں دین کی نصرت، جہاد اور فکرِ آخرت کی سمجھ ان کو نصیب نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

اس آیت مبارکہ میں کلام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ خیبر کی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کو ملیں گی اور کسی کو نہیں۔ تفسیر خازن میں اسے جمہور مفسرین کا قول قرار دیا گیا ہے۔ يريدون ان يغيروا ويبدلوا مواعيد الله لاهل الحديبية حيث وعدهم غنيمة خيبر لهم خاصة وهذا قول جمهور المفسرين۔ (خازن)

جبکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے اموالِ غنیمت میں سے "مہاجرینِ حبشہ" کو بھی اموال عطاء فرمائے۔ اس کا جواب امام کرمانیؒ نے یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ نے یا تو ان حضرات کو مجاہدین خیبر کی اجازت سے مال دیا یا انہیں خمس میں سے عطاء فرمایا جو کہ آپ ﷺ کا حق ہے امام بخاریؒ نے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے۔

وقال الكرماني: انما اعطاهم ﷺ برضا اصحاب الوقعة أواعطاهم من الخمس الذي هو حقه عليه الصلوٰة والسلام وميل البخاري الى الثاني۔ (روح المعانی)

حجیت حدیث کی مضبوط دلیل

حدیبیہ سے رہ جانے والے قبائل نے جب "غزوۂ خیبر" میں شرکت کا اصرار کیا تو اُن کے جواب میں قرآن مجید نے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی اُس کے حکم کو بدلنا چاہتے ہیں يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ اور مراد اس حکم سے غزوۂ خیبر اور اس کی غنیموں کا اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص ہونا ہے، اسی طرح كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ کا بھی یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تو کسی جگہ یہ نہیں ہے کہ "خیبر کی غنیمتیں حدیبیہ والوں کے ساتھ خاص ہیں" تو پھر اس وعدے کو كَلٰمَ اللّٰهِ اور قَالَ اللّٰهُ کہنا کیسے صحیح ہوا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ

یہ ''تخصیص اہل حدیبیہ'' کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اس کا قرآن میں کہیں صراحۃً ذکر نہیں بلکہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ''وحی غیر متلو'' کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے سفر حدیبیہ میں فرمایا تھا، اسی کو اس جگہ کَلٰمَ اللّٰہِ اور قَالَ اللّٰہُ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ احکامِ قرآن کے علاوہ جو احکام احادیثِ صحیحہ میں مذکور ہیں وہ اس آیت کی وضاحت کے مطابق کَلٰمَ اللّٰہِ اور قَالَ اللّٰہُ میں داخل ہیں۔ جو ''ملحدین'' احادیثِ رسول اللہ ﷺ کو حجتِ دین نہیں مانتے یہ آیتیں ان کے الحاد کو کھولنے کے لیے کافی ہیں اسی سورۃ الفتح میں اگرچہ فتح خیبر کا ذکر موجود ہے واثابھم فتحا قریبا مگر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خیبر کی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کے لیے مخصوص ہونگی۔ (معارف القرآن ملخص)

سورة الفتح مدنية — آیت ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

ان پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کیلئے بلایا جائے گا

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ

تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کرلے گی پھر اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھا

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

انعام دے گا اور اگر تم پھر گئے جیسا کہ پہلے پھر گئے تھے تو تمہیں سخت عذاب دے گا۔

خلاصہ

وہ لوگ جو بلانے کے باوجود "حدیبیہ" میں شریک نہیں ہوئے تھے، اور اُن کو بطور سزا غزوۂ خیبر میں جانے سے روک دیا گیا تھا یہ کئی قبائل کے بہت سے لوگ تھے، ان میں سے ایسے بھی تھے جن کے بارے میں توبہ اور بھلائی کا امکان تھا تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ کی قبولیت کے لیے اس آیتِ مبارکہ میں ایک علامت مقرر فرمادی۔ وہ یہ کہ انہیں عنقریب ایک بہت سخت جنگجو قوم کے مقابلے میں جہاد کے لیے دعوت دی جائے گی اگر انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور جہاد میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ انہیں بہترین بدلہ عطاء فرمائے گا اور اگر انہوں نے اس موقع پر بھی پہلے کی طرح نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ انہیں دردناک سزا دے گا۔ (تفسیر خازن)

مختصر تفسیر

"یعنی ذرا صبر کرو، اس لڑائی (یعنی غزوۂ خیبر) میں تو نہیں جاسکتے لیکن آگے بہت موقعے پیش آنے ہیں بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے، جن کا سلسلہ اسوقت تک جاری رہے گا جب تک وہ قومیں مسلمان ہوکر یا جزیہ دیکر اسلام کی مطیع ہو جائیں اگر واقعی تم کو شوقِ جہاد ہے تو اُسوقت میدان میں آ کر دادِ شجاعت دینا اُس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ دے گا (تنبیہ) ان "جنگجو قوموں" سے "بنوحنیفہ" وغیرہ مراد ہیں جو "مسیلمہ کذاب" کی قوم تھی یا "ہوازن" و "ثقیف" وغیرہ جن سے "حنین" میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی یا فارس وروم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں۔ اُن میں سے بہت سے بے لڑے بھڑے مسلمان ہوئے اور مالِ غنیمت بھی بہت آیا۔ (تفسیر عثمانی)

آیت مبارکہ کے مضامین

❶ وہ جنگجو قوم کونسی ہے جس کے خلاف جہاد کا وعدہ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے۔ حضرات مفسرین نے اس پر مفصل بحثیں تحریر فرمائی ہیں علامہ آلوسیؒ نے ''کرد'' قوم کے نسب کی بھی تحقیق فرمائی ہے۔

❷ کئی مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر قرطبی روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، المدارک، تفسیر مظہری اور معارف القرآن کاندھلویؒ میں یہ ایمان افروز بحث موجود ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ نے اپنی کتاب ''ازالۃ الخفاء'' میں اس آیت مبارکہ پر جو تحقیق رقم فرمائی ہے وہ تحقیق معارف القرآن کاندھلویؒ میں نقل کردی گئی ہے اس میں روافض کے اشکالات کا جواب بھی آ گیا ہے۔

❸ اس آیت مبارکہ میں اسلامی فتوحات کی وسعت کا وعدہ ہے کہ جہاد دور دور تک ہوگا اور بڑی بڑی کافر قومیں اس جہاد کی برکت سے مغلوب ہونگی البحر المحیط میں اس نکتے کی طرف اشارہ ہے۔

❹ اَوْ يُسْلِمُوْنَ سے مراد اسلام قبول کرنا ہے یا فرمانبردار ہونا ہے خواہ اسلام کے ذریعہ سے ہو یا جزیہ کے ذریعے سے حضرات مفسرین نے اس بحث کے ساتھ ائمہ کرام کا مسلک بھی ذکر فرمایا ہے کہ کن کافروں سے جزیہ لینا جائز ہے اور کن سے نہیں۔

❺ آیتِ مبارکہ کا مفہوم تو یہ ہے کہ تم اُن سے لڑو گے یا وہ بغیر لڑے فرمانبرداری قبول کرلیں گے مگر ایک قرأت اَوْ يُسْلِمُوْا کی بھی ہے اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اُن سے لڑو گے یہانتک کہ وہ فرمانبرداری قبول کرلیں کئی مفسرین حضرات نے اس دوسری قرأت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

چند اقوال

امام قرطبیؒ نے ''جنگجو قوم'' (جس کے خلاف جہاد کا اس آیت مبارکہ میں تذکرہ ہے) کے بارے میں یہ چند اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

❶ اس سے مراد ''فارس'' ہیں (ابن عباس رضی اللہ عنہ، عطاءؒ، مجاہدؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، عطاء الخراسانیؒ) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے اُن کے کلام کا خلاصہ یہ ہے ''حق تعالیٰ نے فارس کے لوگوں کو بڑے لڑا کو فرمایا، ان کی سلطنت ہمیشہ زبردست رہی تھی، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے وقت فارس کا ملک فتح ہوا اور کچھ ان میں سے بغیر لڑے مسلمان ہوئے، وہاں سے بہت غنیمتیں ہاتھ لگیں۔ (موضح القرآن، تسہیل)

❷ اس سے مراد ''روم'' ہیں۔ (کعبؓ، حسنؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ)

❸ روم اور فارس مراد ہیں۔ (حسن بصریؒ)

۴ ہوازن اور غطفان مراد ہیں۔ (قتادہؒ)

۵ ہوازن اور ثقیف مراد ہیں۔ (ابن جبیرؒ)

۶ بنو حنیفہ، یمامہ کے لوگ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے وہ مراد ہیں۔ (زہریؒ، مقاتلؒ)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے یہ آیت پڑھا کرتے تھے سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ اور ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ سخت جنگجو قوم کونسی ہے پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے ہمیں ''بنو حنیفہ'' سے لڑنے کے لیے بلایا تو ہم جان گئے کہ یہ وہی قوم ہے۔

وقال رافع بن خديج : والله كنا نقرأ هذه الاية فيما مضىٰ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فلا نعلم من هم حتى دعانا ابو بكر الى قتال بني حنيفة فعلمنا انهم هم۔

۷ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ابھی تک اس آیت کا مصداق ظاہر نہیں ہوا۔ (حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں اس سے مراد ''کُرد'' اور ایک میں ''تُرک'' ہیں) (القرطبی)

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:-

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُن سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور تم اُن سے برابر لڑتے رہو گے اور تمہیں اُن پر غلبہ نصیب ہوگا یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے کہ بغیر لڑائی کے تمہارے دین کو قبول کرلیں گے۔ (یا جزیہ دینا مان لیں گے) (ابن کثیر)

نکتہ

اس آیتِ مبارکہ میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کو توبہ اور کامیابی کی علامت قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ گناہگار لوگوں کو اپنی مغفرت اور کامیابی کے لیے جہاد کا رخ کرنا چاہیے کیونکہ جہاد گناہوں کی معافی اور اُخروی کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اہم سبق

جہاد کے معاملے میں کسی غفلت یا سستی پر اگر کسی کو سزا دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے اور سزا پانے کے بعد بددل ہو کر نہ بیٹھ جائے اور نہ ہی ضد میں آ کر متنفر ہو، اصل کامیابی آخرت کی ہے اُس کو پانے کے لیے جہاد کے ساتھ جڑا رہے۔ جو لوگ حدیبیہ میں نہیں گئے تھے اُن کو بطور سزا غزوہ خیبر میں ساتھ نہیں لے جایا گیا اور پھر فرمایا کہ آگے کی لڑائیوں میں تمہیں بلایا جائے گا تب جہاد کرو گے تو بڑی کامیابی پا لو گے۔ تو جن لوگوں نے سزا قبول کی اور پھر بددل نہیں ہوئے بلکہ تائب ہو کر بعد کے جہاد میں شریک ہوئے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ

نہ اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ

حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ہوں گی اور جو نافرمانی کرے گا اسے سخت سزا دے گا۔

خلاصہ

وہ مسلمان جن کو کوئی حقیقی عذر ہو وہ اگر جہاد میں نہ جائیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں جیسے نابینا، لنگڑا اور سخت بیمار۔

جو کوئی جہاد اور دیگر معاملات میں اللہ تعالیٰ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے جنت عطاء فرمائے گا۔

اور جو نافرمانی کرے گا، جہاد چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا۔

شانِ نزول

تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب آیت کریمہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا نازل ہوئی (جس میں حکم جہاد سن کر عمل نہ کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید ہے) تو جو لوگ اپاہج قسم کے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارا کیا بنے گا ہم تو جہاد میں شرکت نہیں کرسکتے اس پر یہ آیت کریمہ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى الآیۃ نازل ہوئی جس میں یہ بتا دیا کہ جو لوگ مجبوری کی وجہ سے جہاد میں نہ جاسکیں مثلاً نابینا ہوں یا لنگڑے ہوں یا بیمار ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے یہ مضمون سورۃ التوبہ میں تفصیل سے گذرا ہے ملاحظہ فرمایئے سورۃ التوبہ آیت ۹۱ ۹۲ (القرطبی)

جنت کا وعدہ

ارشاد فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

فی الجهاد وغير ذلك۔ (المدارک)

يعني في امر الجهاد وغيره۔ (الخازن)

یعنی جو کوئی جہاد کے حکم میں اور دیگر احکامات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

جہاد چھوڑ کر دنیاداری میں مشغول ہوجانے والوں پر عذاب

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

پھر اللہ تعالیٰ جہاد کی اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو جہاد کو چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہوجائے گا يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا اللہ تعالیٰ اُسے دردناک سزا دے گا دنیا میں ذلت کی سزا اور آخرت میں جہنم کی آگ

ای ینکل عن الجهاد ویقبل علی المعاش يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فی الدنیا بالذلة وفی الآخرة بالنار واللّٰه تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

معذور اگر جہاد میں شرکت کریں تو زیادہ اجر کے مستحق

امام ابوحیانؒ لکھتے ہیں:۔

معذور مسلمان اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں لیکن اُن کے لیے جہاد میں شرکت جائز ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے زیادہ اجر ملے گا، نابینا مسلمان جہاد کی صف میں زیادہ ڈٹ کر کھڑا ہوتا ہے اور بھاگتا نہیں، حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے انہوں نے قادسیہ کی جنگوں میں حصہ لیا اور وہ اسلامی لشکر کے علم بردار ہوتے تھے ومع ارتفاع الحرج ، فجائز لهم الغزو، واجرهم فيه مضاعف والا عرج احریٰ بالصبر ، وان لایفر وقد غزاابن اُم مکتوم و کان اعمیٰ فی بعض حروب القادسیة و کان رضی اللّٰه عنه یمسك الرایة۔ (البحر المحیط)

دعوتِ جہاد کا عجیب اسلوب

پچھلی آیات میں جہاد کی دعوت ہے اور جہاد نہ کرنے کی وعیدیں اب اس آیت میں اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جن پر جہاد لازم نہیں اور جہاد نہ کرنے کا اُن پر کوئی گناہ نہیں مگر اس آیت کے آخر میں پھر جہاد کی ترغیب دے دی کہ مسلمان کا کام عذر اور بہانے ڈھونڈنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کوئی خود کو زبردستی معذور قرار دے کر جہاد سے نہ بیٹھ جائے یاد رکھو جہاد اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے بلکہ دردناک سزا کے مستحق ہوتے ہیں اللّٰھم انّا نعوذبك من عذابك۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر مسلمانوں کا محاصرہ ہو جائے

امام ابوحیانؒ نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ مسلمانوں کا محاصرہ ہو جائے تو معذور افراد پر بھی اُن کی طاقت اور وسعت کے مطابق جہاد کا حکم متوجہ ہو جائے گا۔

فلو حصر المسلمون فالفرض متوجه بحسب الوسع في الغزو۔ (البحر المحیط)

مثلاً لنگڑے افراد اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے کام لے سکتے ہیں لشکر کی پہرے داری کر سکتے ہیں یہی حال دیگر معذور افراد کا بھی ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ کام کر سکتے ہیں۔ وہ مسلمان جو ماشاء اللہ صحیح سالم ہیں وہ ان احکامات پر غور فرمائیں اور سوچیں کہ انہوں نے آخر کیوں جہاد چھوڑ رکھا ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک درد بھری عبارت

’’پھر فرمایا وَمَنْ يَتَوَلَّ اور جو کوئی روگردانی کرے گا، احکام الٰہی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اُن پر عمل پیرا نہیں ہوگا اور خاص طور پر جہاد سے گریز کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا تو وہ اُسے دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا۔ عذاب میں جسمانی ذہنی، مادی ہر قسم کی سزا شامل ہے غلامی بھی بڑی شدید قسم کی سزا ہے جس میں مسلمان عرصہ دراز سے مبتلا چلے آ رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہی کا نتیجہ ہے، اسی غلامی کی وجہ سے مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں، ان میں جہاد اور قربانی کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، ضمیر بک چکا ہے اور یہ لہو و لعب میں مشغول ہیں مسلمانوں کی دنیا میں پچاس سے زیادہ ریاستیں ہیں مگر کوئی امریکہ کا غلام ہے کوئی روس کا اور کوئی کسی دوسرے یورپی ملک کا صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین نے جذبہ جہاد کو بیدار کیا، موت کی فکر کو قبول کیا تو ساری دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا مگر آج مسلمان کی نہ سیاست اپنی ہے نہ معیشت اور نہ معاشرت ہر معاملے میں نظریں غیروں کی طرف اُٹھتی ہیں ہمارے منصوبے اغیار بناتے ہیں اور پھر اُن پر عملدرآمد کراتے ہیں ہمارے تمام وسائل انکی جیب میں پڑے ہیں اور ہم لاچار بن کر اُن کا منہ تک رہے ہیں، ہمارے سلف نے تلوار کی دھار پر چل کر اس دین کو زندہ رکھا مسلمانوں کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں عزت اور غلبہ دیا مگر جب ہم اپنے ہی اصولوں کو ترک کر بیٹھے، سہل انگار ہو گئے اور دوسروں کے اشاروں پر ناچنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہم سے رخ پھیر لیا اور ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔‘‘ (معالم العرفان)

سُوْرَةُ الْفَتْح - آیت ۱۸ ۱۹ ۲۰

میں اسلامی تاریخ کے اہم معرکے غزوۂ خیبر کا تذکرہ ہے

ان آیات کے "معارف" پڑھنے سے پہلے ملاحظہ فرمایئے غزوۂ خیبر کا مختصر واقعہ

غزوۂ خیبر

ماخوذ از سیرتِ حلبیہ و سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غزوۂ خیبر۔ محرم الحرام ۷ھ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (سورۂ فتح)

(وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا جن کو تم لو گے پس یہ خیبر کی غنیمت اللہ تعالیٰ نے تم کو جلدی دے دی)۔

لفظ خیبر

یہ لفظ خیبر خ پر زبر کے ساتھ جعفر کے وزن پر ہے (خیبر ایک مقام اور قلعہ کا نام ہے) قوم عمالیق میں ایک شخص تھا جس کا نام خیبر تھا۔ وہ شخص اس جگہ آیا تھا اور یہیں آباد ہو گیا تھا۔ یہ خیبر اس شخص کا بھائی تھا جس کا نام یثرب تھا اور جس کے نام پر مدینہ شہر کو یثرب کہا گیا تھا جیسا کہ بیان ہوا ہے۔

بعض مؤرخین نے یوں لکھا ہے کہ یہودیوں کی زبان میں لفظ خیبر کے معنی حویلی کے ہیں چنانچہ اس بستی کو خیابر کہا جاتا تھا کیونکہ اس میں حویلیاں اور گڑھیاں بہت زیادہ تھیں (عربی میں گڑھی کے لیے حصن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہم نے حویلی کے کئے ہیں جسے ایک طرح کا چھوٹا قلعہ کہنا چاہئے)۔

خیبر شہر

خیبر ایک بڑا شہر تھا جس میں بڑی بڑی حویلیاں، کھیت اور بے شمار باغات تھے۔ اس شہر اور مدینہ شریف کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ تھا جیسا کہ علامہ دمیاطی نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے (لہٰذا مدینہ منورہ اور خیبر کا درمیانی فاصلہ کل چھیانوے میل کا ہوا)۔

خیبر پر حملے کا حکم

آنحضرت ﷺ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو بہت سی فتوحات ہوں گی اور بہت سی غنیمتیں ملیں گی اور بالفعل اس بیعت الرضوان کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی سمجھو کہ وہ بھی مل ہی چکی ہے اور آئندہ چل کر تم کو اور بھی فتوحات نصیب ہوں گی جن کا علم ہم کو ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ سے خیبر ہی کی فتح مراد ہے اور علیٰ ہذا گذشتہ آیت وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا میں بھی فتح قریب سے خیبر ہی مراد ہے۔

چنانچہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے اس اثناء میں حضور پُر نور ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو بد عہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر چڑھا کر لائے تھے۔

حدیبیہ کے غیر حاضرین

حق تعالیٰ نے حضور پُر نور ﷺ کو یہ خبر دیدی کہ فتح خیبر کی بشارت سن کر منافقین بھی آپ سے استدعا کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلتے ہیں اللہ کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ اس سفر میں ہرگز نہ جائیں اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ (الفتح ۱۵)

(جو لوگ سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے تو یہ طامع (یعنی لالچی) لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ خیبر چلیں حق تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم اور اس کے وعدہ کو بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ اہلِ طمع یہ اعتراض کریں گے کہ تم ہم پر حسد کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ غنیمت میں ہم تمہارے شریک نہ ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابہ کرام کے قلوب حسد اور حرص سے پاک ہیں بلکہ یہی لوگ بات کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔ (جن حضرات کی نظر میں پوری دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ہو ان کے متعلق حسد کا تصور ہی کمال ابلہی و نادانی (یعنی بڑی بے وقوفی) ہے)

خیبر کو کوچ اور مدینہ میں قائم مقامی

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں کچھ قیام کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام ۷ھ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا، ازواج مطہرات میں سے اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۶)

روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں حضرت نمیلہ رضی اللہ عنہ کو اور ایک قول کے مطابق حضرت سباع ابن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس سلسلے میں علماء نے حضرت سباع ابن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے نام کو ہی درست قرار دیا ہے۔

عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع کی حدی خوانی

صحیح بخاری میں سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامر رضی اللہ عنہ بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے:

اللّٰھُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اے اللہ اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ اور خیرات کر سکتے اور نہ ایک نماز پڑھ سکتے۔

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اتَّقَيْنَا وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا

اے اللہ! ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں جو احکام ہم نہیں بجالائے ان کو معاف فرما اور خاص سکینت اور طمانینت ہم پر نازل فرما تا کہ قلب کو سکون اور چین حاصل ہو اور ہر قسم کی پریشانی اور بے چینی دل سے دور ہو۔

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَتَيْنَا

اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ہم کو جب جہاد وقتال کے لیے پکارا جاتا ہے تو دوڑ کر پہنچتے ہیں

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

اور پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۵۷)

اِنَّ الاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم اور تعدی کی جب وہ ہم کو کفر اور شرک کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

اے پروردگار ہم تیرے فضل وکرم سے مستغنی اور بے نیاز نہیں۔

عامرؓ کی شہادت کا اشارہ.........

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ حدی پڑھنے والا کون ہے لوگوں نے کہا۔ عامرؓ بن اکوع ہے آپ نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا غفرلك ربك پروردگار تیری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی کو خاص کر کے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ! اس کے لیے تو جنت واجب ہو گئی، کاش آپ عامر کی شجاعت سے اور چند روز ہم کو متمتع اور منتفع ہونے دیتے۔ (فتح الباری ۳۵۷ ج ۷)

جنت کا خزانہ

حضرت عبداللہ بن قیسؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے پیچھے تھا۔ میں نے اس وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھی تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا۔

”اے عبداللہ! کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے“

میں نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

آپ نے فرمایا وہ کلمہ ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (مقصد یہ بتلانا تھا کہ تم نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ جنت کے

خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ کلمہ حق تعالیٰ کو بہت محبوب ہے)

راستہ میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی دعا

جب خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا اَذْرَيْنَ فَاِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا

ترجمہ: اے اللہ! تو آسمانوں کا بھی پروردگار ہے اور ان کی سایہ فگنی کا بھی مالک ہے۔ تو ہی زمینوں کا مالک ہے اور تو ہی ان بلندیوں کا مالک ہے جو زمین پر قائم ہیں۔ تو ہی شیطانوں کا بھی پروردگار ہے اور تو ہی ان کی گمراہیوں کا بھی پروردگار ہے۔ تو ہی ہواؤں کا مالک ہے اور تو ہی ان چیزوں کا مالک ہے جنہیں وہ اڑا کر لے جاتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس بستی کی خیر مانگتے ہیں، اس کے مکینوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس کے مال و متاع کی خیر مانگتے ہیں۔ تجھ سے ہی ہم اس بستی کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے مکینوں اور سامان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَقْدِمُوْا بِسْمِ اللّٰهِ

اب بسم اللہ کہہ کر آگے بڑھو۔

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے (ابن ہشام ۱۸۵)

آنحضرت ﷺ کا خیبر کے سامنے پڑاؤ

چونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لیے لشکر جمع کیا ہے اس لئے آپ مدینہ سے چل کر مقام رجیع میں جو خیبر اور غطفان کے مابین ہے پڑاؤ ڈالا تاکہ یہود غطفان مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود غطفان کو جب یہ معلوم ہوا کہ خود ہماری ہی جان خطرہ میں ہے تو واپس ہوگئے۔ (ابن ہشام ص ۱۸۵ ج ۲)

اسلامی لشکر کی اچانک آمد پر یہود کی بدحواسی

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات کو پہنچے آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رات میں کسی پر حملہ نہیں فرماتے تھے، صبح کا انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ فرماتے۔ اسی سنت

کے مطابق خیبر میں بھی صبح کی اذان کا انتظار فرمایا۔ جب صبح کی اذان نہ سنی تو حملہ کی تیاری کی ۔صبح ہوتے ہی یہود کدال اور پھاؤلے لے کر اپنے کاروبار کے لیے نکلے۔آپ کے لشکر کو بڑھتے دیکھ کر یہ کہا" **محمد والخمیس**" یعنی محمد اپنی کُل فوج اور لشکر کے ساتھ آ گئے۔

لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

مقدمہ۔میمنہ۔میسرہ۔قلب۔ساقہ

آپ نے ان کو دیکھ کر دعاء کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذانزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین (بخاری وفتح الباری ص ۳۵۹ ج ۷)

خیبر میں یہودیوں کی کئی حویلیاں اور گڑھیاں تھیں جن کو چھوٹے قلعے کہنا چاہیے آنحضرت ﷺ نے حملہ کی ابتداء جس گڑھی سے کی اس کا نام نطات تھا۔آپ نے اس گڑھی پر شق نامی گڑھی اور ایک قول کے مطابق کتیبہ نامی گڑھی سے پہلے حملہ کیا کیونکہ یہودیوں نے اپنا تمام مال و دولت کتیبہ نامی گڑھی میں محفوظ کر دیا تھا لیکن لڑنے والے تمام جوان نطات نامی گڑھی میں جمع ہو گئے تھے۔آنحضرت ﷺ نے نطات نامی گڑھی کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔

حبابؓ کا مشورہ......

جب آپ نے نطات کے قریب پڑاؤ ڈالا تو حضرت حبابؓ بن منذر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"یارسول اللہ! آپ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا ہے۔اگر آپ نے آسمانی حکم پر ایسا کیا ہے تو اس میں بولنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن اگر آپ نے اپنی رائے سے ایسا کیا ہے تو ہم اس بارے میں کچھ عرض کریں!"

آپ نے فرمایا نہیں یہ صرف میری رائے ہے۔تب حبابؓ بن منذر نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! نطات کے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ ایسے قادر تیرانداز ہیں کہ ان سے زیادہ دور تک تیر پھینکنے والا اور ان سے بہتر نشانہ باز کوئی نہیں ہے وہ لوگ ہمارے مقابلے میں بلند جگہ پر ہیں اور ان کے تیر زیادہ تیزی سے ہماری طرف آئیں گے ہم ان کی زد میں ہیں۔پھر یہ کہ وہ لوگ گردوپیش کی جھاڑیوں میں چھپ کر رات کو اچانک ہماری بے خبری میں حملہ کر سکتے ہیں اس لئے یہاں سے ہٹ جانا مناسب ہے"۔

پڑاؤ میں تبدیلی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

"تمہاری رائے ٹھیک ہے انشاء اللہ شام کو ہم اس جگہ سے ہٹ جائیں گے۔!"

اس کے بعد آپ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے یہاں سے دور پڑاؤ کی مناسب جگہ تلاش کرو۔محمد بن مسلمہ نے گھوم پھر کر جگہ دیکھی اور پھر آپ کو بتایا کہ یارسول اللہ میں نے آپ کے لیے پڑاؤ کی ایک

مناسب جگہ تلاش کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے نام کی برکت سے ٹھیک رہے گی۔ شام کو آپ خود یہاں سے ہٹ گئے اور مسلمانوں کو پڑاؤ اٹھانے کا حکم دیا۔

خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل وعیال کے قلعوں میں محفوظ ہو گئے آپ نے ان قلعوں پر حملے شروع کئے، یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔

① قلعۂ ناعم

سب سے پہلے قلعۂ ناعم فتح فرمایا، محمود بن مسلمہؓ اس قلعے کے دامن میں تھے کہ یہودیوں نے اوپر سے ان پر ایک چکی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

② قلعۂ قموص

قلعۂ ناعم کے بعد قلعۂ قموص فتح ہوا یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت ﷺ درد شقیقہ کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لا سکے اس لئے نشان دے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ ہو سکا واپس آ گئے دوسرے روز فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نشان دے کر روانہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری جدوجہد سے قتال کیا لیکن بغیر فتح کئے ہوئے واپس آئے۔

سات دن ناکام حملے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نطات والوں سے آنحضرت ﷺ سات دن تک برابر جنگ کرتے رہے۔ آپ روزانہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے نکلتے اور پڑاؤ میں حضرت عثمانؓ کو نگران بنا جاتے۔ شام ہو جاتی تو آپ اسی جگہ واپس آ جاتے اور زخمی مسلمانوں کو بھی وہیں لے آیا جاتا یہاں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

نبی کی زبانی پرچم دینے کا اعلان

اس کے بعد (اگلی صبح) آنحضرت ﷺ نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ سے فرمایا۔

”آج میں اپنا پرچم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو پیٹھ دکھانے والا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے بھائی کے قاتل پر قابو عطا فرمائے گا۔!“

پرچم کے لیے صحابہ کی آرزو

اس ارشاد کے بعد صحابہ میں ہر اس شخص کو جس کی آپ کے نزدیک کچھ بھی قدر تھی۔ یہی امید تھی کہ آنحضرت ﷺ کا پرچم اسے ملے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی دستہ کا امیر بننا محبوب نہیں ہوا (یعنی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد اس روز میری بھی یہ آرزو تھی کہ دستے کا امیر مجھے بنا کر پرچم عنایت فرما دیا جائے)

ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے تمام شب اسی تمنا اور اشتیاق میں گزری جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علیؓ کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں بلا کر آنکھوں کو لعاب دہن لگایا اور دعا پڑھی۔ فوراً اسی وقت آنکھیں اچھی ہوگئیں گویا کبھی کوئی شکایت پیش نہیں آئی تھی اور نشان مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ جہاد وقتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ان کو خبردار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم۔ اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علیؓ نشان لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (رواہ البخاری)

مرحب کا خروج

یہود کا مشہور و معروف بہادر پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کیلئے نکلا۔

قد علمت خیبراني مرحب شاك السلاح بطل مجرب

اہل خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش اور بہادر اور تجربہ کار ہوں

عامر بن اکوعؓ اس کے مقابلہ کے لیے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قَدْ علمت خیبراني عامر شاکي السلاح بطل مُغَامِر

عامرؓ نے اس کے پیر پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر خود ان ہی کے گھٹنہ پر آ لگی جس سے انہوں نے وفات پائی۔ سلمۃ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ عامرؓ کے اعمال حبط ہوگئے۔ اس لئے کہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے آپ نے فرمایا جس نے کہا غلط کہا۔ وہ بڑا مجاہد ہے اور انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ شہید ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اسد اللہ میدان میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ پرچم کو لہراتے ہوئے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور آخر انہوں نے اسے قلعہ کے نیچے نصب کردیا۔ قلعہ کے اوپر بیٹھے ہوئے ایک یہودی نے ان کو دیکھا تو پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا میں علی بن ابو طالب ہوں۔

یہودی نے کہا۔

”تم لوگوں نے بڑا سر اٹھایا ہے حالانکہ حق وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا گیا“

اس کے بعد قلعہ والے نکل کر ان کی طرف بڑھے ان میں سے آگے آگے حرث تھا جو مرحب کا بھائی تھا۔ (مرحب یہود کا سردار تھا) حرث اپنی بہادری کے لیے بہت مشہور تھا۔ مسلمان اس کو بڑھتا دیکھ کر راستہ چھوڑتے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہے۔ آخر حرث نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھوڑی دیر

دونوں میں تلوار کے وار ہوئے اور ذرا ہی دیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا حرث کے قتل ہوتے ہی یہودی تیزی سے پسپا ہو کر واپس قلعہ میں گھس گئے۔

مرحب سے مقابلہ

جب مرحب نے دیکھا کہ اس کا بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے تمام ہتھیار لگا کر قلعہ سے نکلا۔ اس نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں، دو تلواریں لگا رکھی تھیں اور دو عمامے پہن رکھے تھے اور ان دونوں عماموں کے اوپر خود پہن رکھا تھا خود میں سے دیکھنے کے لیے سامنے تھوڑا سا سوراخ بنا ہوا تھا۔ مرحب کے ہاتھ میں نیزہ تھا جس میں تین پھل لگے ہوئے تھے وہ یہ رجزیہ کلام پڑھتا ہوا سامنے آیا۔

قد علمت خیبرانی مرحب　　　شاکی السلاح بطل مجرب

ترجمہ: خیبر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں جو ایک ہتھیار بند، بہادر اور نہایت تجربہ کار سورما ہے۔

بعد ازاں حضرت علیؓ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

انا الذی سَمَّتنِی اُمِّی حیدرہ　　　کلیثِ غاباتٍ کریہ المنظرۃ

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے جنگل کے شیر کی طرح نہایت مہیب ہوں۔

علی رضی اللہ عنہ کا جان لیوا وار

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب پر تلوار کا وار کیا تو مرحب نے وار کو ڈھال پر روکا تلوار نے ڈھال کو بھی پھاڑ ڈالا اور خود کو بھی۔ اس خود کے نیچے جو پتھر تھا اسے بھی توڑا اور اس کے نیچے جو دو عمامے تھے ان سے گزر کے تلوار نے اس کی کھوپڑی چاک کر دی اور مرحب کی داڑھ کے دانتوں میں آ پھنسی۔

مرحب کے بھائی یاسر کی للکار!

پھر مرحب کے بعد اس کا بھائی سامنے آیا اس کا نام یاسر تھا۔ وہ یہ رجزیہ شعر پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر انی یاسر　　　شاکی السلاح بطل مغادر

ترجمہ: خیبر کا ذرہ ذرہ جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں جو ہتھیار پوش بہادر اور کشتوں کے پشتے لگانے والا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مقابلے میں

یہ یاسر بھی یہودیوں کے مشہور شہسواروں اور بہادر سورماؤں میں سے تھا۔ اس نے سامنے آتے ہی للکار دی اور کہا کون ہے جو میرے مقابلے میں آئے گا۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسلم صفوں سے نکلے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ان کو نکلتے دیکھ کر حضرت صفیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا

رسول اللہ ﷺ یہ یاسر میرے بیٹے کو قتل کردے گا۔ مگر آپ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ انشاء اللہ تمہارا بیٹا اس کو قتل کرے گا۔!“
چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کردیا۔

اسود راعی کا اسلام

غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ اَمِت اَمِت تھا۔ ایک روایت کے مطابق یا منصور اَمِت اَمِت تھا۔ مسلمانوں میں سے اس غزوہ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں اسوڈ راعی تھا جو ایک یہودی کے ملازم کی حیثیت سے اس کی بکریاں چرایا کرتا تھا یہ ایک حبشی غلام تھا جس کا نام اسلام تھا۔ کتاب امتاع کے مطابق اس کا نام یسار تھا۔
جب رسول اللہ ﷺ خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو یہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اسلام پیش کیجئے (یعنی اسلام کی خوبیاں اور احکام بیان فرمائیے) آپ ﷺ نے اس کو اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔
ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے آپ سے عرض کیا میں مسلمان ہوتا ہوں مجھے اس کے نتیجہ میں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا جنت۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔
جب اسوڈ راعی مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ سے کہنے لگا۔
”یارسول اللہ! میں ان بکریوں کے مالک کے پاس چرواہے کے طور پر ملازم ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ امانت ہیں اور ان میں مختلف لوگوں کی ہیں کسی کی ایک بکری اور کسی کی دو بکریاں ہیں اور کسی کی اس سے زیادہ ہیں۔!“
آپ نے فرمایا۔
”ان کو سامنے کی طرف ہنکا دو یہ خود ہی اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں گی......!“
چنانچہ اسود نے ایک پیالے میں کنکریاں بھر کر ان بکریوں کے منہ پر پھینک دیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ کیونکہ خدا کی قسم اب میں تو تمہارا ساتھ دینے والا نہیں ہوں۔ چنانچہ بکریاں اس طرح اکٹھی ہو کر واپس چلیں جیسے کوئی چرواہا انہیں ہنکا رہا ہے یہاں تک کہ وہ سیدھی قلعہ میں داخل ہو گئیں۔

اسود رضی اللہ عنہ کا جہاد اور شہادت

اس کے بعد اسوڈ راعی اس قلعہ کی طرف بڑھے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے لگے جنگ کے دوران ایک پتھر ان کے آ کر لگا۔ ایک روایت کے مطابق کسی ان دیکھے تیر انداز کا تیر آ کر ان کے لگا جس سے وہ اسی وقت شہید ہو گئے جب کہ ابھی تک انہوں نے اللہ کے حضور میں ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔

اسود کا بلند مقام

صحابہ کی ایک جماعت ان کی لاش لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آنحضرت ﷺ نے اسودؓ کی لاش دیکھ کر فوراً منہ پھیر لیا اور وہاں سے ہٹ گئے۔ صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ نے اس کی طرف سے منہ کیوں پھیر لیا۔ آپ نے فرمایا:

''اس وقت اس کے پاس اس کی دونوں بیویاں ہیں جو جنت کی حوریں ہیں اور وہ اس کے چہرے سے مٹی جھاڑ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک میں ملائے جس نے تمہارے چہرے کو گرد آلود کیا اور اللہ تعالیٰ قاتل کو قتل کرے......!''

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے اور اسے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ اسلام ایک سچائی اور حق کی حیثیت سے اس کے دل میں جاگزین تھا......!''

الغرض یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ رضی اللہ عنہا، حی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی اور کنانہ بن الربیع کی بیوی بھی تھیں۔

۳ قلعہ صعب بن معاذ

قلعہ قموص فتح ہو جانے کے بعد صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا۔

مسلمانوں کو کھانے کی تنگی

قلعہ کے اس محاصرہ کے دوران مسلمانوں کو کھانے پینے کی سخت تنگی ہو گئی اور وہ بھوک سے بے حال ہونے لگے چنانچہ بنی اسلم کے مسلمانوں نے اسماءؓ ابن حارثہ اور اس کی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بنی اسلم آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ بھوک سے بدحال ہو رہے ہیں اس پر لوگوں نے انہیں ملامت کی اور کہا کہ کیا تم عربوں کے درمیان ہوتے ہوئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔ اس پر اسماءؓ کے بھائی زیدؓ بن حارثہ نے کہا۔

''خدا کی قسم میں اس آرزو میں ہوں کہ یہ وفد جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہے خیر و برکت کی کنجی ثابت ہو!''

آنحضرت ﷺ کی دعا

اس کے بعد اسماءؓ، آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو بنی اسلم کا پیغام پہنچایا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے اللہ! تجھے ان کے حال کا پتہ ہے اور یہ کہ ان کے پاس کوئی قوت اور استطاعت نہیں ہے میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو میں ان کو دے سکوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! ان میں سے اکثر قلعوں کو اس حال میں فتح کرا کہ ان میں رزق اور گھی کی فراوانی ہو......!''

اس کے بعد آپ نے حضرت حبابؓ بن منذر کو پرچم عنایت فرمایا اور لوگوں کو جنگ کے لیے برانگیختہ کیا ناعم نامی قلعہ کے یہودیوں میں سے جو لوگ جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے وہ صعب نامی قلعہ میں پہنچ گئے جو نطات کے قلعوں میں سے ایک تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صعب نامی قلعہ اسی دن سورج غروب ہونے سے بھی پہلے فتح کرادیا۔ اس سے پہلے دو دن سے اس قلعہ کا محاصرہ چل رہا تھا (لیکن پھر حق تعالیٰ نے اس کو نہایت آسانی سے فتح کرادیا)

رسد کے زبردست ذخائر

خیبر کے قلعوں میں یہی وہ قلعہ تھا جس میں کھانے پینے کا سامان سب سے زیادہ تھا۔ یعنی صعب قلعہ میں گیہوں، کھجور، گھی، زیتون کا تیل، چربی، مویشی اور دوسرے ہر قسم کے مال ومتاع کی سب سے زیادہ فراوانی تھی۔

قلعہ صعب پر شخصی مقابلے

اس قلعہ صعب میں پانچ سو جانباز تھے اس کے فتح ہونے سے پہلے قلعہ میں سے ایک شخص نکل کر سامنے آیا اور اس نے اپنے مقابل کو للکارا۔ اس شخص کا نام یوشع تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے حضرت حبابؓ بن منذر گئے اور اسے قتل کر آئے۔

اس کے بعد ایک دوسرا یہودی نکلا اور اس نے بھی شخصی مقابلے کے لیے للکارا۔ اس کا نام دیال تھا اس کے مقابلے کے لیے حضرت عمارہؓ بن عقبہ غفاری نکلے انہوں نے ایک دم دیال کی کھوپڑی پر وار کرتے ہوئے کہا۔ لے اسے سنبھال۔ میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ (بظاہر یہ ایک سادہ سا جملہ ہے مگر صحابہ کرام نے سمجھا کہ حضرت عمارہ نے اپنی بڑائی اور تکبر کے لیے یہ بات کہی ہے۔ اگرچہ جنگ میں ایسے جملے جائز ہیں) اس پر صحابہ نے کہا کہ عمارہ نے اپنے جہاد کا ثواب ختم کر لیا۔ مگر جب آنحضرت ﷺ کو عمارہ کا یہ کلمہ اور لوگوں کا یہ تبصرہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو اس عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کا یہ کارنامہ قابل تعریف بھی ہے۔

یہود کا شدید حملہ

اس کے بعد یہودیوں نے ایک نہایت زبردست حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان پسپا ہوئے اور ادھر اُدھر منتشر ہوتے چلے گئے یہود آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت گھوڑے سے اتر کر زمین پر کھڑے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا جوابی حملہ اور فتح

اس وقت حضرت حبابؓ بن منذر انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہے اور یہودیوں کا مقابلہ کرتے رہے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے ابھارا جس پر مسلمان رکے اور انہوں نے پلٹ کر یہودیوں پر ایک بھرپور حملہ کیا اور حضرت حبابؓ بن منذر نے دشمن پر یلغار کی۔ یہودی اس حملے کی تاب نہ لاسکے اور تیزی سے پسپا

ہونے لگے یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی حویلیوں تک پہنچ گئے اور انہوں نے اندر گھس کر دروازے بند کر لئے۔ مسلمانوں نے قلعہ پر یلغار کی اور یہودیوں کو قتل اور گرفتار کرنے لگے (یہاں تک کہ قلعہ فتح ہوگیا) اس قلعہ میں بڑے پیمانہ پر گیہوں، کھجوریں، گھی، شہد، شکر یعنی کھانڈ، زیتون کا تیل اور چربی مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھ آئی۔

اسی روز آپ نے یہ دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے، پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ گوشت پکا رہے ہیں آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت ہے کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے آپ نے فرمایا وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو دھولیں اس کی اجازت ہے آپ نے فرمایا اچھا برتنوں کو دھو ڈالو۔

۴ حصن قلّہ

اس کے بعد یہود نے حصن قلہ میں جا کر پناہ لی یہ قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام حصن قلہ تھا۔ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں جو بعد میں قلعۂ زبیر کے نام سے مشہور ہوا۔ اس لئے کہ یہ قلعہ تقسیم غنائم کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔

تین روز تک آپ اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے حسن اتفاق سے ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم! آپ اگر مہینہ بھر ان کا محاصرہ کئے رہے تب بھی ان لوگوں کو پرواہ نہیں ان کے پاس زمین کے نیچے پانی کے چشمے ہیں رات کو نکلتے ہیں اور پانی لے کر قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں آپ اگر ان کا پانی قطع کر دیں تو کامیاب ہوسکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پانی بند کر دیا مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور سخت مقابلہ ہوا، دس یہودی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ فتح ہوگیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قلعۂ قلہ علاقہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا اس کی فتح کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم علاقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اور اس علاقہ میں سب سے اوّل قلعہ اُبَی کو فتح کیا جو شدید معرکہ کے بعد فتح ہوا اور مسلمان اس میں داخل ہوئے اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف پیش قدمی کی۔

۵ وطیح اور سلالم

حصن قلّہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ قلعات کی طرف بڑھے، جب تمام قلعوں پر قبضہ ہوگیا تو اخیر میں وطیح اور سلالم کی طرف بڑھے اور بعض روایت میں الکتیبہ کا بھی ذکر آیا ہے اس سے پیشتر تمام قلعے فتح ہو چکے تھے صرف یہی دو قلعے باقی تھے یہود کا تمام زور ان ہی پر تھا۔ یہود ہر طرف سے سمٹ کر انہی قلعوں میں آ کر محفوظ ہو گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست منظور کی۔ یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے بھیجا آپ نے اس شرط پر جان بخشی کہ خیبر کی سرزمین کو یکلخت خالی کر دیں یعنی سب جلا

وطن ہو جائیں اور سونا اور چاندی اور ہتھیار اور سامان حرب سب یہاں چھوڑ جائیں اور کسی شئی کو چھپا کر نہ لے جائیں اگر اس کے خلاف ہوا تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہیں۔

مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے پھر اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حیی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلا جس میں سب کا زر وزیور محفوظ رہتا تھا اس کو غائب کر دیا۔ آپ نے کنانہ بن الربیع کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلہ کہاں گیا کنانہ نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا زمانہ تو کچھ زیادہ گزرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا یہ ابن سعد کی روایت ہے ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ سعیہ سے دریافت فرمایا، بیہقی اور ابن سعد کی دوسری روایت میں ہے کہ کنانہ اور اس کے بھائی وغیرہ سے بھی دریافت کیا۔ سب نے یہی کہا کہ خرچ ہو گیا آپ نے فرمایا اگر وہ تھیلا برآمد ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور مال برآمد کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی اس جرم میں یہ لوگ قتل کئے گئے جن میں ایک صفیہ کا شوہر بھی تھا جن کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔

علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمدؓ بن مسلمہ کے بھائی محمودؓ بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کو محمدؓ بن مسلمہ کے حوالہ کیا کہ اپنے بھائی محمودؓ بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت صفیہؓ جنگی قیدیوں میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں جو جنگی قیدی ملے ان میں حضرت صفیہؓ بنت حیی ابن اخطب بھی تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں ان قیدیوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے انتخاب فرمالیا۔

اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دے چکے تھے کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان کو آزاد کر دیں اور وہ اپنے ان رشتہ داروں کے پاس چلی جائیں جو زندہ باقی رہ گئے ہیں اور یا مسلمان ہو جائیں تو اس صورت میں آپ ان کو اپنی ذات بابرکات کے لیے قبول فرمائیں گے۔

یہ سن کر حضرت صفیہؓ نے عرض کیا۔

''نہیں۔ میں اپنے لئے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کرتی ہوں!''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عروسی فرمائی تو آپ نے ان کی ایک آنکھ کے اوپر ایک سبزی مائل نشان دیکھا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ سبز نشان کیسا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

''ایک روز میں ابن ابوحقیق یعنی اپنے شوہر کی گود میں سر رکھے ہوئے لیٹی تھی۔ اس وقت میں دلہن تھی اور اسی

حالت میں سو رہی تھی میں نے خواب دیکھا کہ اچانک چاند میری گود میں آ گرا۔ میں نے بیدار ہو کر یہ خواب ابن ابو حقیق سے بیان کیا تو اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ تو عرب کے بادشاہ کی آرزو کر رہی ہے!"

شوہر اور باپ کی مار

(یعنی یہ اس طمانچہ کا نشان ہے) ایک روایت میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سامنے پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دلہن بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے سورج نیچے اترنا شروع ہوا یہاں تک کہ ان کے سینہ پر آ گرا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا تو اس نے کہا۔

"خدا کی قسم تو اسی بادشاہ یعنی آنحضرت ﷺ کی تمنا کر رہی ہے۔ جس نے ہمارے مقابلے میں آ کر ڈیرہ ڈالا ہے!"

یہ کہہ کر اس نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے ان کی آنکھ پر نیل پڑ گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا یہ خواب اپنے باپ حیی بن اخطب سے بیان کیا تھا جس پر اس نے اُن کے طمانچہ مارا تھا اور ان دونوں باتوں کے پیش آنے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ممکن ہے اُنہوں نے دونوں سے یہ خواب بیان کیا ہو اور دونوں نے ہی اُن کو مارا ہو۔

فتح فدک

جب اہل فدک کو اس کی اطلاع ہوئی کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم تمام مال و اسباب چھوڑ کر یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا اور محیصہ بن مسعود کے واسطہ سے گفتگو ہوئی چونکہ فدک بغیر کسی حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا اس پر نہ سوار لیجانے پڑے اور نہ پیادہ اس لئے فدک خالص رسول اللہ ﷺ کے قبضہ اور تصرف میں رہا اور خیبر کی طرح غانمین پر تقسیم نہیں ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ

اس غزوہ میں چودہ ۱۴ یا پندرہ ۱۵ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے ۹۳ کافر مارے گئے۔

مخابرہ

جب خیبر فتح ہو گیا اور اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کی ہو گئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہود (حسب معاہدہ) یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں لیکن یہود نے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمین پر ہم کو رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں گے آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحۃً فرمادیا۔

نقرکم علی ذلك ماشئنا

جب تک چاہیں گے اس وقت تک تم کو برقرار رکھیں گے۔ (بخاری شریف ص۳۱۰ ج۱)

اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام مخابرہ ہو گیا۔

جب بٹائی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لیے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو بھیجتے

(باب الخرص سنن ابی داؤد ص۴۸ ج۲)

عبداللہ بن رواحہ ؓ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ ایسے ہی عدل اور انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ یہ فرماتے۔

یامعشر الیهود انتم ابغض الخلق الیّ قتلتم انبیاء الله و کذبتم علی الله ولیس یحملنی بغضی ایا کم ان احیف علیکم

اے گروہ یہود! تمام مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تم ہو، تم ہی نے اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا۔ تم ہی نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہارا بغض مجھ کو کبھی اس پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

غنائم خیبر کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا، گائے بیل اور اونٹ اور کچھ سامان اور سب سے بڑی چیز خیبر کے زمینات اور باغات تھے زمینات کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی کے مطابق غانمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اب رہا یہ امر کہ خیبر کی زمینوں کو آپ نے کس طرح تقسیم فرمایا سو اس کی کیفیت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر لیا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کے لیے مخصوص کر لیا۔ اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے تقسیم نہیں کیا اس میں الکتیبہ اور الوطیحہ اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں۔

اور نصف حصہ آپ نے اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا اس میں الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں، یہ روایت سنن ابی داؤد میں سہل بن ابی حثمہ صحابی سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسلاً مروی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں کیا صرف شق اور نطاۃ اور ان کی ملحقہ زمینیں مجاہدین پر تقسیم کیں اور باقی تمام زمینیں مصالح مسلمین کیلئے محفوظ فرما دیں۔

اب رہا یہ امر کہ یہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سو ان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت میں ہے کہ کل چودہ سو آدمی جن میں دو سو گھڑ سوار تھے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہو گئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالکؒ امام شافعیؒ واحمدؒ اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہو گئے اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ ۱۸ سہام پورے ہو گئے۔

اور سنن ابی داوٗد میں مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے پس آپ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔

یہ روایت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔

یہ معلوم نہیں کہ ان حضرات کو اصل غنیمت میں سے حصہ دیا یا مال غنیمت کے خمس میں سے دیا یا اموال منقولہ میں سے قبل از تقسیم غنیمت بطور اعانت کچھ عطا فرمایا اور پھر یہ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنی رائے اور اختیار سے دیا یا غانمین اور مجاہدین کی اجازت سے دیا۔ واللہ اعلم

اور غزوۂ خیبر میں کچھ غلام اور کچھ عورتیں بھی مجاہدین کی خدمت اور اعانت کے لیے شریک ہوئیں تھی ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے حاصل شدہ سامان میں سے بطور اعانت کچھ عطا فرمایا۔ باقی زمینات میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصہ نہیں عطا کیا جیسا کہ ابوداوٗد اور ترمذی اور نسائی کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حاضری

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند رفقاء فتح خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے مگر آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔ (بخاری شریف غزوۂ خیبر)

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن زینب بنت حارث زوجۂ سلام بن مشکم نے ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا۔ بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انہوں نے کچھ کھا لیا تھا۔ آپ

نے فرمایا ہاتھ روک لو اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔

زینب کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کردے گا اور اگر آپ نبی کاذب ہیں تو لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے چونکہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا لیکن بعد میں جب بشرؓ بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو زینب ورثاء بشر کے حوالے کردی گئی اور انہوں نے اس کو بشرؓ کے قصاص میں قتل کیا۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی اور کہا کہ مجھ کو اب آپ کا صادق ہونا بالکل واضح ہوگیا۔ آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ زہری اور سلیمان نے ابتداءً نہ قتل کرنے کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ وہ اسلام لے آئی تھی۔

ردمنائح الانصار

یعنی مہاجرین کی طرف سے انصار کے باغات کی واپسی

ابتداء ہجرت میں جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین کی اعانت اور امداد کے لیے انصار نے ان کو کچھ زمینیں اور باغات دیئے کہ ان میں کام کریں اور خود بھی متمتع ہوں اور کچھ ہم کو نفع پہنچائیں۔

خیبر کی فتح کے بعد مہاجرین کرام اعانت اور امداد سے مستغنی ہوگئے تو مہاجرین نے انصار کی زمینیں اور درخت واپس کردیئے۔

مسائل واحکام

اس غزوہ میں حلال وحرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو اہم مسائل اس غزوہ کے پیش آمدہ واقعات سے فقہاء کرام نے مستنبط کئے وہ بالاجمال یہ ہیں۔

① شہر حرام میں قتال

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غزوۂ خیبر کے لیے حضور پرنور ﷺ نے ماہ محرم الحرام میں خروج فرمایا تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتل وقتال ممنوع نہیں اور جن آیات اور احادیث سے شہر حرام میں قتل وقتال کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہے تفصیل اگر درکار ہو تو يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ اور سورۂ توبہ کی یہ آیت مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

۲ تقسیم اراضی

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پُر نور ﷺ نے خیبر کی کل زمین کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکتیبہ اور الوطیح اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لیے محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور صاحبینؒ اور سفیان ثوریؒ کا مسلک یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کا بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً فتح ہوا اور نصف حصہ صلحاً فتح ہوا پس جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو حضور پُر نور ﷺ نے مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور جو نصف صلحاً فتح ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پُر نور ﷺ نے معاملہ کرتے ہوئے صراحۃً ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بنا پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام زمینیں اُن سے واپس لے لیں اور اُن کو ملک سے نکال باہر کیا معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہراً فتح ہوا ہے اور جن اکابر جیسے امام مالکؒ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً اور نصف صلحاً فتح ہوا اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابتداء میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب مایفعل الامام بالارض المفتوحۃ کی مراجعت کریں۔

نیز تیسیر القاری وشرح شیخ الاسلام کی بھی مراجعت کریں۔

۳ ممنوعات خیبر

خیبر میں نبی اکرم ﷺ نے چند چیزوں سے منع فرمایا۔ ❶ اہلی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ❷ مال غنیمت

جب تک تقسیم نہ ہو جائے اُس کے بیچنے سے منع فرمایا ❸ اور لہسن (یعنی کچے لہسن) کے استعمال سے منع فرمایا۔ ❹ اور لحوم خیل کی اجازت دی (جس میں فقہاء کا اختلاف ہے) ان تمام امور کی تفصیل زرقانی از۔ص ۲۳۳ ج ۲ تاص ۲۳۹ ج ۲ میں دیکھیں۔

❹ تحریم متعہ

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

یعنی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں سوائے بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت شیعوں کے نزدیک بھی نہ باندی ہے اور نہ بیوی ہے اس لئے کہ متعہ کی عورت کے لیے نہ شہادت ہے نہ اعلان ہے نہ نان ونفقہ ہے نہ سکنی ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ لعان ہے اور نہ ظہار ہے اور نہ ایلا ہے اور نہ عدت ہے نہ میراث ہے ❷ نیز حق جل شانہ نے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں نکاح کی حد مقرر فرمادی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں اور متعہ میں نہ حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص ہے۔ ❸ نیز اس رسم قبیح کے جاری ہونے کی صورت میں نکاح کی بھی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اکثر نکاح کرنے والے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کے لیے نکاح کرتے ہیں اور یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہو سکے گی تو پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت رہے گی۔ (سیرت حلبیہ وسیرت المصطفیٰ ﷺ)

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۱۸ تا ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے

مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ

جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔ اور

مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾

بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

خلاصہ

بیعتِ رضوان، بیعت علی الجہاد، بیعت علی الموت

بیعت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان۔ بیعت کرنے والوں کے دل میں جو ایمان، اخلاص، جذبۂ جہاد اور ایثار تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے پسند فرمایا۔ اور اُن کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا۔ اور اُن پر فتوحات اور غنیمتوں کا دروازہ کھول دیا اور انہیں فوری طور پر ''خیبر'' کی فتح اور وہاں کی غنیمتیں عطاء فرمائیں۔

یادگار لمحات کی منظر کشی

★ اُن یادگار لمحات کی منظر کشی جب راہِ حق کے مسافروں نے اپنی منزل کو پالیا۔ ایک مؤمن کی آخری اور سب سے اونچی منزل ''اللہ تعالیٰ کی رضا'' ہے وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور اعلان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا۔ بیعت علی الجہاد کا عمل کتنا عظیم اور مبارک عمل ہے اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کر دینے کا پختہ عزم ایمان کا کتنا اونچا درجہ ہے کہ اللہ پاک نے دنیا ہی میں اپنی رضا کا اعلان فرما دیا۔

★ ایک مسلمان کے خون کی قدر و منزلت، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنتے ہی البیعة البیعة کا اعلان ہوا کہ اے مسلمانو! جلدی آؤ بیعت کرو، روح القدس اتر چکے ہیں۔ صحابہ کرام تیزی سے لپکے۔ بیعت شروع ہو گئی ہم بیعت کرتے ہیں کہ مرتے دم تک لڑتے رہیں گے۔ ہم بیعت کرتے ہیں کہ میدان جہاد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ چودہ پندرہ سو افراد نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مرنے کا ارادہ کیا تو زمین و آسمان میں ہلچل مچ گئی۔ اور مشرکین مکہ اپنے گھر میں مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔ اور وہ سمجھ گئے کہ تمام مسلمان ایک جسم ہیں ایک جان ہیں۔ اور انہیں زندہ رہنے کا شوق نہیں۔ تب وہ صلح کا پیغام لے کر پہنچ گئے۔ بے شک

مسلمان جب جان دینے پر آ جائے تو وہ بہت طاقتور ہو جاتا ہے اور بہت قیمتی بن جاتا ہے۔

عن ایاس بن مسلمة عن ابیه قال: بینما نحن قائمون اذ نادیٰ منادی رسول اللہ ﷺ ایها الناس البیعة البیعة نزل روح القدس۔ (تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کی شان

آیتِ مبارکہ میں سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی بلند شان اور فضیلت کا بیان ہے۔

”بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ (ﷺ) سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

اہل ایمان میں سے آپ ﷺ کے ساتھ جس نے محبت کی آپ ﷺ کا جس نے ساتھ دیا، آپ ﷺ کی جس نے اطاعت کی وہ کامیاب ہوا۔

یُبَایِعُوْنَكَ جنہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ پس اس میں آپ ﷺ کی بلند مرتبہ شان کا بیان ہوا کہ آپ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرات صحابہ کرام کی فضیلت

پھر آیت مبارکہ میں حضرات صحابہ کرام کی فضیلت کا بیان ہوا۔ اللہ پاک نے ان کو ”ایمان والا“ قرار دیا اُن سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا اُن کے قلبی جذبات کی تعریف فرمائی اُن پر سکینہ نازل فرمایا اور اور اُن کے لیے اپنے انعامات کا اعلان فرمایا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت علی الجہاد کی فضیلت

پھر آیت مبارکہ میں بیعت علی الجہاد کی فضیلت کا بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے اُس وقت راضی ہوا جب انہوں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر مرتے دم تک جہاد کرنے کی بیعت کی۔ پس بیعت علی الجہاد ایسا عظیم عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کے ذریعہ ایمان والوں کے ایمان کو بلندی اور خصوصی قبولیت نصیب ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اللہ تعالیٰ کی رضا عظیم ترین نعمت ہے

اللہ تعالیٰ کی رضاء کتنی عظیم الشان نعمت ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث شریف سے لگائیے۔

”بخاری اور مسلم کی روایت ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ارشاد فرمائیں گے اے اہل جنت! تو اہل جنت عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہیں اور ساری بھلائی آپ ہی کے قبضے میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ اہل جنت عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم کیوں راضی نہ ہوں گے جبکہ آپ نے ہمیں یہاں وہ نعمتیں

نصیب فرمائی ہیں جو آپ نے اپنی کسی مخلوق کو عطاء نہیں فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سب سے اعلیٰ اور افضل ایک چیز اور دوں! اہل جنت عرض کریں گے اے ہمارے رب وہ کیا ہے جو اس جنت اور اسکی نعمتوں سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اپنی رضاء عطا فرماتا ہوں اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔ (بخاری، مسلم)

اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا۔ جنت اور اسکی تمام نعمتوں سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے ورضوان من اللہ اکبر

اب اس حدیث شریف کو سامنے رکھ کر یہ آیت مبارکہ تلاوت کریں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

یقیناً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر مکمل قربانی کے لیے پیش کر دینا بہت بڑی سعادت ہے کاش مسلمان ''بیعت علی الجہاد'' کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کو اپنائیں تو ان کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

زخمی دلوں کا سکون

اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ اُسی کی رضاء کے لیے حضرات صحابہ کرام کی تمام محنتیں تھیں اور تمام قربانیاں۔ انہوں نے ماریں کھائیں، وطن سے نکالے گئے دنیا کی ہر گالی اور ہر ظلم نے ان کو ستایا، بھوک، پیاس، زخم اور حالات کے تھپیڑے۔ ہر دن نئی آزمائش اور ہر رات نیا خوف۔ یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا، دنیا کے مال و دولت کی خاطر؟ یہاں کے آرام عیش اور عزت کی خاطر؟ نہیں ہرگز نہیں یہ سب کچھ تو وہ چھوڑ کر آئے تھے۔ بے شک اُن کے جسموں اور دلوں پر جوان گنت زخم تھے اُن کا بدلہ دنیا کی کوئی چیز بن ہی نہیں سکتی تھی۔ اُن کے دلوں کا سکون بس یہی چیز تھی جس کا اعلان اس آیت مبارکہ میں ہوا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ زخمی دلوں کے سکون کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مرہم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ یہی تو انکی آخری تمنا تھی۔ یہی تو انکی سب سے بڑی چاہت تھی اور یہی وہ چیز تھی جس کی خاطر اُن کا مرنا اور جینا تھا۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ یہ اعلان انہیں کس موقع پر سنایا گیا؟ ''بیعت علی الجہاد'' کے موقع پر وہ گھر سے عمرہ کرنے نکلے تھے مگر اب اُن کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جان دینی ہے۔ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ اور مرتے دم تک لڑنے پر بیعت کرنی ہے۔ اسوقت وہ ذرہ برابر نہیں ہچکچائے وہ بیعت کے لیے کیکر کے درخت کی طرف دوڑ پڑے جہاں حضرت محمد ﷺ بیعت لے رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اپنی قیمتی زندگیاں بیچ دیں۔ واپسی کا اور گھروں کا خیال دل سے نکال دیا۔ انہوں نے جان دے کر اپنے مالک کی رضا خریدنے کا اعلان کر دیا۔ زندہ رہنے کا خیال دل سے نکلا اور جان دینے کا عزم پختہ ہوا تو آسمان سے پیغام آ گیا

''بے شک اللہ تعالیٰ بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا''

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت علی الجہاد کی عجیب فضیلت

پچھلی آیت میں ارشاد فرمایا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

اب اس آیت میں حضرات صحابہ کرام (اہل حدیبیہ) کے لیے تینوں چیزیں ثابت ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور جنت

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ اللہ پاک کے راضی ہونے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کیا، اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ کہ جب وہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کی۔

پس اُن کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس کا ثبوت بھی لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ سے ہوا کیونکہ اللہ پاک کا راضی ہونا جنت میں داخلے کی پکی ضمانت ہے۔ (خلاصہ تفسیر کبیر)

یعنی جہاد کی بیعت ذریعہ بن گئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا اور جنت کے ملنے کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی خاطر جان دینے کا پکا عزم وہی شخص کر سکتا ہے جس کا ایمان کامل ہو اور جسے آخرت کی فکر ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر مکمل یقین رکھتا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

وفی هذه الآية بين ان طاعة الله والرسول وجدت من أهل بيعة الرضوان۔ (تفسیر کبیر)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:-

والمعنیٰ الموجب للرضا فيها هو المبايعة۔

کہ اس آیت مبارکہ میں بیعت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب اور ذریعہ بتایا گیا ہے۔

درخت کے نیچے

قرآن پاک کے ہر لفظ میں حکمتوں کے خزانے ہیں کیونکہ یہ "ربّ حکیم" کا حکمت والا کلام ہے۔ ارشاد فرمایا کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ الآیۃ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

"درخت کے نیچے" ایک تو اس تذکرے میں عجیب مٹھاس ہے کہ وہ منظر اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اُس کی کیفیت تک اپنی مبارک کتاب میں بیان فرمادی۔ محبت کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ اسی طرح ہوتا ہے کہ جگہ اور مقام بھی بتایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کی مزید تاکید کے لیے فرمایا کہ یہ وہ بیعت ہے جو درخت کے نیچے ہوئی تھی اور

آپ ﷺ نے کسی خوف کی وجہ سے یہ بیعت نہیں لی بلکہ کھلم کھلا ایک درخت کے نیچے جذبۂ جہاد کے ساتھ یہ بیعت لی۔

تحت الشجرة اشارة الی مزید وقع تلك المبایعة وانها لم تکن عن خوف منه علیه الصلوٰۃ والسلام۔ (روح المعانی)

اس درخت کے بارے میں کئی روایات ہیں:۔

مشہور یہ ہے کہ لوگوں نے اُسکی زیارت شروع کردی تھی اور وہاں آ کر نماز پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسکو کٹوادیا تا کہ فتنہ نہ ہو کیونکہ ابھی جاہلیت کا زمانہ قریب ہی تھا جس میں لوگ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے۔

والمشهور ان الناس کا نوا یا تونها فیصلون عند ها فبلغ ذلك عمر رضی الله عنه فامر بقطعها خشیة الفتنة بها لقرب الجاهلیة وعبادة غیر الله تعالیٰ فیهم۔ (روح المعانی)

لیکن بخاری اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں حضرات صحابہ کرام ﷺ اس جگہ کو بھول گئے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں حکمت تھی۔ حضرت سعید بن میبؒ فرماتے ہیں میرے والد بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی وہ فرماتے تھے کہ اگلے سال ہم اس جگہ گئے تو اس درخت کو نہ ڈھونڈ سکے۔ (تفسیر بغوی)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار وہاں سے گذرے تو پوچھا وہ درخت کہاں تھا؟ لوگ مختلف جگہیں بتانے لگے تو آپ نے فرمایا آگے بڑھو وہ درخت جا چکا۔

فلما کثر اختلافهم قال سیروا قد ذهبت الشجرة۔ (تفسیر مظہری)

اس درخت کی جگہ تو بھلا دی گئی کیونکہ اس میں ''فتنے'' کا خطرہ تھا مگر اُس درخت کا تذکرہ اور جو کام اس درخت کے نیچے ہوا تھا وہ سب قرآن پاک میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہے۔ یہ وہ منظر تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کا اعلان نازل ہوا اور مسلمانوں کے لیے فتوحات اور غلبے کا وعدہ کیا گیا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس منظر کو بار بار زندہ کریں اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کے غلبے کو تلاش کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت رضوان کا آغاز

جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو آپ ﷺ نے ''خراش بن امیۃ الخزاعی'' کو بلایا اور انہیں اپنے اونٹ پر (جس کا نام ثعلب تھا) سوار کر کے مکہ مکرمہ کے سرداروں کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں آپ ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد بتا سکیں۔ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور خراش بن امیۃ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے مگر حبشیوں نے انہیں بچالیا اور واپس بھجوا دیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا مگر پھر انہیں کے مشورے

سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مشرکین مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تو ہم مشرکین سے ضرور لڑیں گے۔ اسوقت آپ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی۔

اے مسلمانو! روح القدس نازل ہو چکے ہیں بیعت کا حکم آ گیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر بڑھو اور بیعت کرو تو لوگ بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے:

الاان روح القدس قد نزل علی رسول اللہ ﷺ فامرہ بالبیعۃ فاخرجوا علی اسم اللہ تعالٰی فبا یعوہ فثار المسلمون الی رسول اللہ ﷺ وبایعوہ۔ (خلاصہ از بغوی، روح المعانی)

مبارک مجموعہ

حضور اقدس ﷺ نے اہل حدیبیہ کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں اور اس بیعت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام نے بھی مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ان فضائل اور واقعات اور بیعت علی الجہاد کی فضیلت پر ملاحظہ فرمائیے چالیس روایات کا ایک دلچسپ،مفید اور مبارک مجموعہ ان میں سے اکیس روایات کا تعلق بیعت رضوان سے جبکہ باقی کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ بیعت علی الجہاد سے ہے۔

۱

عن جابر بن عبداللہ قال قال لنا رسول اللہ ﷺ یوم الحدیبیة انتم خیر اهل الارض وکنا الفاً واربع مائة ولو کنتُ ابصر الیوم لاریتکم مکان الشجرة۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر ہم سے فرمایا تھا کہ تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو اور ہم چودہ سو افراد تھے اگر آج میری آنکھوں میں بینائی ہوتی تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے:

۲

عن جابر رضی اللہ عنه۔ قال رسول اللہ ﷺ

لا یدخل النار أحد ممن بایع تحت الشجرة

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر)

۳

عن أم مبشر رضی اللہ عنها انها سمعت رسول اللہ ﷺ یقول عند حفصة لا یدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرة الذین بایعوا تحتها احد: قالت بلی یا رسول اللہ ﷺ فانتهرها فقالت حفصة وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فقال النبی ﷺ قد قال اللہ تعالی ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا

رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا ”ان شاء اللہ“ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (جہنم میں سے تو ہر کسی کو گذرنا ہوگا) آپ ﷺ نے ان کو جھڑک دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت

پڑھی (ترجمہ) اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس جہنم پر سے گذر نہ ہو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) پھر ہم انہیں بچالیں گے جو متقی ہیں اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔ (مسلم، تفسیر ابن کثیر)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سورۂ مریم کی آیت ۷۱ پڑھ کر اپنا سوال عرض کیا تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی آیت پڑھ کر جواب ارشاد فرمادیا۔

۴

عن یزید بن ابی عبید قلت لسلمة بن الاکوع علی ای شیئ بایعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیة؟ قال علی الموت۔

یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرات نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ''موت پر'' (بخاری)

۵

عن جابر رضی اللہ عنه قال: ان عبداً لحاطب بن ابی بلتعة جاء یشکو حاطباً فقال: یا رسول اللہ لید خلن الحاطب النار فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبت لاید خلها فانه قد شهد بدرا والحدیبیة۔ (مسلم، ابن کثیر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام انکی شکایت لیکر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم غلط کہتے ہو حاطب جہنم میں نہیں جائیں گے کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔

۶

عن الشعبی قال: لما دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی البیعة کان اول من انتهی الیه ابو سنان الأسدی فقال ابسط یدك ابایعك فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علام تبایعنی؟ فقال ابو سنان رضی اللہ عنه علی مافی نفسك۔

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو سب سے پہلے جو صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے وہ حضرت ابوسنان الاسدی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کس چیز پر مجھ سے بیعت کرو گے حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو کچھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہے اُس پر بیعت کرتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ”وھب بن محصن“ ہے آپ حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی ہیں۔
(ابن کثیر، روح المعانی)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت فرمایا یارسول اللہ میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی تلوار لیکر لڑتا رہوں گا۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ غلبہ دے دے یا میں قتل کر دیا جاؤں۔ (طبرانی، مظہری)

۷

عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال: لقد رأيتني يوم الشجرة والنبي ﷺ يبايع الناس وانا رافع غصناً من اغصانها عن رأسه ونحن اربع عشرة مائة قال ولم نبا يعه على الموت ولكن بايعناه على ألّا نفرّ۔ (مسلم)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن نبی کریم ﷺ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے اور میں درخت کی ایک شاخ آپ ﷺ کے سر مبارک کی طرف سے اٹھائے ہوئے تھا اور ہم چودہ سو افراد تھے اور ہم نے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ اس پر بیعت کی کہ ہم میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔

۸

عن البراء رضي الله عنه قال تعدّون انتم الفتح فتح مكة وقد كان فتح مكة فتحا ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية۔ (بخاری)

حضرات براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو فتح مکہ بے شک فتح تھی لیکن ہم حدیبیہ کے موقع پر ”بیعت رضوان“ کو حقیقی فتح سمجھتے تھے۔

۹

عن قتادة: فقال لي سعيد حدثني جابر كانوا خمس عشرة مائة الذين با يعوا النبي ﷺ يوم الحديبية۔

حضرت سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حدیبیہ کے موقع پر پندرہ سو افراد نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ (بخاری)

غزوہ حدیبیہ میں حضرات صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں کئی روایات ہیں چودہ سو، پندرہ سو، پندرہ سو پچیس، سولہ سو، تیرہ سو اور ایک قول سات سو کا بھی ہے جسکو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اکثر محدثین کے نزدیک چودہ سو کا قول زیادہ مضبوط ہے۔

وكانت عدة المومنين الفا واربعمائة على الاصح عند اكثر المحدثين۔ (روح المعانی)

تعداد میں یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ لشکر میں بعض اوقات غلام، خادم اور چھوٹی عمر کے افراد بھی ہوتے ہیں، بعض

نے تمام کو شمار کیا اور بعض نے صرف مجاہدین کو۔

وجمع بین الروایات بانہا بناءً علی عدالجمیع اوترک الا صاغر والا تباع والا وساط اونحوذلک۔ (روح المعانی)

⑮

عن ابی الزبیر سمع جابراً یقول لم نبا یع رسول اللہ ﷺ علی الموت انما با یعناہ علی ان لانفر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی کہ ہم میدانِ جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔ (نسائی)

بعض روایات میں موت پر بیعت کا تذکرہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی روایات زیادہ صحیح ہیں، بعض روایات میں میدان جہاد سے نہ بھاگنے پر بیعت کا تذکرہ ہے اور بعض روایات میں ڈٹ کر لڑنے کی بیعت کا ذکر ہے، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے ایک جماعت نے موت پر بیعت کی اور ایک جماعت نے میدان جہاد سے نہ بھاگنے پر تو اس طرح سے دونوں طرح کی روایات درست ہیں۔

قال ابو عیسیٰ: معنی الحدیثین صحیح بایعہ جماعۃ علی الموت ای لانزال نقاتل بین یدیک مالم نقتل وبایعہ آخرون و قالوا:لانفر۔ (تفسیر بغوی)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ روایات میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں بیعت علی الموت بیعت علی الصبر، بیعت علی ان لانفر۔

یہ تینوں دراصل بیعت علی الجہاد تھیں یعنی جہاد کے لیے بیعت ہوئی تھی اور تینوں عنوانات سے ہوئی تھی، جس راوی نے جو محفوظ کیا اسے نقل کر دیا۔ (فتح الباری) ملاحظہ فرمایئے بخاری شریف کی یہ روایت:

عن سلمۃ قال با یعت النبی ﷺ یوم الحدیبیۃ ثم تنحیت فقال رسول اللہ ﷺ یا سلمۃ الا تبایع قلت قد بایعت قال ﷺ اقبل فبایع فد نوت فبایعتہ قلت علام بایعتہ یاسلمۃ؟ قال علی الموت۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ سے بیعت کی پھر تھوڑا ہٹ کر بیٹھ گیا آپ ﷺ نے (تھوڑی دیر بعد) فرمایا اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بیعت کر چکا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آگے بڑھو اور بیعت کرو میں قریب ہوا اور میں نے دوبارہ بیعت کی یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں میں نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے پوچھا آپ نے کس چیز پر بیعت کی تو حضرت

سلمہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا موت پر۔ (بخاری، ابن کثیر)

روایات میں آیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع کو اس دن تین مرتبہ بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، آپ نے ابتدائی لوگوں میں بھی بیعت کی، پھر درمیان والوں کے ساتھ بھی اور پھر آخری لوگوں کے ساتھ بھی۔ دوسری اور تیسری بیعت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص طور پر دعوت دی جوان کے لیے عظیم اعزاز ہے اور بیعت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ڈھال بھی عطا فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر)

سیرت حلبیہ میں ہے:

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو مزید دو بار بیعت کے لیے بلانا انکی فضیلت بڑھانے کے لیے تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری، اسلام سے لگاؤ اور ثابت قدمی سے واقف تھے اس لئے آپ انکی بیعت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

۱۱

عن عروۃ بن الزبیر...... وارتھن کل من الفریقین من عندہ من الرسل ونادیٰ منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان روح القدس قد نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بالبیعۃ فاخرجوا علی اسم اللہ تعالیٰ فبایعوا فسار المسلمون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو تحت الشجرۃ فبایعوہ علی ان لا یفروا ابدا فارعب ذلک المشرکین وارسلو من کان عندھم من المسلمین ودعوا الی الموادعۃ والصلح۔ (تفسیر ابن کثیر، کنز العمال)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے: دونوں فریقوں (یعنی مسلمانوں اور مشرکوں) نے ایکدوسرے کے افراد کو روک لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کر دیا کہ اے لوگو! روح القدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکے ہیں اور بیعت کا حکم آچکا ہے پس اللہ تعالیٰ کے نام پر نکلو اور بیعت کرو، مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے تھے مسلمانوں نے آپ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم میدان جہاد سے کبھی نہیں بھاگیں گے (اس بیعت نے) مشرکین پر رعب طاری کر دیا انہوں نے محبوس مسلمانوں کو چھوڑ دیا اور صلح کی پیشکش کرنے لگے۔

۱۲

قال ابن اسحاق: فحدثنی عبد اللہ بن ابی بکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حین بلغہ ان عثمان قد قتل لا نبرح حتی نناجز القوم ودعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی البیعۃ فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ فکان الناس یقولون بایعھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الموت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت عثمانؓ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اب ہم اسوقت تک

یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک مشرکین سے جنگ نہیں کرلیں گے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا یہ "بیعت رضوان" تھی جو درخت کے نیچے ہوئی اور لوگ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے موت پر بیعت لی۔ (ابن کثیر، سیرت ابن ہشام)

۱۳

فقال رسول الله ﷺ اللّٰهم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله فضرب احدٰی یدیه علی الاخرٰی فکانت ید رسول الله ﷺ لعثمان خیرا من ایدیهم لانفسهم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود یہ بیعت فرمائی) پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے افضل تھا۔ (بیہقی، ابن کثیر)

۱۴

عن ابن عمر رضی الله عنهما ان الناس کانوا مع النبی ﷺ یوم الحدیبیة تفرقوا فی ظلالِ الشجر فاذا الناس محدقون بالنبی ﷺ فقال یا عبدالله انظر ماشان الناس قد أحدقوا برسول الله ﷺ فوجدهم یبایعون فبایع ثم رجع الی عمر فخرج فبایع۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

حدیبیہ کے دن لوگ درختوں کے سائے میں منتشر ہو گئے تھے کہ اچانک بہت سے صحابہ کرام آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے سے) فرمایا عبداللہ دیکھو تو سہی لوگ کیوں حضور پاک ﷺ کے گرد جمع ہو گئے ہیں انہوں نے جا کر دیکھا کہ صحابہ کرام بیعت کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے خود بیعت کر لی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹے (اور انہیں اطلاع دی) تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور جا کر بیعت کی۔ (بخاری)

دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ کے آثار کا اندازہ ہو گیا تھا وہ بیعت سے پہلے ہی جنگ کی تیاری میں لگے ہوئے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا جو ایک انصاری کے پاس تھا ادھر اچانک بیعت شروع ہو گئی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے موقع پا کر سبقت کی اور پہلے بیعت کر لی اور پھر آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو وہ بھی فوراً بیعت کرنے پہنچ گئے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ حضرت ابن عمر اپنے والد سے پہلے اسلام لائے حالانکہ ایسا نہیں ہے البتہ حدیبیہ کے دن انہوں نے اپنے والد سے پہلے بیعت کی۔ (بخاری)

۱۵

عن جابر رضی الله عنه قال کنا یوم الحدیبیة الفا و اربع مائة فبایعناه وعمر اخذ

بیده تحت الشجرة وھی سمرة۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو افراد تھے ہم نے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیعت کے دوران رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے درخت کے نیچے اور یہ کیکر کا درخت تھا۔ (بیہقی، ابن کثیر)

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا نہ چلا تھا مگر جب آپ کو اطلاع مل گئی تو بیعت کے لیے حاضر ہوئے اور پھر آپ ﷺ کی خدمت و معاونت بھی فرماتے رہے۔

۱۶

اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابراً یسئل ھل بایع النبی ﷺ بذی الحلیفة فقال لا ولکن صلی بھا ولم یبایع عند شجرة الا شجرة التی بالحدیبیة۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ پر بیعت لی؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں وہاں آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے حدیبیہ کے درخت کے علاوہ کسی درخت کے پاس بیعت نہیں لی۔ (مسلم)

۱۷

عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ یدخل من بایع تحت الشجرة کلھم الجنة الاصاحب الجمل الأحمر۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا درخت کے نیچے بیعت کرنے والے تمام افراد جنت میں داخل ہوں گے سوائے سرخ اونٹ والے کے۔ (ابن کثیر عن ابن ابی حاتم)

اس شخص کا نام "جد بن قیس" تھا وہ بیعت کے وقت چھپ گیا تھا۔

۱۸

اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابرا یسئل کم کانوا یوم الحدیبیة قال کنا اربع عشرة مائة فبایعناہ وعمراخذ بیدہ تحت الشجرة وھی سمرة فبایعناہ غیرجد بن قیس الانصاری اختبی تحت بطن بعیرہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے کیکر کے درخت کے نیچے، ہم سب نے بیعت کی سوائے "جد بن قیس" کے وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا تھا۔ (مسلم)

۱۹

عن سعید بن المسیبؒ قال کان ابی ممن بایع رسول اللہ ﷺ عند الشجرة قال فانطلقنا فی قابل حاجین فخفی علینا مکانھا۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں میرے والدان حضرات میں شامل تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی وہ فرماتے تھے کہ اگلے سال ہم حج کرنے کے لیے گئے تو درخت کی جگہ ہمیں نہ مل سکی۔ (صحیح مسلم)

۲۰

عن سعید بن المسیبؒ عن ابیه انهم کانوا عند رسول اللهﷺ عام الشجرة قال فنسو ها من العام المقبل۔

حضرت سعید بن مسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ درخت والے سال آپﷺ کے ساتھ تھے یعنی بیعت میں شریک تھے مگر اگلے سال وہ اس درخت کی جگہ کو بھول گئے۔ (صحیح مسلم)

۲۱

عن سلمة بن الاکوعؓ قال: ثم ان رسول اللهﷺ دعا الی البیعة فی اصل الشجرة فبایعته اول الناس ثم بایع وبایع حتی اذا کا ن فی وسط الناس قالﷺ بایعنی یا سلمة قال: فقلت یا رسول اللهﷺ قد بایعتك فی اول الناس قالﷺ وایضا قال ورآنی رسول الله ﷺ عزلاً فاعطانی حجفةً او درقةً۔ (البیہقی، ابن کثیر، جمع الفوائد)

اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ رسول اللہﷺ نے جب مجھے (یعنی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو) بغیر ڈھال کے دیکھا تو ایک ڈھال مجھے عنایت فرمائی۔

۲۲

عن حمید قال سمعت انس بن مالك رضی الله عنه یقول کانت الانصار یوم الخندق تقول نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما حیینا ابدا فاجابهم النبیﷺ فقال اللّٰهم لاعیش الا عیش الآخرة فا کرم الانصار والمهاجرة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر انصار کہتے تھے:

ہم نے مرتے دم تک حضرت محمدﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے تو حضور اقدسﷺ ان کے جواب میں فرماتے یا اللہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔ (بخاری)

۲۳

عن مجاشع رضی اللّٰه عنه قال اتیت النبیﷺ بابن أخی فقلت بایعنا علی الهجرة فقال مضتِ الهجرة لا هلها قلت علام تبا یعنا؟ قال علی الاسلام والجهاد۔

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریمﷺ کی خدمت میں اپنے بھتیجے کو لیکر حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیجئے آپﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت تو ہجرت والوں کے ساتھ گذر گئی میں نے عرض کیا پھر آپﷺ ہمیں کس چیز پر بیعت فرمائیں گے ارشاد فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ (بخاری)

۲۴

عن عبادة بن الولید عن ابیه عن جدّہ قال بایعنا رسول اللہ ﷺ بیعة الحرب۔

’’ہم نے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی یعنی جہاد پر بیعت کی‘‘ (فتح الباری)

۲۵

عن امیة بن یعلی ان اباہ اخبرہ ان یعلی قال: کلمت رسول اللہ ﷺ وابی امیة یوم الفتح فقلت یا رسول اللہ ﷺ! بایع ابی علی الھجرة فقال رسول اللہ ﷺ بل ابایعه علی الجھاد فقد انقطعت الھجرة۔ (السنن الکبری للبیہقی)

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میں ان کو جہاد پر بیعت کرتا ہوں ہجرت تو ختم ہو چکی ہے۔

۲۶

حدثنا ابوالمثنی العبدی قال سمعت ابن الخصاصیة رضی اللہ عنه یقول اتیت رسول اللہ ﷺ لأبایعه علی الاسلام فاشترط علی ان تشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسوله وتصلی الخمس وتصوم رمضان وتودی الزکاة وتحج البیت وتجاهد فی سبیل اللہ قال قلت یا رسول اللہ ﷺ اما اثنان فلا اطیقهما اما الزکوٰۃ فما لی الا عشر ذودهن رسل اهلی وحمولتهم واما الجهاد فیز عمون انه من ولّی فقد باء بغضب من اللہ فاخاف اذا حضرنی قتال کرهت الموت وخشعت نفسی قال فقبض رسول اللہ ﷺ یدہ ثم حرکها ثم قال لا صدقة ولا جهاد فبم تدخل الجنة قال ثم قلت یارسول اللہ ﷺ ابا یعك فبایعنی علیهن کلهن۔

حضرت ابن الخصاصیہ (بشیر بن معبد) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام کی بیعت کرنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سامنے یہ شرائط رکھیں۔

★ اس بات کی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

★ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرو گے۔

★ رمضان کے روزے رکھو گے۔

★ زکوٰۃ ادا کرو گے۔

★ جہاد فی سبیل اللہ کرو گے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان میں سے دو چیزوں کی میں طاقت نہیں رکھتا ایک تو زکوٰۃ کی کیونکہ میرے

پاس چند بکریوں اور تھوڑے سے مال کے سوا اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھر والوں کی ضروریات کا انتظام کرتا ہوں اور دوسری جہاد کی (استطاعت نہیں رکھتا) کیونکہ مسلمانوں کا خیال ہے کہ جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوتا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ قتال کے وقت میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا نفس گھبرا جائے (اور میں بھاگ جاؤں) فرماتے ہیں (یہ بات سنکر) رسول اللہ ﷺ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اُسے ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا نہ صدقہ نہ جہاد تو پھر جنت میں کس چیز کے ذریعہ داخل ہوگے (یعنی نہ مال کی قربانی نہ جان کی تو پھر جنت کیسے ملے گی) فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (میں ان تمام چیزوں پر) آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔ (السنن الکبریٰ، البیہقی)

۱۲۷

عن جابر رضی اللہ عنہ ان عبداً قدم علی النبی ﷺ فبایعہ علی الجهاد والاسلام فقدم صاحبه فاخبره انه مملوك فاشتراه منه بعبدین فكان بعد ذلك اذا اتاه من لایعرفه لیبایعه سأله أحرام عبد؟ فان قال حر بایعه علی الاسلام والجهاد وان قال مملوك بایعه علی الاسلام دون الجهاد۔ (اعلاء السنن)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اسے جہاد اور اسلام پر بیعت فرمالیا پھر اس غلام کے مالک نے آکر بتایا کہ یہ تو غلام ہے تو آپ ﷺ نے اسے دو غلاموں کے بدلے خرید لیا (اور آزاد فرمادیا) اس کے بعد جو انجان شخص بھی آپ ﷺ کے پاس بیعت کے لیے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ دریافت فرماتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام؟ اگر وہ کہتا کہ میں آزاد ہوں تو آپ ﷺ اسے اسلام اور جہاد پر بیعت فرماتے اور اگر کہتا کہ میں غلام ہوں تو اسے صرف اسلام پر بیعت فرماتے جہاد پر نہیں۔ (اعلاء السنن)

حضور اکرم ﷺ نے اس غلام کو خرید کر آزاد فرمادیا تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی بیعت علی الجہاد کو نباہ سکے، پورا کرسکے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۲۸

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال: بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة فی عسرنا ویسرنا ومنشطنا ومكارهنا وعلی ان لا ننازع الامر اهله وعلی ان نقول بالعدل این كنا لا نخاف فی اللہ لومة لائم۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے حکم سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی خواہ تنگی ہو یا راحت، خوشی ہو یا گرانی (ہم ہر حال میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے) اور ہم اولی الامر سے لڑائی نہیں کریں گے اور جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ (النسائی)

۲۹

عن انس رضی اللہ عنہ یقول: خرج رسول اللہ ﷺ الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون الخندق فی غداة باردة فلم یکن لهم عبید یعملون ذلك لهم فلما رایٰ مابهم من النصب والجوع قال: اللّٰهم ان العیش عیش الآخرة ...... فاغفر للانصار والمهاجرة۔
فقالوا مجیبین له: نحن الذین بایعوا محمدا ...... علی الجهاد ما بقینا ابدا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین اور انصار سردی میں صبح سویرے خندق کھود رہے ہیں ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کی طرف سے کام کرتے، جب آپ ﷺ نے انکی تکلیف اور فاقے کو دیکھا تو فرمایا ”یا اللہ، زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمایئے۔“ صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔ (بخاری)

۳۰

حدثنی مجاشع رضی اللہ عنہ قال: اتیت النبی ﷺ بأخی بعد الفتح قلت یا رسول اللہ ﷺ جئتك باخی لتبایعه علی الهجرة قال ذهب اهل الهجرة بما فیها فقلت علی ای شیئ تبایعه؟ قال ابایعه علی الاسلام والایمان والجهاد۔

حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

میں فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کو لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں تا کہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت کرنے والے ہجرت کے اجر و ثواب کو لے گئے (اور اب مدینہ کی طرف ہجرت نہیں رہی) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ اس سے کس چیز کی بیعت (یعنی عہد) لیں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس سے اسلام ایمان اور جہاد کی بیعت لوں گا۔ (بخاری)

۳۱

عن جریر رضی اللہ عنہ قال: بایعت رسول اللہ ﷺ علی اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والنصح لکل مسلم وعلی فراق المشرك۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم رکھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی رکھنے اور مشرکین سے قطع تعلق اختیار کرنے پر بیعت کی۔ (النسائی)

۳۲

قال جریر رضی اللہ عنہ اتیت النبی ﷺ وهو یبایع فقلت یا رسول اللہ ﷺ ابسط یدك

حتی ابا یعك واشترط علی فانت اعلم قال ابایعك علی ان تعبد الله وتقیم الصلوٰة وتؤتی الزكاة وتناصح المسلمین وتفارق المشركین۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت (لوگوں سے) بیعت لے رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں (بھی) آپ ﷺ سے بیعت کروں اور آپ ﷺ میرے لیے (جو چاہیں) شرطیں رکھ دیجئے کیونکہ آپ ﷺ بہتر جانتے ہیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، نماز قائم کرو گے زکوٰۃ ادا کرو گے تمام مسلمانوں کی بھلائی چاہو گے اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرو گے۔ (النسائی)

دل میں مسلمانوں کے لیے مکمل خیر خواہی ہو اور کفار و مشرکین سے دوری ہو تو جہاد کو سمجھنا اور جہاد میں نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۳۳

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: من مات ولا بیعة علیه مات میتة جاهلیة۔

جو اس حال میں مرا کہ اس کے پاس بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسند احمد، کنز العمال)

اس سے مراد ''بیعت امارت'' ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پھر اسلامی خلافت نصیب فرمائے تا کہ وہ اس بیعت کی سعادت حاصل کر سکیں اور ''بیعت علی الجہاد'' کے ذریعہ اسلامی خلافت کے قیام کی کوشش مسلمانوں کو کرتے رہنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۳۴

عن عاصم بن عمر بن قتادة رضی الله عنه: ان القوم لما اجتمعوا لبیعة رسول الله ﷺ قال العباس بن عبادة بن نضلة یا معشر الخزرج هل تدرون علام تبایعون هذا الرجل قالوا نعم قال انكم تبایعونه علی حرب الاحمر والاسود من الناس، فان كنتم ترون انكم اذا انهكت اموالكم مصیبة واشرافكم قتلا استلمتموه فمن الآن فهو والله ان فعلتم خزی الدنیا والاخرة وان كنتم ترون انكم وافون بما دعوتموه الیه علی نهكة الاموال وقتل الاشراف فخذوه فهو والله خیر الدنیا والا خرة قالوا فانا نأخذه علی مصیبة الاموال وقتل الاشراف فما لنا بذلك یا رسول الله ان نحن وفینا قال الجنة قالوا ابسط یدك فبسط یده فبا یعوه۔ (ابن اسحاق، البدایۃ والنہایۃ، حیاۃ الصحابۃ)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (انصار کے) یہ تمام لوگ حضور اکرم ﷺ سے بیعت ہونے کے لیے جمع ہو گئے تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے جماعتِ خزرج! کیا تم جانتے ہو کہ تم ان (رسول اللہ ﷺ) سے کس بات پر بیعت ہو رہے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عباس بن

عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان سے بیعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عرب وعجم سے لڑنا پڑے گا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال ہلاک ہونے لگیں اور تمہارے سردار قتل ہونے لگیں تو تم اسوقت ان کو دشمنوں کے حوالے کردو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو کیونکہ اللہ کی قسم بعد میں ان کو چھوڑنے سے تم دنیا وآخرت میں رسوا ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مالی نقصانات اور سرداروں کے قتل ہونے کے باوجود تم اس چیز کو پورا کرلو گے جس کی تم ان کو دعوت دے رہے ہو تو پھر تم ان کو ضرور لے جاؤ، کیونکہ ان کو لے جانا اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا وآخرت کی خیر ہی خیر ہے۔ تمام لوگوں نے کہا چاہے ہمارے سارے مال ہلاک ہو جائیں اور ہمارے سارے سردار قتل ہو جائیں ہم پھر بھی ان کو لے کر جائیں گے۔ (پھر انہوں نے عرض کیا) یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم اپنے اس وعدے کو پورا کر دیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت۔ ان لوگوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ بڑھائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو گئے۔ (ابن اسحاق، البدایہ والنہایہ، حیاۃ الصحابہ)

حضرات انصار اسلام کی ابتدائی دعوت سے یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ دعوت وجہاد والا عالمی دین ہے اور اس کو قبول کرنے سے ضرور قربانیاں دینی ہوں گی۔ وہ ان تمام خطرات کو قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے گئے اور عظیم کامیابی پا گئے۔ آج بھی جو مسلمان اپنے دل میں اور اپنے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل دین کو لے جانا چاہتا ہے اس کو جہاد کرنا ہوگا اور قربانی دینا ہوگی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرات انصار نے بیعت کے فوراً بعد اجازت چاہی کہ وہ اپنی تلواریں لیکر ابھی سے منیٰ والوں کے خلاف جہاد شروع کر دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ ابھی ہمیں اس کام کا حکم نہیں ملا۔ یاد رہے کہ حضرات انصار کی یہ بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے منیٰ کے مقام پر ہوئی تھی۔ فتح الباری ص ۹۰ ج ۲ پر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ اپنے گھر والوں اور بچوں کی طرح میرا دفاع کرو گے حضرات انصار نے اس بات کا عہد کیا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمن حضر من الانصار ابایعکم علی ان تمنعو نی مما تمنعون منه نساء کم وابناء کم فبایعوه علی ذلك۔ (فتح الباری)

۳۵

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من سلّ سيفه فی سبيل الله فقد بايع الله۔ (ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تلوار سونتی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔

۳۶

عن مجاشع بن مسعود السلمی قال اتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابايعه علی الهجرة فقال ان الهجرة قد مضت لا هلها ولكن علی الاسلام والجها د والخير۔

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت کی بیعت کرنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ گذر گئی اب اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔ (صحیح مسلم)

اس میں ''خیر'' کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بھلائی کے کاموں کا وعدہ بھی بیعت میں شامل ہوا

۳۷

قال رسول اللہ ﷺ یوم الفتح مکۃ لا ھجرۃ ولکن جھاد و نیۃ واذا استنفرتم فانفروا۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا ہے اب ہجرت نہیں رہی، اب جہاد ہے اور نیت اور جب تم سے جہاد میں نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل پڑو۔ (صحیح مسلم)

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:- جب امام تم سے جہاد میں نکلنے کے لیے کہے تو نکل پڑو

معناہ اذا طلبکم الامام للخروج الی الجھاد فاخرجوا۔ (شرح مسلم)

اس میں بھی بیعت علی الجہاد اور اسے نباہنے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

۳۸

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیمۃ

ولایزکیھم ولھم عذاب الیم رجل بایع اماما فان اعطاہ وفی لہ وان لم یعطہ لم یف لہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ انہیں پاک فرمائیں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے (ان میں سے) ایک وہ شخص ہے جس نے امیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اگر امیر نے اسکو کچھ دیا تو اسکی اطاعت کی اور اگر نہ دیا تو اطاعت نہ کی۔ (الترمذی)

یعنی اس نے بیعت صرف دنیوی فائدے کیلئے کی وہ مل گیا تو ٹھیک اور نہ ملا تو بیعت ختم۔ (کمافی حاشیۃ الترمذی)

۳۹

عن ابن عمر رضی اللہ قال کنا نبایع رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعۃ فیقول لنا فیما استطعتم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ سے حکم سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے جتنی تمہاری استطاعت ہو۔ (الترمذی)

بیعت کو نباہنا ضروری ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ فیما استطعتم ارشاد فرماتے اور شریعت انسان کو اتنے کام کا مکلّف کرتی ہے جتنا اسکی استطاعت میں ہو۔

۴۰

عن عبداللہ بن عمرو قال رسول اللہ ﷺ: ومن بایع اماما فأ عطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ مااستطاع

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور جس نے کسی امام سے بیعت کی اور اس کو اپنا ہاتھ اور دل کی وفاداری دی ہو تو اسے چاہیے کہ جسقدر ممکن ہو اسکی اطاعت کرے۔ (سنن نسائی)

بیعت علی الجہاد کے عظیم الشان فوائد

حضرات صحابہ کرام نے "حدیبیہ" کے موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعامات کی بارش فرما دی۔ حضرات صحابہ کرام کو اس "بیعت" پر جو انعامات نصیب ہوئے ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے۔

1. اللہ تعالیٰ کی رضا ← لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ
2. اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کا اعزاز ← انما یبایعون اللّٰہ
3. اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور نصرت ← ید اللّٰہ فوق ایدیھم
4. اجر عظیم ← فسیوتیہ اجرا عظیما
5. ان کے اخلاص کی قبولیت ← فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ
6. سکینہ کا نازل ہونا ← فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ
7. فتوحات ہی فتوحات ← وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً
8. معاشی استحکام اور مضبوطی ← مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً ۝ وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً
9. دشمنوں کے دلوں پر رعب کا طاری ہونا ← وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ
10. صراط مستقیم، ہدایت کے پھیلنے کا ذریعہ بنانا ← وَیَھْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝

اللہ تعالیٰ کا دین قیامت تک کے لیے ہے، مسلمان جب بھی بیعت علی الجہاد کے طریقے کو اپناتے ہیں اور سچے دل سے بیعت کر کے اسے نباہتے ہیں تو بے شمار فوائد اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ ہر مسلمان اس کا بے حد محتاج ہے۔ اور آج اُمتِ مسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کی حاجت ہے، فتوحات کی ضرورت ہے اور معاشی استحکام کی حاجت ہے۔ "بیعت علی الجہاد" کا عمل قرآن پاک میں اسی لئے مذکور ہوا کہ ہم مسلمان اسے اپنائیں اور ان فوائد کو حاصل کریں جو اس "بیعت" کی صورت میں نصیب ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیعت علی الجہاد کی ضرورت

★ حب دنیا یعنی دنیا کی محبت انسان کو ذلیل و رسوا کرتی ہے "بیعت علی الجہاد" اس بیماری کا علاج ہے کیونکہ بیعت کرنے والا اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دیتا ہے اور آخرت کی حقیقی نعمتوں کا مشتاق بن جاتا ہے۔

★ مسلمانوں میں تفرقہ انکی کمزوری اور مغلوبیت کا بڑا سبب ہے "بیعت علی الجہاد" مسلمانوں کو ایک امیر کے

ہاتھ پر جوڑ دیتی ہے اور مسلمان ایک جماعت اور ایک جسم بن جاتے ہیں تب انہیں اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد مل جاتی ہے۔ ’’ید اللہ علی الجماعۃ‘‘

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے (الترمذی)

★ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اور موت کی محبت انسان کو بے حد طاقتور بنا دیتی ہے۔ جو انسان زندہ رہنے کا حریص ہو وہ بے حد کمزور ہو جاتا ہے آج مسلمانوں کے پاس اسلحہ اور دیگر سامانِ حرب کی کمی ہے وہ اپنی اس کمی کو ’’بیعت علی الجہاد‘‘ کے ذریعہ پورا کر سکتے ہیں۔ حضرت طالوت کے لشکر کے چند سو افراد جن کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق تھا جالوت کے بڑے لشکر پر غالب آ گئے، غزوہ بدر میں مٹھی بھر مسلمانوں نے قریش مکہ کی سلطنت کی بنیاد ہی اکھاڑ کر پھینک دی۔ آج بھی مسلمان موت کے عاشق بن جائیں تو انہیں زندگی مل سکتی ہے۔

احرص علی الموت توھب لك الحیاۃ۔

’’تم موت کی حرص کرو تمہیں زندگی ملے گی‘‘

اس دور کے کفار دنیا کو پرکشش بنانے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ مسلمان دنیا میں زندہ رہنے کے شوقین بن کر ان کی غلامی کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ جنت کی جھلک کے لیے بے تاب ہو کر ’’بیعت علی الجہاد‘‘ کریں تب انہیں دنیا کی زیب و زینت کوڑے کا ڈھیر معلوم ہوگی۔ بیعت کی حقیقت اور کچھ فضائل اس سورت کے آغاز میں ’’غزوہ حدیبیہ‘‘ کے بیان میں آ چکے ہیں ان کو توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرما لیں۔ اور کوشش کریں کہ ’’بیعت علی الجہاد‘‘ کے ذریعہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ کر اسے قیمتی بنا لیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اب ان دو آیات کے بقیہ معارف ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی سچی نیت

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ: پھر اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔

❶ یعنی ان کے دلوں میں جو سچائی، وفاداری، حکم سننے اور ماننے کا جذبہ تھا وہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا۔

ای من الصدق والوفاء والسمع والطاعۃ (ابن کثیر)

❷ ان کے دلوں میں بیعت کو نباہنے کا جو سچا جذبہ تھا کہ ہم ہرگز میدانِ جہاد سے پیٹھ نہیں پھیریں گے وہ جذبہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا اور پسند فرمایا۔ یعنی وہ واقعی سچے دل سے بیعت علی الجہاد کر رہے تھے۔

وقال ابن جریج وقتادۃ: من الرضا بأمر البیعۃ علی الایفروا۔ (القرطبی)

یعنی اللہ تعالیٰ کو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلوص و محبت اور جذبہ جہاد کا علم اچھی طرح تھا۔ (معالم العرفان)

خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے ’’بیعت علی الجہاد‘‘ کی اور یہ بیعت انہوں نے سچے دل سے کی یعنی وہ اللہ پاک کی خاطر لڑنے کے لیے اور جان دینے کے لیے مکمل طور پر تیار تھے۔

قریبی فتح

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا

اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینہ نازل فرمادیا اور اُن کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔ ''بیعت علی الجہاد'' کے بعد اُن کے دلوں میں ایسی مضبوطی، ثابت قدمی سکون اور اطمینان نازل ہوا کہ بیعت کے بعد کے تمام مراحل میں وہ ثابت قدم رہے، خصوصاً صلح کی اُن شرائط پر جو ظاہری طور پر بہت ناگوار تھیں اور بغیر عمرہ کیئے واپس جانے پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک قریبی فتح عطاء فرمائی اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ''خیبر'' کی فتح ہے جو ''بیعت علی الجہاد'' کی برکت سے صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ہی بیعت کرنے والوں کو نصیب ہوگئی۔

قال قتادة وابن ابی لیلیٰ فتح خیبر۔ (القرطبی)

یعنی فتح خیبر۔ (البغوی)

اس قریبی فتح کے بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں مثلاً:

❶ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فتح قریب سے مراد ''صلح حدیبیہ'' اور اس سے حاصل ہونیوالی وہ فوری اور مسلسل خیریں ہیں جن میں ''فتح خیبر اور فتح مکہ بھی شامل ہیں اور بعد کی تمام بڑی فتوحات اور مسلمانوں کو دنیا وآخرت میں ملنے والی عزتیں اور رفعتیں بھی اس میں شامل ہیں۔

اثابهم فتحا قريبا وهو ما اجرى الله عزوجل على ايديهم من الصلح بينهم وبين اعدائهم وما حصل بذلك من الخير العام المستمر المتصل بفتح خيبر و فتح مكة ثم فتح سائر البلاد والاقاليم عليهم وما حصل لهم من العز والنصر والرفعة فى الدنيا والآخرة۔ (تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ)

خلاصہ یہ ہوا کہ بیعت رضوان یعنی بیعت علی الجہاد کی برکت سے پہلا کام یہ ہوا کہ دشمن دب گئے اور صلح پر مجبور ہوئے اور اسکی وجہ سے مسلمانوں کے لیے فتوحات اور اونچے مقامات کے دروازے کھل گئے پہلے خیبر فتح ہوا پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا اور پھر اسلامی فتوحات کا دائرہ دنیا بھر میں پھیلتا گیا۔

❷ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے ''ھجر'' کی فتح مراد ہے۔

وقال الحسن فتح هجر وهوا جل فتح اتسعوا بثمرها زمنا طويلا۔ (البحر المحیط)

ھجر سے مراد بحرین کا علاقہ ہے والمراد هجر البحرين و كان فتح فى زمانه ﷺ بدليل كتابه الى عمرو بن حزم فى الصدقات والديات۔ (روح المعانی)

❸ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ کی فتح مراد ہے۔

وقيل فتح مكة والقرب امر نسبی۔ (البحر المحیط)

اموالِ غنیمت کی کثرت

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا

اور بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے۔

یعنی خیبر کے اموال ——— خیبر بہت اموال اور اراضی والا علاقہ تھا۔

یعنی اموال خیبر و کانت ذات عقار واموال۔ (القرطبی)

عن عائشة رضی الله عنها قالت لما فتحت خیبر قلنا الأن نشبع من التَّمر

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم سیر ہو کے کھجوریں کھائیں گے۔

دوسری روایت میں ہے:- عن ابن عمر رضی الله عنهما قال ماشبعنا حتی فتحنا خیبر۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاںتک کہ خیبر فتح ہوگیا (تو خوب فراخی ہوگئی) (صحیح بخاری)

اہل ایمان نے ”بیعت علی الجہاد“ کر کے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے دنیا میں بھی فراخی اور معاشی استحکام کا انتظام فرمادیا والحمدللہ رب العالمین۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مَغَانِمَ كَثِيْرَةً کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ”ہجر“ یعنی بحرین کی غنیمتیں مراد ہیں جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک فارس اور روم کی غنیمتیں مراد ہیں۔

وقیل مغانم هجر وقیل مغانم فارس والروم۔ (البحر المحیط)

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے

اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست یعنی قادر اور بڑا حکمت والا ہے کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جس کو چاہے اور جب مناسب ہو فتح دے دیتا ہے۔ (بیان القرآن)

غالباً مراعیاً لمقتضی الحکمة فی احکامه تعالیٰ وقضایاہ جلّ شانه۔ (روح المعانی)

کلام برکت

اور بہت غنیمتیں جن کو لیں گے یہ بھی (بیعت کے) انعام میں داخل ہے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا اس بیعت والا کوئی نہ جاوے گا دوزخ میں۔ (موضح القرآن)

سُورَةُ الفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ جلدی دے دی اور اس نے

اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے اور تاکہ ایمان لانے والوں کیلئے یہ ایک نشان ہو اور تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے۔

خلاصہ

صرف خیبر کی فتح پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اور بھی بہت سی فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے، یہ خیبر کی فتح تو فوری طور پر عطاء فرمادی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ تمہارے دشمنوں کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ تم سے لڑ سکے ایسا اس لئے ہوا تا کہ ایمان والوں کے لیے اس بات کی نشانی ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے اور وہ اُن کا حامی اور مددگار ہے اور فتوحات کے تمام وعدے سچے ہیں اور تا کہ مسلمانوں کے یقین اور بصیرت میں اور اضافہ ہو جائے۔

فتوحات اور غنیمتیں

"بیعت علی الجہاد" کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ چل رہا ہے وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے قیامت تک ملنے والی تمام فتوحات اور غنیمتیں مراد ہیں۔

وهي الفتوح التي تفتح لهم الى يوم القيمة۔ (البغوی)

وهذه المغانم الموعودبها هي المغانم التي كانت بعد هذه وتكون الى يوم القيمة قاله ابن عباس و مجاهد وجمهور المفسرين۔ (البحر المحیط)

درخت کے نیچے "جہاد کی بیعت" کے بعد جنگ نہیں ہوئی مسلمانوں کو اہل مکہ سے لڑنے اور اُن سے غنائم پانے کا موقع نہیں ملا تو فرمایا گیا کہ آگے بہت فتوحات اور غنیمتیں تمہیں اور مسلمانوں کی جماعت کو ملیں گی اور ان غنیمتوں کی پہلی اور فوری قسط "خیبر" کی فتح اور اسکی غنیمتیں ہیں۔

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ پھر تمہیں یہ (خیبر کی فتح) جلدی دے دی۔

يعني خيبر (البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ جلدی ملنے والی فتح سے مراد ''صلح حدیبیہ'' ہے (القرطبی)

دشمنوں پر رعب

مسلمانوں کے دشمن چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے مدینہ منورہ میں یہودی موجود تھے خود حدیبیہ میں مسلمانوں کے چاروں طرف مشرکین کے لشکر تھے، پھر جب رسول اللہ ﷺ ''خیبر'' کے لیے روانہ ہوئے تو بنی اسد اور غطفان کے قبائل نے مدینہ منورہ کو خالی پا کر مسلمانوں کے اہل وعیال پر حملے کا ارادہ کیا، اسی طرح جب آپ ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو عُیینہ بن حصن الفزاری اور عوف بن مالک النضری اپنے قبائل کو ساتھ لیکر یہودیوں کی مدد کے لیے نکلے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور کسی کو بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور اُن کے اہل وعیال کو نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی اور تو اور خود خیبر کے دس ہزار یہودی جنگجو بھی زیادہ دیر نہ لڑ سکے اور تھوڑی سی لڑائی کے بعد پسپا ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے

یعنی اہل مکۃ کفھم عنکم بالصلح (القرطبی)

وقال قتادۃ کف ایدی الیھود عن المدینۃ بعد خروج النبی ﷺ الی الحدیبیۃ وخیبر و ھو اختیار الطبری۔ (القرطبی)

وذلک ان النبی ﷺ لما قصد خیبر وحاصر اھلھا ھمت قبائل من بنی اسد وغطفان أن یغیروا علی عیال المسلمین وذراریھم بالمدینۃ فکف اللہ ایدیھم بالقاء الرعب فی قلوبھم۔ (البغوی)

وقال ابن عباس فی کف ایدی الناس عنکم یعنی عُیینۃ بن حصن الفزاری وعوف بن مالک النضری ومن کان معھما اذجآء وا لینصروا اھل خیبر والنبی ﷺ محاصر لھم فألقی اللہ عزوجل فی قلوبھم الرعب وکفھم عن المسلمین۔ (القرطبی)

خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ پاک نے ہر دشمن کے دل میں ان کا رعب ڈال دیا اور تمام دشمنوں کے ہاتھوں کو روک دیا۔ یہ موت پر اور جہاد پر سچے دل سے بیعت کرنے کی ایک اور برکت تھی۔

اہل ایمان کے لیے نشانی

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی شکست، مسلمانوں کی فتح اور دشمنوں کے ہاتھوں کے روک دیئے کو ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنایا۔

❶ تاکہ مسلمان اس بات کا اندازہ لگالیں کہ اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمانے والا ہے اور کم تعداد کے باوجود ان کو تمام دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے اور تاکہ مسلمان اس بات کا یقین کرلیں کہ ہر معاملے کے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور

وہ ایمان والوں کے لیے جو مقدر فرماتا ہے اسی میں اُن کے لیے خیر ہوتی ہے اگرچہ ظاہری طور پر یہ چیز نظر نہ آ رہی ہو۔

ای یعتبرون بذلك فان الله تعالیٰ حافظهم وناصرهم علی سائر الأعداء مع قلة عددهم، ولیعلموا بصنیع الله هذا بهم انه العالم بعواقب الامور وان الخیرة فیما یختاره لعباده المومنین وان کرهوه فی الظاهر۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ)

❷ تاکہ مسلمانوں کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی فتح اور نصرت کا ضامن ہے۔ (اور اُس نے جو فتوحات کے وعدے فرمائے ہیں وہ تمام وعدے یقینی ہیں)

وعبرة یعرفون بها انهم من الله عزوجل بمکان وانه ضامن نصرتهم والفتح علیهم فعل ذلك۔ (المدارک)

❸ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں فتح مکہ کو دیکھا، حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں مگر مکہ مکرمہ کی فتح اگلے سال تھی جس کا اندازہ نہ ہو سکا تو ظاہری طور پر محسوس ہوا کہ خواب پورا نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطاء فرمائی جو مسلمانوں کے لیے اس بات کی نشانی تھی کہ آپ ﷺ کا خواب سچا ہے۔ مکہ مکرمہ بھی فتح ہو جائے گا اور بھی رسول اللہ ﷺ نے جن فتوحات کے وعدے فرمائے ہیں وہ پورے ہوں گے۔

وقیل رأی رسول الله ﷺ فتح مکة فی منامه رؤیا الانبیاء حق فتأخر ذلك الی السنة القابلة فجعل فتح خیبر علامة وعنوانا لفتح مکة۔ (البحر المحیط)

ای ولتکون هذه التی عجلها لکم آیة للمومنین علی صدقك حیث وعدتهم ان یصیبوها۔ (القرطبی)

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝

اور تاکہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے

❶ ای طریق التوکل علیه وتفویض الامر الیه تعالیٰ

یعنی تمہیں توکّل کے راستے پر چلا دے اور اس پر کہ تم اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے والے بن جاؤ۔ (جلالین)

❷ ویزید کم بصیرة ویقینا وثقة بفضل الله

تاکہ تمہاری بصیرت، یقین اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرنے کی قوت کو بڑھا دے۔

بے شک ان واقعات سے حضرات صحابہ کرام کے ''توکّل علی اللہ'' میں اور زیادہ مضبوطی آئی وہ گھر سے جنگ کے لیے نہیں نکلے تھے مگر پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جنگ کرنے کی بیعت کر لی تب اللہ پاک نے اُن کی نصرت اور حفاظت فرمائی اور خوب فتوحات عطاء فرمائیں تو اُن کے دل میں ''توکّل علی اللہ'' کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ

گئی اور جس کو توکّل نصیب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ہر معاملے کو درست فرما دیتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق ۳)

پس اشارۃً معلوم ہوا کہ ''بیعت علی الجہاد'' سے ''توکّل علی اللہ'' کی نعمت بھی نصیب ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیان القرآن میں ہے:-

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور تاکہ اس نمونہ کے ذریعہ سے تم کو آئندہ کے لیے ہر امر (یعنی معاملے) میں ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے مراد اس سڑک سے توکّل و وثوق باللہ (اللہ تعالیٰ پر یقین و اعتماد) ہے یعنی ہمیشہ کے لیے اس واقعہ کو سوچ کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد سے کام لیا کرو۔ (بیان القرآن)

خوش نصیبی

ماضی کے کئی مفسرین حضرات جب اس آیت مبارکہ کی تفسیر اور معارف لکھنے بیٹھے تو انہوں نے اپنے زمانے کی ''اسلامی فتوحات'' کا تذکرہ بھی فرما دیا۔ امام ابوحیان (المتوفی ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اُن فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ ہے جو بعد میں حاصل ہوئیں اور قیامت تک حاصل ہونگی یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور مفسرین کا قول ہے، بے شک اس وعدے کے مطابق اسلام کا دائرہ خوب وسیع ہوا اور مسلمانوں نے مشرق و مغرب میں بے شمار فتوحات اور ان گنت غنیمتیں حاصل کیں یہانتک کہ ہندوستان کے شہروں اور ہمارے زمانے میں تو افریقہ کے شہروں میں بھی مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئی ہیں۔ ہمارے پاس افریقی ملک گھانا کے ایک بادشاہ حج پر تشریف لائے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے پچیس سے زائد افریقی ریاستوں کو فتح کیا جہاں کے حکمران اور عوام مسلمان ہو چکے ہیں انہوں نے ان ریاستوں کے بعض حکمرانوں سے ہماری ملاقات بھی کرائی جو اُن کے ساتھ حج کرنے آئے ہوئے تھے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً بالخطاب وهذه مغانم الموعودبها هي المغانم التي كانت بعد هذه وتكون الى يوم القيمة قاله ابن عباس و مجاهد وجمهور المفسرين ،ولقد اتسع نطاق الاسلام وفتح المسلمون فتوحاً لاتحصیٰ وغنموا مغانم لاتعد وذلك في شرق البلاد وغيرها حتیٰ في بلاد الهند و في بلاد السودانِ في عصرنا هذا وقدم علينا حاجاًاحد ملوك غانة من بلاد التكرور وذكرانه استفتح أزيد من خمسة و عشرين مملكة من بلاد السودان واسلموا وقدم علينا بعض ملوكهم يحج معه۔ (البحر المحيط)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائے اور پھر وہ وقت لائے کہ ان آیات کی تفسیر لکھنے والے اپنے زمانے کی اسلامی فتوحات کا تذکرہ کر سکیں۔

★★★

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّة — آیت ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور بھی فتوحات ہیں کہ جو (اب تک) تمہارے بس میں نہیں آئیں البتہ اللہ تعالیٰ کے بس میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلاصہ

❶ اس ''بیعت علی الجہاد'' کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فوری فتح عطاء فرمائی اور مکہ مکرمہ کی فتح جو اسوقت ہاتھ نہ لگی وہ بھی مل ہی چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (مفہوم موضح القرآن)

❷ اوران کے علاوہ بھی فتوحات ہونگی جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ فتوحات مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہوئیں مثلاً فارس اور روم فتح ہوئے اوران کے علاوہ بھی بہت سے علاقے اور ممالک اُن کے قبضے میں آئے حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے اور حضرت عکرمہؒ کا قول ہے کہ اس سے فتح حنین مراد ہے اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کے قیامت تک مسلمانوں کو جو بھی فتوحات نصیب ہونگی وہ سب مراد ہیں یہ تمام اقوال مفسر قرطبیؒ نے لکھے ہیں۔

لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا ظاہری معنیٰ تو یہ ہے کہ اس وقت تو تم کو اُن فتوحات پر قدرت حاصل نہیں ہوئی اور بعض حضرات نے یوں ترجمہ کیا ہے لم تکونوا ترجونھا کہ تمہیں ان کے فتح ہونے کی امید نہ تھی بعض حضرات نے اسی کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے ''کہ وہ فتوحات تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ تھیں''

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم انہیں فتح کرو گے اس نے مقدر فرمادیا ہے کہ ان پر تمہارا قبضہ ہوگا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے جسے چاہے جو ملک اور مملکت نصیب فرمائے۔ (مفہوم انوار البیان)

مایوسی دور کرنے والی آیات

مسلمان عمرہ کرنے نکلے تھے مگر عمرہ ادا نہ کر سکے، انہیں راستے سے واپس آنا پڑا ان حالات میں اُن سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا جارہا ہے۔

★ مکہ مکرمہ فتح ہوگا، بلکہ یوں سمجھو کہ فتح ہو چکا ہے بس تھوڑا سا انتظار کرو۔

★ خیبر کی فتح تو تمہیں فوری طور پر مل جائے گی بالکل چند دنوں کے بعد۔

★ اور بہت سی فتوحات ہونگی، ہوازن کا مال غنیمت ملے گا، روم فتح ہوگا، فارس فتح ہوگا اور مشرق و مغرب کے ممالک فتح ہوں گے۔

مگر یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟

مکہ پر مشرکین کا مضبوط قبضہ ہے وہ اتنے طاقتور ہیں کہ خود حملہ کرنے کئی بار سینکڑوں میل کا سفر کر کے مدینہ منورہ جا چکے ہیں اور اس بار بھی انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیا۔ مشرکین کی یہ طاقت کہاں چلی جائے گی؟

ہوازن کیسے فتح ہوگا؟ اتنا دور دراز علاقہ اور ایسے سخت جنگجو اور تیر اندازوں کا ہزاروں کا لشکر کہاں جائے گا؟

خیبر کیسے فتح ہوگا؟ اتنے مضبوط قلعے اور دس ہزار وحشی جنگجو یہودی اور راستے میں اُن کے طاقتور حلیف قبائل۔ یہ سب کہاں چلے جائیں گے؟ اور روم اور فارس؟ اللہ اکبر اُن کی فتح کا تو تصور بھی محال تھا زمانے کی بڑی سلطنتیں لاکھوں کی فوج پر مشتمل منظم لشکر اور صدیوں سے قائم طاقتور تہذیبیں۔ یہ چند مسلمان ان کو کس طرح سے فتح کریں گے؟ عرب تو اب تک ان سلطنتوں کے غلام بنے ہوئے تھے اور اُن کا نام بھی ادب اور رعب سے لیتے تھے۔ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب ارشاد فرمایا کہ: قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا

”یہ سب اللہ تعالیٰ کے گھیرے اور قبضے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“

مسلمان بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر چکے تھے وہ بیعت علی الجہاد کر کے خود کو اللہ تعالیٰ کے پاس بیچ چکے تھے اور ثابت کر چکے تھے کہ وہ ایک ”جماعت“ ہیں بس پھر اللہ تعالیٰ کی طاقت اُن کے ساتھ ہوگئی اور ان کے دشمن موم کی طرح پگھلتے چلے گئے۔

آج بھی کافروں کی طاقت اور مسلمانوں کی کمزوری اسلام کے اُس ابتدائی دور جیسی ہے جس دور میں یہ آیات نازل ہو رہی تھیں آج بھی دشمنانِ اسلام نے ہر طرف اپنی طاقت کا زور اور قوت کا رعب پھیلا رکھا ہے۔ مگر یہ سب کچھ فانی اور کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھیرے اور قابو میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس مسلمان سچے دل سے بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، خود کو ایک جماعت ثابت کریں اور اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کو بیچ دیں تو ان شاء اللہ ہر ناممکن نظر آنے والا کام ممکن ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لیے فتوحات اور غنائم کے دروازے کھل جائیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جلدی ملنے والی ایک اور فتح

امام نسفیؒ، علامہ آلوسیؒ اور دیگر بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اُخری کا عطف هٰذِهٖ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کچھ اور غنیمتیں بھی جلدی مقرر فرما دی ہیں اور مراد اُن سے ہوازن کی غنیمتیں ہیں جو غزوہ حنین میں ملیں

وأخریٰ معطوفة علیٰ ھذہ ای عجل لکم ھذہ المغانم و مغانم اخریٰ ھی مغانم ھوازن فی غزوۃ حنین۔ (المدارک)

اسلام کی برکت سے غلام آقا بن گئے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت میں جن فتوحات کا تذکرہ ہے وہ فارس اور روم کی فتوحات ہیں۔ عرب کبھی بھی روم وفارس سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ تو اُن کی غلامی کرتے تھے یہاں تک کہ اسلام کی برکت سے انہیں اس کی قوت ملی۔

فقال ابن عباس ومقاتل : ھی فارس والروم وما کانت العرب تقدر علیٰ قتال فارس والروم بل کانوا خولاً لھم حتیٰ قدروا علیھا بالا سلام۔ (تفسیر بغوی)

ایک تفسیری قول

تفسیر حقانی میں ہے:۔

پچھلی آیت میں مغانم کثیرۃ سے عرب کی فتوحات مراد ہیں اور اس آیت وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا سے روم، شام اور فارس کی فتح مراد ہے کہ یہ ممالک بظاہر تمہارے قبضے میں آنے والے نہیں لگتے لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور اس کا بھی تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ (مفہوم حقانی)

اسلام اور قرآن کی حقانیت

دنیا کے لوگوں کو اپنی تاریخ دانی اور دانشوری پر ناز ہے کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جب یہ آیات نازل ہورہی تھیں تو مسلمان رنجیدہ دل، عمرہ کئے بغیر واپس آرہے تھے مگر کچھ ہی عرصہ بعد وہ دنیا پر چھا گئے اس سے بڑھ کر اسلام اور قرآن کی حقانیت کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ غیر مسلم تاریخ دان اور دانشور اس نکتے پر غور کریں تو انہیں بھی ہدایت اور روشنی نصیب ہوجائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اللہ تعالیٰ قادر ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ای: من فتح القریٰ والبلدان لکم وغیر ذلك۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں شہروں اور ملکوں کو فتح کرانے پر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (الخازن)

”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ تمہیں ہر طرح سے کامیابی عطاء فرمائے گا بشرطیکہ تمہارا اخلاص جذبہ جہاد اور رضائے الٰہی کی طلب کمال درجے کی ہو جب تک تم مال و جان کی قربانی کے لیے مستعد رہو گے اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا کرتا رہے گا اور تمہیں ہر معرکے میں فتح نصیب ہوتی رہے گی“ (معالم العرفان)

★★★

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲۲،۲۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ

اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتے پھر نہ کوئی حمایتی پاتے نہ

لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

کوئی مددگار۔ اللہ تعالیٰ کا قدیم دستور پہلے سے یونہی چلا آتا ہے اور تو اس کے

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

دستور کو بدلا ہوا نہ پائے گا۔

خلاصہ

یہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا رنگ یہ رہا کہ اُس نے کفار کے ہاتھ روک دیئے اور وہ نہ لڑ سکے۔ لیکن اگر وہ لڑائی کرتے تب بھی انہیں شکست کھا کر بھاگنا پڑتا اور ان کو کوئی حمایتی اور مددگار بھی نہ ملتا یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ وہ اہل حق کو اہل باطل کے مقابلے میں غلبہ عطاء فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ اٹل ہے۔

آسان تفسیر

''اس کے بعد فرمایا وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ اور اگر کفار تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر کر چلے جاتے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے کفار قریش مراد ہیں (کہ حدیبیہ کے موقع پر اگر وہ جنگ کرتے تو عبرتناک شکست سے دوچار ہوتے) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بنی غطفان اور بنی اسد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خیبر تشریف لے جانے کے بعد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔''

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی عادت رہی ہے کہ کارِ خیر کے ساتھ انجام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں رہا ہے، اپنے اولیاء کی اس نے مدد فرمائی ہے اور دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اچھا انجام ہمیشہ حضرات انبیاء کے حق میں ہی ہوا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب کبھی بھی کافروں سے قتال ہوا تو کافروں پر غلبہ ہوا ہو۔

ولعل المراد ان سنته تعالیٰ ان تکون العاقبة للانبیاء علیهم السلام لانهم کلما قاتلوا الکفار غلبوهم وهزموهم۔ (روح المعانی، انوار البیان)

یعنی ہر جنگ اور جھڑپ میں فوری فتح مراد نہیں بلکہ انجام کار غلبہ اہل حق کو نصیب ہوتا ہے اگر چہ ابتداء میں اُن پر بعض اوقات کچھ آزمائشیں اور تکلیفیں بھی آتی ہیں۔

اسلامی فتوحات اتفاقی نہیں ہوتیں

مسلمانوں کو جب کفار پر غلبہ اور فتح نصیب ہوتی ہے تو کفار اور اُن کے حامی منافقین اس فتح کے ظاہری اتفاقات ڈھونڈتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور جہاد کی کرامت پر نہ چلی جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح اس وجہ سے ہوئی کہ کفار کو داخلی پریشانیاں لاحق تھیں، بعض کہتے ہیں کہ کفار دراصل متحد نہ ہو سکے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ بس قسمت کے ستارے نے کفار کا ساتھ نہیں دیا ورنہ وہ شکست نہ کھاتے۔ ان دو آیات نے ان تمام اعتراضات کے جوابات دے دیے کہ اگر کوئی بھی ظاہری بہانہ یا اتفاق نہ ہو تب بھی شکست کفار کا مقدر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ اہلِ حق کو اہلِ باطل پر غلبہ عطاء فرماتا ہے۔ چنانچہ اگر کفار پوری قوت کے ساتھ متحد ہو کر لڑتے تو تب بھی شکست کھا کر ذلیل ہوتے اس ایمان افروز نکتے کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے یہ دو عبارتیں:

❶ تفسیر حقانی میں ہے:۔

پہلے فرمایا تھا وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ اس پر مخالفوں کو شبہ کی گنجائش تھی کہ خیبر کے لوگ ڈر گئے اور لڑے نہیں یہ اتفاقی بات تھی اگر سب جمع ہو جاتے تو دیکھتے کیا ہوتا۔ اس سے پہلے عرب مدینہ پر چڑھ آئے اور نبی ﷺ کو حدیبیہ میں روک دیا اس کا جواب ارشاد فرمایا وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ اگر وہ تم سے لڑتے بھی تو پیٹھ دیکر بھاگتے اور اُن کا کوئی حمایتی اور مددگار کھڑا نہ ہوتا یہ کیوں؟ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور ہے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُنکی قوم سے نجات دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے نجات دی، فلسطین اور شام کے رہنے والوں پر غلبہ دیا اُس کا دستور بدلتا نہیں، حضور نبی کریم ﷺ کا دین بھی اسی دستور کے موافق غلبہ پائے گا، یہ آسمانی منشا ہے، اس نبی حضرت محمد ﷺ کی نسبت پہلے انبیاء فرما گئے ہیں۔

”یہ پتھر جس پر گرے گا اس کو چور چور کر دے گا اور جو اس پر آ گرے گا چورا چورا ہو جائے گا“ (حقانی، تسہیل)

❷ اب ملاحظہ فرمائیے تفسیر کبیر کی تقریر کا خلاصہ

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ یہ اس اعتراض کا جواب بن سکتا ہے کہ کفار کی شکست اتفاقی تھی اگر عرب کے لوگ جمع ہو جاتے جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا تو وہ مسلمانوں کو خیبر کی فتح سے روک دیتے تو اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے وہ اگر جمع ہو جاتے اور لڑتے تو تب بھی شکست کھاتے اور مسلمان غالب رہتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ تھا نہ کہ اتفاقی حالات کا کرشمہ۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ یہ اللہ تعالیٰ کا پہلے سے طریقہ چلا آ رہا ہے اس آیت میں بھی ایک اعتراض کا جواب

ہے، اعتراض یہ ہے کہ ستاروں کی چال اور حالات کا بھی کافی اثر پڑتا ہے تو اس موقع پر قسمت کے ستاروں اور حالات نے کفار کا ساتھ نہیں دیا۔ تو جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہی ہے کہ اپنے رسول علیہ السلام کی مدد فرماتا ہے اور اُس کے دشمنوں کو ہلاک فرماتا ہے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی عادت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ (تفسیر کبیر)

حق کا غلبہ سنۃ اللہ ہے

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت اپنے بندوں کے بارے میں جاری ہے کہ جب بھی کفر اور ایمان کا مقابلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان کی نصرت فرماتا ہے وہ حق کو غلبہ عطاء فرماتا ہے اور باطل کو گرا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن اپنے اولیاء ایمان والوں کی مشرکین کے مقابلے میں نصرت فرمائی اور کمزور اور کم تعداد مسلمانوں کو طاقتور مشرکین کی بڑی تعداد پر غلبہ عطاء فرمایا۔

ای هذه سنة الله وعادته فی خلقهماتقابل الکفر والایمان فی موطن الانصراللہ الایمان علی الکفر فرفع الحق ووضع الباطل کما فعل تعالیٰ یوم بدر باولیائه المومنین نصرهم علی اعدائه من المشرکین مع قلة عدد المسلمین وعددهم و کثرة المشرکین وعددهم۔ (ابن کثیر)

تفسیر عثمانی کی اس عبارت پر غور فرمائیں:۔

’’یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں یہ عادت اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بہیئت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں اور بعض نے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا کے معنیٰ یوں کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو ’’سنۃ اللہ‘‘ کے موافق ہونا چاہیے‘‘ (عثمانی)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ ہمیشہ سے جاری کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء وانبیاء اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غالب رہیں گے اس نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ میں اور میرے رسول بلاشبہ غالب آئیں گے

دوسری آیت میں آیا ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی فلاح یاب ہوگی۔ تیسری جگہ ہے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الغالبون اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔ (مظہری)

برائے طلبہ علم

قوله تعالیٰ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ قال قتادة: يعني كفار قريش في الحديبية وقيل ولو قاتلكم غطفان واسد والذين ارادوا نصرة اهل خيبر لكانت الدائرة عليهم۔ (القرطبی)

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يعني اسد وغطفان واهل خيبر لولوا الادبار لانهزموا۔ (البغوی)

دلچسپ نکتہ

جب کوئی شخص میدانِ جنگ سے بھاگتا ہے تو ہلاکت سے بچنے کے لیے کسی ولی یعنی دوست کے پاس جاتا ہے جو ہمدردی اور تدبیر کے ذریعہ اُسے بچائے یا کسی نصیر یعنی مددگار کے پاس پناہ لیتا ہے جو اپنی قوت کے ذریعہ اُسکی مدد کر سکے اس آیت مبارکہ میں فرمایا کہ اگر وہ کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔ پھر آگے فرمایا کہ وہ کوئی یار ومددگار نہ پاتے مطلب یہ ہوا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا بھی اُن کو ہلاکت سے بچا نہ سکتا کیونکہ اُن کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار چنانچہ وہ بھاگ کر بھی ہلاک ہی ہوں گے۔

قد ذكرنا مراراً ان دفع الضرر عن الشخص اما ان يكون بولي ينفع باللطف او بنصير يدفع بالعنف وليس للذين كفروا شئ من ذلك وفي قوله تعالىٰ ثُمَّ لطيفة وهي ان من يولي دبره يطلب الخلاص من القتل بالالتحاق بما ينجيه فقال وليس اذا ولوا الادبار يتخلصون بل بعد التولّي الهلاك لاحق بهم۔ (تفسیر کبیر)

بیعت علی الجہاد کی برکت

مسلمانوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی جانیں بیچ چکے تھے اور مرتے دم تک لڑنے کا عہد کر چکے تھے تو ایسی مبارک اور مضبوط جماعت کے مقابلے میں کفار مشرکین کہاں ٹھہر سکتے تھے وہ لڑتے تو ضرور شکست کھا کر بھاگتے مگر رعب کی وجہ سے اُن کو لڑنے کی ہمت ہی نہ ہوئی یہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نصرت تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُورَةُ الفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

اور وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو جو تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔

خلاصہ

حدیبیہ میں جنگ کا ماحول تو گرم ہو چکا تھا اور بظاہر اُس کے ٹلنے کا کوئی امکان نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے جنگ روک دی اور اس سے پہلے مسلمانوں کا پلّہ بھی بھاری فرما دیا۔ مشرکین کی شرارتیں اور مسلمانوں کا عہد نبھانا اور تحمل سے کام لینا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرما کر مسلمانوں کو بہت سی خیریں اور فتوحات عطاء فرمائیں۔

مختصر تفسیر

''مشرکین کی کچھ ٹولیاں ''حدیبیہ'' پہنچی تھیں کہ موقع پا کر حضور اکرم ﷺ کو شہید کر دیں یا اکیلے مسلمانوں کو ستائیں چنانچہ کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرتے آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کے حضور پیش کر دیا آپ ﷺ نے اُن کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیۂ ہذا میں اس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور بِبَطْنِ مَكَّةَ (بیچ شہر مکہ کے) یعنی شہر کے قریب گویا شہر کا بیچ ہی سمجھو وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا یعنی اُنکی شرارتیں اور تمہارا عفو و تحمل سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ (عثمانی)

مکہ مکرمہ تلوار کے زور پر فتح ہوا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ آیت ''حدیبیہ'' کے بارے میں نہیں بلکہ ''فتح مکہ'' کے بارے میں ہے اور اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت اور تلوار سے فتح ہوا ہے۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح اور غلبہ عطاء فرمایا تھا اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان بڑی جنگ نہ ہوئی اور اسی آیت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی دلیل لی ہے کہ مکہ مکرمہ قوت کے زور پر فتح ہوا ہے نہ کہ صلح سے۔

یعنی قضٰی بینھم وبینکم المکافۃ والمحاجزۃ بعد ما خولکم الظفر علیھم والغلبۃ وذلك یوم الفتح وبه استشھد ابو حنیفۃؒ علی ان مکۃ فتحت عنوۃ لاصلحًا۔ (المدارک)

تفسیر حقانی میں ہے:-

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کَفَّ اَیْدِیَھُمْ سے مراد یہ ہے کہ تم میں اور اُن میں جنگ نہ ہونے دی یعنی فتح مکہ کے دن اور اُسی فتح مکہ کے دن کے واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ صلح سے فتح نہیں ہوا بلکہ زور وشوکت سے فتح ہوا ہے۔ (مفہوم حقانی)

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

وَھُوَ الَّذِیْ کَفَّ الآیۃ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے، ہوا یہ کہ مشرکین نے چالیس افراد بھیجے تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں ان افراد کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قوت اور زور سے داخل ہوئے، پھر اگر یہ آیت فتح مکہ کے بارے میں ہو تو اس بات کی واضح دلیل ہوگی کہ مکہ مکرمہ جنگ سے فتح ہوا ہے کیونکہ اس آیت میں ہے مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ (اس کے بعد کہ اُس نے تمہیں اُن پر غالب کردیا تھا) تو اگر مصالحت ہوئی ہوتی تو اس میں مسلمانوں کے لیے کوئی "ظفر" یعنی غلبہ اور قابو پانا ثابت نہیں ہوتا پس آیت مبارکہ کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ قوت سے فتح ہوا ہے۔

فان کانت نزلت فی فتح مکۃ فدلا لتھا ظاھرۃ علی انھا فتحت عنوۃً لقو له تعالٰی مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ ومصالحتھم لاظفر فیھا للمسلمین فا قتضٰی ذلك ان یکون فتحھا عنوۃ۔ (احکام القرآن)

اس تفسیری قول پر اعتراضات وجوابات کے لیے ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح المعانی۔

فائدہ

اکثر مفسرین حضرات کے نزدیک اس آیت مبارکہ کا تعلق "حدیبیہ" کے واقعہ سے ہے اس پر مفسرین نے کئی واقعات بھی لکھے ہیں ملاحظہ فرمایئے، ابن کثیر، القرطبی، البغوی، الخازن اور انوار البیان۔

کلام برکت

وہ اسّی آدمی جو پکڑے گئے بیچ شہر مکّے کے، یعنی قریب شہر کے گویا شہر کا بیچ ہی ہے۔ (موضح القرآن)

بظاہر جنگ یقینی تھی

حدیبیہ کے موقع پر ایسے حالات بن چکے تھے کہ بظاہر جنگ یقینی تھی اور اُس کے ٹلنے کا کوئی امکان نہیں تھا، اور اس

کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان بالکل مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ مشرکینِ مکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور وہ کئی بار مسلمانوں سے لڑنے مکہ سے اتنی دور مدینہ منورہ کے قریب جا چکے تھے تو اس بار تو مسلمان اُن کے گھر پہنچے ہوئے تھے۔ تفسیر کبیر میں یہ عجیب نکتہ لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں بِبَطۡنِ مَكَّةَ (مکہ کے بیچ میں) اس بات کا اشارہ ہے کہ اس جنگ کا رکنا مشکل تھا کیونکہ اس بات کا مضبوط امکان تھا کہ مشرکین مکہ اپنے شہر کو بچانے کے لیے زوردار جنگ کرتے اور مسلمان چونکہ اپنے علاقہ سے دور تھے اس لئے وہ بھی گرفتاری وغیرہ سے بچنے کے لیے سخت جنگ کرتے اور ویسے بھی ان کا پلہ بھاری ہو رہا تھا تو ان حالات میں جنگ کا روکنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ممکن تھا اسی لیے فرمایا وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيۡدِيَهُمۡ عَنكُمۡ اور وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیئے۔ پس اس جنگ کو روکنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے۔ (مفہوم تفسیر کبیر وحقانی)

مکہ مکرمہ میں کئی مظلوم مسلمان تھے، جن کی حفاظت مطلوب تھی۔ مشرکین میں سے بہت سے افراد کی قسمت میں دولتِ ایمان لکھی تھی، مکہ مکرمہ کی ریاست ملنے سے پہلے مسلمانوں کی معاشی مضبوطی کے لیے اُن کو خیبر اور ھجر کی بڑی غنیمتیں عطاء فرمانی تھیں اور مشرکین مکہ کو اتنا کمزور کرنا تھا کہ وہ جنگ کے قابل ہی نہ رہیں اور کعبۃ اللہ کی حرمت اور حفاظت بھی مطلوب تھی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب دو سال بعد مسلمانوں نے مکہ مکرمہ کی فتح کے لیے جہاد کیا تو مشرکین مقابلہ نہ کر سکے۔ الغرض حدیبیہ کے موقع پر جنگ کا نہ ہونا مسلمانوں کے لیے بے حد نفع مند تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا کہ اُس نے فریقین کے ہاتھ روکے اور مسلمانوں کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ایک اور رنگ تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

غور فرمائیں

حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے موت اور جہاد کی بیعت کی تھی، جن مشرکین نے اُن پر حملے کئے اُن کو بھی مسلمانوں نے گرفتار کیا۔ جب مسلمان ذہنی اور جسمانی طور پر جنگ کے لیے تیار تھے تو مشرکین نے صلح پیش کی جو قبول کر لی گئی۔ پس جو لوگ کفار سے مغلوبانہ اور رسوا کن معاہدے کرتے ہیں اُن کے لیے "صلح حدیبیہ" کی مثال پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے خود اسی آیت مبارکہ میں فرمایا گیا مِنۢ بَعۡدِ أَنۡ أَظۡفَرَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُن پر قابو دے دیا تھا) (واللہ اعلم بالصواب)

سورۃ الفتح مدنیۃ — آیت ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا

وہ تو وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو روکے رکھا اس سے کہ وہ اپنی

اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ

قربان گاہ تک پہنچیں اور اگر کچھ مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی نہ ہوتیں جنہیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انہیں

اَنْ تَطَــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

پامال کردیتے پھر ان کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا (تو تمہیں لڑنے سے نہ روکا جاتا) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی

مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾

رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ ٹل گئے ہوتے تو ہم ان میں سے جو کافر ہیں انہیں دردناک عذاب دیتے۔

خلاصہ

ان کفار کے کئی جرائم ایسے تھے جن کی وجہ سے یہ اس قابل تھے کہ ان سے جنگ کرنے کی مسلمانوں کو حدیبیہ کے موقع پر اجازت دے دی جاتی۔

★ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر اور کافر تھے۔

★ انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا، حالانکہ یہ کسی کو نہیں روکتے تھے۔

★ انہوں نے ہدی کے جانوروں کو منیٰ کی قربان گاہ تک لے جانے سے روکا۔

مگر ان جرائم کے باوجود اس وقت ان سے قتال کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ مکہ مکرمہ میں کچھ مسلمان مرد اور عورتیں موجود تھیں جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے اگر لڑائی ہوتی تو وہ بھی پس جاتے۔ اور اُن مخلص ایمان والوں کا اس طرح سے مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا خود مسلمانوں کے لیے تکلیف، پریشانی اور نقصان کا باعث بنتا پس اللہ تعالیٰ نے جنگ نہ ہونے دی تاکہ وہ جس پر چاہے رحمت فرمائے۔ مسلمانوں پر بھی رحمت ہوئی اور کفار میں سے بھی کئی لوگ مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنے۔ اگر ان کفار کے ساتھ مخلص مسلمانوں کے مارے جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اسی موقع پر کافروں کو سخت سزا دے دی جاتی۔ یعنی مسلمانوں کو اُن سے لڑنے کا حکم دے دیا جاتا جو انہیں خوب قتل کرتے اور قیدی بناتے۔

مختصر تفسیر و کلام برکت

"یعنی کچھ مسلمان مرد اور عورتیں جو مکہ مکرمہ میں مظلوم ومقہور تھے اور مسلمان ان کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دے دیا جاتا لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متاسف ہوتے، اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تا کہ وہ مسلمان محفوظ رہیں اور تم پر اس بے مثال صبر وتحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے، نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے اُن کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑبڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کرلے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

"اس تمام قصے میں ساری ضد اور کعبہ کی بے ادبی اُن ہی (مشرکین) سے ہوئی تم (مسلمان) باادب رہے، انہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی، بے شک وہ جگہ اس قابل تھی کہ اُسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی، مگر بعض مسلمان مرد وزن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا، اسوقت کی فتح مکہ میں پیسے جاتے آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور نکلنے والے نکل آئے تب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرادیا" (عثمانی)

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ کے الفاظ، عربی ترکیب اور مطالب پر حضرات مفسرین نے کافی تفصیل سے لکھا ہے، چند مضامین درج ذیل ہیں۔

1. ھدی یعنی قربانی کے وہ جانور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے گئے تھے یہ ستر اونٹ تھے، عربوں میں ان جانوروں کی بہت قدر ومنزلت تھی، جن جانوروں کے گلے میں علامتی قلادے ڈال دیئے جاتے اُن کو نہ کوئی تنگ کرتا تھا اور نہ حرم شریف کی قربان گاہ "منیٰ" تک جانے سے روکتا تھا۔
2. اگر کسی مُحرِم (یعنی احرام باندھے ہوئے شخص) کو حرم شریف جانے سے روک دیا جائے تو وہ اپنی ہدی یعنی قربانی والا جانور کہاں ذبح کرے گا۔ کئی مفسرین نے بحث فرمائی ہے
3. مکہ مکرمہ میں جو مسلمان پھنسے ہوئے تھے انکی تعداد کتنی تھی؟ تفسیر قرطبی میں تین حضرات کے اسماء گرامی بھی دیئے ہیں۔

◆ ۱ سلمۃ بن ہشام رضی اللہ عنہ

◆ ۲ عیاش بن ابی ربیعۃ رضی اللہ عنہ

❸ ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ (وغیرہم)

جبکہ تفسیر ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق یہ کل نو افراد تھے سات مرد اور دو خواتین جبکہ دوسری روایت کے مطابق کل بارہ افراد تھے تین مرد اور نو خواتین۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

❹ دار الحرب کے بعض مسائل۔ روح المعانی میں دار الحرب کے بعض مسائل کا بیان ہے اور امام قرطبی نے بھی اس موضوع کو لیا ہے۔

❺ اگر کسی قلعے میں کفار نے مسلمان قیدی بھی رکھے ہوئے ہوں یا کسی کشتی پر کافروں کے لشکر کے ساتھ مسلمان قیدی بھی ہوں تو کیا اس قلعے کو آگ لگانا اور اس کشتی کو غرق کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے؟ یا اگر کفار کا لشکر کچھ مسلمان قیدیوں کو بطور ڈھال اپنے سامنے رکھے تو کیا اُس لشکر پر تیر اندازی کرنا جائز ہے؟ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں مفصل بحث فرمائی ہے جبکہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ مسئلہ لکھا ہے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت مبارکہ کو دیکھتے ہوئے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان قیدیوں کے تحفظ کے لیے ان حالات میں کفار پر عمومی حملہ نہ کیا جائے بلکہ پہلے اُن سے مسلمانوں کو الگ کرانے کی کوشش کی جائے مگر پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ جہاں اس بات کا خطرہ ہو کہ کفار اس طرح سے مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور ان کا بڑا نقصان کریں گے تو پھر مسلمان قیدیوں کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ان پر عمومی حملہ جائز ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں کفار پر حملہ کرنا جائز ہے حنفیہ کے دلائل کے لیے ملاحظہ فرمایئے احکام القرآن جصاص رحمۃ اللہ علیہ

❻ شانِ صحابہ، حفاظت صحابہ:۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ سے حضرات صحابہ کرام کی فضیلت و منقبت بیان فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر مکہ مکرمہ میں موجود مسلمان نادانستہ طور پر مارے جاتے اور ان کے مارنے کا قصد اور ارادہ بھی صحابہ کرام کے دل میں نہیں تھا تو یہ گناہ کی بات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا کہ اُن کو اس غیر ارادی غلطی سے بھی محفوظ رکھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی معصیت سے حفاظت فرمائی ہے۔

تفضیل للصحابۃ واخبار عن صفتھم الکریمۃ من العفۃ عن المعصیۃ والعصمۃ عن التعدی۔ (القرطبی)

❼ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ (تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل فرمائے جسے چاہے) عمومی طور پر اس کے مصداق میں حضرات مفسرین کے تین اقوال ہیں۔

1 اللہ تعالیٰ نے جنگ کو روکا تا کہ ایمان والوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ روح المعانی میں اس قول کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

2 اگر تم غلطی سے نادانستہ طور پر مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیتے تو اللہ تعالیٰ اُن کو قتل ہونے کے بعد

اپنی رحمت میں داخل فرماتا (البتہ تمہیں صدمہ اور نقصان پہنچتا) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول ذکر فرمایا ہے۔

۷ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو روکا تا کہ وہ داخل فرمائے اپنی رحمت یعنی اسلام میں جس کو چاہے چنانچہ بہت سے اہل مکہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ہوئے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول ذکر فرمایا ہے۔

۸ ایمان والوں کی موجودگی اور صحبت کا فائدہ کفار کو بھی ہوتا ہے۔ جیسے یہاں اہل مکہ صرف چند مسلمانوں کی وجہ سے بچ گئے اگر یہ مسلمان مکہ مکرمہ میں موجود نہ ہوتے تو حدیبیہ میں بیعت علی الجہاد کرنے والے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ پر اسی وقت حملے کی اجازت دے دی جاتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مشرکین مکہ کو کاٹ پھینکتے۔

قال قتادة فی هذه الآیة ان الله یدفع بالمومنین عن الکفار کما دفع بالمستضعفین من المومنین عن مشرکی مکة

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی وجہ سے کفار کو بچاتا ہے جیسے مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کی خاطر مشرکین مکہ کو بچایا۔ (البغوی)

حضرات مفسرین نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے قرطبی، روح المعانی وغیرھا۔

ان آٹھ مضامین کے علاوہ مَعَرَّةٌ کے معنیٰ اور آیت مبارکہ کی نحوی ترکیب پر بھی مفسرین نے تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ آیت ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ

جبکہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا جہالت کا جوش پھر اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ

بھی اپنی تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل کردی اور ان کو پرہیزگاری کی بات

التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

پر قائم رکھا اور وہ اسی کے لائق اور قابل بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

خلاصہ

مشرکین مکہ تو پوری طرح سے اپنی جاہلی ضد اور اکڑ پر اتر آئے تھے ایسے میں ضرور جنگ ہو جاتی اور وہ ہلاک ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر سکینہ نازل فرمایا اور وہ ضد پر نہیں اترے اور نہ خوف اور بزدلی میں مبتلا ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان، تقویٰ اور اطاعت پر ثابت قدم رکھا اور وہ اس دولت ایمان کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ کون خیر کا مستحق ہے اور کون شر کا۔

لڑائی یقینی تھی

مشرکین مکہ تو جنگ بھڑکانے کی ہر غلطی کر چکے تھے اور ان کو اپنی ناک کے کٹ جانے کی فکر نے اندھا کر دیا تھا وہ پوری طرح سے اپنی جاہلی عصبیت اور غیرت پر اترے ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس سال عمرہ نہ کرنے دیا، جب معاہدہ لکھنے بیٹھے تو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور محمد رسول اللہ'' نہ لکھنے دیا، پھر معاہدہ کی شرطیں بھی بہت کڑی رکھیں خصوصاً یہ شرط کہ ان کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کریں گے اور یہ شرط رکھی کہ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے تو صرف تین دن کا قیام ہوگا اور تلواریں نیاموں میں ہونگی۔ الغرض انہوں نے ہر وہ بات کی اور ہر وہ کام کیا جو مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء یہ تھی کہ اس موقع پر جنگ نہ ہو چنانچہ یہ حضرات صحابہ کرام کے ایمان اور اطاعت کا بہت سخت امتحان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے دل پر جو اطمینان اور سکون نازل فرمایا تھا اس کی برکات حضرات صحابہ کرام کو بھی عطاء فرمائیں چنانچہ وہ ایمان اور اطاعت پر ثابت قدم رہے، ان کو بتایا گیا کہ لڑنا ہے تو لڑنے پر تیار ہو گئے اور کسی طرح کے خوف اور بزدلی میں مبتلا نہ ہوئے۔ پھر بتایا کہ

بغیر عمرہ کئے سرمنڈانے ہیں اور جانور ذبح کرنے ہیں تو وہ اس پر تیار ہو گئے، پھر بتایا گیا کہ اب واپس جانا ہے تو وہ واپس چل پڑے اور کسی طرح کی ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہ ہوئے۔ یوں انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے مستحق اور مکمل طور پر اہل ہیں اور یوں صرف ایک وقتی لڑائی ٹال کر ان کو دنیا کا فاتح بنانے کی تیاری مکمل ہوگئی۔ اس موقع پر قرآن پاک بار بار یہ سمجھا رہا ہے کہ یہ صلح مشرکین کی خاطر نہیں کرائی گئی۔ وہ تو جنگ اور ہلاکت کے مستحق تھے اور نہ ہی یہ صلح مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے ہوئی وہ تو بیعت علی الجہاد کر کے اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کو ساتھ لے چکے تھے اور فتح حاصل کرنے کی حالت میں تھے۔ بلکہ اس صلح کے اور بہت سے مقاصد تھے جن میں سے ایک اہم مقصد مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی حفاظت تھی اور دوسرا مقصد بہت سے لوگوں کو اسلام کی توفیق ملنے والی تھی۔ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ تو اس صلح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں تک اسلام کا نور پہنچادیا۔ امام ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ صلح عرب کے باہمی میل جول اور اختلاط کا ذریعہ بنی، ان میں سے بہت سے لوگوں کو اسلام نصیب ہوا اور کلمۂ اسلام بلند ہوا، حدیبیہ والے سال اسلامی لشکر کی تعداد چودہ سو تھی جبکہ دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر ان کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔

اذکان سببا لامتزاج العرب، واسلام کثیر منھم، وعلو کلمة الاسلام، وکانوا عام الحدیبیة الفا وار بعمائة وبعدہ بعامین ساروا الی مکة بعشرة آلاف۔ (البحر المحیط)

اہم ترین سبق

ان آیات میں اور حدیبیہ کے پورے واقعہ میں بہت سے اہم اسباق ہیں جن میں ایک سبق یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے لیے مکمل طور پر تیار رہے، وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے لیے دین پر لٹانے کا عزم رکھے پھر جس جگہ لڑنے کی شرعی طور پر اجازت ہو وہاں جم کر لڑے اور جس جگہ لڑنے کی شرعی اجازت نہ ہو وہاں بالکل نہ لڑے خواہ دشمن اسکو جتنا بھی بھڑکائیں اور ابھاریں۔ حدیبیہ کے موقع پر لڑنا ٹھیک نہیں تھا تو صحابہ کرام نے جہاد کی بیعت کرنے کے باوجود اس حکم کی تعمیل کی۔ حالانکہ مشرکین مکہ نے ان کو بہت بھڑکایا اور لڑائی میں ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ یہ حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ ایسے نازک لمحات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ پر ثابت رکھا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے محفوظ رہے معلوم ہوا کہ مجاہدین کو ہر لڑائی سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم معلوم کرنا چاہیے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ شرعی طور پر اس لڑائی کی اجازت ہے یا نہیں۔ اگر اجازت ہو تو پھر لڑنا ایمان اور تقویٰ ہے اور اگر اجازت نہ ہو تو پھر نہ لڑنا ایمان اور تقویٰ ہے۔ (یعنی ایمان کا تقاضہ ہے) (واللہ اعلم بالصواب)

مختصر تفسیر

”(جب کافروں نے اپنے دلوں میں نادانی کی ضد بھر لی) نادانی کی ضد یہ کہ اس سال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے واپس بھیج دو اگلے سال عمرہ پر آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو اور ہتھیار

کھلے نہ لاؤ، صلح نامہ میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نہ لکھو اور بجائے ''محمد رسول اللہ'' کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض واضطراب (یعنی بے چینی) کے باوجود پیغمبر ﷺ کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر ان کے قلوب مطمئن ہو گئے۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے زبردست حامل تھے ایک پکا موحد اور پیغمبر کا مطیع وفرمانبردار ہی اپنے جذبات اور رجحانات کو عین جوش وخروش کے وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے شعائر کی تعظیم پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہ ہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت وعزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے، شاید اسی لئے حدیث میں ''کلمۃ التقویٰ'' کی تفسیر ''لا الہ الا اللہ'' سے کی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ اور طہارت کی بنیاد یہ ہی کلمہ ہے جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کو چن لیا تھا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ ہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔ (عثمانی)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

جب کفار کے دل میں حمیت الجاھلیہ موجزن تھی تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو سکینت عطاء فرمائی اگر لڑائی ہوتی مسلمان یقیناً فتح پاتے۔ (حاشیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

منظم جماعت میں مسلمانوں کی قیمت اور ان کا تحفظ

مسلمانوں کی جماعت منظم تھی اور اپنے آقا اور امیر حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت میں تھی، ابتداء میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو بیعت علی الجہاد کا حکم ملا تو کوئی بھی خوف اور ڈر میں مبتلا نہ ہوا بلکہ سب نے تعمیل کی اور مشرکین پر واضح ہو گیا کہ مسلمان کے خون کی کیا قدر وقیمت ہے وہ مرعوب ہوئے اور صلح پر آمادہ ہوئے، پھر جب اُن میں سے شرارتی لوگوں نے مسلمانوں کو جنگ پر ڈالنا چاہا اور مختلف طریقوں سے بھڑکایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی جماعت کو صبر کا اور اس موقع پر نہ لڑنے کا حکم دیا تو سب نے مان لیا جس کی برکت سے مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی حفاظت ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ اگر مسلمان منظم جماعت ہوں تو اس میں انکی بے حد قدر ومنزلت اور ان کا تحفظ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لا الہ الا اللہ کلمہ تقویٰ ہے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین پر اطمینان نازل فرما دیا اور انہوں نے لڑائی لڑنے پر اور اسی سال عمرہ کرنے پر ضد نہ کی وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا کلمہ ان کے ساتھ لازم فرما دیا وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا اور یہ لوگ کلمہ تقویٰ کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل

تھے۔ کلمہ تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ترمذی نے بروایۃ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس سے کلمہ لا الہ الا اللہ مراد ہے اس کو تقویٰ کا کلمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ شرک سے، کفر سے اور گناہوں سے بچاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی توفیق سے کلمہ کو اپنا لیا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اسے ان کا ساتھی بنا دیا اور اب یہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں“ (انوار البیان)

کلمہ تقویٰ کے بارے میں اقوال

❶ کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ“ ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے۔ (القرطبی)

❷ کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے یہ عطاء الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (القرطبی)

❸ کلمہ تقویٰ ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ ہے یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (القرطبی)

❹ کلمہ تقویٰ ”لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شئ قدیر“ ہے یہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (القرطبی)

❺ کلمہ تقویٰ ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ ہے یہ زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (القرطبی)

❻ کلمہ تقویٰ سے مراد ”اخلاص“ ہے یہ بھی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (القرطبی)

لا الہ الا اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ

❼ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

کلمہ تقویٰ سے مراد ”لا الہ الا اللہ“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

کئی احادیث صحیحہ میں ”لا الہ الا اللہ“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ کو جوڑ کر بیان فرمایا گیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

أمرت أن اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسه الا بحقه وحسابه علی اللہ۔ (صحیح بخاری)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کرلیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا سوائے اسلامی حق کے (یعنی اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی شرعی سزا اس کی جان یا مال پر آتی ہے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے:

حدیبیہ کے موقع پر مشرکین طرح طرح کی جاہلی حرکتیں کر رہے تھے جبکہ مسلمان ''لا الہ الا اللہ'' اور'' جہاد فی سبیل اللہ'' پر ڈٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے جہاد کی بیعت کی تا کہ ''لا الہ الا اللہ'' کی خاطر لڑیں اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ بغیر لڑے واپس ہو جاؤ تو انہوں نے ''لا الہ الا اللہ'' کے تقاضے کو پورا کر کے اطاعت کی اور نہایت سکون و اطمینان سے واپس ہو گئے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان مشرکین کی جاہلانہ غیرت اور ضد یہ تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا معاہدہ نامے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا، مسلمانوں کو مکہ مکرمہ داخل ہونے سے روکا۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اطمینان اور وقار رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین پہ نازل فرمایا مطلب یہ ہے کہ اُن کو تسلیم و رضا پر ثابت قدم رکھا اور اُن کے دلوں میں وہ چیز داخل نہیں ہوئی جو مشرکین کے دلوں میں گھس گئی تھی۔ (القرطبی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ سے مراد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے اور مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے تو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے سے انکار کیا جبکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک کلمہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' عطاء فرما دیا

عن الزهري قال: بسم الله الرحمن الرحيم وضمّ بعضهم الیٰ هذا محمد رسول الله والمراد بالزامهم اياها اختيارهالهم دون من عدل عنها الى باسمك اللّٰهم و محمد بن عبد الله۔ (روح المعانی)

معلوم ہوا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ایک بہت عظیم الشان نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو عطاء فرمائی ہے، پس اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

امام ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن حکم فرماتے ہیں یہاں کلمہ تقویٰ سے مراد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے مشرکین نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا اور انہیں اس کا مستحق بنا دیا

قال المسور بن مخرمه و مروان الحكم، كلمة التقویٰ هنا بسم الله الرحمن الرحيم وهي التي اباها كفار قريش فالزمها الله المومنين وجعلهم احق بها (البحر المحیط)

حکم سننا اور اطاعت کرنا کلمۂ تقویٰ ہے

ایک قول یہ بھی ہے کہ حکم سننا اور پھر اطاعت کرنا یہ کلمۂ تقویٰ ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائی۔

وقيل هي قول المؤمنين سمعا وطاعة حين يومرون او ينهون۔

یعنی ایک قول یہ ہے کہ کلمۂ تقویٰ سے مراد ایمان والوں کا کوئی حکم یا نہی سنکر یہ کہنا ہے کہ ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ (روح المعانی)

ترکیب

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا کا تعلق پچھلی آیت میں لَعَذَّبْنَا سے ہے ای لعذبناھم فی ذلک الوقت یااذکر مقدر ہے اور كَلِمَةَ التَّقْوٰى کی اضافت سببی ہے کہ انھا سبب التقویٰ واسا سھا یا اصل اس طرح ہے كَلِمَةَ اَهْلِ التَّقْوٰى۔ (المدارک)

جنگ کی قدرت کے باوجود تعمیل حکم

تفسیر مظہری میں ہے:۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اور مومنوں کو اطمینانِ خاطر عطاء فرمایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے۔ (مظہری)

وہ لوگ جو دشمنانِ اسلام سے لڑنا ہی نہیں چاہتے اور نہ ہی لڑنے کی تیاری کرتے ہیں وہ جب "صلح حدیبیہ" کو اپنی دلیل بناتے ہیں تو بہت حیرت ہوتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام کی منقبت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام کو کلمہ تقویٰ کا زیادہ حق دار اور اہل قرار دیا اسی لئے اُن کو اپنے آخری نبی ﷺ کے صحابی بننے اور اپنے دین کا مددگار رہنے کی توفیق عطاء فرمائی اس سے حضرات صحابہ کرام کی خصوصی فضیلت اور منقبت معلوم ہوئی کئی مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں اس پر روشنی ڈالی ہے ملاحظہ فرمایئے تفسیر مظہری، وتفسیر حقانی۔

سکینہ کی عجیب تفسیر

تفسیر حقانی میں ہے:۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل کیا کفار کے اس جوش سے اُن کو خوف پیدا نہ ہوا۔ (تفسیر حقانی)

تفسیر کبیر میں ہے کہ اگر ایک فریق ضد اور ہٹ دھرمی پر اترا ہو تو اگر سامنے والا فریق بھی ضد پر اتر آئے تو لڑائی ہو جاتی ہے اسی طرح اگر یہ فریق کمزوری اور خوف میں مبتلا ہو جائے تو ضدی فریق اس پر جنگ مسلط کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام پر سکینہ نازل فرمایا وہ نہ ضد پر اترے اور نہ خوف اور ڈر میں مبتلا ہوئے۔ (مفہوم تفسیر کبیر)

مسلمان اپنے علاقے سے بہت دور مشرکین کے گڑھ میں تھے اور ظاہری طور پر چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے اور مشرکین اپنی جہالت، ضد اور تعصب کی وجہ سے طرح طرح کی اشتعال انگیز حرکتیں بھی کر رہے تھے مگر مسلمانوں

کے دلوں میں نہ کوئی خوف پیدا ہوا اور نہ اپنی جان بچانے کی فکر نے اُن کو کمزور کیا وہ مضبوطی کے ساتھ کلمۂ توحید پر ڈٹے رہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کرتے رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سبق

مجاہدین کو "لا الہ الااللہ"، "بسم اللہ الرحمن الرحیم"، "لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ"، "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اور "لا الہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر" کو لازم پکڑنا چاہیے، ان کلمات کی قوت سے تقویٰ حاصل کرنا چاہیے، ان کلمات کا ورد کرنا چاہیے اور ان کلمات کے تقاضوں پر پورا عمل کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بہت اہم سبق

مسلمانوں کو غزوہ اُحد میں ظاہری شکست ہوئی تو آپ ﷺ نے اُس کے اثرات کو زائل فرمانے کے لیے فوری طور پر "غزوہ حمراء الاسد" کے لیے کوچ فرمایا۔ مسلمانوں نے "حدیبیہ" میں صلح کی اور اسکی وجہ سے وہ کچھ غمگین تھے تو آپ ﷺ نے اس کا علاج فوری طور پر "غزوۂ خیبر" لڑنے سے فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر کفار کی طرف سے جب دباؤ زیادہ بڑھ جائے تو اس کا علاج قتال فی سبیل اللہ ہے کہ اسکی برکت سے کفار کا رعب اور دباؤ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کو مضبوط اور تازہ دم کر دیتی ہے۔ اسی طرح یہ سبق بھی ملا کہ اگر کسی محاذ پر جنگ کرنا ٹھیک نہ ہو اور مخالفین کی طرف سے اسی محاذ پر جنگ کرنے کیلئے اشتعال دلایا جا رہا ہو تو مسلمان اشتعال میں نہ آئیں بلکہ جس دوسرے محاذ پر جنگ کرنا ٹھیک ہو وہاں جنگ شروع کر دیں اور تیز کر دیں اس سے انہیں بہت بڑی کامیابی ملے گی۔ "حدیبیہ" کے محاذ پر جنگ ٹھیک نہیں تھی، مشرکین اشتعال دلا رہے تھے کہ مسلمان اسی جگہ لڑیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مضبوط رکھا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کا رخ "خیبر" کے محاذ کی طرف موڑ دیا اور "حدیبیہ" کے موقع پر ان آیات کے ذریعہ مسلمانوں کو سمجھا دیا گیا کہ اس وقت جس محاذ پر لڑنے کی ضرورت ہے وہ "حدیبیہ" نہیں "خیبر" ہے اس میں مسلمانوں کے لیے اہم جنگی تدبیر اور بہترین عسکری سبق ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سورۃ الفتح مدنیۃ آیت ۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ

ضرور داخل ہو گے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے بے خوف و خطر ہوں گے پس جس بات کو تم نہ

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

جانتے تھے اس نے اسے جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی کر دی۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب دکھایا وہ بالکل سچا ہے اور یقیناً پورا ہوگا اور مسلمان مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوں گے عمرہ کریں گے۔ حلق اور قصر کر کے احرام سے حلال ہوں گے اور انہیں کسی قسم کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ ظاہری طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے میں جو تاخیر ہوئی اسکی حکمتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے اور ان حکمتوں کی ایک مثال وہ قریبی فتح ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں عطاء فرما دی۔ ''بیعت رضوان'' اور ''غزوہ خیبر'' یہ سب نعمتیں مسلمانوں کو حاصل ہو گئیں اور مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان بھی محفوظ رہے۔

مختصر تفسیر

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں ادھر اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا، صحابہ کرامؓ نے عموماً یہ خیال کیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے جس وقت صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا؟ عرض کیا نہیں فرمایا تو بیشک یوں ہی ہو کر رہے گا تم امن امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈا کر، کوئی بال کتروا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال یوں ہی ہوا آیۃ ھذا میں اسی کو فرمایا کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا خواب دکھلایا۔ باقی انشاء اللہ فرمانا۔ ابن کثیر کے نزدیک تحقیق و تو کید کے لیے ہے (شک کے

لیے نہیں) یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم محیط کے موافق واقعات کا سلسلہ قائم کیا وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کس قدر مصالح ہیں جنکی تمہیں خبر نہیں، اس لئے خواب کا وقوع امسال نہ ہونے دیا اور اسکے وقوع سے قبل تم کو لگتے ہاتھ ایک اور فتح عنایت کر دی'' (عثمانی)

منافقین کا شور

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو منافقین نے آپ ﷺ کے خواب کا مذاق اڑایا اور کہنے لگے ہم نے نہ تو سر منڈایا نہ بال کتروائے اور نہ مسجد حرام کو دیکھا تو اس آیت میں انکے اعتراض کا جواب دیا گیا۔

فلما تأخر ذلك قال عبد الله بن ابی وغيره والله ما حلقنا ولا قصرنا ولا رأينا المسجد الحرام (المدارک)

امن اور بے خوفی

آیت مبارکہ میں فرمایا اٰمِنِیْنَ کہ تم امن کے ساتھ داخل ہوگے اور پھر آگے فرمایا لَا تَخَافُوْنَ تمہیں کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اسمیں تکرار نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت امن ہوگا اور وہاں رہنے کے دوران کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔

فأثبت لهم الامن حال الدخول ونفي عنهم الخوف حال استقرارهم في البلد لا يخافون من احد۔ (ابن کثیر)

تفسیر کبیر میں ہے کہ مشرکین مکہ احرام والوں کے ساتھ لڑائی اور جنگ نہیں کرتے تھے تو فرمایا تم امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوگے۔ مگر عمرہ کرنے کے بعد جب حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائیں گے تو اب امکان تھا کہ مشرکین نقصان پہنچائیں تو فرمایا لَا تَخَافُوْنَ حلال ہونے کے بعد بھی تمہیں کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔

فقال تدخلون آمنين وتحلقون ويبقىٰ امنكم بعد خروجكم عن الاحرام۔ (تفسیر کبیر)

جب اللہ تعالیٰ چاہے گا

آیت مبارکہ میں ''انشاء اللہ'' کو اکثر مفسرین نے اپنے اصل معنیٰ میں لیا ہے کہ اگر اللہ چاہے گا۔ اور فرمایا ہے کہ مسجد حرام میں داخلہ تو یقینی تھا انشاء اللہ مزید ادب، تاکید، تبرک اور امت کی تعلیم کے لیے فرمایا۔ مگر بعض مفسرین کے نزدیک یہاں اِن کا معنیٰ ہے اِذ یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

قال ابو عبيدة يقوم ان بمعنى اذ كما قيل في قوله انا ان شاء الله بكم لاحقون (البحر المحیط)

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

❶ یعنی اس تاخیر میں جو خیریں اور فائدے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے انہیں تم نہیں جانتے تھے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ سے واپسی پر خیبر فتح فرمایا اور خیبر کے اموال کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت اور جنگی تیاری میں کئی گنا اضافہ ہوا پھر آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ قوت اور طاقت آپ ﷺ کے پاس تھی۔

ای علم مافی تأخیر الدخول من الخیر والصلاح مالم تعلموه انتم وذلك انه علیه السلام لما رجع مضیٰ منها الیٰ خیبر فافتتحها ورجع باموال خیبر واخذ من العدة والقوة اضعاف ماکان فیه فی ذلك العام واقبل الی مکة علی اهبة وقوة وعدة باضعاف ذلك (القرطبی)

❷ اللہ تعالیٰ نے اس درمیانی مدت میں اسلام کے جس غلبے اور بہت سے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کا جو فیصلہ فرمایا تھا وہ تمہارے علم میں نہیں تھا۔

ای ماقدره من ظهور الاسلام فی تلك المدة ودخول الناس فیه۔ (البحر المحیط)

بیان القرآن میں ہے کہ اگر حدیبیہ سے بغیر لڑے واپسی نہ ہوتی تو بظاہر خیبر کی فتح نہ ملتی کیونکہ ایک تو جنگ کے فوراً بعد دوسری جنگ میں جانا مشکل ہوتا اور دوسرا مشرکین کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملے کا خطرہ رہتا جو جنگ بندی کرکے معاہدے کی وجہ سے ختم ہوگیا واللہ اعلم۔ (مفہوم بیان القرآن)

ارشاد فرمایا:۔

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی عطاء فرمادی۔

❶ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے کہ اس فتح قریب سے مراد بیعتِ رضوان ہے۔

قال کثیر من الصحابة هذا الفتح القریب هو بیعة الرضوان (البحر المحیط)

❷ کئی مفسرین کے نزدیک اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔

وقال ابن زید خیبر

❸ کئی مفسرین کے نزدیک اس فتح سے مراد "فتح حدیبیہ" ہے۔

وقال مجاهد وابن اسحاق هو فتح الحدیبیة (البحر المحیط)

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ فتح مکہ کو "فتح" کہتے ہو بے شک وہ فتح ہے مگر ہم حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان کو حقیقی فتح شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ

کئی مفسرین حضرات نے سورۃ الفتح آیت ۲۷ کے ذیل میں "عمرۃ القضاء" کے ایمان افروز واقعات ذکر فرمائے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "عمرۃ القضاء" کو بھی غزوات میں شامل فرمایا ہے۔ اسی مناسبت سے ملاحظہ فرمایئے "عمرۃ القضاء" کے مختصر واقعات۔

عمرة القضاء
ذی قعدۃ الحرام ۷ھ

عمرۃ القضاء

ذی قعدۃ الحرام ۷ھ

اس نام کا سبب

اس کو عمرۂ قضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ قضاء کے معنی ہیں فیصلہ۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس پر قریش سے فیصلہ یعنی صلح فرمائی تھی اس لئے اس کو عمرہ قضا کہا جاتا ہے اسکو عمرہ صلح و عمرہ قصاص بھی کہا جاتا ہے۔ (جس کی وجہ ظاہر ہے)

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں یہ نام یعنی عمرہ قصاص زیادہ مناسب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔ (الآیہ، پ۲، سورہ بقرہ ع ۲۴۔ آیت ۱۹۴)

ترجمہ: حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں۔

اس عمرہ کے چار نام ہیں

علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس طرح اس عمرہ کے چار نام ہوتے ہیں عمرۂ قضا، عمرۂ قضیہ، عمرۂ صلح اور عمرۂ قصاص (عمرۂ قصاص کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بدلے کا عمرہ تھا یعنی گذشتہ مرتبہ آنحضرت ﷺ جب عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تو چونکہ عمرہ نہیں کر سکے تھے) عمرہ قصاص اس لئے کہ یہ عمرہ ذی قعدہ ۷ھ میں ہوا اور یہی وہ مہینہ تھا جس میں ایک سال پہلے ۶ھ میں آپ عمرہ کے لیے گئے اور قریش نے آپ کو اس سے روک دیا تھا۔ (لہٰذا یہ اس کے بدلے میں تھا)

کیا عمرۂ قضا غزوات میں سے ہے؟

اس عمرۂ قضا کو غزوات میں شمار نہیں کیا گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو غزوات میں اس لئے شمار کیا ہے کہ جنگ کے خطرہ کی وجہ سے اس سفر میں رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کو ہتھیاروں سے لیس لے کر گئے تھے کیونکہ خطرہ تھا کہ (اگرچہ مکہ میں داخل ہونے کا قریش سے سمجھوتہ ہو چکا تھا مگر) ان سے غداری کا اندیشہ تھا۔ ادھر غزوہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس سفر میں جنگ بھی ہو (صرف جنگ کے ارادے یا جنگ کے خطرہ کے پیش نظر ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلنے کو غزوہ کہا جاتا ہے۔ اسی لئے اس سفر کو غزوۂ امن بھی کہا گیا ہے)۔

مکہ کو روانگی

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لیے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اُس عمرہ کی قضا کے لیے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا۔

ہمراہیوں کی تعداد

اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو صحابہ تھے ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ کوچ کے وقت آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ کے موقعہ پر موجود تھے ان میں سے ہر شخص کا چلنا ضروری ہے لہٰذا حدیبیہ کے سارے ہی شریک عمرۂ قضا میں ساتھ تھے سوائے ان حضرات کے جو یا تو غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے اور یا اس دوران میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ آپ کے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی تھے جو حدیبیہ کے موقعہ پر شریک نہیں تھے۔

تواترت الاخبار انه ﷺ لماهل ذوالقعدة امرا صحابه ان یعتمروا اقضاء عمر تهم وان لایتخلّف احد منهم شهد الحدیبیة فخرجوا الا من استشهد و خرج معه آخرون معتمرین فکانت عدتهم الفین سوی النساء والصبیان قال و تسمی ایضاً عمرة الصلح۔ (فتح الباری ص ۳۸۳، ج ۷)

حاکم اکلیل میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر اس عمرہ کی قضاء کا حکم دیا جس کو حدیبیہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے۔ اور یہ تاکید فرمائی کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو اس اثناء میں شہید ہو گئے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے سوا دو ہزار تھی اور اس عمرہ کو عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں۔

بہر حال ان روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو آئندہ سال اسکی قضاء واجب ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے تفصیل کے لیے کتب فقہیہ کی مراجعت کی جائے۔

مدینہ منورہ میں قائم مقامی

مدینے سے کوچ کرتے ہوئے آپ نے وہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول کے مطابق ان کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کو بنایا تھا۔ نیز آپ کے ساتھ قربانی کے ساٹھ جانور تھے جن کو شریعت کی اصطلاح میں بدنہ کہا جاتا ہے۔ آپ نے ان سب جانوروں کے گلوں میں قلادہ یعنی علامت یا نشان ڈالا۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر جانور کے گلے میں چمڑے کا ٹکڑا یا جوتا لٹکایا تا کہ جانور کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ھدی کا جانور ہے اور لوگ اس جانور کو کچھ نہ کہیں۔ ان جانوروں کی نگرانی پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ناجیہؓ بن جندب کو متعین فرمایا۔ (جو ان کو ہنکا رہے تھے)

ہتھیار بنظر احتیاط

اس سفر میں رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار، زرہیں اور نیزے بھی ساتھ لئے۔ مسلمانوں میں ایک سو آدمی گھوڑے سوار تھے جن کے امیر حضرت محمدؓ بن مسلمہ تھے اور ہتھیار وغیرہ بشیر بن سعد کی نگرانی میں دیے گئے۔

چونکہ یہ صلح نامہ کی شرائط کے خلاف بات تھی اس لئے صحابہ نے آپ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ نے ہتھیار بھی ساتھ رکھے ہیں حالانکہ قریش نے معاہدہ میں یہ شرط رکھی تھی کہ صرف مسافر کا ہتھیار یعنی میان میں پڑی ہوئی تلوار کے ساتھ ہی مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے!''

آپ نے فرمایا:۔

''ہم ان کے سامنے ہتھیار لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گے لیکن ہتھیار ہمارے قریب ضرور ہوں گے تاکہ اگر دشمن کی طرف سے اچانک کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے تو ہتھیار ہمارے پاس ہوں!''

مسلم سوار اور قریشی جماعت

غرض حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سوار دستہ لے کر آگے بڑھ گئے جب وہ ظہران کے مقام پر پہنچے تو وہاں انہیں قریش کے کچھ لوگ ملے، انہوں نے محمدؓ بن مسلمہ سے حال پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے پیچھے تشریف لا رہے ہیں اور کل صبح انشاء اللہ آپ اس منزل پر پہنچ جائیں گے۔

قریش کی گھبراہٹ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد

ادھر ان لوگوں نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھ بڑی تعداد میں ہتھیار دیکھے تو وہ لوگ نہایت تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگے اور قریش کے پاس پہنچ کر انہیں بتلایا کہ مسلمانوں کے ساتھ بے شمار ہتھیار بھی ہیں اور گھوڑے سوار دستہ بھی ہے۔ قریش یہ سن کر بدحواس ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کی ہے جو اس معاہدہ کے خلاف ہو بلکہ ہم لوگ معاہدہ کے پابند ہیں جب تک بھی صلح نامہ کی مدت ہے ہم اس کی پابندی کریں گے پھر آخر کس بنیاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جنگ کرنے آئے ہیں؟

اس کے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

انہوں نے آپ کے پاس جا کر کہا:

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے بچپن سے آج تک کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ آپ غداری اور دغا کرتے ہیں لیکن آپ اپنی ہی قوم کے مقابلے میں ہتھیار بند ہو کر حرم میں داخل ہونے آئے ہیں جب کہ آپ قریش سے یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ صرف مسافر کے ہتھیار یعنی میانوں میں پڑی ہوئی تلواریں آپ کے ساتھ ہوں گی!''

آپ نے فرمایا:۔

''میں ان پر ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گا!''

مکرز نے کہا:۔

''یہی وہ نیکی، وفاداری اور قول و قرار کی پاسداری ہے جو آپ کے متعلق مشہور ہے!''

اس کے بعد مکرز بڑی تیزی کے ساتھ مکے واپس گیا اور قریش کے پاس پہنچ کر ان کو بتلایا کہ محمد ﷺ تمہارے شہر میں ہتھیار بند ہو کر نہیں داخل ہوں گے بلکہ وہ اس قول و قرار کے پابند ہیں جو تم سے ہو چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مکے میں داخلہ

پھر جب رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے کا وقت قریب آ گیا تو قریش کے بڑے بڑے لوگ مکے سے نکل کر کہیں چلے گئے کیونکہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ جو نفرت و دشمنی اور حسد تھا اس کی وجہ سے یہ لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھیں۔

مکہ میں داخلہ

ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا، لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ چونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطنِ یاءجج میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲)

اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی ناقہ قصواء کی مہار پکڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔

خلّوا بنی الکفار عن سبیله

قد انزل الرّحمٰن فی تنزیله

اے کافرو آپ کا راستہ چھوڑ دو — اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے۔

بان خیر القتل فی سبیله

نحن قتلنا کم علی تاویله

کما قتلنٰکم علیٰ تنزیله (رواہ عبدالرزاق عن انس رضی اللہ عنہ)

کہ بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے جیسے قرآن منزل من اللہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تم سے قتال کیا۔

اور بیہقی کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادہ ہے۔

الیوم نضربکم علی تنزیله

ضرباً یزیل الهام عن مقیله

آج اللہ کے حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہو جائے۔

ویذهل الخلیل عن خلیله

یارب انی مؤمن بقیله

اور دوست کو دوست سے بے خبر بنا دے، اے اللہ میں اس کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

یارب انی مؤمن بقیله

انی رأیت الحق فی قبوله

میں اُس کے قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر رہنے دو۔ یہ شعر کافروں کے حق میں تیر باری سے زیادہ سخت ہیں۔ (رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن غریب) یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۸۳ ج ۴ میں مذکور ہے۔

ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا، اے عمر میں سُن رہا ہوں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ کو یہ حکم دیا کہ اے ابن رواحہ یہ پڑھو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ۔ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

عبد اللہ بن رواحہؓ کے ساتھ اور صحابہؓ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔

سواری پر طواف اور کعبہ میں داخلہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف فرمایا اور حجر اسود کی گہرائی والے حصہ کو چوما۔ کہا جاتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور اس وقت تک وہیں رہے جب تک حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان نہیں دے دی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تھی۔

مہاجروں پر قریش کے تبصرے

مشرکوں کی ایک جماعت قیقعان نامی پہاڑ پر جا کر وہاں سے نیچے جھانک رہی تھی وہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے (چونکہ ان لوگوں نے مکے کے مہاجروں کو ایک مدت کے بعد دیکھا تھا اس لئے) وہ آپس میں کہہ رہے تھے:

’’یثرب کے بخار نے مہاجروں کو بہت کمزور کر دیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تمہارے سامنے جو لوگ آئے ہیں ان کو یثرب کے بخار نے کھا لیا ہے!‘‘

مشرکوں پر رعب کے لیے رمل کا حکم

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس تبصرہ کی اپنے نبی کو خبر دے دی۔ چنانچہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے گا جو ان مشرکوں کو اپنی جسمانی قوت و طاقت دکھلائے گا!‘‘

چنانچہ آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ طواف کے تین پھیروں میں رمل کریں یعنی اکڑ اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلیں اور مشرکوں کو دکھلائیں کہ ہم میں پوری طرح زور و قوت باقی ہے (اور وہ لوگ ان کی ظاہری کمزوری سے خوش نہ ہوں)۔

جب مسلمانوں نے رمل کرنا شروع کیا تو مشرکوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور جتلایا تھا۔

''تم لوگ کہہ رہے تھے کہ انہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا حالانکہ یہ تو کہیں طاقتور اور شہزور ہیں اور ہرنیوں کی طرح زقندیں بھر رہے ہیں!''

آنحضرت ﷺ نے مہربانی کے خیال سے مسلمانوں کو طواف کے تمام پھیروں میں اکڑ کر اور تیز چلنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف تین ہی پھیروں میں اس کا حکم دیا (کیونکہ ظاہر ہے اگر ہر پھیرے میں رمل کیا جائے تو آدمی بہت زیادہ تھک جائے گا!'')

آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر اس طرح اپنے اوپر ڈال رکھی تھی کہ دایاں مونڈھا کھلا ہوا تھا چنانچہ صحابہ نے بھی پھر اسی طرح کیا۔ اس طرح چادر اوڑھنے کو عربی میں اضطباع کہتے ہیں اور اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلنے کو رمل کہتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ یہ اسلام میں پہلا اضطباع اور پہلا رمل تھا۔

عمرہ کی ادائیگی

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی نیز آپ نے ھدی یعنی قربانی کے جانور مروہ کے قریب کھڑے کیے اور فرمایا:

''یہ منحر یعنی ذبح کرنے کی جگہ ہے اور مکے کی ہر گھاٹی منحر ہے!''۔

پھر آپ نے وہیں جانور ذبح کیا اور سر منڈایا۔

کتاب امتاع میں ہے کہ معتمر ابن عبداللہ عدویؓ نے آپ کا سر مونڈا تھا۔

پھر دوسرے سب مسلمانوں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا وہی خود بھی کیا جس کے پاس بدنہ یعنی قربانی کا اونٹ یا گائے نہیں تھی اس نے گائے میں حصہ لے کر قربانی کا فریضہ انجام دیا۔ اسی زمانے میں مکے میں ایک شخص ایک گائے لے کر آیا تھا جسے کچھ مسلمانوں نے اس سے خرید لیا تھا۔

قربانی کر کے اور سر منڈا کر جو لوگ عمرہ کے احرام سے حلال ہو جاتے آنحضرت ﷺ ان کو حکم دیتے کہ وہ لوگ ہتھیاروں کی نگرانی پر چلے جائیں اور ان کی جگہ دوسرے لوگ وہاں سے آ کر عمرہ سے فارغ ہو لیں۔ چنانچہ اسی ترتیب سے سب لوگ عمرہ سے فارغ ہو گئے۔

قریش کا واپسی کے لیے تقاضہ

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تین دن مکے میں ٹھہرے۔ جب یہ تین دن پورے ہو گئے جو صلح نامہ کی رو

سے آنحضرت ﷺ کے مکے میں ٹھہرنے کی مدت تھی تو تیسرے دن آپ کے پاس حویطب بن عبدالعزیٰ آئے ان کے ساتھ سہیل بن عمرو بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات بعد میں مسلمان ہوگئے تھے غرض یہ دونوں آنحضرت ﷺ سے مکہ چھوڑنے کی درخواست کرنے کے لیے آئے اور کہنے لگے:

"ہم اللہ کا واسطہ دے کر اس معاہدہ کے نام پر آپ سے کہتے ہیں کہ اب آپ ہماری سرزمین سے نکل جائیں کیونکہ تین دن پورے ہوچکے ہیں۔

مدینہ منورہ کو واپسی

آپ نے صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور واپسی کا سفر اختیار فرمایا اور ماہ ذی الحجہ داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کربھیجا تاکہ اسے ہر ایک دین پر

الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿ؕ۲۸﴾

غالب کرے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔

خلاصہ

❶ اس آیت مبارکہ میں اسلام کے غلبے کا دائمی اعلان ہے (مفہوم حضرۃ لاہوری رحمہ اللہ)

❷ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب مبارک میں شک کر رہے تھے تو ارشاد فرمایا وہ خواب بالکل سچا ہے مکہ مکرمہ ہی کیا اللہ تعالیٰ نے تو اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس غلبے میں فتح مکہ بھی داخل ہے (مفہوم تفسیر خازن)

❸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد صرف وہی دین برحق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اس دین کے غلبے کے وعدے پر خود گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی بہت کافی ہے۔

دین کے غلبے سے مراد مسلمانوں کا غلبہ ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

دین کے غلبے سے مراد مسلمانوں کا دیگر ادیان کے لوگوں پر غالب آنا ہے، چنانچہ مسلمانوں سے جس مذہب کے لوگوں نے بھی جنگ کی مسلمانوں نے انہیں شکست دی، یہ قول کئی مفسرین کا ہے اور یہ آیت مبارکہ کے سیاق وسباق کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔

وجوز غیر واحد ولعله الاظهر بحسب المقام، ان یکون اظهاره علی الدین بتسلیط المسلمین علی جمیع اهل الادیان وقالوا مامن اهل دین حاربوا المسلمین الاوقد قهرهم المسلمون۔ (روح المعانی)

نکتہ

اگر دین کے غلبے کا مطلب صرف یہ ہو کہ دلیل اور حجت کے اعتبار سے وہ دین غالب ہو تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام

کے ادیان اپنے اپنے زمانے میں برحق تھے اور دلیل اور حجت کے اعتبار سے غالب تھے مگر تمام ادیان پر غلبے کا یہ خاص وعدہ صرف رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا (جبکہ عمومی غلبے کا وعدہ تو تمام رسولوں کے لیے ہے) تو معلوم ہوا کہ غلبے کا اصل مطلب ایمان والوں کا دیگر ادیان پر غلبہ ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ سے پچھلی آیات پڑھ لیں ان میں مسلمانوں سے بڑی بڑی فتوحات، اور غنیمتوں کے وعدے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور خیبر کی فتوحات کے وعدے ہیں تو اس آیت میں ان وعدوں کی مزید تاکید کے لیے یہ دائمی اصول بیان فرما دیا گیا کہ اسلام تو آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ ہو یا خیبر یا دوسری فتوحات ان سب کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان تھوڑے ہی عرصہ میں دیگر ادیان پر غالب آ گئے اور اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ مسلمان جب بھی مقابلے کے لیے نکلتے ہیں تو ان کو غلبہ ملتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے گھر بیٹھا رہے یا ہدایت کے دستور قرآن پاک ہی کو نہ مانے یا دین حق اسلام کو نہ اپنائے تو اسے کس طرح اس وعدے کے مطابق غلبہ مل سکتا ہے، وعدہ صرف ان لوگوں سے تو نہیں جو اپنا نام مسلمان رکھ لیں پھر نہ قرآنی ہدایت پر عمل کریں نہ جہاد میں نکلیں۔ یہ وعدہ تو اس وقت کیا گیا جب مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ وہ قرآن پاک کو مانتے ہیں وہ اسلام کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور اس کی خاطر ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں انہوں نے موت اور جہاد پر بیعت کر کے اپنی وفاداری کا مکمل ثبوت دے دیا تھا۔ اب بھی یہ وعدہ قائم ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ آخری زمانے میں اسلام کو پھر جو مکمل غلبہ نصیب ہوگا وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے عمل کے ذریعہ ہوگا۔ اس درمیانی عرصے میں بھی اسلام کے غلبے کا یہ نصاب موجود ہے اور جو مسلمان اس نصاب کو اپناتے ہیں وہ کفار پر غلبہ پاتے ہیں۔ آیت مبارکہ کی مزید تشریح کے لیے ملاحظہ فرمائیے فتح الجواد جلد دوم معارف سورۃ التوبہ آیت ۳۳ (واللہ اعلم بالصواب)

دین الحق

اس آیت مبارکہ میں اسلام کو "دین الحق" فرمایا جس کا ایک مطلب تو یہ بیان ہوا ہے کہ "حق" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے تو "دین الحق" کا مطلب ہے "دینِ اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کا دین

احدھا ان یکون الحق اسم اللہ تعالیٰ فیکون کانہ قال بالھدی ودین اللہ۔

اور دوسرا مطلب یہ کہ وہ دین حق لیکر آیا ہے۔ حق بمقابلہ باطل تو مطلب ہوا دین برحق (تفسیر کبیر)

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ "الھدیٰ" سے مراد قرآن پاک اور "دین الحق" سے مراد اسلامی شریعت ہے۔ یعنی اس کے اصول و فروع۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں "الھدیٰ" سے مراد اصول اور عقائد اور "دین الحق" سے مراد احکامات ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک "الھدیٰ" سے مراد علم نافع اور "دین الحق" سے مراد عمل صالح ہے۔ (تفسیر کبیر، ابن کثیر، روح المعانی)

عجیب نکتہ

اس آیت مبارکہ سے رسول اللہ ﷺ کے خواب مبارک کی تصدیق کی جا رہی ہے اور وہ اس طرح کہ آئندہ کے

متعلق سچا خواب تو بعض اوقات نبی کے علاوہ کسی اور کو بھی نظر آسکتا ہے، لیکن بیداری میں آئندہ کے یقینی حالات کی خبر دینا جن کے واقع ہونے میں ادنیٰ شبہ بھی نہ ہو صرف نبی کا منصب ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے خواب میں شک کر رہے تھے انکو یہ آیت سنادی گئی کہ دیکھو بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے اسلام کے آئندہ غالب آنے کا وعدہ فرما رہا ہے تو آپ ﷺ جب بیداری میں اتنے یقین کے ساتھ آئندہ کی خبر دے رہے ہیں تو ان کے خواب کا سچا ہونا کونسا ناممکن ہے۔ (مفہوم تفسیر کبیر)

اب دین اسلام ہی سچا دین ہے

”یعنی اصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہ ہی راہ سیدھی ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے۔ ”لِيُظْهِرَهٗ“ اس دین کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پہ صدیوں تک شان و شوکت سے حکومت کی۔ اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چہار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی، باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا اور رہے گا“ (عثمانی)

ایک عجیب فتنہ

عصر حاضر کے بعض قلمکاروں نے یہ فتنہ اٹھایا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ”لِيُظْهِرَهٗ“ (تاکہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کردے) میں ”لِيُظْهِرَهٗ“ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو کیا پھر ایک خدائی واقعہ کو انسانی مشن قرار دینا ٹھیک ہے؟ مقصد یہ کہ دین کو غالب کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑا جائے۔ مسلمان نہ اس کی فکر کریں اور نہ اس کے لیے کوئی کوشش کریں۔ یہ لوگ اپنی اس دلیل کے زور پر فریضۂ جہاد سے مسلمانوں کو غافل اور بے فکر کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انکی دلیل بالکل بے وزن اور باطل ہے۔ پورے قرآن پاک میں ایمان والوں کو جنت میں داخل کرنے کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو کیا اب مسلمانوں کو جنت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش چھوڑ دینی چاہیے؟ اس طرح کی مثالیں اور بھی بہت ہیں۔ پھر اصلی بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے خود مسلمانوں کو دین کے غلبے کے لیے جہاد کا حکم واضح طور پر دیا ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال ۳۹)

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ فتنہ ختم ہو جائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اسلام کا غلبہ مسلمانوں کے مشن کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ اس کی خاطر قتال کریں اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من قاتل لتکون کلمة اللّٰه هي العليا فهو في سبيل اللّٰه (صحیح مسلم)

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے لڑے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جو اسلام کے غلبے کو اپنا مشن بنا کر لڑے گا، جہاد کرے گا وہ سیدھے راستے پر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے غلبے کا جو وعدہ مسلمانوں سے فرمایا ہے اس وعدے کی تکمیل کے لیے اس نے مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ کے عمل میں اسلام کے غلبے کی خاصیت رکھ دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک عجیب نکتہ

قرآن پاک کو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور پھر آپ کے اصحاب کرامؓ نے۔ اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین کو غالب کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور مسلمانوں پر اس نے اس بارے میں کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنی جنگیں کیوں لڑتے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات اس آیت مبارکہ کا یہ مطلب نہیں لیتے تھے جو اس زمانے کے بعض لوگوں نے لیا ہے۔ بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس آیت میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ ہے اور دین کے غلبے کی خوشخبری ہے، چنانچہ انہوں نے دین کے غلبے کو اپنا مشن بنایا اور اس کی خاطر زندگی کے آخری لمحات تک جہاد کرتے رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سورۃ الفتح مدنیۃ آیت ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَا

انہیں دیکھے گا کہ رکوع وسجود کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کی

هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ

شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڕ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى

ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کردیا پھر موٹی ہوگئی پھر اپنے تنا پر کھڑی ہوگئی

عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

خلاصہ

❶ اس آیت مبارکہ میں ایک زریں اصول بیان فرمایا ہے جس سے ہمیشہ مسلمان دنیا میں غالب رہ سکتے ہیں۔

(مفہوم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

❷ اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا یقینی ہے کیونکہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے جس کے افراد کفار کے خلاف بہت سخت اور زور آور ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت رحمدل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرتے ہیں اور وہ بہت مخلص ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رضاء کے طلبگار ہیں ان کے سجدوں اور عبادت کا اثر ان کے چہروں اور اخلاق پر نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ نے انکی یہ شان بیان کی ہے۔ اور انجیل میں ان کی تعریف یوں ہے کہ جیسے ”کھیتی“ کہ پہلے زمین میں بیج بویا جاتا ہے، پھر اس سے سوئی نکلتی ہے، پھر وہ طاقت پکڑتی

ہے، پھر موٹی ہوجاتی ہے، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوجاتی ہے اور کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی طرح بڑھایا اور قوت دی تاکہ انکے ذریعہ کافروں کے دل جلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام ایمان اور اعمال صالح والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

❸ غلبے کے اس نصاب کا پہلا حصہ تو تمام مسلمانوں کو نصیب ہے اور وہ ہے ''محمد رسول اللہ''۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس رسالت کی برکات قیامت تک کے لیے ہیں۔ پس جو شخص بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دل کی سچائی سے ایمان لائے گا اس کو یہ برکت نصیب ہوگی۔ جبکہ اس نصاب کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے اندر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات زندہ کریں، پس مسلمان جب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوکر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان صفات کو اپنائیں گے جو اس آیت مبارکہ میں بیان ہوئیں ہیں تو وہ دوسرے ادیان کے لوگوں پر غالب آجائیں گے۔

غلبے کا اصول

مشرکین مکہ نے عہد نامے میں ''محمد رسول اللہ'' لکھنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن پاک کی آیت مبارکہ بنا کر ابدالآباد کے لیے محفوظ فرمالیا۔ اب کروڑوں لوگ ہر دن کہتے ہیں ''محمد رسول اللہ'' مشرکین کا ''محمد رسول اللہ'' ماننے اور لکھنے سے انکار ان کے زوال کی علامت تھی۔ چنانچہ اُن کا اقتدار ختم ہوگیا۔ جبکہ مسلمانوں کا ''محمد رسول اللہ'' ماننا اور لکھنا ان کے غلبے کی علامت تھی۔ چنانچہ انکو غلبہ نصیب ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ غلبے کے نصاب کا خلاصہ ہے، ''محمد رسول اللہ'' یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا۔ اور غلبے کے نصاب کا دوسرا خلاصہ ہے ''اس جماعت کا نمونہ پیش کرنا جو جماعت درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کر رہی تھی''

اس جماعت کے امیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس جماعت کے افراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات وہ تھیں جو اس آیت مبارکہ میں بیان ہوئیں ہیں۔ پس جب بھی مسلمان اس طرز اور نمونے کی جماعت بنائیں گے کہ انکا ایک امیر ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار اور فرمانبردار ہو اور جماعت کے باقی افراد کافروں پر سخت، آپس میں رحمدل، عبادت گذار، مخلص، خشوع، خضوع اور تواضع کے پیکر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کو نصیب ہوگی اور انہیں جہاد میں غلبہ ملے گا اور مسلمان دوسرے ادیان پر غالب آجائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین نے اسی طرز کو اپنایا۔ انہوں نے خلافت علی منہاج النبوۃ کو قائم کیا۔ ان کا امیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار خلیفہ ہوتا تھا اور باقی جماعت غلبے کی صفات سے مالا مال تھی تو اسلام غالب ہوتا گیا اور زمین کے مشرق اور مغرب میں پھیل گیا۔ قیامت سے پہلے آخری زمانے میں امام مہدی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر ہوں گے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جو جماعت ہوگی وہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والی اور آپس میں دل

سے جڑ کر رہنے والی ہوگی تو اسلام پھر عمومی غلبہ پائے گا۔ حضرات خلفائے راشدین اور امام مہدیؓ کے درمیانی زمانے میں بھی غلبے کا یہ اٹل نظام جاری ہے مسلمان جتنے فی صد اس نظام کو اپناتے ہیں اسی مقدار سے غلبہ پاتے ہیں اور وہ جس قدر اس نظام سے دور ہوتے ہیں اسی قدر مغلوب ہوتے ہیں۔ کفار دشمنانِ اسلام نے بھی قرآن پاک کے اس اٹل نظام کو سمجھ لیا ہے۔ اس لئے وہ بار بار جھوٹے مدعیان نبوت کو کھڑا کرتے ہیں تاکہ مسلمان اپنے غلبے کی اصل بنیاد ''محمد رسول اللہ'' سے محروم ہوجائیں۔ اور وہ مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں تاکہ مسلمان غلبے کی پہلی صفت ''اشداء علی الکفار'' سے محروم ہوجائیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ مسلمان جب کافروں کے خلاف سخت نہیں ہوں گے اور ان کے خلاف جہاد نہیں کریں گے تو وہ رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ یعنی آپس میں رحمدلی کی صفت سے بھی محروم ہوجائیں گے۔ کیونکہ جب ان کی کافروں سے یاریاں ہونگی تو کافر انہیں آپس میں لڑائیں گے اور کبھی بھی ایک نہیں ہونے دیں گے۔ اور ویسے بھی جب غصہ غیروں پر نہ نکلے تو آپس میں ایک دوسرے پر نکلتا ہے۔ مسلمان جب کافروں سے نہیں لڑیں گے تو کافر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو غلام بنالیں گے۔ اور غلام قومیں نہ تو آزادی سے عبادت کرسکتی ہیں اور نہ ہی عمدہ اخلاق اور کامل اخلاص کے مقام کو پاسکتی ہیں۔ اور یوں مسلمان غلبے کی ہر صفت سے محروم ہوجائیں گے۔ کیونکہ دراصل غلبے کی ہر صفت دوسری صفت سے جڑی ہوئی ہے۔ جو مسلمان بھی محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مان کر آپ ﷺ کا سچا فرمانبردار ہوگا وہی کافروں پر سخت ہوگا اور جو کافروں پر سخت ہوگا وہی مسلمانوں پر رحمدل ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ پر حضرات مفسرین نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ خصوصی طور پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کو انہوں نے اپنا موضوع بنایا ہے۔ جبکہ بعض دیگر مضامین پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اس آیت مبارکہ کے مضامین کا ایک خلاصہ

❶ اس آیت مبارکہ کا پچھلی آیت سے ربط:-

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔ تو وہ رسول کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا! مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ رسول محمد ﷺ ہیں جن کے دین کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا جارہا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں پچھلی آیت میں فرمایا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کہ آپ ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں دین اسلام کے غلبے کا وعدہ تھا اور اس آیت میں اس غلبے کا اصول بیان فرمادیا۔

۲ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح، توصیف اور منقبت:۔

یہ موضوع تمام مفسرین نے بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے خصوصاً تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور تفسیر بغوی کی تقریر پڑھنے کے لائق ہے ان حضرات نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر کئی احادیث مبارکہ بھی بیان کی ہیں۔ اور تقریباً تمام مفسرین نے روافض پر شدید ردّ کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی نقل فرمایا ہے کہ جو شخص بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض اور عداوت رکھے گا وہ اس آیت کا نشانہ بنے گا۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

۳ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تورات اور انجیل میں مدح:۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ''التوراۃ'' کے لفظ پر وقف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ''توراۃ'' میں الگ مثال بیان ہوئی ہے اور انجیل میں الگ۔ بعض مفسرین نے تورات اور انجیل کے موجود نسخوں سے ان مثالوں کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے تفسیر حقانی، اور تفسیر معارف القرآن۔ جبکہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے انجیل کا ایک قول ذکر فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عنقریب ایک قوم آئے گی جو کھیتی کی طرح بڑھیں گے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہوں گے۔

۴ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کفار پر سختی:۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔

غلاظ علیہم کالأسد علی فریستہ لاتأخذھم فیھم رأفۃ

کہ وہ کفار پر اس طرح شدید ہیں جس طرح شیر اپنے شکار پر اور وہ کفار سے کسی طرح کی نرمی نہیں کرتے (البغوی) اور کئی مفسرین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھا ہے کہ وہ کفار سے اتنی نفرت رکھتے تھے کہ انہیں یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ کفار کے کپڑے ان کے کپڑوں یا جسموں سے لگیں۔ (روح المعانی)

جبکہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دین کے معاملے میں کفار کے خلاف زور آور تھے، (عام حالات میں غیر جنگی کافروں سے نرمی ممنوع نہیں ہے)

۵ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں بے حد نرمی اور محبت:۔

اس پر حضرات مفسرین نے بہت عجیب اور ایمان افروز جملے لکھے ہیں۔ بعض مفسرین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت ایسی تھی کہ جب بھی وہ ایک دوسرے سے ملتے تو مصافحہ اور معانقہ کرتے تھے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے بعد اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحے، معانقے اور بوسے کا کیا حکم ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی تفسیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں تمام مسلمانوں کو ایک

جسم اور ایک عمارت کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ اور سب سے عمدہ بحث امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ جس کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اسکے پسندیدہ بندے ہیں۔ اور انبیاء اور رسولوں کے بعد سب مخلوق سے افضل ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دیگر لوگوں کی طرح یہ بحث کرنا غلط ہے کہ وہ عادل تھے یا نہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو آپس کی جنگیں ہوئیں اور کچھ معاملات ہوئے وہ ان کے درجہ کو گرانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اجتہادی معاملات تھے۔ اور اجتہادی معاملات میں مجتہد کو اجر ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ تو اس کے بعد اور کیا بات رہ جاتی ہے۔ اہلسنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابی عدول تھے (یعنی اُن میں کوئی فاسق اور غیر صالح نہ تھا) اور سب صحابی مغفور تھے۔

❻ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اخلاص:۔

یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا تفسیر کبیر میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ اعمال پر تو اَجر ملتا ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے اعمال کو اجر کا مستحق نہیں سمجھتے تھے اس لئے اجر کے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار رہتے تھے کہ ہمارے اعمال تو کچھ نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رحمت فرمادے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ سے مراد جنت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دُنیا کے نہیں جنت کے طلبگار تھے۔

❼ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ان کے سجدوں کی تاثیر اور علامت:۔

حضرات مفسرین نے اس علامت کے بارے میں کافی بحث فرمائی ہے۔ اس بات پر تو اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد وہ نشان یا محراب نہیں ہے جو سجدوں کی وجہ سے بعض لوگوں کے چہروں پر پڑ جاتے ہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ جو ریاکاری کے لیے جان بوجھ کر کوشش کر کے یہ نشان ڈالتا ہے وہ گناہ گار ہوتا ہے اور اپنے چہرے کو بگاڑنے والا ہوتا ہے، قرطبی، بغوی اور روح المعانی وغیرہ میں امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ کہ بعض لوگوں کی پیشانی پر سجدوں کا بہت گہرا نشان ہوتا ہے (بکری کے گھٹنے جیسا) مگر ان کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور اس آیت میں جو علامت بیان فرمائی ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ان کے خشوع کی وجہ سے ایک خاص نور تھا۔

قال لا ربما یکون بین عینی الرجل مثل رکبة العنز وھواقسیٰ قلباًمن الحجارة ولکنه نور فی وجوھھم من الخشوع (القرطبی)

ہاں البتہ اگر کسی کے چہرے پر بغیر کسی کوشش کے اخلاص والے سجدوں کی وجہ سے نشان بن جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت علیؓ بن حسین زین العابدین اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے چہروں پر سجدوں کا یہ نشان تھا اور اس کی وجہ سے انکو ''ذوالثفنات'' کہا جاتا تھا۔ (روح المعانی)

(ثفنة البعیر اُونٹ کے جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جو بیٹھتے ہوئے زمین پر لگے اور سخت ہو گیا ہو، جیسا کہ اس کے گھٹنے وغیرہ) اس آیت مبارکہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر سجدوں کی وجہ سے جس علامت کا ذکر ہے اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے، گویا خشیت وخشوع اور حسنِ نیت اور اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں، حضرت کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔ (تفسیر عثمانی وموضح القرآن)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد وضو کی تری اور سجدوں کی مٹی ہے (ابن جریر، روح المعانی)

عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ایک نور ہے جو عبادت گذاروں کے چہروں پر ان کے باطن کی روشنی سے ظاہر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ حبشی اور کالے مسلمانوں کے چہروں پر بھی واضح نظر آتا ہے۔ (روح المعانی)

حضرت عطاءؒ اور ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں یہ ایک حُسن ہے جو نمازیوں کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے (روح المعانی)

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ خاص نور اور روشنی قیامت کے دن ان کے چہروں پر ہوگی (روح المعانی)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس علامت سے مراد اچھی عادات اور خصلتیں اور خشوع وتواضع ہے، جو لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں انہیں نماز کی جو برکات حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی صفت خوش خلقی اور تواضع بھی ہے، اور اس صفت کے اثرات ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں (البغوی، الخازن)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کی برکت سے دل میں نور، چہرے پر چمک، روزی میں وسعت اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور لکھتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ملک شام فتح کرنے وہاں تشریف لے گئے تو جب عیسائیوں نے ان کی زیارت کی تو کہنے لگے اللہ کی قسم یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بھی بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر)

اس مضمون کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر، البغوی، روح المعانی وغیرھا

---

۸ کیا اس آیت مبارکہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متعین اشارہ بھی ہے؟

حضرات مفسرین نے کئی اقوال ان اشارات کے بارے میں لکھے ہیں مثلاً

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پھر فَاٰزَرَهٗ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فَاسْتَغْلَظَ سے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مراد ہے اور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

اور ایک اور قول یوں ہے

كَمَثَلِ زَرْعٍ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فَاسْتَغْلَظَ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

اس طرح کے اور بھی کئی اقوال تفسیر بغوی، قرطبی، روح المعانی وغیرہا میں مذکور ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام خلفائے راشدین ان صفات میں بڑا حصہ رکھتے ہیں اس لئے آیت مبارکہ کو ان سب کے لیے عام رکھنا بہتر ہے۔ (روح المعانی)

⑨ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ اور غصے میں ڈالے کافروں کو:۔

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے اس حصے کو سامنے رکھ کر اس پر بحث فرمائی ہے کہ روافض جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں وہ اس کی وجہ سے کافر ہیں یا نہیں۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ فرمایئے قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر وغیرھا۔

⑩ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اس میں "مِنْهُمْ" کا مِن بیان جنس کے لیے ہے "تبعیض" کے لیے نہیں یہی اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں نہ کہ بعض۔ جبکہ بعض مفسرین نے "تبعیض" کا معنی لیا ہے اور تب "هُمْ" ضمیر "شَطْـَٔهٗ" کی طرف راجع ہے کہ اس "شَطْـَٔهٗ" میں سے جو قیامت تک ایمان لائیں گے ان کے لیے اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

یہاں "من بیانیہ" اور "من تبعیضیہ" کا مطلب سمجھنے کے لیے اردو دان حضرات کے لیے یہ دو عبارات مفید ہوں گی۔

(الف) مِنْهُمْ کا حرف مِن اس جگہ باتفاق مفسرین بیانیہ ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ یہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں، دوسرے یہ کہ ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے اور یہ مِن بیانیہ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ تو مِنَ الْاَوْثَانِ بیان ہے لفظ رجس کا اسی طرح یہاں "مِنْهُمْ" بیان ہے "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کا (معارف القرآن)

(ب) حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اس آیت پر کلام کرتے ہوئے لفظ "مِنْ" کو تبعیض کے معنیٰ میں لیا تو العیاذ باللہ اس تقدیر پر نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا مرجع ہوں اور پھر ان میں سے بعض کے بارہ میں وعدہ ہو بلکہ اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والی دوسری

جماعتوں کے بارہ میں یہ وعدہ فرمایا جارہا ہے کہ بعد میں آنے والی جو جماعتیں ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں گی اور ایمان وعمل صالح کے ساتھ متصف ہونگی ان سے بھی اللہ رب العزت نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

روافض اس آیت میں "مِنْهُمْ" کو تبعیض یعنی بعض کے معنیٰ میں لیکر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نعوذ باللہ تبرا کرتے ہیں، حضرات مفسرین نے ان پر شدید علمی گرفت فرمائی ہے ملاحظہ فرمایئے قرطبی، روح المعانی وغیرہا

فجزاء هم الله خير احسن الجزاء

دعویٰ اور دلیل

استاذ محترم حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک دعویٰ ہے اور ایک دلیل۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ایک دعویٰ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھ لو تو تمہیں ان کی صفات دیکھ کر یقین آجائے گا کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

آیت مبارکہ میں فتوحات اور غلبے کی بشارت ہے

بیان القرآن میں ہے:-

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اول ضعف تھا پھر روز آنہ قوت بڑھتی گئی اس میں بھی بشارت ہے فتوحات اسلامیہ کی۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ اب بھی مسلمانوں کو غلبہ اور فتوحات نصیب فرمائے

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

۲۴ صفر المظفر یوم الجمعة ۱۴۳۰ھ

سورة
الحجرات
مدنية

ابتدائیہ

اس تالیف میں ”سورۃ الحجرات“ کی درج ذیل پانچ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

ابتدائیہ

پانچ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

آیت ۶	خبروں کی تحقیق، قوت کی حفاظت، مسلمانوں کی باہمی جنگ سے حفاظت کا ایک نسخہ۔
آیت ۹	اگر مسلمانوں میں خانہ جنگی ہو جائے تو صلح کرا دو۔
آیت ۱۰	مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے ان میں ہمیشہ صلح رہنی چاہئے۔
آیت ۱۴	ایمان وہ ہوتا ہے جو دل میں اترا ہوا ہو۔
آیت ۱۵	جہاد ایمان کے سچا ہونے کی ایک علامت ہے۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُورَةُ الحُجُرَاتِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو

قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

کہ کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو

خلاصہ

۱ مسلمانوں کی جہادی قوت غلط مقام پر صَرف اور ضائع نہ ہو۔

۲ مسلمان آپس میں ناحق قتال نہ کریں۔

۳ جہاد کی کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی امن قائم رکھنے کی پوری کوشش کی جائے۔

۴ اگر کوئی فاسق شخص مسلمانوں کی کسی جماعت کے بارے میں ایسی خبر لائے جسکی رو سے ان کے خلاف جہاد کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو تو پہلے اس خبر کی اچھی طرح سے تحقیق کر لی جائے، ایسا نہ ہو کہ بغیر تحقیق حملہ کر دیا جائے اور بعد میں اس قومی اور اجتماعی غلطی اور نقصان پر پچھتانا پڑے۔

۵ مسلمانوں کی قوت اور اجتماعیت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر یقین اور عمل نہ کیا جائے۔

آداب جماعت

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ''منشور جماعت'' کا بیان تھا سورۃ الفتح میں ''جماعت'' اور ''صفات جماعت'' کا بیان تھا اور اب سورۃ الحجرات میں جماعت کی اجتماعیت قائم رکھنے کا دستور العمل بیان فرمایا ہے۔ جماعت کے افراد کا باہمی تعلق کیسا ہو اور جماعت کی اجتماعیت کیسے قائم رہے تو اس کے لئے سورۃ الحجرات اصول اور قوانین بیان فرماتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آپس میں لڑانے والے

قرآن پاک ''کتاب فطرت'' ہے۔ قرآن پاک جب کسی چیز سے روکتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے اس لئے اس سے بچو۔ پس مسلمانوں کی جماعت کو ہمیشہ ایسے افراد سے خطرہ رہے گا جو جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلا کر آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ قرآن پاک نے پہلے سے ہی حفاظتی پیش بندی فرمادی

اور سمجھا دیا کہ بغیر تحقیق مسلمانوں کی کسی جماعت کے خلاف جنگ شروع نہ کرو اور یہی حکم افراد کا ہے کہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کرو پس اس آیت مبارکہ میں کئی عسکری اصول سمجھا دیے گئے۔ مثلاً

1. قوت کی حفاظت: اپنے لوگوں پر عسکری طاقت خرچ کرنے سے طاقت بہت کمزور ہو جاتی ہے
2. جاسوسی کا معتمد نظام: اجتماعیت کی حفاظت کے لئے معتمد جاسوسی نظام قائم ہو اس میں صالح اور سچے افراد رکھے جائیں تا کہ افواہوں کی تحقیق ہو سکے اور دور دراز علاقوں پر نظر رکھی جا سکے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

''اکثر نزاعات اور مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اوّل اختلاف اور تفریق کے اسی سر چشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہرو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبے سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعدہٗ ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کیا تھا تو خیال کرو اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا اور اپنی جلد بازی پر کس قدر ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ ''جماعت اسلام'' کے حق میں کیسا خراب ہوگا''۔ (عثمانی)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

مرکز سے دور افتادہ بھائیوں کے متعلق کوئی خبر آئے تو فوراً فیصلہ نہ کرو پہلے پوری تحقیق کرو۔ (حضرت لاہوریؒ)

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے کسی خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اگرچہ اس کا نزول ایک خاص واقعہ کے بعد ہوا ہے۔ (حسن بصریؒ۔ روح المعانی)

تفسیر حقانی میں ہے:۔

''اس آیت مبارکہ میں حکم عام ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی کوئی ایک ایسی بات ہوئی ہے جو اس آیت کے حکم میں شامل ہے جس کو مفسرین اسکا شان نزول کہتے ہیں''۔ (حقانی)

بیان القرآن میں ہے:۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کی خبر پر عمل کرنے میں جلدی نہیں کی حالانکہ ولید بن عقبہؓ پر فسق کا حکم نہیں لگایا گیا تو اس سے یہ شرعی حکم معلوم ہو گیا کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر آئے تو بغیر تحقیق اس پر عمل نہ کرو خصوصاً جب خبر لانے والا شریر قسم کا آدمی ہو تو پھر اس خبر کی تحقیق میں خوب اہتمام سے کام لیا کرو۔ (مفہوم بیان القرآن)

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے شان نزول میں حضرت ولید بن عقبہؓ کا واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو زکوۃ کی وصولی کے لئے کسی علاقے میں بھیجا اس علاقے کے لوگ استقبال کے لئے

باہر نکلے ولید بن عقبہؓ کی وہاں کچھ پرانی دشمنی تھی وہ سمجھے کہ میرے قتل کے لئے نکلے ہیں تو وہ واپس لوٹ آئے اور بتادیا کہ وہ لوگ اسلام سے ہٹ گئے ہیں پھر آپ ﷺ نے اُن کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور تاکید فرمائی کہ خوب تحقیق کریں اگر وہ اسلام سے ہٹ چکے ہیں تو جنگ کریں اور اگر دین پر قائم ہیں تو نہ لڑیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے جاکر خفیہ تحقیق کی تو ان کو اذان و نماز کا پابند مسلمان پایا۔ آپ ﷺ تو پہلے سے ہی اس آیت کے مطابق عمل کر چکے تھے چنانچہ آئندہ کے لئے اسکو ایک اسلامی قانون کے طور پر بیان فرمادیا گیا باقی رہا معاملہ حضرت ولید بن عقبہؓ کا تو قاضی ابویعلیٰؒ فرماتے ہیں:۔

رضاء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ اپنی رضاء کا اعلان ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جن کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ انکی وفات موجبات رضا پر ہوگی اس لیے اگر کسی صحابیؓ سے کسی وقت کوئی غلطی سرزد ہوئی اور اس پر وہ تائب ہوگئے تو یہ عدالت کے منافی نہیں ہے کیونکہ توبہ تو گناہوں کو کالعدم کر دیتی ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

آیت مبارکہ پکار رہی ہے

ہمارا معاشرہ اسوقت جھوٹی خبروں میں غرق ہو رہا ہے۔ اخبارات اور ذرائع ابلاغ جھوٹ فروخت کر رہے ہیں۔ جھوٹی خبروں نے مسلمانوں کے باہمی اعتماد کو ایسا ختم کر دیا ہے کہ ہر طرف دشمنی ہی دشمنی اور قتل و غارت ہے۔ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے جھوٹی خبروں کو بطور ہتھیار استعمال کر رہی ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کے ”قانونِ محبت“ اور ”قانونِ اعتماد“ اور ”قانونِ تحقیق“ کی طرف بلا رہی ہے اگر ہر مسلمان انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اس آیتِ مبارکہ پر عمل شروع کردے تو مسلمانوں کو بہت سی برکات نصیب ہو جائیں گی اور ناحق قتل و غارت کا سلسلہ بھی رک جائے گا۔ مجاہدین کو خاص طور پر عسکری اقدام سے پہلے اس آیت مبارکہ کے حکم پر پورا عمل کرنا چاہیے یہ ان کے لئے لازمی ہے، اگر عمل نہیں کریں گے تو پھر ندامت اور پچھتاوا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ روکنا اہم معاملہ ہے

تفسیر کبیر میں ہے:۔

یہ سورت مسلمانوں کو مکارم اخلاق سکھاتی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہو؟ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسا ہو؟ اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کیسا ہو؟ پھر مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ❶ فرمانبردار مسلمان ❷ نافرمان اور فاسق۔ پھر فرمانبردار مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں ❶ ایک وہ جو سامنے موجود ہوں ❷ دوسرے وہ جو سامنے موجود نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ کل پانچ قسم کے حقوق بیان ہوئے

❶ اللہ تعالیٰ کے حقوق۔

۲ رسول اللہ ﷺ کے حقوق۔

۳ ان مسلمانوں کے حقوق جو سامنے موجود ہوں۔

۴ ان مسلمانوں کے حقوق جو سامنے موجود نہ ہوں۔

۵ فاسقوں کے ساتھ معاملہ۔

سورۃ مبارکہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق بیان فرمایا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

''یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور اپنی رائے کو ان کے احکام پر ترجیح نہ دو۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا حق بیان فرمایا کہ آپ کی تعظیم اور احترام لازمی ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ''کہ اپنی آواز تک کو رسول ﷺ کی آواز مبارک سے بلند نہ کرو۔

پھر فاسق کے ساتھ معاملہ کا طریقہ اس آیت میں بیان فرمایا کہ فاسق کوئی خبر لائے تو یقین نہ کرو اور بغیر تحقیق اس خبر پر اعتماد کر کے کسی مسلمان قوم پر حملہ نہ کرو۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ

پھر ان مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے جو تمہارے سامنے مجلس میں حاضر ہوں کہ ان کا مذاق نہ اڑاؤ ان کو برے القاب سے نہ پکارو یعنی ان کی تحقیر و تذلیل نہ کرو۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ اور وَلَا تَنَابَزُوا

اور پھر ان مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے جو مجلس میں حاضر نہ ہوں کہ ان سے بدگمانی نہ کرو، انکی غیبت نہ کرو، ان کے بارے میں عیبوں کا تجسس نہ کرو وغیرہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ اور وَلَا تَجَسَّسُوا اور وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اب سوال یہ ہے کہ فرمانبردار مسلمان کے معاملات کو بعد میں ذکر فرمایا اور نافرمان مسلمان یعنی فاسق کے معاملے کو پہلے ذکر فرمایا تو اسکی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان احکامات میں سے جو زیادہ اہم تھے انھیں مقدم رکھا سب سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔ اور پھر زیادہ اہم چیز مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ کو روکنا ہے اس لئے فاسق کی خبر کا حکم پہلے بیان فرما دیا کیونکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان جنگ کا خطرہ ہوتا ہے۔ جبکہ مذاق اڑانے، غیبت کرنے میں اگرچہ مسلمانوں کو ایذاء پہنچتی ہے مگر معاملہ جنگ تک نہیں پہنچتا۔ پس قرآن پاک کی یہ ترتیب اعلیٰ درجے کی بہترین ترتیب ہے۔ (مفہوم تفسیر کثیر)

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۹، ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو پس اگر ایک ان میں سے

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ

دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف

اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

رجوع کرے پھر اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں میں انصاف سے صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ بیشک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے

اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۱۰

بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

خلاصہ

❶ اگر مرکز میں رہنے والے مسلمانوں میں لڑائی ہو جائے تو انہیں صلح کرادو مؤمن سب آپس میں بھائی ہیں اس لیے انہیں ہمیشہ صلح ہونی چاہیے۔ (حضرت لاہوریؒ)

❷ قتال کی ایک خاص قسم، جو مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت اور مرکزیت کی حفاظت کے لیے ہے، مسلمانوں کے درمیان اگر جنگ یا لڑائی چھڑ جائے تو پہلے صلح کی کوشش کرو یہ لازمی ہے۔ اگر صلح کی کوشش کامیاب نہ ہو تو زیادتی کرنے والے فریق سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے اور جنگ سے رک جائے یہ بھی لازمی ہے، جنگ رکنے کے بعد عدل و انصاف کے ساتھ فریقین کا معاملہ طے کرادو تاکہ دوبارہ لڑائی نہ بھڑکے، یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت انہی لوگوں پر ہوتی ہے جو تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

❸ اصول یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں، پس ان کے درمیان صلح ہو یا جنگ اسمیں یہ خیال رکھا جائے کہ یہ دو بھائیوں کی صلح اور جنگ ہے چنانچہ ان کے ساتھ دشمنوں اور کافروں والا برتاؤ نہ کیا جائے۔

مختصر اور جامع تفسیر

"یعنی اگر تمام پیش بندیوں کے باوجود مسلمانوں کی جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے اسمیں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پہ چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو؟ بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں، یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے" اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور ملاپ کرا دیں، کسی ایک کی طرفداری میں جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں (تنبیہ) آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق "انصار" کے دو گروہ اوس و خزرج کے ایک وقتی ہنگامے کے متعلق ہوا ہے، حضور ﷺ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرا دی، جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عموم آیت میں داخل ہیں چنانچہ قدیم (زمانہ) سے علمائے سلف بغاۃ (یعنی باغیوں) کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے ہیں لیکن جیسا کہ شان نزول سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے، باقی باغیوں کے متعلق احکام شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنا چاہئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں) یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے، جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح ذات البین (یعنی آپس میں مصالحت) کی کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بے جا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے (تفسیر عثمانی)

شان نزول کے واقعات

ان آیات کے شان نزول میں حضرات مفسرین نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

❶ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ عبداللہ بن ابی سے ملاقات فرمالیں (شاید اس کا فائدہ ہو) آپ اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لے گئے آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے، عبداللہ بن ابی کے قریب پہنچے تو اس نے کہا، آپ مجھ سے دور رہیں آپ کے دراز گوش کی بو سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ اس پر ایک انصاری صحابی نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے دراز گوش کی بو تیری بو سے بہت پاکیزہ ہے اس پر عبداللہ بن ابی کے ساتھی گرم ہو گئے تب ان میں اور حضرات صحابہ کرامؓ میں ہاتھوں، جوتوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے لڑائی شروع ہو گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، قرطبی)

❷ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ آیت اوس اور خزرج کے بارے میں نازل ہوئی (انمیں پرانی لڑائیاں تھیں جو کبھی کبھار سر اٹھا لیتی تھی) (قرطبی)

③ امام قتادہؒ فرماتے ہیں انصار کے دو آدمیوں کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف تھا جو لڑائی تک جا پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

④ سدیؒ فرماتے ہیں ایک انصاری خاتون کا اپنے خاوند سے جھگڑا تھا وہ اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی تھی مگر ان کے خاوند نے ان کو ایک بالا خانے میں بند کر دیا۔ انہوں نے اپنے خاندان تک کسی طرح پیغام پہنچایا تو وہ ان کو لینے اور چھڑانے آگئے تب خاوند نے بھی اپنے خاندان والوں کو بلایا تو فریقین میں جوتا بازی اور لڑائی چھڑ گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی)

مزید واقعات کی تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ فرمائیں۔

احکامات اور شان نزول

امت کی تعلیم کے لیے قرآن پاک کے احکامات اُس زمانے کے کئی واقعات کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو کوئی واقعہ پیش آیا تو اس پر قرآن پاک کا حکم نازل ہو گیا اس ترتیب کا یہ فائدہ ہوا کہ احکامات اچھی طرح سے یاد ہو گئے اور انکی پوری ترتیب اور انکے نفاذ کا طریقہ بھی امت کو معلوم ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ احکامات صرف ان واقعات کے ساتھ تھے اور بعد کے لوگوں کے لئے نہیں ہیں۔ ان آیات کو دیکھ لیجئے۔ یہ اُس زمانے کی بعض باہمی لڑائیوں کے موقع پر نازل ہوئیں مگر ان کا حکم قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہے اور ہر زمانے کے مسلمان ان آیات سے روشنی لیتے ہیں۔ اور ان کے لیے روشنی لینا لازمی بھی ہے۔ اس اصول کو سمجھنے کے بعد ان لوگوں کے ظلم کو دیکھیں جو قرآن پاک کی آیاتِ جہاد کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ آیات تو جناب رسول اکرم ﷺ کے زمانے کے لیے تھیں۔

ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ آخر اس کا فیصلہ کس طرح سے ہوگا کہ قرآن پاک کا کتنا حصہ صرف اُسی زمانے کے لیے تھا اور کتنا حصہ بعد کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے؟ ایمان کا حکم بھی تو س زمانے میں موجود لوگوں کو دیا گیا تھا تو کیا بعد کے لوگوں کے لیے ایمان لانا ضروری نہیں۔ نماز اور اس کے احکامات بھی اُس زمانے کے لوگوں کو سنائے گئے تو کیا بعد والے مسلمان نماز اور اس کے احکامات سے چھٹی کر لیں گے پس جب تک تخصیص کا کوئی مضبوط قرینہ اور دلیل موجود نہ ہو تو قرآنِ پاک کے احکامات کو عام رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی دل کی گمراہی سے حفاظت فرمائے آمین۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم آپس میں قتال نہ کرنے کا ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار مخالفین کے خلاف قتال کا حکم فرمایا ہے اسی طرح انہیں آپس میں قتال نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے پس مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ آپس میں ہرگز قتال نہ کریں۔ لیکن اگر کچھ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں اور آپس میں لڑ پڑیں تو واجب یہ ہے کہ ان کے درمیان صلح کی پوری کوشش کی

جائے۔ فالواجب السعی بینھما بالصلح (البحر المحیط)

لیکن اگر دونوں فریق ضد اور زیادتی پر اترے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے باہمی جنگ نہ کرنے کے حکم کو نہ مانیں تو پھر قتال کے ذریعے ان کو سیدھا کیا جائے گا اور اگر ایک فریق زیادتی کر رہا ہو تو اس فریق کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ لیکن یہ جنگ ان مسلمانوں کے خاتمے کے لیے نہیں ہوگی بلکہ ان کو باہمی امن اور صلح پر لانے کے لیے ہوگی۔ (مفہوم القرطبی، البحرالمحیط، روح المعانی) اور ایسے وقت میں ظالم فریق کے خلاف لڑنا اور مظلوم فریق کو اس کے ظلم سے بچانا جہاد کے حکم میں ہوگا۔ (روح المعانی)

بعض حنابلہؒ کے نزدیک باغیوں کے خلاف لڑنا جہاد سے افضل ہے (یعنی کفار کے خلاف لڑنے سے افضل ہے) لیکن درست بات یہ ہے کہ اگر باغیوں کے خلاف لڑنے میں دین کا زیادہ فائدہ ہو اور اگر ان سے نہ لڑا جائے تو دین کا سخت نقصان ہو تو ایسے وقت میں یہ قتال افضل ہوگا جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے خوارج سے قتال فرمایا (ظاہر ہے کہ خوارج کا فتنہ بہت خطرناک اور مسلمانوں کے لیے سخت تباہ کن تھا)۔ (روح المعانی)

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:۔

حکم خدا سے مراد ترکِ قتال ہے۔ (بیان القرآن)

یعنی مسلمانوں کے لیے آپس میں قتال نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور زیادتی کرنے والوں اور باغیوں سے اس لیے جنگ کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

چند احکام

حضرات مفسرین نے ان آیات کی روشنی میں بہت سے فقہی مسائل اور احکامات بیان فرمائے ہیں، تفصیلات کے لیے احکام القرآن للجصّاص، تفسیر قرطبی اور بیان القرآن کا مطالعہ فرمائیں۔ انمیں سے چند احکام ذکر کیے جا رہے ہیں:

❶ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں اور اس لڑائی کی وجہ دشمنی اور ظلم ہو تو ان کے درمیان مصالحت کی بھرپور کوشش کی جائے، پھر اگر اس کوشش کے باوجود وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔ (قرطبی، روح المعانی)

❷ اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں اور دونوں کی یہ لڑائی کسی غلط فہمی کی وجہ سے چھڑ گئی ہو اور دونوں خود کو برحق سمجھ رہے ہوں تو ان کی غلط فہمی دور کرنے، دلائل اور براہین سے ان کو سمجھانے کی پوری کوشش کی جائے وہ باز آجائیں تو بہت اچھا لیکن اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو ان کا حکم بھی دشمنی اور ظلم کے لیے لڑنے والوں جیسا ہوگا۔ (قرطبی، روح المعانی)

❸ اگر دو فریق لڑ پڑیں اور اسمیں ظلم اور زیادتی ایک فریق کی طرف سے ہو اور وہ فریق جنگ روکنے پر آمادہ نہ ہو تو پھر اسی ظالم فریق سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ باز آجائے۔ (القرطبی)

❹ اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ امیر المؤمنین سے باغی ہو جائے تو امیر کی ذمہ داری ہے کہ ان کو سمجھائے اور ان کا جو شبہ یا غلط فہمی ہے اس کو دور کرے۔

❺ اگر بغاوت کرنے والے افراد امیر المؤمنین کو ظالم ثابت نہ کر سکیں اور اسکے خلاف جنگ پر تلے رہیں تو امیر اور عام مسلمان ان کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ اطاعت میں لوٹ آئیں۔

❻ اگر بغاوت کرنے والوں نے اپنی مخالفت کی ایسی واقعی وجوہات پیش کر دیں جن سے امیر کا ظالم ہونا یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو عام مسلمان بغاوت کرنے والوں کی مدد کریں یہاں تک کہ امیر اپنے ظلم سے باز آجائے۔ (انوار البیان)

❼ مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں نہ تو قید ہونے والے افراد کو لونڈی غلام بنایا جائے گا اور نہ ہی ایک دوسرے کے اموال ''مال غنیمت'' بنیں گے۔ (یہ مسئلہ اکثر مفسرین نے بیان فرمایا ہے)

❽ بغاوت کرنے والے افراد کو جنگ سے روکنے کے لیے یہ کوشش کی جائے کہ ان کے ہتھیار چھین لیئے جائیں اور انہیں قید کر لیا جائے اور توبہ کرنے کے وقت تک قید رکھا جائے۔ (بیان القرآن)

مصالحت عدل کے ساتھ ہو

ارشاد فرمایا:۔ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ (الآیۃ)

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کا خیال رکھو۔

آیت مبارکہ میں تھوڑا سا غور فرمائیں کہ جب دو فریق لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ انصاف کے ساتھ صلح کرا دو بلکہ صرف صلح کرانے کا حکم دیا۔ جبکہ آگے چل کر فرمایا کہ اگر ایک فریق زیادتی کر رہا ہو، جنگ سے باز نہ آ رہا ہو تو پھر اس کے خلاف لڑو۔ جب وہ راہ راست پہ آجائے تو اب دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔ یہاں عدل و انصاف کا خاص طور سے تذکرہ فرمایا یہ قرآن پاک کا حکیمانہ اعجاز ہے کیونکہ جب صلح کرانے والے خود بھی لڑائی میں شامل ہو کر ایک فریق کے خلاف جنگ کر چکے ہوں تو اب ان کے لئے صلح کراتے وقت عدل و انصاف قائم رکھنا کافی مشکل ہو گا۔ انسان بہت کمزور ہے وہ جب کسی سے لڑ چکا ہو تو اس کی کچھ نہ کچھ دشمنی دل میں آہی جاتی ہے ایسے وقت میں قرآن پاک نے علاج فرمایا اور سمجھایا کہ تمہارا کام جنگ روکنا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان لڑائی نہ ہو اسی جنگ کو روکنے کے لئے تمہیں ایک فریق سے لڑنا پڑا اب وہ فریق بھی توبہ کر چکا ہے اور مصالحت کے لئے تیار ہے تو تم اپنے جذبات کو پوری طرح سے دبا لو اور فریقین میں بالکل مکمل انصاف سے صلح کراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو انصاف کرنے والے لوگ محبوب ہیں صاحب تفسیر کبیر نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:۔

’’باغی گروہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی لڑائی کے بعد مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کر لے تو دونوں گروہوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو‘‘ بِالْعَدْلِ کے لفظ سے اس بات پر تنبیہ ہے کہ انکی گذشتہ بغاوت تم کو عدم انصاف پر آمادہ نہ کرے۔ (تفسیر مظہری)

باقی اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ بِالْعَدْلِ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے درمیان معاملات طے کرادو، یعنی جن معاملات کی وجہ سے وہ لڑ رہے تھے ان معاملات کا انصاف کے ساتھ تصفیہ کرادو تا کہ لڑائی کا سبب ہی ختم ہو جائے، کیونکہ اگر صرف انہیں گلے ملا کر صلح کرادی تو اختلاف کی اصل وجوہات تو جوں کی توں باقی رہیں گی اور آئندہ پھر لڑائی بھڑکنے کا خطرہ برقرار رہے گا۔

فاصلحوا بینہما بالعدل بفصل مابینہما علی حکم اللہ تعالیٰ ولا تکتفوا بمجرد متارکتہما عسیٰ ان یکون بینہما قتال فی وقت آخر و تقیید الاصلاح ھنا بالعدل لانہ مظنۃ الحیف لو قوعہ بعد المقاتلۃ (روح المعانی)

حضرت شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی جب حکم شرع کے تابع ہوں تو انصاف سے صلح کرادو اور ایک کی طرفداری نہ کرو یہ حکم ہے خانہ جنگی کا جو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں (موضح القرآن)۔

’’وَالصُّلْحُ خَيْرٌ‘‘ پر ایک عجیب نکتہ

ایک مغالطہ کسی نے لکھا ہے کہ اسلام میں اصل قانون ’’صلح‘‘ کا ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے ’’وَالصُّلْحُ خَيْرٌ‘‘ کہ صلح خیر والی چیز ہے اور پورے قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں کہا گیا ’’الحرب خیر‘‘ کہ جنگ اچھی چیز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد اور جنگ کی باتیں نہیں کرنی چاہیں، بلکہ دنیا بھر کے کفار، مشرکین اور دشمنان اسلام سے صلح کر لینی چاہیے کیونکہ صلح خیر ہے اور اچھی چیز ہے۔

اس مغالطے کے جوابات

❶ قرآن پاک میں جہاں بھی ’’صلح‘‘ کا لفظ آیا ہے یہ مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی بہتری کے لئے آیا ہے، ’’وَالصُّلْحُ خَيْرٌ‘‘ بھی سورۃ النساء میں خاوند اور بیوی کے معاملات میں آیا ہے کہ وہ آپس میں صلح صفائی سے اپنے معاملات طے اور ختم کرلیں۔ اسی طرح یہاں سورۃ الحجرات میں بھی مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کو روکنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اسے جہاد کا مد مقابل قرار دینا بہت غلط ہے

❷ کافروں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کے معاہدے کے لئے قرآن پاک نے لفظ ’’سَلَم‘‘ استعمال فرمایا ہے، جس کا ترجمہ اردو میں صلح کے لفظ سے کر دیا جاتا ہے۔ اور اس ’’سَلَم‘‘ کے بارے میں دو آیات بالکل واضح ہیں۔

الف: وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (الانفال ۶۱)

یعنی اگر وہ کفار صلح کے لئے جھکیں تو آپ بھی صلح قبول کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

ب: فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (محمد ۳۵)

یعنی کمزوری نہ دکھاؤ اور صلح کی طرف ان کافروں کو نہ بلاؤ تم ہی غالب ہو۔

دونوں آیات کی تفسیر اور الفاظ پر غور کریں کہ مسلمانوں کو ہرگز اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ بزدلی اور کمزوری دکھا کر خود پوری دنیا کو صلح کی طرف بلاتے پھریں اور غلامی کے پھندے کو اپنے گلے کا ہار بناتے پھریں۔

❸ یہ بات بھی غلط ہے کہ قرآن پاک نے لڑائی کو خیر نہیں کہا وہ لڑائی جو جہاد میں ہوتی ہے وہ خیر ہی خیر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲۱۶)

تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو" دیکھیں یہاں قتال یعنی حرب اور لڑائی کو خیر قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الصف)

"اے ایمان والو: کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے خیر ہے اگر تم جانتے ہو"

اس آیت مبارکہ میں ایمان کی طرح جہاد کو بھی "خیر" فرمایا گیا ہے۔ پس اس طرح سے جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف اس مغالطے کا مکمل خاتمہ ہوگیا والحمد للہ رب العالمین (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

ارشاد فرمایا:۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

"مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں، نسبی نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ دینی بھائی چارہ نسبی بھائی چارے سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ نسبی بھائی چارہ دین کے الگ الگ ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے جبکہ دینی بھائی چارہ نسب کے الگ الگ ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔ (القرطبی)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه

"مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ظالموں کے سپرد کرتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه

"اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔

مثل المؤمنین فی توادھم و تراحمھم و تواصلھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکیٰ منه عضو تداعی له سائر الجسد بالحمی والسھر

مسلمان اپنی محبت، رحمدلی اور میل جول میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب اس کے ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضاوشبك بین اصابعه صلی اللہ علیه وسلم

"مؤمن مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر سمجھایا (تفسیر ابن کثیر) امام قرطبیؒ نے اس موضوع پر دیگر احادیث اور روایات بھی ذکر فرمائی ہیں شائقین تفسیر قرطبی میں ملاحظہ فرمالیں۔

یہ مسلمان کا کام نہیں

تفسیر کبیر میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ عربی میں اِنْ کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی چیز کے ہونے کی توقع نہ ہو یا بہت کم ہو۔ چونکہ مسلمانوں کے درمیان آپس کی لڑائی بالکل خلاف توقع ہے اور شریعت چاہتی ہے کہ ایسا بالکل نہ ہو تو اس لئے فرمایا وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا کہ اگر (کبھی) مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔ پھر اس آیت کا آغاز مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے لفظ سے فرمایا کہ "مؤمنوں کی دو جماعتیں" جو اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ ایمان والوں کا کام نہیں کہ وہ آپس میں لڑیں، ایمان والے تو آپس میں ایک دوسرے کو امن بانٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی خاطر قربانی دیتے ہیں تو مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرما کر تنبیہ کر دی کہ ایمان والوں کا کام آپس میں لڑنا نہیں ہے، اگر کبھی کبھار ایسا ہو جائے تو دوسرے مسلمان فوراً میدان میں کود آئیں کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ بے شک ایمان والے تو بھائی بھائی ہیں (مفہوم تفسیر کبیر)

آگے لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کا اشارہ تو یہ ہے کہ مسلمان آپس میں نہ لڑیں لیکن مسلمان اس پر عمل نہیں کرتے اور آپس میں خوب لڑتے ہیں اسی طرح قرآن پاک کا اشارہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں فاسقوں کی افواہوں کا اعتبار نہ کیا جائے مگر ہمارے حکمرانوں کے ہاں فاسقوں کی باتیں نیک لوگوں سے زیادہ مقبول ہیں (مفہوم تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کا حکم دیا مگر اکثر مسلمانوں نے کافروں سے یاریاں جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے محبت اور مصالحت کا حکم دیا مگر اکثر مسلمانوں نے مسلمانوں کو مارنا اور ستانا اپنا کام بنالیا۔ ان حالات میں قرآن پاک اصلاح کی طرف بلا رہا ہے۔ قتال کافروں سے ہے مسلمانوں سے نہیں۔ قلبی یاریاں مسلمانوں سے ہیں کافروں سے نہیں۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کے مددگار، ایک دوسرے کے محافظ اور ایک دوسرے کے غمگسار۔

قتال کے فوائد

قرآن پاک نے قتال کے بہت سے فوائد بیان فرمائے ہیں اس آیت مبارکہ سے قتال کا یہ فائدہ معلوم ہوا کہ قتال مسلمانوں کی باہمی اجتماعیت کی حفاظت کرتا ہے، بگڑے ہوئے مسلمانوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ مظلوم مسلمانوں کی اعانت کرتا ہے اور خلافت اسلامیہ کی مرکزیت کو قائم رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

امام قرطبیؒ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے ان آیات پر تقریر کے دوران حضرات صحابہ کرامؓ کی شان اور منقبت بہت والہانہ انداز میں بیان فرمائی ہے انہوں نے ان جنگوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو صحابہ کرامؓ کے درمیان پیش آگئیں۔ انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کے اجتہادی مقام اور ان کے کامیاب اور شاندار انجام کو بھی بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو غلط کہنا یا انکی غلطیاں چننا جائز نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی باہمی جنگوں میں بھی یہ مصلحت اور اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کی لڑائیوں کے احکامات معلوم ہو جائیں۔ ورنہ حضرات صحابہ کرامؓ کی نیتیں بہت اعلیٰ اور ان کے اخلاق بہت بلند تھے۔ (مفہوم تفسیر قرطبی)

مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی میں ایک دوسرے کے افراد کو غلام اور باندیاں نہیں بنا سکتے، ایک دوسرے کے مال کو مالِ غنیمت قرار نہیں دے سکتے یہ اہم مسائل امت کو حضرات صحابہ کرامؓ سے معلوم ہوئے اگر یہ احکامات امت کے سامنے نہ آتے تو امت مسلمہ ایک دوسرے کے ہاتھوں ذلت ورسوائی کے آخری گڑھے تک جا پہنچتی۔ بے شک حضرات صحابہ کرامؓ کے امت مسلمہ پر بے شمار احسانات ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم و رضوا عنہ)

سُورَةُ الحُجُرَاتِ مَدَنِيَّة — آیت ۱۴، ۱۵

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا

بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے

وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا

لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

حکم مانو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا

والا ہے۔ بیشک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے

وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے (مسلمان) ہیں

خلاصہ

۱۔ صرف زبان سے اسلام کا اقرار کافی نہیں، حقیقی ایمان وہ ہوتا ہے جو دل میں اترا ہوا ہو۔

۲۔ ایمان حقیقی ہو تو اس کی علامات ظاہر ہوتی ہیں، ان علامات میں جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ جان و مال سے جہاد کرنا ایمان کے سچا ہونے کی علامت ہے۔

شان نزول

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام اعراب کے لئے نہیں ہیں کیونکہ اعراب میں سے کئی مخلص ایمان والے بھی تھے۔ یہ آیات قبیلہ بنو اسد وغیرہ بعض قبائل کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ مال کی خاطر مدینہ منورہ آئے۔ اور انہوں نے اپنی فرمانبرداری کا اعلان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلانے کی کوشش کی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگوں میں حصہ نہیں لیا یہ لوگ دل سے مؤمن نہیں تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے راستوں کو گندگیاں ڈال کر خراب کر دیا اور مہنگائی بھی پھیلائی۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح شام حاضر ہوتے اور مال مانگتے تھے۔ (تفسیر بغوی، قرطبی وغیرھا)

جہاد ایمان کی علامت ہے

ارشاد فرمایا:۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ (الآیۃ)

ترجمہ: ''بے شک سچے مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے مسلمان ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:۔ بجهادهم يظهر صدقهم في ايمانهم

ترجمہ: یعنی ان کا جہاد ان کے ایمان کے سچا ہونے کو ظاہر کرتا ہے (جلالین)

تفسیر کبیر میں ہے:۔

ان کا جہاد اس بات کی علامت ہے کہ وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور اُس کی کامیابی کے لئے جہاد کرتے ہیں

أي ايقنوا ان بعد هذه الدار داراً فجاهدوا طالبين العقبىٰ (تفسیر کبیر)

حضرت شاہ عبدالقادرؒ اس آیت مبارکہ کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں:۔

''ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اسکے رسول ﷺ پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے'' (ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ)

کلام برکت

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک کہنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا، اس کا مضائقہ نہیں، ایک کہنا کہ ہم کو پورا یقین ہے، جو یقین پورا ہے تو اس کے آثار کہاں؟ (موضح القرآن)

دردمندانہ درخواست

یہ آیت مبارکہ بہت اہم مضمون بیان فرما رہی ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کامیابی کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور ایمان کے سچا ہونے کی علامت جہاد فی سبیل اللہ ہے، آج اکثر مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو بالکل چھوڑ رکھا ہے، انکی خدمت میں دردمندانہ گذارش ہے کہ وہ اس آیت مبارکہ میں غور کریں۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس آیت میں جہاد کے عام معنی مراد لینے کی کوشش کی ہے مگر اس عام معنی میں بھی اصل جہاد فی سبیل اللہ کو انہوں نے شامل رکھا ہے پس ان کے نزدیک بھی جہاد فی سبیل اللہ ہر حال میں ایمان کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کو مانیں، دل میں اسکی نیت رکھیں اور حسب استطاعت اس میں شرکت کی محنت کریں

اللهم صلّ على سيدنا محمد وبارك وسلم وانزله المقعد المقرب عندك (والله الموفق وهو اعلم بالصواب)

۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ یوم الخمیس ۲۶ جنوری ۲۰۰۹ء
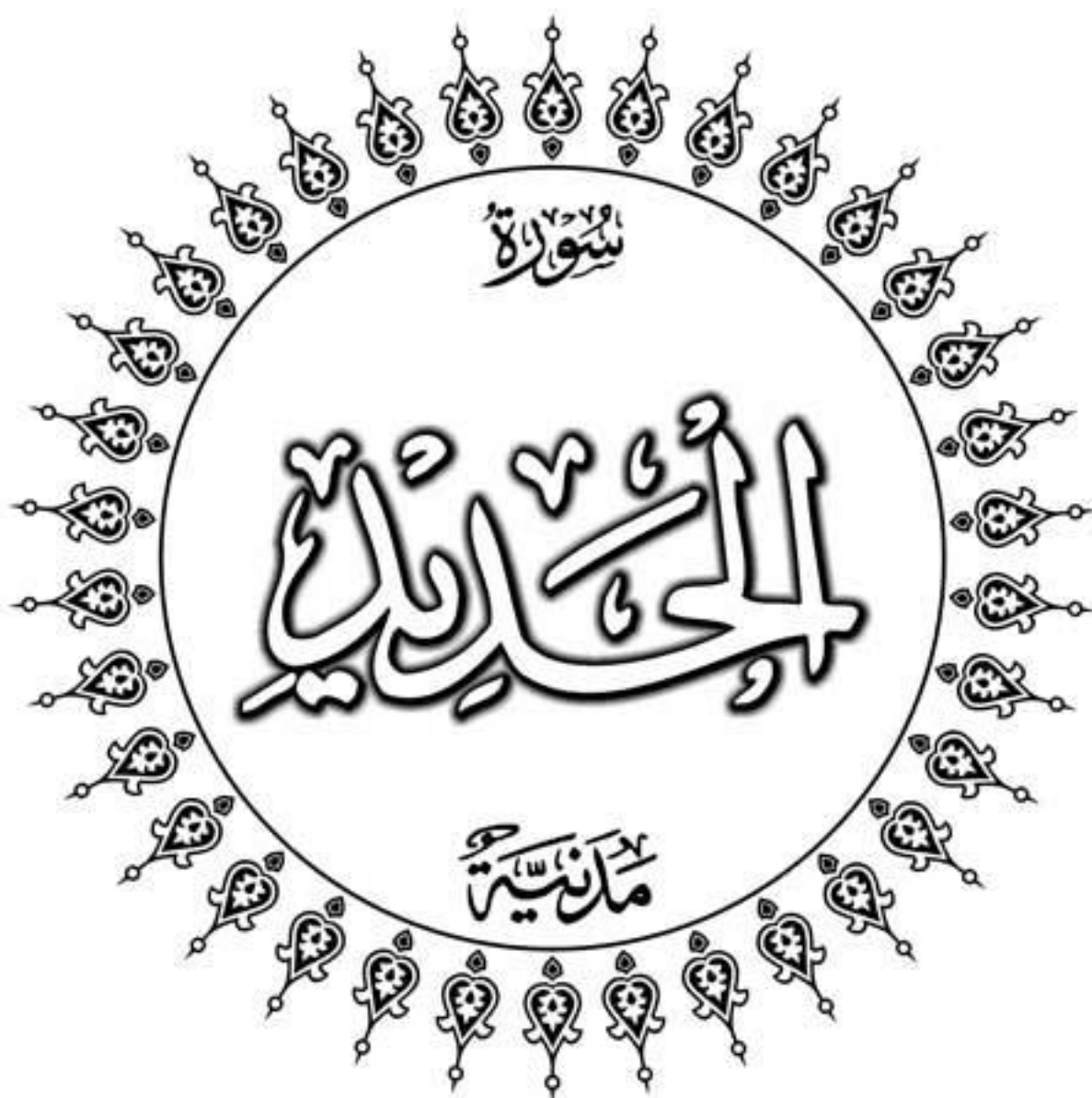
سُورَةُ
الحديد
مدنية

ابتدائیہ

اس تألیف میں **سورۃ الحدید** کی درج ذیل چار آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

ابتدائیہ

چار آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

آیت	۱۰	جہاد میں مال خرچ کرنے کی عجیب ترغیب اور حضرات صحابہ کرام کی فضیلت۔
آیت	۱۱	جہاد میں مال خرچ کرنے سے اُخروی اجر کے ساتھ ساتھ برکت بھی نصیب ہوتی ہے۔
آیت	۱۹	شہداء کرام کے لئے جنت اور نور۔
آیت	۲۵	کامیابی اور غلبے کا نصاب اور اس میں جہاد کی خاص ترغیب۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

اور تمھیں کیا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے

وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ

لئے ہے تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ ہیں کہ

اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے ان لوگوں پر جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ تعالیٰ

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰

نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

خلاصہ

❶ زمین وآسمان میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا ہر انسان اپنا مال یہاں چھوڑ کر مر جائے گا تو پھر اپنی زندگی میں اس مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے تم اپنے لئے ذخیرہ کیوں نہیں کرتے ہو؟

❷ اپنا مال اپنی مرضی اور خوشی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دو گے تو یہ مال تمہارا ہو جائے گا، اللہ پاک کو تمہارے مال کی حاجت نہیں وہ زمین وآسمان کا مالک اور وارث ہے۔

❸ فتح مکہ سے پہلے جن حضرات نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا انکی فضیلت بعد میں خرچ کرنے اور قتال کرنے والوں سے زیادہ ہے، باقی کامیابی کا وعدہ پہلے والوں اور بعد والوں سب سے ہے البتہ مقام کا فرق ہے۔

آسان تفسیر

”یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ تعالیٰ کا بچ رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا پھر اس کے مال میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ خوشی اور اختیار سے نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا، بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ خوشدلی سے پیش کرے اور اسکی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر وافلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہیگا؟ ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (فتح سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک فتح مکہ ہے) اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے۔ اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور

جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے، خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دے گا لیکن جن مقدور (یعنی قسمت) والوں نے ”فتح مکہ“ یا حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اڑے، بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی، اسوقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال وغنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹادینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام تھا فرضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ورزقنا اللہ اتباعھم وحبّھم آمین

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے اپنے اسی علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ (عثمانی)

جہاد میں خرچ کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے

بیان القرآن میں ہے:۔

ایمان کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا تذکرہ فرمایا جو کہ کمال ایمان کی علامت ہے اور اشاعتِ اسلام کا ذریعہ ہے، یہاں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اور جہاد کا بڑا مقصد اشاعتِ اسلام ہے (اَنْفَقَ کے ساتھ قٰتَلَ کو لانا اس بات کا قرینہ ہے) (مفہوم بیان القرآن)

مال خرچ کرنے کی بہت بلیغ تاکید

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے زمین وآسمان اور اسکی ہر چیز رہ جائے گی اور تو کوئی بھی باقی نہیں رہے گا تو مطلب یہ ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ نہ کرکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں نہ نکل کے کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ ویسے ہی ہلاک کردے گا اور تمہارے مال اسی کے پاس رہ جائیں گے۔ (یعنی جہاد چھوڑ کے اگر جان و مال بچانا چاہتے ہو تو یہ ویسے ہی نہیں بچیں گے جہاد کرو یا نہ کرو .... تو پھر عقلمندی اسی میں ہے کہ خود اپنی مرضی سے اپنی جان اور مال کی قربانی دو تاکہ کامیاب ہو جاؤ)

وای غرض لکم فی ترک الانفاق فی سبیل اللہ والجہاد مع رسولہ واللہ مھلککم فوارث اموالکم (المدارک)

امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مال خرچ کرنے پر ابھارنے کا سب سے بلیغ طریقہ ہے۔

وھو من ابلغ الحث علی الانفاق فی سبیل اللہ (المدارک)

کونسی فتح

آیت مبارکہ میں جس فتح کا تذکرہ ہے اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

اکثر المفسرین علی ان المراد بالفتح فتح مکۃ۔ (القرطبی)

شعبیؒ اور زہریؒ کے نزدیک فتح حدیبیہ مراد ہے۔

وقال الشعبی والزهری فتح الحديبية (القرطبی)

قتادہؒ فرماتے ہیں دو قتال تھے اور دو خرچ۔ فتح مکہ سے پہلے کا قتال اور مال خرچ کرنا بعد والے قتال اور خرچ سے افضل تھا۔

قال قتادہ کان قتالان احدهما افضل من الآخر، ونفقتان احداهما افضل من الأخرىٰ کان القتال والنفقة قبل فتح مكة افضل من القتال والنفقة بعد ذلك (القرطبی)

مشکل حالات، زیادہ ثواب

آیت مبارکہ ان حضرات صحابہ کرام کی پوری امت پر افضلیت بیان فرما رہی ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جہاد میں حصہ لیا اور اپنا مال بھی قربان کیا۔ اور یہ آیت مبارکہ تمام صحابہ کرام کے لئے کامیابی اور جنت کا اعلان فرما رہی ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور یہ آیت مبارکہ قیامت تک اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے لئے بشارت اور خوشخبری ہے۔

اور اشارۃً اس آیت مبارکہ میں یہ بھی سمجھایا گیا کہ جب اسلام اور مسلمانوں کے لئے حالات سخت اور مشکل ہوں تو اسوقت جان و مال سے جہاد کرنا بہت بڑے اجر و مقام کا ذریعہ ہے۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنا اور مال خرچ کرنا نفس پر بہت بھاری پڑتا تھا کیونکہ مسلمان بہت تھوڑے تھے اور اسباب کی کمی تھی اور کفار سے سخت مقابلہ اور انکی طرف سے سخت مزاحمت تھی فتح مکہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو قوت مل گئی اور جہاد پہلے کی بنسبت قدرے آسان ہوتا گیا۔ ملاحظہ فرمایئے احکام القرآن للجصاصؒ وغیرہ۔

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس آیت مبارکہ کے ذیل میں کئی مفسرین کرام نے حضرات صحابہ کرام کے فضائل اور مناقب بیان فرمائے ہیں خصوصاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کی سعادت کئی مفسرین نے حاصل کی ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ کے فضائل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بڑا حصہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے تفسیر بغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی، اور تفسیر مظہری۔

صاحب انوار البیان لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى فرما کر اعلان فرما دیا سب کے لئے حسنٰی یعنی مغفرت اور جنت ہے اور سورۂ توبہ کی آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ میں مہاجرین وانصار کے لئے اور جو لوگ ان کا اتباع بالاحسان کریں ان کے لئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ فرما دیا اور یہ

بھی فرمادیا کہ ان کے لئے جنتیں تیار فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھو اور روافض کو دیکھو جنہیں اسلام کا دعویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو صحیح نہیں مانتے۔ یاد رہے کہ سابقین اولین میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے جن سے روافض کو انتہائی بغض ہے (بے شک یہ کھلی گمراہی ہے) (انوار البیان)

الحسنٰی جنت

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور اللہ تعالیٰ نے سب سے (یعنی پرانے اور بعد والے مجاہدین اور منفقین (مال خرچ کرنے والوں) سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

الْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے جیسا کہ مجاہدؒ اور قتادہؒ نے روایت فرمایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عام ہے دنیا وآخرت کی بھلائی کے لئے اور دنیا میں بھلائی سے مراد نصرت اور غنیمت ہے۔

ای المثوبة الحسنیٰ وهی الجنة علی ماروی عن مجاهد وقتادة وقیل: اعم من ذلك والنصر والغنیمة فی الدنیا (روح المعانی)

سورۃ الحدید آیت ۷ کا جہادی مضمون

کئی مفسرین کرام نے سورۃ الحدید کی آیت ۷ کے جہادی مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے البحر المحیط، جلالین اور تفسیر بیان القرآن۔ یہاں اس آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر جلالین کی عبارت پیش کی جارہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (الحدید ۷)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس میں سے (یعنی اس مال میں سے) خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا انکے لئے بڑا اجر ہے۔

حضرت لاہوری لکھتے ہیں:۔

کامیابی کا گر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اور مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ مال خرچ کرنے والوں کا بڑا اجر ہے (حاشیہ لاہوریؒ)

تفسیر جلالین میں ہے:۔

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لانے پر ڈٹے رہو اور اس مال میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو جو تم سے پہلے والوں سے لیکر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے والوں کو اس کا مالک بنادے گا۔ یہ آیت تنگی والے جہاد یعنی غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے مال خرچ کیا ان

کے لئے بڑا اجر ہے۔ یہ اشارہ ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اٰمِنُوْا دوموا علی الایمان بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ من مال من تقدمکم وسیخلفکم فیه من بعد کم نزل فی غزوة العُسرة وھی غزوة تبوک فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا اشارة الی عثمان رضی اللہ عنه لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۔ (جلالین)

بیان القرآن میں ان آیات کا جو ربط بیان فرمایا گیا ہے وہ بھی اس آیت کے جہادی مضمون کی تائید کرتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُورَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۱۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر وہ اس کو اس کیلئے دگنا کردے اور اس کیلئے عمدہ بدلہ ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا ایسا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا۔ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے قرض کے لفظ سے یہ سمجھایا کہ اس کا بدلہ یقینی ہے۔ اور بدلہ یہ ہے کہ اس مال میں خوب برکت ہوگی اور آخرت میں بہت معزز، عمدہ، اور پسندیدہ اجر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس خرچ کرنے کا ثواب بھی خوب بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

جہاد میں خرچ کرو

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

قرض کے معنی یہ ہے کہ اسوقت خرچ کرو جہاد میں، پھر تم ہی دولتیں برتو گے، اور یہی معنی دونے (یعنی بڑھادینے، دگنادینے) کے ہیں۔ مالک اور غلام میں بیاج (یعنی سود) نہیں جو دیا سو اُس (مالک) کا اور جو نہ دیا سو اس کا۔ (موضح القرآن)

عجیب الہامی نکتہ بیان فرمایا کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو تو پھر تم ہی دنیا بھر کی دولتیں استعمال کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرات صحابہ کرام نے جہاد میں اپنا مال لگایا اور کچھ عرصہ بعد روم وفارس کے خزانے ان کے قدموں میں حقیر پڑے ہوئے تھے۔

معلوم یہ ہوا کہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی ایک بڑی تأثیر یہ ہے کہ اس کی برکت سے مسلمانوں کو معاشی استحکام نصیب ہوتا ہے جبکہ اصل بدلہ تو آخرت کا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے پاس جو تھوڑا سا مال تھا۔ انہوں نے دین پر لگادیا پھر وہ خزانوں کے مالک بنے مگر اس وقت بھی وہ مال میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ ان کو جو کچھ ملتا گیا وہ دین کے کام آتا گیا اور مخلوق میں تقسیم ہوتا گیا۔ آج مسلمانوں نے مال کو وبال بنایا ہوا ہے، اسکو جمع کرتے ہیں اور اسکی خاطر ہر ذلت، غلامی اور محرومی برداشت کرتے ہیں۔ واللہ المستعان (واللہ اعلم بالصواب)

دین کی نصرت اور قتال میں مال خرچ کرنے کی تاکید

تفسیر کبیر میں ہے:۔

اس آیت مبارکہ میں تاکید کے ساتھ ترغیب دی گئی ہے کہ لوگ اپنے اموال مسلمانوں کی نصرت، کافروں سے

قتال اور محتاج مسلمانوں کی مدد کے لئے خرچ کریں اور اس خرچ کرنے کو ''قرض'' کا نام دیا گیا کیونکہ اس کے بدلے میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

انه تعالیٰ اکّد بهذه الآیة ترغیب الناس فی ان ینفقوا اموالهم فی نصرة المسلمین وقتال الکافرین ومواساة فقراء المسلمین وسمی ذلك الانفاق قرضاً من حیث وعدبه الجنة۔ (تفسیر کبیر)

المدارک میں ہے کہ قرض کا لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ اس مال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

واستعبر لفظ القرض لیدل علی التزام الجزاء۔ (المدارك)

ترغیب کا عجیب مؤثر انداز

❶ آیت ❼ میں سمجھایا کہ تم اس مال کے "مُسْتَخْلَفْ" ہو، مطلب یہ کہ تم سے پہلے یہ مال کسی اور کے پاس تھا۔ اب اس کے پاس نہیں رہا تمہارے پاس آ گیا ہے اور تمہارے پاس بھی نہیں رہے گا تمہاری زندگی میں یا مرنے کے بعد کسی اور کے پاس چلا جائے گا۔ پس اپنی باری میں اس مال پر اپنا قبضہ مضبوط کر لو یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے اپنا بنا لو۔

❷ آیت ❿ میں سمجھایا کہ یہ مال تو تمہیں ویسے ہی چھوڑ جانا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا وارث ہے تو پھر اپنی مرضی اور خوشی سے یہ مال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیوں نہیں کر دیتے؟ یاد رکھو جتنے مشکل حالات میں خرچ کرو گے اتنا زیادہ اجر پاؤ گے۔

❸ آیت ⓫ میں سمجھایا کہ تمہارا یہ مال خرچ کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے۔ سوچ لو یہ کتنی بڑی سعادت ہے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے تمہارے مال اور اجر کو بڑھا دیتا ہے، نیز یہ کہ اس کا بدلہ پاکیزہ جنت ہے۔ پس کون ہے خوش نصیب جو سعادت، برکت اور عزت کے اس راز کو سمجھے؟

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے) سے برکت ہو گی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

قرض حسنہ کی دس صفات

حضرات مفسرین نے ''قرض حسنہ'' یعنی اچھے قرضے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر مال خرچ کرنے والا ان دس چیزوں کا اہتمام کرے تو اس کا خرچ کیا ہوا مال ''قرض حسنہ'' ہو گا جس کے لئے برکت اور جنت کا وعدہ ہے۔

❶ مال حلال ہو۔

❷ اچھا اور عمدہ مال ہو۔

❸ خرچ کرنے والا خود بھی اس مال سے فائدہ اٹھا سکتا ہو، (بالکل موت کے منہ میں نہ پڑا ہو)

❹ مال وہاں دیا جائے جہاں زیادہ ضرورت ہو۔

❺ جتنا ممکن ہو چھپا کر دیا جائے۔

❻ دینے کے بعد احسان جتلانے اور ایذاء پہنچانے سے بچا جائے۔

❼ اخلاص کے ساتھ دیا جائے۔ ریا کاری نہ ہو۔

❽ جتنا بھی زیادہ دیا جائے اسے کم اور حقیر سمجھا جائے (یعنی فخر میں مبتلا نہ ہو)

❾ اپنا پسندیدہ مال دیا جائے۔

❿ دیتے وقت اپنے نفس کی عزت اور فقیر کی ذلت کا خیال نہ ہو (یعنی خود کو بڑا اور فقیر کو حقیر نہ سمجھے) (الخازن ملخص از تفسیر کبیر)

مجموعہ مبارکہ

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔اس سعادت سے محروم رہنا بہت بڑی محرومی ہے۔اور جب مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرتے ہیں توانہیں بے شمار انفرادی اوراجتماعی فوائد دنیا اور آخرت میں نصیب ہوتے ہیں۔اللہ کرے سب مسلمان اس عظیم اور بابرکت عمل کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ملاحظہ فرمایئے جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت پر مشتمل چند روایات مبارکہ۔

سات سو گنا

❶ عن خريم بن فاتك قال: قال رسول الله ﷺ من انفق نفقة في سبيل الله كتبت بسبعمائة ضعف

(نسائی ص ۶۵ ج۲،ترمذی ص ۲۲۴ ج۱، الترغیب والترھیب ص ۱۶۱ ج ۲)

حضرت خریم بن فاتکؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔

بڑھتا ہوا اجر

❷ عن ابی ھریرۃؓ "فی حدیث الأسراء ان رسول الله ﷺ أتى بفرس يجعل كل خطوة منه اقصىٰ بصره فسار وسار معه جبرائيل عليه السلام فأتى على قوم يزرعون في يوم ويحصدون في يوم كلما حصدوا عاد كما كان فقال: ياجبرائيل من هؤلآء؟ قال هؤلآء المجاهدون في سبيل الله تضاعف لهم الحسنة بسبعمائة ضعف وما انفقوا من شئ فهو يخلفه.(رواه البزار بحواله الترغيب والترهيب ص ۱۶۱ ج ۲)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے (شب معراج میں) ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تاحد نظر پڑتا تھا حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے جبرائیلؑ بھی آپ کے ساتھ تھے آپ ﷺ کا گذر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسے ہوجاتی تھی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جبرائیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کے

مجاہدین ہیں انکی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔

(ترجمہ آیت) اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا ہے۔

بے شمار اجر وثواب

۳ وعن ابن عمرؓ قال: لمّا نزلت مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم قال رسول اللہ ﷺ ربّ زدامتی فنزلت انما یوفّی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ (صحیح ابن حبان، بیہقی، الترغیب والترھیب ص۲۱ ج۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت (ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ البقرۃ آیۃ ۲۶۱) نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی اے میرے رب میری امت کیلئے اور زیادہ عطاء فرما تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ جو اہل استقامت ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خفیہ خزانے

۴ عن معاذ بن جبلؓ أن رسول اللہ ﷺ قال: طوبی لمن اکثر فی الجھاد فی سبیل اللہ من ذکر اللہ فان لہ بکل کلمة سبعمائة الف حسنة منھا عشرة اضعاف مع الذی عند اللہ من المزید قیل یا رسول النفقة؟ قال: النفقة علی قدر ذلک قال عبدالرحمن فقلت لمعاذ: انما النفقة بسبعمائة ضعف فقال معاذ قل فھمک انما ذاك اذا انفقوھا وھم مقیمون فی اھلھم غیر غزاة فاذا غزوا وانفقوا خبأ اللہ لھم من خزائن رحمته ماینقطع عنه علم العباد وصفتھم فاؤلئك حزب اللہ وحزب اللہ ھم الغالبون۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ الترغیب والترھیب ص۱٦٢ ج٢)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (جنت کی) خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جسنے جہاد میں نکل کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا بے شک اسے ہر کلمہ کے بدلے سات لاکھ نیکیاں ملتی ہیں اور ہر نیکی ان نیکیوں میں سے دس گنا بڑھائی جاتی ہے اس زیادتی کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطاء فرماتے ہیں پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ (جہاد میں) خرچ کرنے کا کیا اجر ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خرچ کرنا بھی اسی قدر (یعنی ذکر کی طرح) بڑھتا ہے (راوی) عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذؓ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر تو سات سو گنا ہے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے سات سو گنا اجر تو تب ملتا ہے جب خرچ کرنے والا گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کیلئے نہ نکلے لیکن اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ

کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنی رحمت کے ایسے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا، اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہتا ہے۔

مجاہدین کو مکمل سامانِ جہاد دینے کی فضیلت

۵ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من جهز غازیاً حتی یستقل کان له مثل اجره حتی یموت اویرجع۔ (ابن ماجه۔ کتاب الجهاد۔ باب من جهز غازیاص ۱۹۸)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی غازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا۔ یہاں تک کہ وہ کوچ کر گیا تو اس کے لئے غازی کے ثواب جتنا ثواب ہے یہاں تک کہ وہ (غازی) فوت ہو جائے یا لوٹ آئے۔

جنت میں استقبال

۶ عن صعصعة بن معاویة قال لقیت اباذر رضی اللہ عنہ قلت حدثنی قال نعم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن عبد مسلم ینفق من کل مال له زوجین فی سبیل اللہ الا استقبلته حجبة الجنة کلهم یدعوه الی ماعنده قلت و کیف ذلك؟ ان کانت ابلا فبعیرین وان کانت بقرا فبقرتین۔ (رواه النسائی، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ ص ۶۵، ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جو مسلمان بندہ اپنے ہر مال میں سے ایک جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا تو جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے اور اپنی چیزوں کی طرف اسکو بلائیں گے (تابعی راوی کہتے ہیں) میں نے کہا یہ (جوڑا دینا) کیسا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا اگر اونٹ ہیں تو دو اونٹ اور اگر گائے ہیں تو دو گائے۔

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

۷ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ من انفق زوجین فی سبیل اللہ دعته خزنة الجنة من ابواب الجنة یافلان هلم فادخل فقال ابوبکرؓ یارسول اللہ ذاك الذی لاتوی علیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لارجوان تکون منهم۔

(رواه النسائی باب فضل النفقة فی سبیل اللہ تعالیٰ ص ۶۵، ج ۲ والبخاری باب فضل النفقة فی سبیل اللہ ص ۳۹۸، ج ۱)

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے ہر دروازے کا دربان (اپنی

طرف بلائے گا) کہ اے فلاں اس دروازے سے آ ؤ اس پر ابوبکرؓ بولے یارسول اللہ ﷺ ایسے شخص پر تو کوئی خوف نہیں رہے گا۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہوگے۔

کچھ نہ کچھ جہاد میں ضرور لگاؤ

❽ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله وانفقوا فی سبیل الله قال: یقول لا یقولن احدکم لا أجدشیأان لم یجد الا مشقصافلیجهزبه فی سبیل الله ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة (رواه البیهقی فی السنن الکبری ص۸۷ج۹)

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول (اور خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں) کے بارے میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہرگز کوئی نہ کہے کہ میں (خرچ کرنے کیلئے) کچھ نہیں پاتا اگر وہ سوائے پیکان (یعنی تیر کے کچھ نہ پائے تو اسے بھی بطور سامانِ جہاد کے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیدے۔

(ترجمہ آیت: اور تم خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، البقرہ آیہ ۱۹۵)

بہترین مال کونسا؟

❾ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله ﷺ قام علی المنبر فقال انما اخشی علیکم من بعدی مایفتح علیکم من برکات الارض۔۔۔الی ان قال: وان هذه المال خضرة حلوة ونعم صاحب المسلم لمن اخذه بحقه فجعله فی سبیل الله والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل۔ (الحدیث) (رواه البخاری فی باب فضل النفقة فی سبیل الله ص۳۹۸ج۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا میرے بعد تم پر دنیا کی جو برکتیں کھول دی جائیں گی میں تمہارے بارے میں اس سے خوفزدہ ہوں (کہ کہیں تم اسمیں جتلا نہ ہوجاؤ)۔ (پھر آگے چل کر) ارشاد فرمایا اور بے شک یہ مال شاداب وشیریں ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جسے اس نے حلال طریقوں سے جمع کیا ہو اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد فی سبیل اللہ کے لئے) اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کیلئے وقف کردیا ہو۔

جان، مال اور زبان سے جہاد

❿ عن انسؓ ان النبی ﷺ قال: جاهدوا المشرکین بأموالکم وانفسکم وألسنتکم

(رواه ابوداؤد فی کراهیة ترک الغزوص ۳۶۱ج ا رواه البیهقی فی السنن الکبریٰ ص ۳۵ج۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مشرکین سے اپنے مالوں جانوں اور اپنی زبانوں

سے جہاد کرو۔

اپنا سامانِ جہاد دوسرے کو دے دو

⑪ عن انسؓ ان رجلامن اسلم أتی النبی ﷺ فقال انی اریدالجهاد ولیس معی ما اتجهزبه فقال ان فلاناقد تجهز ثم مرض فاذهب الیه فقل ان رسول الله یقرئك السلام ویأمرك ان تعطینی ماتجهز به فأتاه فقال لامرأته انظری ان تعطیه ماجهزتنی به ولا تحلبی منه شیأ فیبارك الله لك فیه (رواه مسلم فی باب فضل اعانة الغازی ص۱۳۷ج۲والبیهقی فی السنن الکبری ص۲۸ج۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا فلاں آدمی کے پاس جاؤ اس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا مگر پھر وہ بیمار ہو گیا (اور جہاد میں نہ جا سکا) پس اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنا سامانِ جہاد مجھے دیدیں وہ اس کے پاس آیا۔ تو اس نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ دیکھو! میرا تمام سامان اسکو دے دو اور اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دیں گے۔

نفلی حج سے افضل

⑫ عن عبداللهؓ قال لأن امتع بسوط فی سبیل احب الیّ من ان أحج حجة بعد حجة (اخرجه الطبرانی فی الکبیر برقم ۸۵۷۵ــــــ۹۱۵۸بحواله مجمع الزوائد ص ۲۶۸ ج ۵)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک کوڑا دوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں پے در پے حج کروں۔

جہاد میں خرچ کرنے والوں کے لئے روشن مثال

⑬ عن عبدالرحمن بن خباب قال شهدت النبی ﷺ وهویحث علی جیش العسرة فقام عثمان بن عفان فقال یارسول الله علیّ مائة بعیر بأحلاسهاواقتابها فی سبیل الله ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال یا رسول الله علیّ مائتا بعیر بأ حلاسها واقتا بها فی سبیل الله ثم حض علی الجیش فقال علیّ ثلث مائة بعیر بأ حلاسهاواقتابها فی سبیل الله فأنا رأیت رسول الله ﷺ ینزل علی المنبر وهو یقول ما علی عثمان ماعمل بعدهذه ماعلی عثمان ماعمل بعدهذه (رواه الترمذی فی باب مناقب عثمان بن عفان ص۲۸۹ج۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا اور آپ ﷺ جیشِ

عسرة (غزوہ تبوک کے لشکر) پر خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کجاوے اور پالان سمیت سو اونٹ اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرے ذمے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لشکر پر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی۔ تو حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کجاوے اور پالان سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں دوسو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لشکر پر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کجاوے اور پالان سمیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں تین سو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ پس میں نے حضور اکرم ﷺ کو منبر سے اترتے ہوئے دیکھا وہ فرما رہے تھے اسکے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کوئی بھی عمل نہ کرے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اسکے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کوئی بھی عمل نہ کرے تو ان کا کوئی بھی نقصان نہ ہوگا۔

مقبول جہاد

۱۴ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انه قال الغزو غزوان فاما من ابتغی وجه الله واطاع الامام وانفق الكريمة وياسر الشريك واجتنب الفساد فان نومه ونبهه أجر كله واما من غزا فخرا ورياء وسمعة وعصى الامام وافسد في الارض فانه لم يرجع بالكفاف (رواه النسائي ص۶۵ ج۲ رواه ابوداؤد باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا ص۳۴۳ ج۱ الاوجز المسالك ص۵۵۳ ج۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد دو طرح کا ہے۔ پس وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی اور امیر کی اطاعت کی اور (راہ جہاد میں) عمدہ مال خرچ کیا اور اپنے ساتھی پر فراخی کی اور فساد سے بچا پس بے شک اسکا سونا، جاگنا سارا کا سارا ثواب ہے اور جس شخص نے فخر، دکھلاوے اور شہرت کیلئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد مچایا پس وہ کچھ بھی لیکر نہیں لوٹا۔

سخت مصیبت کی وعید

۱۵ عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال من لم يغزو او يجهز غازيا أو يخلف غازيا في اهله بخير اصابه الله بقارعة قال يزيد بن عبد ربه في حديثه قبل يوم القيمة (رواه ابوداؤد باب كراهية ترك الغزو ص۳۴۱ ج۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے نہ خود جہاد کیا نہ مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت سے پہلے) کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔

افضل دینار

⑯ عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل دینار ینفقه رجل دینار ینفقه علی عیاله دینار ینفقه علی فرس فی سبیل اللہ دینار ینفقه علی اصحابه فی سبیل اللہ۔ (رواہ ابن ماجه باب فضل النفقة فی سبیل اللہ ص۱۹۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورا کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خرچ ہونے والے دیناروں میں سے افضل دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

لوگوں میں بہترین

⑰ عن الحسن قال قال رجل لعمر رضی اللہ عنہ یا خیر الناس: قال لست بخیر الناس ألا اخبر کم بخیر الناس؟ قال بلیٰ یا امیر المومنین قال: رجل من اهل البادیة له صرمة من ابل أوغنم أتی به مصرامن الا مصارفباعها ثم انفقها فی سبیل اللہ و کان بین المسلمین وبین عدوهم فذلك خیر الناس۔ (رواہ ابن ابی شیبه فی مصنفه ص۳۲۷ج۱۰)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے تمام لوگوں میں سے بہترین۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں لوگوں میں سے بہترین نہیں ہوں۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے امیر المؤمنین۔ تو ارشاد فرمایا دیہاتیوں میں سے وہ آدمی جس کا اُونٹ یا بکریوں کا ریوڑ ہو وہ ان کو کسی شہر میں لائے اور بیچ دے اور پھر اس کو خرچ کردے اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں اور وہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان ہو پس یہی لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔

سُوْرَةُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّةٌ آیت ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖۗ

اور جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۗ وَالَّذِیْنَ

صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر اور ان کی روشنی ہوگی۔ اور جنہوں

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۹﴾

نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں۔

خلاصہ

جولوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے جنت میں خاص اجر اور صراط پر خاص نور ہوگا۔ اور کفار کے لئے جہنم ہے۔

آیت میں ”الشہداء“ کا مطلب

اس آیت مبارکہ میں بعض مفسرین ”شہداء“ کے لفظ کو اس کے لغوی معنیٰ میں لیتے ہیں یعنی گواہی دینے والے اور بعض مفسرین کے نزدیک ”الشہداء“ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والے افراد مراد ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک حضرات انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جو اپنی امتوں پر گواہی دیں گے۔ بعض مفسرین نے دیگر اقوال بھی ذکر فرمائے ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیے القرطبی، البحر المحیط، المدارک، ابن کثیر، خازن وغیرھا)

آیت مبارکہ کی ترکیب

بعض حضرات کے نزدیک ”وَالشُّهَدَآءُ“ کا عطف ”الصِّدِّیْقُوْنَ“ پر ہے، جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا جبکہ بعض حضرات کے نزدیک پہلا جملہ ” الصِّدِّیْقُوْنَ “ پر مکمل ہوجاتا ہے اور ”والشھداء“ سے الگ جملہ شروع ہوتا ہے۔

مقام شہداء

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی شہداء نعمتوں والی جنتوں میں ہیں، بخاری اور مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہونگی، جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی پھر ان قندیلوں میں بسیرا کریں گی۔ ان کے رب نے ان پر توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیں تا کہ ہم آپ کے راستے میں پہلے کی طرح جہاد کریں پھر قتل کیے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ دنیا کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن کثیرؒ نے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں حضرات شہداء کرام کے دیگر فضائل بھی ذکر کیے ہیں، جو تفسیر ابن کثیر میں ملاحظہ فرمالیں اور علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے اسکی تحقیق فرمائی ہے کہ جہاد میں قتل ہونے والے مجاہد کو شہید کیوں کہتے ہیں ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح المعانی۔ اور کئی مفسرین کرام نے صدیقین کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کے بعض مناقب بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمایئے قرطبیؒ، روح المعانی، مظہری وغیرھا۔

سورۃ الحدید مدنیۃ — آیت ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازو (عدل) بھی بھیجی تا کہ

لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ

لوگ انصاف کو قائم رکھیں اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں

لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

اور تا کہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زور آور

عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

غالب ہے۔

خلاصہ

دنیا اور آخرت میں کامیابی کا نصاب

1. ایمان
2. کتاب اللہ پر عمل (اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا جس کا ذکر اس سورۃ کی کئی آیات میں ہے)
3. عدل و انصاف کا قیام
4. لوہے سے حاصل کردہ جنگی طاقت
5. دین کی نصرت کے لئے جہاد فی سبیل اللہ

جب اہل اسلام اجتماعی طور پر اس نصاب پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو قوت اور غلبہ عطا فرمائے گا۔ بے شک وہ قوی اور غالب ہے۔

کامیابی کا مکمل قانون

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

کامیابی کا مکمل قانون یہی ہے کہ انسان ارادہ الٰہی کے ماتحت ہو کر چلے اور انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ) کرے یہ دو چیزیں پہلے (پچھلی آیات میں) آچکی ہیں علاوہ اس کے اپنی اور اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے لوہے سے کام لے دشمن کے مقابلہ کے لئے جس طرح سے کام آسکے۔ ہتھیاروں کے

تعالٰی (یعنی جہاد میں استعمال کرنے) سے یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ کون شخص اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا ہے اور فتح اس خدا پرست جماعت کو ہوگی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

آسان تفسیر

’’اس آیت میں اللہ تعالٰی نے رسولوں کی بعثت کا اور انہیں واضح احکام کے ساتھ بھیجنے کا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اَلْکِتٰبَ جنس ہے، جس سے اللہ تعالٰی کی نازل کی ہوئی تمام کتابیں مراد ہیں۔ اور عربی میں اَلْمِیْزَانَ ترازو کو کہتے ہیں، بعض حضرات نے اس کا ترجمہ ترازو ہی کیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ صحیح ناپ تول کی جاتی ہے۔ اور وہ آلہ عدل وانصاف ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ انصاف کیا ہے دونوں صورتوں کا مطلب اور مـــآل ایک ہی ہے۔ رسولوں کو بھیجنے، کتاب کے نازل کرنے اور میزان کے اتارنے کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

اس کے بعد فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے، جہاد کے لئے جو ہتھیار بنائے جاتے ہیں، نیزہ، تلوار، خنجر، بندوق، لوہے ہی سے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ جو ہتھیار ہیں حتیٰ کے آجکل کے میزائل، بم اور دوسرے ہتھیاروں کی تیاری میں بھی لوہے کا کچھ نہ کچھ (بلکہ کافی) دخل ضرور ہے ان ہتھیاروں کا ڈر لوگوں پر سوار رہتا ہے۔ اور ایکدوسرے پر حملہ کرنے سے باز رہتے ہیں اللہ تعالٰی کے مؤمن بندے انہیں ہتھیاروں کو استعمال کر کے کفر کو مٹانے کے لئے کافروں پر حملہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھتی ہے ساری دنیا کے کافروں کو ڈر ہے تو یہی ہے کہ مسلمان جہاد شروع نہ کردیں۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور لوہے میں لوگوں کے لئے طرح طرح کے منافع ہیں۔ مشینیں تو لوہے کی ہیں ہی اور دوسری جتنی بھی چیزیں بنی آدم کے استعمال میں ہیں تقریباً سب ہی میں کسی نہ کسی درجہ میں لوہے کا دخل ضرور ہے، اگر لکڑی کی چیز ہے تو اس میں بھی لوہے کی کیل ٹھونکی ہوئی ہے اور وہ بھی لوہے کے ہتھوڑے سے ٹھونکی گئی ہے، تعمیرات میں لوہے کا استعمال ہے، کھیتی میں ہل اور ٹریکٹر کی خدمات ہیں، جانوروں کے مونہوں میں لوہے کی لگام میں ہیں پائیدان بھی لوہے کے ہیں پیٹرول لوہے کے آلات کے ذریعے بنتا (یعنی صاف اور تیار ہوتا) ہے، ہوائی جہاز اور گاڑیاں لوہے سے بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ الی ما لا تحصیٰ

وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ جب جہاد کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالٰی کے مخلص بندے یہ جانتے ہوئے کہ ہم قتل بھی ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے دین اور رسولوں کی مدد کرنے کے لئے ہتھیار لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالٰی کو دیکھا بھی نہیں، پھر بھی جان دینے کو تیار ہوجاتے ہیں، اللہ تعالٰی کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے پھر جس جس چیز کا ظہور ہوتا ہے اس کے علم میں آتا رہتا ہے کہ یہ بھی وجود میں آیا ہے، بلکہ وجود ہی وہ بخشتا ہے۔ اس علم کو ظہور کہا جاتا ہے۔ (انوار البیان تسہیل)

افسوس کے آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں

’’پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتے ہیں ❶ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ کہ اس میں جنگ کے وقت بڑی سختی اور شدت ہے اس لئے کہ تلوار، بندوق، نیزہ، گرز، توپ وغیرہ تمام آلات جن سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں ❷ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور بہت منافع ہیں، اس لئے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جتنے پیشے ہیں زراعت، معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات استعمال ہوتے ہیں، افسوس آجکل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں رہا جس سے یہ نوبت پہنچی۔ ❸ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ تیسرا فائدہ یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے مددگاروں اور حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کہ کون ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہتھیار (یعنی اسلحہ) باندھ کر اللہ تعالیٰ کا قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت وفساد پھیلانے والوں اور اہل ایمان پر ظلم کرنے والوں کی خبر لیتا ہے، اس میں جہاد کی ترغیب ہے۔ (حقانی تسہیل)

کامیابی اور غلبے کا قانونِ فطرت

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان رسولوں پر فرشتوں کو نازل فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں معجزات اور کھلی نشانیاں ظاہر فرمائیں تا کہ لوگوں کو ان کے پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اور ہر رسول کو انسانوں کی کامیابی اور ہدایت کے لئے کتابیں اور صحیفے عطا فرمائے ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا وہ ’’قانون‘‘ درج تھا جس پر عمل کرنے میں انسانوں کے لئے یقینی کامیابی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو اتارا۔ ہر چیز کا ترازو، جس کے ذریعہ انصاف کے ساتھ ناپ تول ہوتی ہے اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے ہوتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ سرکش لوگ نہ کتاب پر عمل کریں گے اور نہ معاشرے میں انصاف قائم ہونے دیں گے تو پھر کتاب نافذ کیسے ہوگی اور انصاف جاری کیسے ہوگا۔ تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے لوہا بھی اتارا ہے۔ جنگی قوت اور رعب کا سامان اور ایک نفع بخش چیز۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس لوہے کو استعمال کر کے کون اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اللہ تعالیٰ کے قانون کو جاری کرنے کے لئے لوہے کا اسلحہ اٹھا کر جہاد کریں گے تو انہیں قوت اور غلبہ مل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا دین بھی غالب ہوگا۔ اور معاشرے میں عدل وانصاف بھی قائم ہو جائے گا۔ مگر جہاد کا یہ عالیشان کام اللہ تعالیٰ کے وہی بندے سرانجام دیں گے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور اس کے رسول ﷺ سے وفا کرنے والے اور دین حق کے شیدائی ہوں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جہاد بھی ہدایت کا ذریعہ ہے

’’(رسولوں کو نازل فرمانے کی نعمت کے ساتھ) ایک اور انعام کا ذکر فرمادیا گیا کہ لوہے کو اتارا جس میں سختی ہے اور لوگوں کے واسطے منافع ہیں، یعنی عالم کی ہدایت جس طرح رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے ہے اسی کے ساتھ

ہدایت کا دوسرا ذریعہ "جہاد" ہے کہ جو لوگ اپنی طبعی کجروی (یعنی گمراہی) سے باز نہ آئیں (وہ) نہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانیں اور نہ انصاف کی ترازو کو سیدھا رکھیں جس سے نظام عالم اور اس کا امن وراحت اور رشد و فلاح وابستہ ہے تو پھر ان سے جہاد وقتال ہوگا اور اسوقت ان باغیوں کے مقابلہ کے لئے تلوار اٹھانا پڑے گی اور ظاہر ہو جائے گا کہ کون اللہ تعالیٰ کا مخلص و فرمانبردار ہے اور کون نافرمان و باغی"۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

جہاد میں تمہارا اپنا فائدہ ہے

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ اس جملہ کا عطف محذوف جملہ پر ہے مطلب یوں ہوگا۔ تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑو اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ اسکی اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ اللہ تعالیٰ قوی ہے، جس کو ہلاک کرنا چاہے اس کو ہلاک کرسکتا ہے عَزِيْزٌ زبردست ہے، وہ محتاج نہیں کہ کوئی اسکی مدد کرے، لوگوں کو جہاد کا حکم اس نے صرف اس لئے دیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں، اور تعمیلِ حکم کر کے ثواب کے مستحق بن جائیں اور دین کو غلبہ حاصل ہو جائے یا مجاہدوں کو شہادت کا درجہ مل جائے۔ (پس جہاد میں جہاد کرنے والوں ہی کیلئے فوائد ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو نہ کسی کی عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے جہاد کی) (تفسیر مظہری)

تلوار حجۃ اللہ ہے

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی جو شریعت کا قانون اور احکام دینیہ کا دستور ہے یہ کتاب ہدایت کا راستہ بتاتی ہے حدود اور احکامات سکھاتی ہے، عدل وانصاف کا حکم دیتی ہے اور ظلم اور زیادتی سے منع کرتی ہے۔ اور میزان کے ذریعہ لوگوں کے معاملات اور لین دین میں انصاف قائم ہوتا ہے اور ظلم و زیادتی سے بچاؤ ہوتا ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سنانے والی کتاب اور معاملات کو سیدھا کرنے والی میزان پر عام لوگوں کو عمل کی انگیخت تلوار سے ہی ملتی ہے، اس تلوار سے جو منکروں اور ضدی لوگوں پر حجۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور جو لوگ اجتماعیت سے اپنا ہاتھ کھینچ رہے ہوں ان کو بھی تلوار سیدھا کرتی ہے۔ پس یہی وہ لوہا ہے جس کے بارے میں فرمایا فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ کہ اس میں سخت جنگ اور ہیبت ہے۔ (مفہوم المدارک)

امام ابوحیانؒ لکھتے ہیں:۔

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ سے مراد وہ اسلحہ ہے جس سے قتال کیا جاتا ہے۔

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ای السلاح الذی یباشربه القتال۔ (البحر المحیط)

لوہے کی قوت، دفاع اور حملہ

فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ یعنی لوہے میں بہت قوت ہے اسی سے ڈھال بنتی ہے جو دفاع کا آلہ ہے اور اسی سے اسلحہ بنتا

ہے جو مارنے کا آلہ ہے۔

فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ ای قوة شديدة فمنه جنة وهي آلة الدفع ومنه سلاح وهي آلة الضرب (تفسير الخازن)

پس اس سے سبق ملا کہ کتاب اللہ کے حاملین کو لوہے کی طاقت استعمال کر کے اپنا دفاع بھی کرنا چاہیے اور لوہے کی طاقت استعمال کر کے اقدامی قتال بھی کرنا چاہیے، قرآن پاک نے ذوالقرنین کا واقعہ بیان فرمایا ہے انہوں نے لوہے کی طاقت کو استعمال کر کے یاجوج ماجوج کے حملوں سے ایک مظلوم قوم کا دفاع فرمایا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تلوار کے ساتھ ہوئی

ابن کثیرؒ اور دیگر مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثت بالسيف بين يدي الساعة حتى يعبد الله وحده لاشريك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذلة والصغار على من خالف امري ومن تشبّه بقوم فهو منهم۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مجھے قیامت سے پہلے تلوار دیکر بھیجا گیا ہے تاکہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور ذلت وخواری اس پر ڈال دی گئی ہے جو میرے دین کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اُسی میں سے ہوگا۔

یہاں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کو لوہے کے کچھ اوزار بھی عطا فرمائے، جیسا کہ حضرات مفسرین نے عام طور سے پانچ اوزار کا تذکرہ کیا ہے، اسوقت زمین کی آبادی منظور تھی تو اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اوزار عطاء فرمائے اور جب زمین کی اصلاح اور زمین والوں کی ہدایت منظور تھی تو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو رسالت اور کتاب کے ساتھ تلوار بھی عطاء فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے اس تلوار کو کیسے استعمال فرمایا یہ کسی سے مخفی نہیں۔ آپ ﷺ سلم ”نبی الملاحم“ ”نبی السیف“ اور ”قتّال“ جیسی صفات بھی رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی تلواریں خریدیں، جب گھر میں فاقے تھے تب بھی آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں گیارہ تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی موجود تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے سے اچھا اسلحہ خریدا اور جب بھی کوئی بڑا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے اسلحہ خریدنے اور عسکری قوت بڑھانے کو ترجیح دی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مجموعہ مبارکہ

نہایت محبت، احترام اور عمل کی نیت سے ملاحظہ فرمائیے ۔ چند روایات ۔ جو مسلمان کے دل میں جہادی اسلحے کی محبت پیدا کرتی ہیں ۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ذاتی اسلحے کی تفصیل بیان کرتی ہیں ۔ اور دشمنانِ اسلام نے دیندار مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کے بارے میں جو وحشت اور نفرت پیدا کردی ہے ۔ اس کا ازالہ فرماتی ہیں ۔

میں تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں

❶ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ:۔

بعثت بین یدی الساعة بالسیف حتی تعبدو الله وحده لاشریك له وجعل رزقی تحت ظل رمحی وجعل الذل والصغار علی من خالف أمری و من تشبه بقوم فهو منهم۔

(مسند احمد ج۲ص۵۰ دارالکتب العلمیة)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت اور پستی مقرر کردی گئی ہے اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

جنت تلواروں کے سائے میں

❷ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال سمعت ابی بحضرة العدو یقول قال رسول الله ﷺ " ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف "(ترمذی ابواب فضائل الجهاد ج ۱ ص ۲۹۸)

ترجمہ: ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) کو دشمن کے آمنے سامنے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔"

آقا ﷺ کی تلوار

❸ عن محمد بن میسرة قال کان اسم سیف رسول الله ﷺ ذاالفقار واسم درعه ذات الفضول۔(مصنف عبدالرزاق باب اسم سیف رسول الله ج۵ ص۲۹۵)

ترجمہ: محمد بن میسرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام ''ذوالفقار'' اور آپ ﷺ کی زرہ کا نام ''ذات الفضول'' تھا۔

تلواروں کی زینت

❹ عن جعفر بن محمد عن ابیه ان اسم سیف رسول الله ﷺ ذوالفقار قال جعفر رأیت سیف رسول الله ﷺ قائمه من فضة ونعله من فضة و بین ذلك حلق من فضة۔ (مصنف عبدالرزاق ج۵ص۲۹۶)

ترجمہ: جعفرؒ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا نام ''ذوالفقار'' تھا۔ جعفرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو دیکھا اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور درمیان کا نچلا حصہ بھی چاندی کا تھا اور ان دونوں کے درمیان چاندی کے حلقے تھے۔

❺ عن جعفرؒ عن ابیه نحو هذا قال: اقماعه من ورق یعنی رأسه و کان فی درعه حلقتان من ورق۔ (حوالہ بالا)

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اس تلوار کا سرا چاندی کا تھا اور آنحضرت ﷺ کی زرہ میں بھی دو حلقے چاندی کے تھے۔

❻ عن انسؓ: کانت قبیعة سیف رسول الله ﷺ فضة۔ (ابو داؤد ج اص ۳۷۲ باب فی السیف یحلیٰ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے دستے کا حلقہ چاندی کا تھا۔

❼ عن مزیدةؓ قال دخل رسول الله ﷺ یوم الفتح وعلی سیفه ذهب وفضة۔ (ترمذی باب ماجاء فی السیوف وحلیتها ج اص ۴۳۱)

ترجمہ: حضرت مزیدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار سونے اور چاندی سے مزین تھی۔

❽ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ "ان سیف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کان محلی بالفضة۔ (مصنف عبدالزارق ج۵ص۲۹۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی چاندی سے مزین تھی۔

تلوار اٹھانا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے

❾ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: من سل سیفه فی سبیل الله فقد بایع الله۔ (ابن مردویه بحواله کنزالعمال ج۴ص۲۸۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار کھینچی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی۔

تلوار ذریعۂ جہاد

⑩ عن کعب بن مالك رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: ان المؤمن یجاهد بسیفه ولسانه۔ (کنز العمال بحواله طبرانی ج۴ص۳۵۷)

ترجمہ: کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے۔

تلوار کافروں کیلئے عذاب

⑪ عن عقبة بن مالك قال قال رسول الله ﷺ عقوبة هذه الأمة بالسیف۔ (کنز العمال بحواله خطیب ج۴ ص۲۸۶)

ترجمہ: عقبہ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت (کے کفار) کی سزا تلوار ہے۔

تلوار مجاہد کی زینت

⑫ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال رسول الله ﷺ السیوف اردیة المجاهدین۔ (کنز العمال بحواله المحاملی ج۴ ص۲۹۹)

ترجمہ: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تلواریں مجاہدین کی چادریں ہیں۔

تلوار اور تلوار اٹھانے والے کیلئے آقا ﷺ کی دعاء

⑬ عن هشام بن عروة ان اول رجل سل سیفه فی الله الزبیر، نفخت نفخة من الشیطن اخذ رسول الله ﷺ والنبی بأعلی مكة فخرج زبیر یشق الناس بسیفه فلقی النبی ﷺ فقال له مالك یازبیر؟ قال اخبرت انك اخذت قال فدعاله ولسیفه۔ (مصنف عبدالرزاق باب اول سیف فی الاسلام ج۵ص۲۹۰)

ترجمہ: ہشام بن عروۃ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے تلوار اٹھائی زبیرؓ تھے۔شیطان نے افواہ اڑائی کہ نبی کریم ﷺ گرفتار کر لئے گئے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ اس وقت مکہ کے اوپری حصے میں تھے، زبیرؓ یہ سن کر اپنی تلوار لے کر لوگوں کو چیرتے ہوئے نکلے نبی کریم ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے پوچھا زبیر تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے ایسی خبر سنی (کہ آپ گرفتار ہو گئے ہیں) ہشام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے اور ان کی تلوار کیلئے دعاء فرمائی۔

تلوار کی کمائی، نجات والی کمائی

⑭ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظللتکم فتن کقطع اللیل المظلم انجی الناس منہا صاحب شاھقۃ یاکل من رسل غنمہ او رجل من وراء الدروب أخذ بعنان فرسہ یأکل من فیئ سیفہ۔ (المستدرک للحاکم ج۴ ص۲۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: فتنے تمہیں اس طرح ڈھانپ لیں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے، ایسے میں سب سے زیادہ نجات والے دو شخص ہوں گے، ایک بڑے ریوڑ والا جو اپنی بکریوں سے اپنا رزق حاصل کرے اور دوسرا وہ شخص جو پہاڑی دروں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام (جہاد کیلئے) تھامے ہوئے ہو اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کھائے۔

جنت کی کنجیاں

⑮ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال سمعت ابی تجاہ العدو یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان السیوف مفاتیح الجنۃ۔ (الحدیث) (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابو بکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو دیکھا کہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے آگے فخر فرمانا

⑯ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یباھی بالمتقلد سیفہ فی سبیل اللہ ملٰئکتہ وھم یصلون علیہ مادام متقلدہ۔ (کنز العمال بحوالہ طبرانی ج۴ ص۳۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں (جہاد کیلئے) تلوار لٹکانے والے پر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور فرشتے اس شخص کیلئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ تلوار لٹکائے رہے۔

خرچہ بچا کر اسلحہ خریدو

⑰ عن عمر رضی اللہ عنہ قال: کانت اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علی رسولہ مما لم یوجف المسلمون علیہ من خیل ولا رکاب فکانت لرسول صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وکان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنۃ ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع عدۃ فی سبیل اللہ۔

(بخاری ج۱ ص۴۰۷ باب المجن ومن تترس بترس صاحبہ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنو نضیر کے اموال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مال فئے تھے۔ یعنی مسلمانوں کے لڑے بغیر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطاء فرمائے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے اہل وعیال کا

سال بھر کا خرچہ نکالتے اور بقیہ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی تیاری کیلئے اسلحہ اور سواریاں خریدنے پر صرف فرماتے۔

قیدیوں کی قیمت سے اسلحہ کی خریداری

۱۸ عن زید بن طلحة عن ابیه قال: لما سبی بنو قریظة النساء والذریة باع رسول الله ﷺ منهم من عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف طائفة وبعث طائفة الی نجدوبعث طائفة الی الشام مع سعد بن عبادة یبیعهم ویشتری لهم سلاحاً وخیلاً۔ (کتاب المغازی للواقدی ج۲ص۲۲۰)

ترجمہ: زید بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنو قریظہ کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے میں کچھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا اور کچھ کو نجد کی طرف بھیجا اور ایک حصہ کو حضرت سعد بن عبادہؓ کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا تاکہ انہیں بیچ کر اسلحہ اور گھوڑے خریدیں۔

بدل صلح میں اسلحہ

۱۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: صالح النبی ﷺ اهل نجران علی الفی حلة النصف فی صفر والنصف رجب یؤدونها الی المسلمین وعاریة ثلاثین درعاوثلاثین فرساًوثلاثین من کل صنف من اصناف السلاح یغزون بها۔ (جمع الفوائد ج۳ ص۲۹ بحواله ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے صلح فرمائی اس شرط پر کہ وہ دو ہزار جوڑے (کپڑے) ہر سال دیں گے نصف صفر کے مہینے میں اور نصف رجب میں اور مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر نوع کا اسلحہ تیس تیس کی مقدار میں عاریۃً دینگے۔

تلواریں مہنگی نہ کرو

۲۰ عن عبدالله بن بسر رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: لا تغالو فی اثمان السیوف فأنها مامورة۔ (کنزالعمال ج۴ ص۳۳۹ بحواله دیلمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تلواروں کی قیمت میں مہنگائی نہ کرو کیونکہ ان کے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نیزہ رکھنا گناہوں سے نجات کا باعث

۲۱ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ من اعتقل رمحافی سبیل الله عقله الله من الذنوب یوم القیامة۔

(کنز العمال ج۴ص۳۰۶ بحواله طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنے کے لئے نیزہ باندھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے گناہوں سے آزادی نصیب فرمائیں گے۔

نیزہ بازی، پسندیدہ کھیل

۲۲ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: بينا الحبشة يلعبون عند النبي بحرابهم دخل عمر فأویٰ الی الحصیٰ فحصبهم بها فقال دعهم يا عمر۔ (بخاری ج۱ص۴۰۶ باب اللهو بالحراب ونحوها)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حبشہ کے لوگ نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور کنکریاں اٹھا کر ان کی طرف پھینکیں (تاکہ وہ یہ کھیل بند کریں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمر انہیں چھوڑ دو۔ (کھیلنے دو)

جنگی ٹوپی پہننا آقا ﷺ کی سنت

۲۳ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه مغفر۔ (سنن ابن ماجه ۲۰۱ باب السلاح)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر جنگی ٹوپی تھی۔

تیراندازی کے فضائل

قوت تیراندازی ہے

۲۴ عن عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول: واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ألا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی ألا ان القوة الرمی۔ (ابو داؤد ج۱ص۳۴۳ باب فی الرمی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے: ''اور تیار کرو ان کفار کے مقابلے کیلئے طاقت، خوب سن لو طاقت پھینکنے میں ہے'' تین بار ارشاد فرمایا۔

ایک تیر سے تین لوگ جنت میں

۲۵ عن عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة صانعه يحتسب فی صنعته الخير والرامی به ومنبله وارموا

وار کبوا وان ترموا احب الی من ان ترکبوا لیس من اللھوالا ثلث تأدیب الرجل فرسه وملا عبته اهله ورمیه بقوسه ونبله ومن ترك الرمی بعد ما علمه رغبة فأنها نعمة ترکها أوقال کفرها۔(ابو داؤد ج۱ص ۳۴۳ باب فی الرمی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے میں تین لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔اس کے بنانے والے کو اگر اس کی نیت خیر کی ہو، اسے دشمن کی طرف پھینکنے والے کو اور اسے اٹھا کر تیر انداز کو پکڑانے والے کو، تم تیر اندازی اور گھڑسواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑسواری کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ تین کے علاوہ کوئی کھیل پسندیدہ نہیں ہے۔

① اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا ② اپنے اہل سے کھیل کود کرنا ③ اپنی کمان اور تیر سے نشانہ بازی کرنا اور جس نے تیر اندازی کو سیکھنے کے بعد اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا تو اس نے ایک نعمت چھوڑ دی یا یوں فرمایا کہ ایک نعمت کی ناقدری کی۔

غلام آزاد کرنے کا ثواب

(۲۶) عن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ من رمی العدو بسهم بلغ سهمه العدو أصاب أوأخطأ فیعدل رقبة۔(ابن ماجه ص ۲۰۲ باب الرمی فی سبیل اللہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبسہؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: جس نے دشمن کی طرف تیر پھینکا، اس کا تیر دشمن تک پہنچ گیا نشانے پر لگا یا نہ لگا اس کیلئے یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(۲۷) عن انس رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ ﷺ من رمی رمیة فی سبیل اللہ قصرا وبلغ کان له مثل أجر أربعة اناس اعتقهم من بنی اسماعیل۔(جمع الفوائد ج۲ص۷بحواله بزاز)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر پھینکا وہ راستے میں گر گیا یا دشمن تک پہنچا دونوں صورتوں میں اس تیر انداز کیلئے بنی اسماعیل (عرب) کے چار غلام آزاد کرنے جتنا اجر ہوگا۔

ہر تیر پر جنت کا ایک درجہ

(۲۸) عن ابی نجیح الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من بلغ بسهم فی سبیل اللہ فهوله درجة فی الجنة۔(نسائی ج۲ص۵۸باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل اللہ عزوجل)

ترجمہ: حضرت ابو نجیح اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن تک ایک تیر پہنچایا یہ تیر جنت میں اس کیلئے ایک درجے کا ذریعہ ہے۔

تیراندازی اور قرآن پاک سیکھو

(۲۹) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا الرمي والقرآن وخير ساعات المومن حين يذكر الله عزوجل۔ (کنزل العمال ج۴ص۳۵۵بحواله الديلمي)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیراندازی اور قرآن سیکھو اور مومن کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو۔

ہدف تک چلنا جنت کے باغ میں چلنا

(۳۰) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا الرمی فأن مابين هدفين روضة من رياض الجنة۔ (کنزل العمال ج۴ص ۳۵۵ بحوالہ الدیلمی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں تیراندازی سیکھو بے شک دو ہدفوں کے درمیان کا فاصلہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔(اس سے مراد وہ فاصلہ ہے جو تیرانداز اور ہدف کے درمیان ہو، تیرانداز نشانہ بازی کی مشق کرتے وقت تیر چلا کر بار بار ہدف کی طرف جاتا ہے تاکہ دیکھ سکے کہ اس کا تیر درست لگا یا نہیں، اس درمیانی فاصلے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے)۔

امن کے زمانے میں بھی تیراندازی کی مشق جاری رکھو

(۳۱) عن عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ستفتح عليكم ارضون ويكفيكم الله فلا يعجز احدكم ان يلهو بأسهمه۔ (صحيح مسلم ج۲ص ۱۴۳باب فضل الرمي والحث عليه و ذم من علمه ثم نسيه)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: عنقریب زمینیں تم پر کھول دی جائینگی (تمہارے قبضے میں آجائینگی) اور اللہ تعالیٰ تمہاری کفایت کرینگے پس تم میں سے کوئی اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو (سستی نہ کرے)

سب سے پسندیدہ کھیل

(۳۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احب اللهو الى الله تعالىٰ اجراء الخيل والرمي ۔(جامع الاحاديث للسيوطي ج اص۱۰۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کھیل گھوڑے دوڑانا اور تیراندازی کرنا ہیں۔

کمان سب سے افضل اسلحہ

۳۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ مامد الناس أیدیھم الی شئی من السلاح الاوللقوس فضل۔ (کنز العمال ج۴ص۳۵۵بحوالہ الدیلمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اپنے ہاتھ اسلحے کی جس چیز کی طرف بڑھاتے ہیں انمیں سے کمان کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

عربی کمانیں، بانس کے نیزے، فتوحات کے ضامن

۳۴ عن عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ علیکم بالقناوبالقسی العربیۃ فان بھا یعز اللہ دینکم ویفتح لکم البلاد۔ (کنز العمال ج۴ص۳۵۹بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھوکھلے (بانس کے) نیزوں اور عربی کمانوں کو لازم پکڑو، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہارے دین کو عزت سے نوازے گا اور تمہیں شہروں پر فتح دے گا۔

۳۵ عن علی کرم اللہ وجھہ قال: کانت بیدی رسول اللہ ﷺ قوس عربیۃ فرأی رجل بیدہ قوس فارسیۃ فقال ما ھذہ القھا وعلیکم بھذہ واشباھھا ورماح القنا فانھما یزید اللہ لکم بھما فی الدین ویمکن لکم فی البلاد۔ (سنن ابن ماجہ ۲۰۲باب السلاح)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں عربی کمان تھی، ایک شخص کو دیکھا گیا کہ اس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان یا اس کی ہم مثال کمانوں کو اور بانس کے نیزوں کو لازم پکڑو بے شک اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے تمہیں دین میں ترقی دے گا اور تمہیں شہروں پر حکومت عطا فرمائے گا۔

غازی کے اسلحہ پر اللہ تعالیٰ کا فخر

۳۶ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ من تقلد سیفا فی سبیل اللہ قلدہ اللہ یوم القیامۃ وشاحین من الجنۃ لا تقوم لھما الدنیا وما فیھا من یوم خلقھا الی یوم یفنیھا وصلت علیہ الملائکۃ حتی یضعہ عنہ وان اللہ لیباھی ملائکتہ بسیف الغازی ورمحہ وسلاحہ واذا باھی اللہ بعبد من عبادہ لم یعذبہ بعد ذلک ابدا۔ (کنز العمال ج۴ ص۳۳۸ بحوالہ ابن النجار)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے تلوار لٹکائی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے دو ہار پہنائیں گے جن کی قیمت دنیا اور اس کے یوم تخلیق سے لیکر

یوم فناء تک اس میں جو کچھ ہے نہیں بن سکتے اور فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ یہ تلوار لٹکائے رکھے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے غازی کی تلوار، غازی کے نیزے اور اس کے اسلحہ پر فخر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس بندے پر فخر فرمائیں اسے کبھی بھی عذاب نہیں دیتے۔

جہاد کیلئے اسلحہ بھیجنا

(۲۷) عن جبلة بن حارثة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا لم یغز اعطی سلاحه علیاً او اسامة رواه احمد والکبیر والا وسط۔ (جمع الفوائد ج۳ص۸)

ترجمہ: حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خود کسی جنگ میں شریک نہ ہوتے تو اپنا اسلحہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرماتے۔

خود اور زرہ تیار رکھنے کا اجر

(۲۸) عن الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ مغفرا لمجاهد ته غفر اللہ له ومن اتخذ بیضة بیض اللہ وجهه یوم القیامة ومن اتخذ درعا کانت له سترامن النار یوم القیامة۔ (کنز العمال ج۴ص۳۴۰ بحواله الخطیب)

ترجمہ: حضرت حسن سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد کیلئے جنگی ٹوپی بنائی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائیں گے اور جس نے بیضہ بنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو روشن کرینگے اور جس نے زرہ بنائی وہ اس کیلئے قیامت کے دن جہنم سے پردہ ہوگی۔ (''مغفر'' اس جنگی ٹوپی کو کہتے ہیں جو صرف سر پر ہو اور ''بیضہ'' اس خود کو کہتے ہیں جو کندھوں تک آئے)

کمان تیار رکھنے کا فائدہ، فقر سے نجات

(۲۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ قوسافی بیته نفی اللہ عنه الفقر اربعین سنة۔ (کنز العمال ج۴ص ۳۵۴ بحواله الخطیب)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس نے گھر میں کمان تیار رکھی اللہ تعالیٰ اس سے فقر کو چالیس سال کیلئے دور کردیں گے۔

تلوار لگا کر نماز کی فضیلت

(۳۰) عن علی رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الرجل متقلدا بسیفه تفضل علی صلوة غیر متقلدة بسبعمائة ضعف۔ (کنزالعمال ج۴ص۳۳۸ بحواله الخطیب)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد کا تلوار لٹکا کر نماز پڑھنا اس نماز سے سات سو گنا

افضل ہے جو وہ بغیر تلوار لٹکائے پڑھے۔

تلوار کا حق

(۲۱) عن الزبیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یا خذ ھذا السیف بحقه؟ قیل و ماحقه؟ قال لا یقتل به مسلما ولایفر به عن کافر۔ (المستدرک للحاکم)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (احد کے دن) فرمایا اس تلوار کو لے کر اس کا حق کون ادا کرے گا؟ پوچھا گیا اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مومن کو قتل نہ کرے اور کافر کے مقابلے سے نہ بھاگے۔

وظیفے میں اسلحہ کا حصہ

(۲۲) عن عبیدة السلمانی قال قال لی عمر رضی اللہ عنہ کم تری الرجل یکفی من عطائه (قال) قلت کذا و کذا، قال لئن بقیت لأجعلن عطاء الرجل اربعة آلاف الفاً لسلاحه و ألفاً لنفقته و ألفاً یجعلها فی بیته و ألفاً لکذا و کذا احسبه قال لفرسه۔

ترجمہ: عبیدہ سلمانی روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مرد کیلئے کتنا وظیفہ مالیہ کافی ہوگا؟ میں نے کہا اتنا اتنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو ہر شخص کا وظیفہ چار ہزار مقرر کروں گا۔ ایک ہزار اس کے اسلحہ کیلئے ایک ہزار اس کے خرچ کیلئے ایک ہزار گھر میں رکھنے کیلئے اور ایک ہزار فلاں فلاں کام کیلئے، عبیدہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ فرمایا اس کے گھوڑے کیلئے۔

سنت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۲۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفر یرمون فقال رمیا بنی اسماعیل فأن أباکم کان رامیاً (ابن ماجه ص ۲۰۲ باب الرمی فی سبیل اللہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت پر گزرے جو تیراندازی کر رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی اسماعیل تیراندازی کرتے رہو بے شک تمہارے والد اسماعیل علیہ السلام بھی تیرانداز تھے۔

دو زرہیں زیب تن فرمانا

(۲۴) عن السائب بن یزید قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد اخذ درعین کأنه ظاھر بینھما۔ (ابن ماجه ص ۲۰۱ باب السلاح)

ترجمہ: سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن دو زرہیں لی تھیں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان پناہ لی۔

تیراندازی چھوڑنا آقا ﷺ کی نافرمانی

(۲۵) عن عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من تعلم الرمی ثم ترکه فقد عصانی۔ (ابن ماجه ص۲۰۲ باب الرمی فی سبیل الله)

ترجمہ: عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔

(۲۶) عن کعب رضی اللہ عنہ قال سمعته یقول ﷺ ارموا من بلغ العدو بسهم رفعه الله به درجة قال ابن النحام یا رسول الله ﷺ وما الدرجة قال اما انها لیست بعتبة امك ولکن مابین الدرجتین مائة عام۔ (سنن نسائی ج۲ ص۵۸ باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله عزوجل)

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، جس نے دشمن تک تیر پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں اس کا ایک درجہ اونچا کرینگے ابن النحام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تیری ماں کی سیڑھیوں جتنا نہیں بلکہ دو درجوں کا باہمی فاصلہ سو سال کی مسافت جتنا ہے۔

زاد المعاد میں رسول اللہ ﷺ کے اسلحے کی تفصیل

رسول اللہ ﷺ کی نو تلواریں تھیں

❶ مأثور یہ پہلی تلوار تھی جو آپ ﷺ کو اپنے والد سے وراثت میں ملی۔

❷ العضب

❸ ذوالفقار یہ آپ ﷺ کے پاس ہر وقت رہتی تھی اور اس کا قبضہ، قبضے کے کنارے اور اس کا کڑا، حلقہ اور میان کے تسمے چاندی کے تھے۔

❹ القلعی ❺ البتامی ❻ الخف ❼ الرسوب ❽ المخذم

❾ القضیب اس کی میان کے تسمے چاندی کے تھے اور کڑا بھی چاندی کا تھا۔

اور آپ ﷺ کی تلوار ذوالفقار بدر کے دن بطور نفل حاصل ہوئی تھی اور اس کے بارے میں بشارتیں بھی ملی تھیں۔

اور فتح کے دن جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی تلوار پر سونا اور چاندی چڑھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی سات زرہیں تھیں

❶ ذات الفضول جو آپ ﷺ نے ابوشحم یہودی کے پاس اپنے اہل وعیال کیلئے جو کے بدلے میں رہن رکھی تھی، جو کی مقدار تیس صاع تھی اور دَین کی مدت ایک سال تھی، یہ زرہ لوہے کی تھی۔

❷ ذات الوشاح ❸ ذات الحواشی ❹ السّعدیۃ ❺ فضّۃ ❻ البتراء ❼ الخرنق

آپ ﷺ کی چھ کمانیں تھیں

❶ الزوراء ❷ الروحاء ❸ الصفراء ❹ البیضاء

❺ الکتوم (احد کے دن ٹوٹ گئی تھی اور ابوقتادۃ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے لے لی تھی) ❻ السداد

اور ایک ترکش تھا جس کا نام الکافور تھا:-

ایک چمڑے کی پیٹی تھی جس میں چاندی کے تین حلقے تھے، بکسوا اور کنارہ چاندی کا تھا بعض کا قول ایسا ہی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ آپ ﷺ نے اسے کبھی اپنی کمر پر باندھا ہو۔

اور ایک ڈھال الزلوق اور ایک العنق تھی۔ اور ایک ڈھال آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھی جس میں ایک تصویر تھی۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو ختم فرمادیا۔

اور پانچ نیزے تھے ایک کو المثوی دوسرے کو المثنّی کہا جاتا تھا اور چھوٹے نیزوں میں سے ایک کا نام النبعۃ، دوسرا اس سے ذرا بڑا تھا جس کا نام البیضاء تھا، تیسرا چھوٹا جو عصا کے مشابہ تھا اس کا نام العنزۃ تھا۔ عیدین کے موقع پر آپ ﷺ اس سے چلتے ہوئے سہارا لیتے تھے اور پھر آگے بطور سترہ کے نصب کردیا جاتا تھا۔

خلاصہ سورۃ الحدید از حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

❶ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا۔

❷ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الحدید کے ''معارف الجہاد'' کو ایک اور طرز سے پیش کیا ہے: ملاحظہ کیجئے انکی انمول تحقیق...... ہر مضمون کے آخر میں اُس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے وہ مضمون اخذ کیا ہے۔

موضوع سورت حصولِ سلطنت کا طریقہ

☆ اگر عزت چاہتے ہو تو عزیز کی تابعداری کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی جو 'العزیز' ہے آیت ❶

☆ سارے جہان کی بادشاہی اُسی کے قبضہ میں ہے، افراد اور قوموں کو زندہ کرنا اور مارنا اُسی کے قبضہ میں ہے، اگر اپنا قومی اور اجتماعی احیاء چاہتے ہو تو اُس کے ارادہ میں کٹھ پتلی کی طرح نقل وحرکت شروع کر دو (یعنی اپنے ارادے اور خواہش کو اُس کے حکم کا تابعدار کر دو) آیت ❷

☆ اول وآخر اور ظاہر وباطن وہی ہے، لہٰذا جو شخص اُس کے ارادہ کا مظہر (اور تابع) بن جائے اُس کے اندران خوبیوں کا جلوہ رونما ہوگا، خواہ کوئی قوم ہو یا فرد (وھو بکل شیٔ علیم) ایک کا تباہ کرنا اور دوسرے کا غالب اور سرفراز کرنا بلاوجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی استعداد جان کر تباہ یا سرفراز کرتا ہے۔ آیت ❸

☆ سب چیزوں کا خالق وہی ہے اور سب کے حالات سے پورا آگاہ ہے لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو اہل بنائے گا اُسے یقیناً سرفراز فرمائے گا۔ آیت ❹

☆ سارے جہان کی بادشاہی کا وہی مالک ہے۔ آیت ❺

☆ مردہ قوم کو زندہ بنانا اور زندہ کو بداعمالی کے باعث مردہ کر دینا اس کا کام ہے۔ آیت ❻

☆ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو مال خرچ کرنے والوں کا بڑا اجر ہے۔ آیت ❼

☆ ایمان لا کر یہ عہد کر چکے ہو کہ ہر حکم کو مانیں گے۔ آیت ❽

☆ یہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔ آیت ❾

☆ اور کیوں خرچ نہیں کرو گے حالانکہ سب چیزوں کا بالآخر وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہونے والا ہے انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے درجے بلند ہوں گے کہ انہیں اپنے مال کے بجائے اللہ تعالیٰ پر اعتماد زیادہ ہوگا۔ آیت ❿

☆ انفاق فی سبیل اللہ سے برکت ہوگی۔ آیت ⓫

☆ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو آخرت میں نور اور جنت نصیب ہوگی۔ آیت ⓬

☆ ترکِ انفاق (یعنی خرچ نہ) کرنے والے منافق اس دن نور سے محروم ہوں گے۔ آیت ⓭

☆ مؤمن کہیں گے تم ہمارے ساتھ دنیا میں تھے لیکن تمہیں احکامِ اسلام پر پورا یقین نہیں تھا اور شیطان نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا اور تم انفاق سے جی چراتے تھے چنانچہ سورۃ منافقون میں آتا ہے هم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفضوا۔ آیت ⓮

☆ آج یعنی قیامت کے دن منافقین اور کفار سے جرمانہ وصول نہیں کیا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ آیت ⓯

☆ ایمان والوں کا فرض ہے کہ ان کے قلوب ذکر اللہ اور قرآن حکیم میں شاغل رہیں اور اہل کتاب کی طرح لمبی لمبی امیدیں نہ باندھیں ورنہ ان کے قلوب بھی ان کی طرح سخت ہو جائیں گے اور پھر فسق و فجور کی پروا نہیں رہے گی۔ آیت ⓰

☆ جس طرح زمین کو پانی نازل فرما کر زندہ کیا کرتا ہے اسی طرح مؤمنین کے دلوں کو بذریعہ ہدایات آسمانی (بضمن قرآن) زندہ کرتا ہے۔ آیت ⓱

☆ انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لئے بہت اچھا اجر ہے اور رزق میں بھی برکت ہوگی۔ آیت ⓲

☆ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے والے اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے ان مدارج پر پہنچ جائیں گے۔ آیت ⓳

☆ ترک انفاق فی سبیل اللہ سے یہ نتائج دنیا میں نکلیں گے۔ (یعنی غفلت اور زوال وغیرہ) اور آخرت میں عذاب شدید ہوگا۔ آیت ⓴

☆ بجائے دنیاوی تکاثر اور تفاخر کے تمہیں مغفرتِ الٰہی اور جنت کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ آیت ㉑

☆ مغفرت اور جنت کو نصب العین بنانے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ مصائب نہیں آئیں گے مصائب کا فیصلہ تو پہلے سے ہو چکا ہے۔ آیت ㉒

☆ یہ اعلان اس لئے کرایا ہے کہ کسی نقصان سے طبیعت رنجیدہ نہ ہو اور کسی نفع پر مغرور نہ ہو جائے۔ آیت ㉓

☆ اللہ تعالیٰ ان بخیلوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آیت ㉔

☆ کامیابی کا مکمل قانون یہی ہے کہ انسان ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہو کر چلے اور انفاق سبیل اللہ کرے یہ دو چیزیں پہلے آچکی ہیں علاوہ اس کے اپنی اور اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے لوہے سے کام لے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جس طرح پر کام آسکے ہتھیاروں کو استعمال کرنے سے یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ کون شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی مدد کرتا ہے اور فتح اس اللہ والی جماعت کی ہوگی۔ آیت ㉕

☆ طبائع انسانی کا ہمیشہ دستور یہی رہا ہے کہ بعض ہدایت پانے اور بعض اعراض کرنے والے ہوئے ہیں۔ آیت ۲۶
(حاشیہ حضرت لاہوریؒ تسہیل)

چھبیس ۲۶ آیات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے قرآن پاک میں سورۃ الحدید نکال کر آیات اور اُن کے ترجمہ کے ساتھ اس خلاصے کو پڑھیں تو ان شاء اللہ توفیق کے بہت سے دروازے کھلیں گے۔

وصل اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیّدنا محمد
و آله وصحبه وسلم تسلیماً کثیراً

سُورَةُ
المُجَادَلَةِ
مَدَنِيَّةٌ

ابتدائیہ

اس تالیف میں **سورۃ المجادلہ** کی درج ذیل

نو ❾ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت

۱۴ تا ۲۲

ابتدائیہ

نو آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

آیت ۱۴ تا ۱۹	حزب الشیطان، اسکی علامات اور اس کا انجام۔
آیت ۲۰	حق کے خلاف جنگ کرنے والے کافر ذلیل ترین، حقیر ترین لوگ ہیں۔
آیت ۲۱	حق کے غلبے کا وعدہ۔
آیت ۲۲	حزب اللہ، اسکی علامات اور اس کے انعامات۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۴ تا ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی رکھی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے نہ وہ تم میں سے

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ

ہیں اور نہ ان میں سے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

کر رکھا ہے بے شک وہ بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے پس وہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ

(لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں تو ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ تو ان

اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

کے مال ہی کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد کچھ کام آئے گی یہ جہنمی لوگ ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ

ہیں ۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو قبروں سے اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی کہ

اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں خبردار بے شک وہی جھوٹے ہیں ۔ ان پر شیطان

فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ

نے غلبہ پالیا ہے پس اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بیشک شیطان کا گروہ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ہی نقصان اٹھانے والا ہے

خلاصہ

”حزب الشیطان“ یعنی شیطان کا گروہ، شیطان کا لشکر اور اس کی پارٹی۔

اس گروہ کی علامات یہ ہیں۔

1. اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں مگر یاری اور دوستی اسلام کے دشمن یہودیوں، کافروں سے رکھتے ہیں۔
2. حقیقت میں وہ کسی کے نہیں ہیں نہ مسلمانوں کے نہ کافروں کے، وہ تو بس اپنی ذات اور اپنے دنیاوی مفادات کے پجاری ہیں۔
3. جھوٹ بولنا، جھوٹی قسمیں کھانا اور برے کام کرنا ان کا شیوہ ہے۔
4. لوگوں کو اسلام سے اور جہاد سے روکتے ہیں، یعنی اسلام اور جہاد کے خلاف غلط باتیں اور بددلی پھیلاتے ہیں۔
5. وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بہت دور رہتے ہیں، یعنی ان کے ہاں دین کی، ایمان کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی قدر اور حقیقت نہیں ہوتی وہ ہر وقت اپنی دنیا بنانے، سنوارنے اور جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، کسی بھی کام سے پہلے یہ نہیں سوچتے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟
6. وہ اپنے اس طرز عمل پر اتنے پکے اور گہرے ہیں کہ جب قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو اس دن بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو ایمان والے ہیں۔

اس گروہ کا انجام

1. انہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔
2. ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔
3. انہوں نے جس مال کی خاطر اور جس اولاد کی خاطر یہ طرز عمل اختیار کیا تھا وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔
4. قیامت کے دن سب کے سامنے ان کو جھوٹا کیا جائے گا۔
5. اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ”حزب الشیطان“ رکھ دیا ہے اور ان کے لئے خسارے کا فیصلہ فرما دیا ہے۔

دشمنانِ اسلام سے دوستی رکھنے والے

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

اعداء اسلام (یعنی دشمنانِ اسلام) سے دوستی رکھنے والے تمہاری جماعت میں شمار کرنے کے قابل نہیں، دراصل وہ کفار کے ساتھ ہیں بظاہر قسمیں کھا کر تمہیں دھوکا دیتے ہیں، ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچا نہیں سکیں گے، یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو (بھی) جھوٹ بولیں گے، شیطان ان پر غالب آ گیا ہے اس نے خدا کی یاد سے انہیں غافل کر لیا ہے۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز بتانے والے

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور پھر وہاں سے راز کی باتیں معلوم کر کے یہودیوں تک پہنچا آتے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں بھی پھیلاتے تھے۔

نزلت فی المنافقین تولّوا الیھود وناصحوھم ونقلوا اسرار المومنین الیھم۔ (معالم التنزیل)

حضرات مفسرین نے شان نزول کا جو واقعہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی باتیں پھیلاتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

آج کل اسلامی ملکوں کے حکمران اور مجاہدین کے راز ڈھونڈنے اور کافروں تک پہنچانے والے صحافی حضرات اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں۔

اسلام اور جہاد سے روکنے والے

ارشاد فرمایا:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

کہ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی خود کو مسلمان قرار دے کر انہوں نے ایک حفاظتی ڈھال حاصل کر لی ہے اس ڈھال کی آڑ میں اپنی حفاظت بھی کرتے ہیں اور اس ڈھال کا سہارا لیکر لوگوں کو اسلام اور جہاد سے بھی روکتے ہیں۔ وہ چونکہ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں اس لئے مسلمان تو ان کو مار نہیں سکتے کیونکہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کافر انکی اس لئے قدر کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے اندر کے لوگ ہیں اور ہمارے حامی ہیں تو یہ ہمارے بہت کام آ سکتے ہیں۔ اور عام لوگ ان کو مسلمان سمجھ کر انکی باتوں کا اعتبار کرتے ہیں تو یہ ان کے درمیان اسلام اور جہاد کے خلاف وساوس پھیلا دیتے ہیں تاکہ وہ اصل اسلام اور جہاد سے دور ہو جائیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی وہ اسلام سے روکتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اسلام کا اظہار کر کے انہیں اپنے خلاف جہاد سے روکتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں میں خوف کی خبریں پھیلا کر، انہیں کافروں سے ڈرا کر اور انہیں سست کر کے جہاد سے روکتے ہیں۔

ای عن الاسلام وقیل فی قتلھم بالکفر لما اظھروہ من النفاق وقیل ای بالقاء الاراجیف وتثبیط المسلمین عن الجھاد و تخویفھم۔ (القرطبی)

تفسیر بغوی اور جلالین میں ترجیح اس کو دی ہے کہ چونکہ یہ منافقین دل سے کافر ہیں تو ان کے خلاف بھی مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے مگر یہ اپنے مسلمان ہونے کی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنے خلاف جہاد سے روک دیتے ہیں تو اس کو فرمایا کہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد سے روک دیا۔

صدوا المومنین عن جھادھم بالقتل واخذ اموالھم۔ (البغوی)

فصدوا ایھا المومنین عن سبیل اللہ ای الجھاد فیھم بقتلھم واخذ اموالھم۔ (جلالین)

جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے

فرمایا کہ یہ (منافق) لوگ ان سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یعنی یہودیوں سے۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مراد یہودی اور تمام اعلانیہ کافر ہیں۔ (بیان القرآن)

برا بیج

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

بے شک وہ بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

کافروں سے یاری، مسلمانوں کے راز ان تک پہنچانا، جھوٹی قسمیں کھانا، اپنے بچاؤ اور اپنے مفاد ہی کو زندگی کا اصل مقصد بنانا، مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے اور جہاد کرنے سے روکنا۔ دنیا کی عیاشی اور گناہوں کو اپنا منشور بنانا وغیرہ وغیرہ سب برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، تفسیر عثمانی میں ہے ”یعنی خواہ ابھی ان کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت برا بیج بو رہے ہیں“ (عثمانی)

یعنی منافق خود کو عقلمند سمجھتا ہے کہ میں نے جان بچالی اور اپنا مفاد لے لیا مگر حقیقت میں وہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے لئے تباہی کا بیج بو رہا ہے۔

اپنے مفادات کے غلام

ارشاد فرمایا:

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

یہ (منافق) نہ تم مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ان کافروں میں سے ”(یعنی) یقینی قطعی بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ان میں سے ہیں نہ تم میں سے جو شخص مطلب کا یار ہوتا ہے وہ ظاہر میں ہر اس شخص اور اس جماعت کا ساتھی بن جاتا ہے جس سے مفاد وابستہ ہو، لیکن اخلاص کے ساتھ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہوتا، منافق ہر فریق کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تمہارا ہوں لیکن حقیقت میں وہ کسی کا نہیں ہوتا، اسی کو سورۃ النساء میں فرمایا ہے۔ مذبذبین بین ذلك لا الی هؤلاء ولا الی هؤلاء“ (انوار البیان)

خود کو ہوشیار، چالاک سمجھنے والے

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

یعنی منافق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے ”یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی جسطرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگار! ہم تو ایسے نہ

تھے ویسے تھے، شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی۔'' (تفسیر عثمانی)

شیطان کا ان پر مکمل غلبہ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

یعنی شیطان نے ان کو پوری طرح اپنے قابو میں لے لیا ہے اور ان کے دلوں میں غفلت کا ایسا ٹیکہ لگایا ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اللہ تعالیٰ کے احکامات سے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کے خیال سے خالی ہو کر سخت پتھر بن گئے ہیں۔

❶ ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے کہ اس کی گمراہی والی باتوں پر عمل کر رہے ہیں پس اس شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ بیٹھے۔ (مفہوم بیان القرآن)

❷ نسیان کے دو معنی آتے ہیں ایک غفلت اور دوسرا ترک۔ یعنی شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر چھڑوا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور ایک قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وہ وعیدیں مراد ہیں جو برائیاں چھڑوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں (شیطان نے ان کو وہ وعیدیں بھلوا دیں)

ای اوامرہ فی العمل بطاعۃ وقیل زواجرہ فی النھی عن معصیۃ والنسیان قد یکون بمعنی الغفلۃ ویکون بمعنی الترک والوجھان محتملان ھنا۔ (القرطبی)

❸ شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا پس وہ نہ تو زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دل سے اسے یاد کرتے ہیں

فھم لایذکرونہ لابقلوبھم ولا بالسنتھم۔ (البحر المحیط)

خلاصہ یہ کہ شیطان منافقین کو پوری طرح اپنے قابو میں لیکر ان کی زندگیوں سے اللہ تعالیٰ کا نام، اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی فکر۔ یہ سب کچھ نکال لیتا ہے۔

آج کل کے ان غفلت زدہ لوگوں کو دیکھ لیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ ''جہاد تو کیا کرتے انہیں نہ نماز کی فکر نہ روزے کی۔ کماتے وقت، کھاتے وقت اور کسی سے ملتے وقت وہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں کیا حکم ہے، وہ بس اپنی دنیا میں مگن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام انہیں صرف اپنی جھوٹی قسموں اور مفادات کے وقت یاد آتا ہے۔

اللّٰھم انا نعوذبک من النفاق والشقاق و سوء الاخلاق

شیطان کے غالب ہونے کا مطلب

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

الکرمانیؒ فرماتے ہیں کسی بندے پر شیطان کے غالب آجانے کی یہ علامات ہیں۔

❶ شیطان اسے کھانے، پینے، پہننے اور اپنا ظاہر سنوارنے میں مشغول کردے۔

❷ اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے سے غافل کردے۔

❸ اسکی زبان کو جھوٹ، یا غیبت اور بہتان میں لگا کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہٹادے۔

❹ اسکی تمام سوچ اور فکر کو دنیا بنانے اور دنیا جمع کرنے میں مشغول کردے۔

قال شاہ الکرمانیؒ: علامة استحواذ الشیطن علی العبد۔۔۔الخ (المدارک)

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

''شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اسطرح مسخ ہو جاتا ہے، اسکو کچھ یاد نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ بھی کوئی چیز ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی و مرتبہ کو وہ کیا سمجھے'' (عثمانی)

شیطانی لشکر خسارے میں

منافق کی زندگی بظاہر بہت دلکش ہوتی ہے، ہر عیاشی، ہر لذت، ہر گناہ اور ہر سہولت وہ حاصل کرتا ہے اور بظاہر امن میں رہتا ہے، ہر طرف بھاگتا اور گھومتا پھرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

خوب سن لو شیطان کا گروہ ہی ناکام ہے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

''شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے، نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے'' (عثمانی)

چونکہ دنیا فانی ہے، ماضی کے منافق بھی اپنے مقررہ وقت پر مر گئے۔ ان کا مال یہاں رہ گیا اور ان کا عیش ان کے لئے عذاب بن کر ان کے ساتھ چلا گیا۔ اور جس اسلام کو انہوں نے نقصان پہنچانا چاہا وہ پوری آن اور شان کے ساتھ موجود ہے'' پس سب نے دیکھ لیا کہ۔

شیطان کا گروہ اور لشکر ناکام ہی رہتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲۰، ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ أُولٰٓئِكَ فِي الْأَذَلِّيْنَ ۝٢٠ كَتَبَ

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا

اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِيْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٢١

ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہے

خلاصہ

ذلیل ترین لوگ وہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنی حق کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ آخر کار حق ہی غالب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر غالب ومنصور ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی مدد پر قوت رکھنے والا اور اپنے دشمنوں پر غالب ہے، وہ قوی ہے کہ اس کے چاہے کو کوئی بدل نہیں سکتا اور ایسا غالب ہے کہ کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

منافقین اپنی عزت کی خاطر کافروں سے ملتے ہیں

پچھلی آیات میں منافقین کا ذکر تھا کہ وہ کافروں سے دوستی اور یاری کرتے ہیں، اس آیت میں فرمایا کہ حق وصداقت کے خلاف جنگ کرنے والے کافر تو حقیر ترین اور ذلیل ترین لوگ ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ منافقین دراصل عزت حاصل کرنے کے لئے کافروں سے ملتے ہیں، ان سے دوستیاں کرتے ہیں تو فرمایا گیا کہ جو لوگ خود دنیا وآخرت میں ذلیل ترین ہیں وہ تمہیں کیا خاک عزت دے سکیں گے۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

منافق یہود سے یارانہ اس لئے رکھتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت ہوگی۔ (تفسیر حقانی)

دشمنانِ اسلام انتہا درجے کے ذلیل، حقیر اور رسوا لوگ

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے سے مراد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہے، تو اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دین برحق کے خلاف لڑتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگ ہیں۔

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ذلیل ترین افراد میں شامل ہیں ایسے ذلیل کہ ان سے بڑھ

کہ کوئی ذلیل نہیں۔

فی الاذلین فی جملة من هو اذلّ خلق الله تعالیٰ لاتری احدًااذلّ منهم۔ (المدارک)

تفسیر کبیر اور خازن میں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عزت کی انتہا نہیں تو جو اس کے مقابلے میں آئیں گے انکی ذلت کی انتہا نہیں ہوگی۔

ولما کانت عزة الله غیر متناهیة کانت ذلة من ینازعه غیر متناهیة ۔ (خازن)

رسولوں سے غلبے کا وعدہ

ارشاد فرمایا:۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

تفسیر بغوی میں ہے:۔

جن رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا ان کو تلوار کے ذریعے غلبہ عطا فرمایا اور جن کو لڑنے کی اجازت نہیں دی ان کو حجت کے ذریعے غالب فرمایا۔

قال الزجاج غلبة الرسل علیٰ نوعین من بعث منهم بالحرب فهو غالب بالحرب ومن لم یؤمر بالحرب فهو غالب بالحجة۔ (البغوی)

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔

انبیاء علیہم السلام کو اپنے زمانے میں غلبہ نصیب ہوا، کئی انبیاء کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذابوں سے ہلاک فرمادیا۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں اگرچہ ان میں کچھ اتار چڑھاؤ رہا مگر آخری انجام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبے پر ہی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جس نے بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرز پر جہاد کیا وہ غالب رہا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرز والا جہاد وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اس میں کوئی دنیاوی غرض اور سلطنت کی طلب نہ ہو۔

وکذا اتباعهم بعدهم لکن اذا کان جهادهم لاعداء الدین علی نحو جهاد الرسل۔۔۔ الخ (روح المعانی)

آگے تحریر فرماتے ہیں

بعض مفسرین نے جو اس آیت میں صرف حجت اور دلیل کا غلبہ مراد لیا ہے وہ ٹھیک نہیں (خلاف ظاہر ہے) اور آیت کا شان نزول بھی اسکی تائید نہیں کرتا۔ وخص بعضهم الغلبة بالحجة لاطرادها وهو خلاف الظاهر ویبعده سبب النزول۔ (روح المعانی)

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ، طائف اور خیبر وغیرہ کی فتوحات عطاء فرمادیں تو صحابہ کرام نے کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روم وفارس کی فتح بھی نصیب فرمائے گا اس پر عبداللہ بن ابی کہنے لگا کیا تم نے روم وفارس کو بھی اپنے ان بعض چھوٹے شہروں جیسا سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے فتح کرلیا ہے؟ بخدا روم وفارس کی افرادی اور جنگی طاقت تمہارے گمان سے بھی بڑھ کر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (قرطبی، خازن، روح المعانی)

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے

وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ

ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ

نہ ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور وہ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے

وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ

راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

ہونے والی ہے۔

خلاصہ

1. ”حزب اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کا گروہ، اللہ تعالیٰ کی جماعت یہ وہ ایمان والے ہیں جو کافروں سے یعنی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت اور دوستی نہیں رکھتے خواہ وہ کافر ان کے قریبی ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔
2. جو دوستی نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے مخالف سے، اگر چہ باپ یا بیٹا وہی سچے ایمان والے ہیں۔ (موضح القرآن)

حزب اللہ کے انعامات

1. اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمانِ کامل اور یقین بٹھا دیا ہے، وہ کسی شک میں مبتلا نہیں ہوتے انکا ایمان کامل اور پکا ہو کر ان کے دل میں اتر گیا ہے اور وہ کفر اور شک سے محفوظ ہو گئے ہیں۔
2. دشمنوں کے مقابلے میں انکی نصرت فرما کر، اور اپنے غیبی فیض اور نور سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی ہے۔
3. ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا وعدہ ہے۔

جو بھی ''حزب اللہ'' بنے گا اور ''حزب اللہ'' میں شامل ہوگا اس کے لئے یہ تمام انعامات ہیں۔

آسان تفسیر

جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (وہ کبھی) ایسا نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس سے دوستی کریں، جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے جو پیدا فرمانے والا ہے، سب سے بڑا ہے تو اس کے مخالفوں سے دوستی کرنے کا کوئی موقع نہیں رہا سچے مؤمن کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے دشمنوں سے بھی دوستی کا تعلق رکھے، جو اللہ تعالیٰ کا ہو گیا وہ کسی کا نہیں رہا، اسکی دوستی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ وہ جیئے گا اللہ تعالیٰ کے لئے۔ مرے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، تعلق رکھے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، تعلق توڑے گا اللہ تعالیٰ کے لئے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من احبّ للّٰہ وابغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: جس نے محبت کی اللہ تعالیٰ کے لئے، اور دیا اللہ تعالیٰ کے لئے اور روک لیا اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

آیت بالا میں یہی فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اب وہ اس شخص سے محبت نہیں رکھ سکتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مخالف ہو، اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت کی وجہ سے اگر انہیں اپنے خاص عزیزوں اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے قبیلوں سے تعلق توڑنا پڑے تو ان سے تعلق توڑ دیں گے اور نہ صرف یہ کہ تعلق توڑ دیں گے بلکہ قتل و قتال کی نوبت آئے تو قتل بھی کر دیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے وہ اہل ایمان کا بھی دشمن ہے، دین دشمنی کے سامنے رشتے داری کی کوئی حقیقت نہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، دشمن اسلام کو یہ جانتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بھائی ہے یا کنبہ کا فرد ہے، چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار (یعنی ماموں) کو قتل کر دیا تھا۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا یعنی ثابت فرما دیا اور جما دیا (یعنی پتھر کی لکیر کی طرح ثبت فرما دیا) وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ انہیں اپنی روح کے ذریعہ قوت دے دی، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ روح سے نور القلب مراد ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے نور ڈال دیتا ہے اس کے ذریعے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور معارج تحقیق (یعنی حقائق کے مقامات) پر عروج نصیب ہوتا ہے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر سب سے ناراض ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، پھر جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اسے اور کیا چاہیے۔) (انوار البیان، عثمانی)

کافروں سے دوستی ایمان میں خرابی

امام ابو محمد حسین بن مسعود البغویؒ فرماتے ہیں:۔

یہ آیت مبارکہ بتارہی ہے کہ کافروں سے دوستی مسلمانوں کے ایمان کو خراب کردیتی ہے اور جو حقیقی مسلمان ہوتا ہے وہ کبھی کافروں سے یاری نہیں لگاتا

اخبر ان ایمان المؤمنین یفسد بموادة الکفار وان من کان مؤمنا لایوالی من کفر۔ (البغوی)

آیت سے ثابت ہورہا ہے کہ کافروں کی دوستی سے مؤمن کے ایمان میں خرابی آجاتی ہے مؤمن کسی کافر سے دوستی نہیں کرتا خواہ وہ کافر اس مؤمن کا کتنا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ (مظہری)

دوستی نہیں قتال

تفسیر جلالین میں ہے:۔

وہ کافروں سے دوستی نہیں بلکہ ان سے قتال کرتے ہیں، جسطرح کہ کئی صحابہ کرامؓ کے واقعات ہیں۔

بل یقصدونهم بالسوء ویقاتلونهم علی الایمان کما وقع لجماعة من الصحابة۔ (جلالین)

شانِ نزول کے واقعات

حضرات مفسرین نے آیت مبارکہ کے شان نزول اور ابتدائی مصداق کے بارے میں کئی واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً

١. حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جسکی تفصیل سورة الممتحنہ میں آئے گی ان شاء اللہ۔
٢. عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ کہے تو ان کے بیٹے جو مخلص مسلمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔
٣. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ کہے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو ایسا تھپڑ لگایا کہ وہ منہ کے بل جا گرے، اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر اسوقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اپنے باپ کو قتل کردیتا۔
٤. حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو جنگ کے دوران قتل کیا وہ تو اپنے والد سے بچتے پھرتے تھے مگر وہ شرک کے جوش میں ان کے پیچھے پڑا تھا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کردیا۔ اٰبَآءَهُمْ
٥. حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن قتل فرمایا۔ اِخْوَانَهُمْ
٦. حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ھشام بن المغیرہ کو بدر کے دن قتل فرمایا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم نے بدر کے دن عتبہ، شیبہ اور ولید کو قتل فرمایا۔ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (القرطبی وغیرہ)

ایمان والوں کی ’’روح‘‘ کے ذریعے مدد

ارشاد فرمایا:۔

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

اوران ایمان والوں کو اپنے فیض سے قوت دی یعنی ان کے اندر نور، سکون، اطمینان اور ایمانی کیفیات کی بجلی دوڑادی اس روح کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

❶ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ (یعنی دشمنوں پر فتحیابی)
یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نصرت سے قوت دی، نصرت کو روح اس لئے فرمایا کہ اس سے اہل ایمان کے کام کو زندگی ملتی ہے۔

قواهم بنصر منه قال الحسن: سمي نصره اياهم روحا لان امرهم يحيا به۔ (البغوی)

❷ ’’روح‘‘ سے مراد قرآن پاک اور اس کے دلائل ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قرآن پاک اور اس کے دلائل سے قوت دی۔

وقال الربيع يعني بالقرآن وحججه (البغوی)

❸ روح سے مراد ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ذریعہ قوت دی

قال السدی يعني بالايمان۔ (البغوی)

❹ روح سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے قوت دی۔

وقيل برحمة من الله۔ (القرطبی)

❺ روح سے مراد نور، ایمان، دلیل اور ہدایت ہے کہ اللہ پاک نے ان چیزوں سے ان کو قوت عطاء فرمائی۔

وقال ابن جريج نور و ايمان وبرهان وهدى۔ (القرطبی)

❻ روح سے مراد ’’روح القدس‘‘ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ان سے قوت عطاء فرماتے ہیں۔

وقال بعضهم: ايدهم بجبريل عَلَيْهِ السَّلَام۔ (القرطبی)

صاحب تفسیر حقانی نے اس قول کو ترجیح دی ہے وہ فرماتے ہیں۔ ’کاتب الحروف کہتا ہے۔ یہ (تمام اقوال) بھی سہی مگر روح منه روح القدس ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناه بروح القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا اللّٰھم ایدہ بروح القدس۔ (حقانی)

حزب اللہ

ارشاد فرمایا:۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ

یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں جو اس کے حق دین کی مدد کرتے ہیں اور مخلوق کو اسکی طرف بلاتے ہیں۔ (المدارک)

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو فلاح اور سعادت عطاء فرماتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں انکی نصرت فرماتا ہے۔ (ابن کثیر)

اسلام آفاقی دین

اسلام رشتہ داری کی قدر کرتا ہے۔ مگر اسے پاؤں کی ایسی زنجیر نہیں بننے دیتا جو دین کے راستے کی رکاوٹ بن جائے، یہی حال قبیلے اور برادری کا ہے۔ مسلمان صرف دین اسلام کے لئے لڑتا ہے، اس کے لئے اپنے خاندان، مٹی اور قبیلے پر تعصب کرنا ممنوع ہے اس کے لئے حکم ہے کہ وہ ہر مسلمان کی مدد کرے (خواہ وہ اس کا رشتہ دار نہ ہو) اور دین کے ہر دشمن کا مقابلے کرے۔ (خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو)

اسلام میں سب سے بڑا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے اور ایمان کے مقابلہ میں جو تعلق بھی آجائے اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں اس کا کوئی وزن نہیں۔ (مفہوم قرۃ العینین)

دین اسلام کا یہ اصول اور نظام اس لئے ہے کہ یہ دین ساری دنیا کے لئے ہے، یہ کسی قوم یا برادری کا دین نہیں۔ یہ آخری دین ہے جس نے قیامت تک رہنا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی ایسی برادری بنانی ہوگی جسکی بنیاد اسلام ہو، انہیں اپنی ایسی حکومت (یعنی خلافت) بنانی ہوگی جسکی بنیاد اسلام ہو۔ مسلمان کفر اور کافروں سے جتنا دور ہوگا اور اسلام اور مسلمانوں کے جتنا قریب ہوگا وہ اُسی قدر مضبوط اور محفوظ ہوگا۔ کافروں کی طاقت کے باوجود ان سے اللہ تعالیٰ کی خاطر یاری نہ کرنے والے ہی ”حزب اللہ“ کا لقب اور انعامات پاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فاسقوں سے تعلق کا حکم

مسلمانوں میں سے جو افراد کھلم کھلا دین کے خلاف چلتے ہوں۔ گناہوں کو پھیلاتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں فخریہ طور پر کرتے ہوں وہ بھی اس آیت مبارکہ کے حکم میں شامل ہیں۔ مخلص مسلمانوں کو ان سے بھی قلبی یاری اور تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ تفسیر قرطبی روح المعانی وغیرہ میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ معارف القرآن میں قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے۔

”بہت سے حضرات فقہاء نے یہی حکم فساق و فجار اور دین سے عملاً منحرف مسلمانوں کا قرار دیا ہے کہ ان کے ساتھ دلی دوستی کسی مسلمان کی نہیں ہوسکتی، کام کاج کی ضرورت میں اشتراک یا مصاحبت بقدر ضرورت الگ چیز ہے، دل میں دوستی کسی فاسق و فاجر کی اس وقت ہوگی جبکہ فسق و فجور کے جراثیم خود اس کے اندر موجود ہوں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے۔

اللّٰھم لاتجعل لفاجرعلیّ ید۱ یعنی یا اللہ مجھ پر کسی فاجر آدمی کا احسان نہ آنے دیجئے، کیونکہ شریف النفس

انسان اپنے محسن کی محبت پر طبعاً مجبور ہوتا ہے، اس لئے فساق و فجار کا احسان قبول کرنا جو ذریعہ انکی محبت کا بنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی پناہ مانگی۔ (قرطبی، معارف القرآن)

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں بھی ہے جو بادشاہ کی مصاحبت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی ظالم بادشاہ کی)

عن الثوری انه قال کانوا یرون انها نزلت فی من کان یصحب السلطان (القرطبی)

شدت تو ہوتی ہے

انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ کسی نہ کسی معاملہ میں وہ ضرور شدت اور تعصب اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کو دیکھ لیں کیسی فضول اور بے کار چیزوں پر شدت کرتے ہیں اور تعصب رکھتے ہیں۔ کوئی زبان پر، کوئی اپنے علاقے پر، کوئی اپنی قوم پر اور کوئی اپنے خاندان پر۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی رشتہ بغیر ایمان کے قیامت کے دن کام آنے والا نہیں ہے، اس دن تو رشتہ دار ایک دوسرے سے بھاگیں گے اور گہرے دوست جنکی دوستی تقویٰ پر نہیں ہوگی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، اس دن صرف ایمان کام آئے گا تو جو چیز اصل زندگی میں کام آنے والی ہے انسان کو اپنی طبعی اور فطری شدت کا رخ اسی کی طرف موڑ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہئے رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیے اور دین اسلام کے مخالفین سے دشمنی رکھنی چاہیے۔

اس دشمنی کی برکت سے جہاں اور بہت سے انعامات ملتے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ایک فطری تقاضا صحیح جگہ پر پورا ہو جاتا ہے اور یوں انسان کے اخلاق بہت عمدہ ہو جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

چند روایات

اس آیت مبارکہ کی مناسبت سے حضرات مفسرین نے بعض روایات بھی ذکر فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو یہاں درج کی جارہی ہیں۔

❶ حدیث مرفوع میں ہے:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم کہ جو میرے اولیاء سے دوستی اور میرے دشمنوں سے دشمنی نہیں رکھے گا وہ میری رحمت نہیں پائے گا۔ (اخرجه الطبرانی والحاکم والترمذی عن واثلة بن لسقع رضی الله عنه مرفوعا)

❷ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

سب سے مضبوط ایمان اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت رکھنا ہے۔ (اخرجه احمد وغیرہ عن البراء بن عازبؓ مرفوعا)

آیت مبارکہ کا حکم عام ہے

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت جس واقعہ کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو یہ بات واضح ہے کہ اس کا حکم عام ہے یعنی سب مسلمانوں کے لئے ہے

وایا ماکان فحکم الآیات عام وان نزلت فی اناس مخصوصین کما لا یخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (روح المعانی)

آخر سورۃ المجادلہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خاتم النبین وآلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین

۶ ربیع الاول سنہ ۱۴۳۰ھ یوم الخمیس
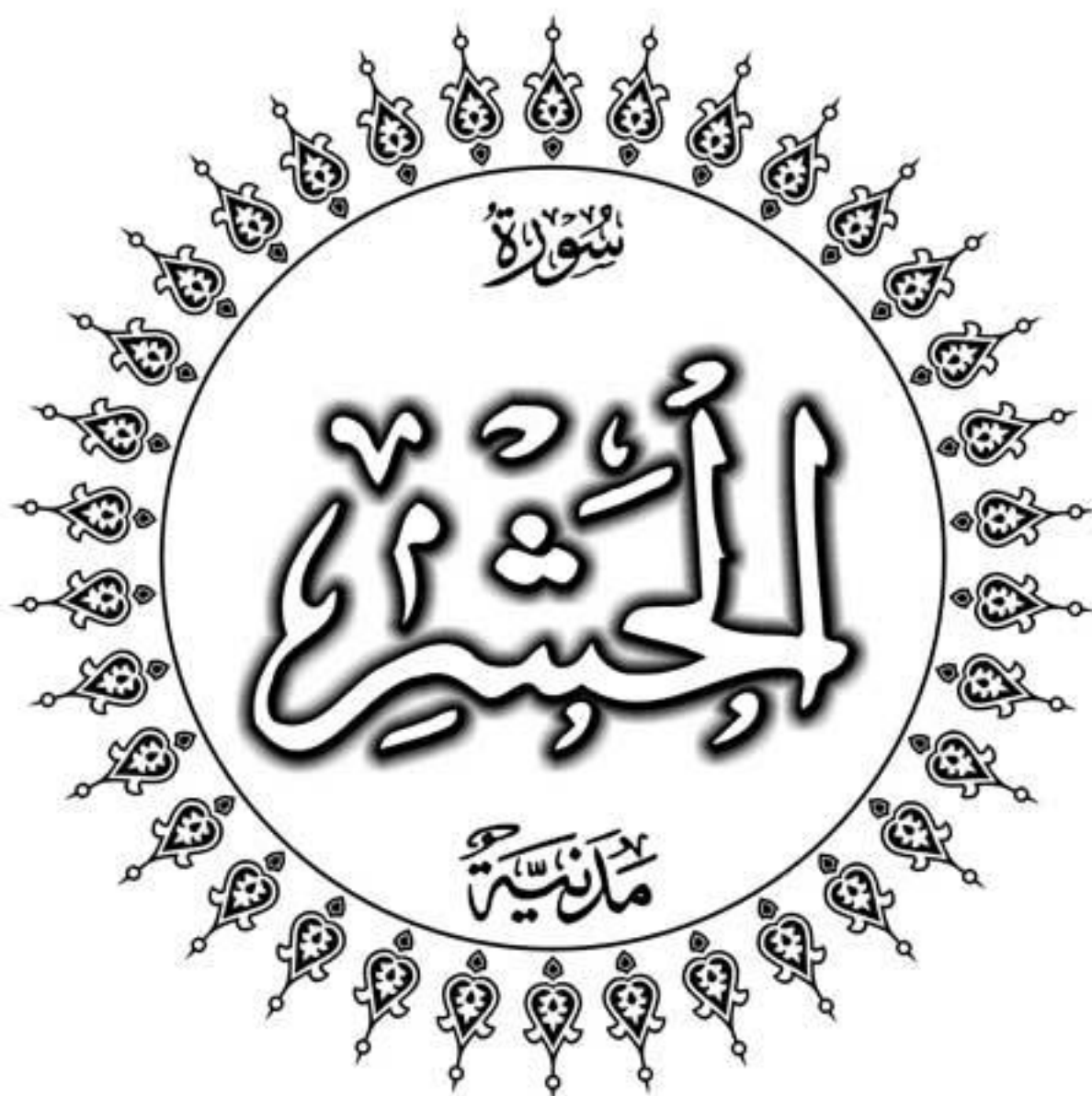
سُوْرَةُ
اَلْحَشْرِ
مَدَنِيَّةٌ

ابتدائیہ

اس تالیف میں "سورۃ الحشر" کی درج ذیل
سترہ آیات کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت
۱ تا ۱۷

ابتدائیہ

سترہ آیات کے مضامینِ جہاد کا خلاصہ

آیت ۱-۲ غزوہ بنی نضیر کی منظر کشی اور عبرتیں۔

آیت ۳ اگر انکی جلاوطنی نہ ہوتی تو مارے جاتے۔

آیت ۴ دین اسلام سے دشمنی کا انجام اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

آیت ۵ دشمنان اسلام کی رسوائی اور شکست کے لئے جہاد کے دوران انکی املاک کو نقصان پہنچانا درست ہے۔

آیت ۶ بنی نضیر سے حاصل ہونے والا مال "مال فئے" ہے اور اس پر جناب رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔

آیت ۷ جہاد کی ایک اور برکت "مال فئے کا نظام" مال فئے کے مصارف

آیت ۸ مال فئے کے مصارف .... حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم کے فضائل۔

آیت ۹ مال فئے کے مصارف .... حضرات انصار رضوان اللہ علیہم کے مناقب۔

آیت ۱۰ مال فئے کے مصارف .... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر و منزلت کو تسلیم کریں۔

آیت ۱۱ منافقین نے یہودیوں کو دھوکہ دے دیا۔

آیت ۱۲ منافقین یہودیوں کی مدد کے لئے نہیں نکلیں گے اور اگر نکلے بھی تو بھاگ جائیں گے۔

آیت ۱۳ منافق بے وقوف لوگ ہیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مسلمانوں کا ڈر ہے۔

آیت ۱۴ دشمنان اسلام مسلمانوں کے سامنے آ کر نہیں لڑ سکتے حفاظتی حصاروں کے پیچھے سے لڑتے ہیں۔

آیت ۱۵ غزوہ بنی قینقاع

آیت ۱۶ منافق کی مثال شیطان جیسی ہے۔

آیت ۱۷ گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں جمع ہوں گے۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱، ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے ۔ وہی

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ

ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلا لشکر جمع کرنے کے وقت نکال دیا حالانکہ تمہیں

الْحَشْرِ ۗ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ تعالیٰ سے بچا لیں گے پھر اللہ

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۖ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

تعالیٰ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی کہ

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے آپ اجاڑنے لگے پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو ۔

خلاصہ

آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے، چنانچہ ”بنی نضیر“ کا واقعہ بھی اس کے زبردست غلبہ اور اسکی حکمت کے آثار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے تو بنی نضیر کے کافر یہودیوں کو مسلمانوں کے پہلے حملے ہی میں نکال باہر کردیا۔ مسلمانوں کو اتنی آسان فتح کا گمان بھی نہیں تھا اور خود یہودیوں کو اپنے قلعوں پر بڑا ناز تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے طریقے سے گھیرا جس کا ان کو خیال تک نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو رعب سے جکڑ دیا اب منظر یہ تھا کہ وہ اپنے گھروں کو خود بھی گرا رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے گھروں کو ڈھا رہے تھے۔ عبرت پکڑو اے دیکھنے والو کہ

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

☆ وہ جن قلعوں کو اپنی حفاظت سمجھ رہے تھے اب انہیں کو ڈھا رہے تھے، پس اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔

☆ دنیا دل لگانے اور زیادہ بسانے کی جگہ نہیں ہے، کل تک کن امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور آج کس حسرت سے ان کو ڈھا رہے ہیں۔

☆ جو اپنا عہد توڑ کر مکاری اور دھوکہ بازی کا طریقہ اختیار کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

☆ مسلمان جب بھی اللہ تعالیٰ کی رضاء اور دین کی سربلندی کے لئے خالص نیت کے ساتھ جہاد میں نکلیں گے تو ان کے دشمنوں کا اسی طرح برا حال ہوگا۔

☆ ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمندی والا کام نہیں۔

اور بہت سی عبرتیں فاعتبروا یااولی الابصار اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

مسلمانوں کے لئے فتح کا اصول

’’پہلی لشکر کشی میں مسلمانوں کو ’’بنونضیر‘‘ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی، بظاہر سب اسباب ان کے مخالف تھے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول ﷺ کے اتباع کے خیال سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے پوری فتح دی اور آئندہ بھی فتح اس اصول پر ہوگی‘‘۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

بنو نضیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس سورۃ کو سورۃ بنی النضیر کہا کرتے تھے بنونضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے یہ لوگ بنی اسرائیل پر فتنوں کے زمانے میں مدینہ منورہ آکر مقیم ہوئے تھے کہ یہاں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو ان کی اتباع کریں گے۔ پھر ان کا جو معاملہ ہوا وہ اس سورۃ میں مذکور ہے۔

قال سعید بن جبیر: قلت لابن عباس سورۃ الحشر؟ قال : قل سورۃ النضیر وھم رھط من الیھود من ذریۃ ھارون علیہ السلام انزلوا المدینۃ فی فتن بنی اسرائیل انتظاراً لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم و کان من امرھم مانص اللہ علیہ (القرطبی)

ورواہ البخاری من حدیث ابی عوانۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس سورۃ الحشر؟ قال سورۃ بنی النضیر (ابن کثیر)

آسان تفسیر

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

ترجمہ: جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ

ترجمہ: وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلا لشکر جمع کرنے کے وقت نکال دیا۔

اہل کتاب کے کافروں سے مراد یہود بنی نضیر ہیں، یہ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب دو میل کے فاصلے پر آباد تھے، یہ لوگ بہت جتھے والے، سرمایہ دار اور مضبوط قلعوں کے مالک تھے، حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کرلیا مگر پھر بار بار دھوکہ بازی کرتے رہے یہاں تک کہ رسول ﷺ کو شہید کرنے

کی سازش کی تب مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر یہ جلاوطن کئے گئے۔

❶ اَوَّلِ الْحَشْرِ سے مراد یا تو مسلمانوں کے لشکر کا پہلا اجتماع ہے اور مطلب یہ ہے کہ پہلے ہی حملے اور مڈ بھیڑ میں یہ شکست کھا کر بھاگنے کے لئے تیار ہوگئے۔

❷ اَوَّلِ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ اس یہودی قبیلے کے لئے جلاوطنی کا پہلا موقع تھا، اس سے پہلے ان کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ ان کو اس طرح سے جلاوطن کیا گیا ہو۔

قال الزهری کانوا من سبط لم یصبهم جلاء فیما مضی (القرطبی، البغوی)

حشر عربی زبان میں کہتے ہیں جمع کرنے کو۔ اپنی جگہ چھوڑ کر جب کسی جگہ کوئی قوم جمع ہوجائے اسکو حشر کہا جاتا ہے قیامت کے دن کو بھی حشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف واکناف کے لوگ جمع ہوں گے۔

❸ اَوَّلِ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نکال دیا حشر سے پہلے۔ یہ لوگ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کہا کرتے تھے کہ ہمیں حشر تک کوئی مدینہ منورہ سے نہیں نکال سکتا، تو فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حشر سے پہلے ہی ان کو نکال دیا۔

❹ اَوَّلِ الْحَشْرِ کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ان یہودیوں کا پہلا حشر ہے کہ مدینہ چھوڑ کر خیبر وغیرہ چلے گئے، اس میں اشارہ ہے کہ ایک اور حشر بھی ہوگا۔ یہ دوسرا حشر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا جب ان کو خیبر سے نکال کر شام بھیج دیا گیا اور ملک شام میں آخری "حشر" بھی ہونا ہے شام کو "ارض المحشر" کہتے ہیں۔

(اَوَّلِ الْحَشْرِ کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں تفصیل کے لئے القرطبی، حقانی اور دیگر تفاسیر ملاحظہ فرمائیں۔)

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

یعنی ان کے ساز وسامان، مضبوط قلعے، اور جنگی قوت اور مہارت دیکھ کر نہ تو مسلمانوں کو یہ اندازہ تھا کہ اس قدر جلدی وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور نہ ان کے وہم وخیال میں تھا کہ مٹھی بھر بے سروسامان لوگ ان پر اس طرح سے چڑھ آئیں گے۔ وہ اسی گمان میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کرسکیں گے اور اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ روک سکی۔

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

پھر پہنچا ان پر اللہ تعالیٰ (کا حکم اور عذاب) جہاں سے ان کا خیال تک نہ تھا۔

❶ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو خیال وگمان بھی نہ تھا یعنی دل کے اندر سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔

❷ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے قتال کا حکم دے دیا انہیں اس چیز کا گمان نہیں تھا۔

❸ یہ طاقتور لوگ کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر نکالے گئے جس کا انہیں گمان تک نہیں تھا کہ ایسا بھی کبھی ہوسکتا ہے۔

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا

رعب وہ ہتھیار ہے جو سیدھا دلوں پر لگتا ہے عربی زبان میں توپ کے گولے کو بھی قذیفہ کہتے ہیں مگر رعب کا گولہ توپ کے گولے سے زیادہ مہلک اور مؤثر ہوتا ہے۔ یہ رعب ان کے دلوں پر ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل سے پڑا ا وقذف في قلوبهم الرعب بقتل سيدهم كعب بن اشرف۔ (القرطبی)

''یہ یہودی ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب وخوفزدہ ہو رہے اب مسلمانوں کے اچانک حملہ نے رہے سہے حواس بھی کھو دیئے۔'' (عثمانی)

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: وہ اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

یہ یا تو انکے جلاوطن ہونے اور شکست کھا کر نکلنے کے وقت کی منظر کشی ہے یہ یہودی اس حسد سے کہ مسلمان ان کے گھروں میں نہ رہیں جاتے وقت اپنے مکانات خود گرا رہے تھے اور ان مکانات میں لکڑی اور لوہے وغیرہ کی جو چیزیں لگی تھیں وہ اپنے ساتھ اُکھاڑ کر لے جا رہے تھے، کڑی، تختے، کواڑ، میخیں وغیرہ۔

تفسیر عثمانی میں ہے۔

یعنی حرص اور غیظ وغضب کے جوش میں مکانوں کے کڑی، تختے، کواڑ اکھاڑنے لگے تاکہ جو کوئی چیز جو ساتھ لے جاسکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ (عثمانی)

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے مکانات بہت خوبصورت بنے ہوئے تھے وہ اس حسد میں کہ مسلمان ان میں نہ رہیں ان کو اندر سے گرا رہے تھے اور مسلمان باہر سے ان کو گرا رہے تھے۔ (قرطبی)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کے ساتھ ہونے والے جہاد کی منظر کشی ہے۔ مسلمان ان کے مکانات گرا رہے تھے تاکہ میدان جہاد کشادہ ہو جائے پھر جب مسلمان کسی مکان کو گراتے تو یہودی اس کے پچھلے حصے کو توڑ کر اس کے بعد والے مکان میں مورچہ سنبھال لیتے اور مکان سے مسلمانوں پر پتھراؤ کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مکانات گرا رہے تھے تاکہ ان کے ملبے سے راستہ بند ہو جائے اور مسلمان آگے پیش قدمی نہ کرسکیں۔

وقال ابن عباس: كانوا كلما ظهر المسلمون علىٰ دار من دورهم هدموها ليتسع موضع القتال وهم ينقبون دورهم من ادبارها الى التي بعدها يتحصنوا فيها ويرموا بالتي اخرجوا منها المسلمين وقيل ليسد وابها ازقتهم۔ (القرطبی)

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مکان برباد کئے اپنے معاہدے اور وعدے توڑ کر اور

مسلمانوں نے ان کے گھر ویران کئے ان کے خلاف جہاد کر کے۔

یخربون بیوتهم بنقض المواعید وایدی المومنین بالمقاتلة قاله الزهری ایضا۔ (القرطبی)

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

عبرت حاصل کرواے آنکھوں والو۔

اس کا مطلب ''خلاصہ'' میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (القرطبی، البغوی، حقانی، عثمانی، المدارک)

جلاوطن کرنے کا حکم

اہل علم فرماتے ہیں کہ حربی کافروں کو اس طرح سے جلاوطن کرنا کہ ان کو اپنا مال اسباب لیکر اس علاقے سے جانے دیا جائے، نہ ان کو غلام بنایا جائے اور نہ جزیہ مقرر کر کے ذمی بنایا جائے یہ ابتدائے اسلام میں تھا، اب مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اگر طاقت رکھتے ہوں تو کفار سے قتال کریں یہانتک کہ وہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں یا ان کو قید کر کے غلام بنا لیا جائے۔ اور اسکی دلیل سورۃ التوبہ آیت ۲۹ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور سورۃ التوبہ آیت ۵ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ لیکن اگر مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ ہو کہ قتال کر کے ان کو اسلام پر یا ذمی بننے پر لا سکیں تو پھر انہیں جلاوطن کرنا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمایئے احکام القرآن للجصاص اور تفسیر قرطبی:۔

قال الکیا الطبری: ومصالحة اهل الحرب علی الجلاء من دیارهم من غیر شئ لایجوز الآن وانما کان ذلك فی اول الاسلام ثم نسخ والآن لابد من قتالهم اوسبیهم او ضرب الجزیة علیهم۔ (القرطبی)

ایک عسکری نکتہ

اکثر مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی دشمنانِ اسلام کے لئے ایک خاص رعب عطاء فرمایا تھا۔

صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نصرت بالرعب بین یدی مسیرة شهر۔

کہ اللہ تعالیٰ نے میری نصرت فرمائی ہے اس رعب کے ذریعہ جو ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں پر طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں تو بنونضیر والے بہت قریب تھے اس لئے ان پر رعب پڑنا ایک ظاہری بات ہے لیکن اس وقت بنونضیر پر جو رعب پڑا اسکی ایک بڑی وجہ ان کے سردار کعب بن اشرف کا قتل بھی ہے کعب بن اشرف نے مشرکین کے ساتھ ملاقاتیں کر کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور بدعہدی شروع کر رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خصوصی کارروائی کے ذریعہ اس کا قصہ ختم فرما دیا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تین

ساتھیوں کے ہمراہ گوریلا کارروائی فرمائی اور کعب بن اشرف کا فتنہ کاٹ پھینکا۔ یہ اچانک اور منظم کارروائی خوف کی ٹھنڈی ہوا بن کر یہودیوں کے دلوں میں گھس گئی اور وہ اتنی طاقت اور اسلحے کے باوجود لڑائی میں کھڑے نہ ہوسکے۔ پس مسلمانوں کو اس کارروائی سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اس طرح کی کارروائیوں کے ذریعے دشمنان اسلام کی صفوں پر خوف اور رعب کی بجلی گرانی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جہاد کی منظر کشی

جہاد کا عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو محبوب ہے، قرآن پاک کئی مقامات پر جہادی معرکوں کی خوبصورت منظر کشی فرماتا ہے، ان آیات میں بھی یہ منظر کشی موجود ہے۔ یہودیوں کی بظاہر نا قابل تسخیر طاقت، مسلمان سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ کبھی اُن کو یہاں سے نکالیں گے۔ یہودیوں کے مضبوط قلعے، جن میں بیٹھ کر وہ خود کو تقدیر کے فیصلوں سے بھی محفوظ سمجھ رہے تھے، مسلمانوں کا اچانک حملہ، یہودیوں پر خوف اور رعب کی سراسیمگی، گرتے اور اُجڑتے ہوئے مکانات، عبرت کے مناظر، صدیوں سے آباد یہودیوں کے حسرت بھرے قافلے اور مسلمانوں کے لئے مالِ فئے کے انبار۔ کاش مسلمان ان آیات کی روشنی میں ''اپنے حسین ماضی'' کی ایک جھلک دیکھیں اور اپنے ''حال'' کو بہتر بنائیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

غزوہ
بنی نضیر
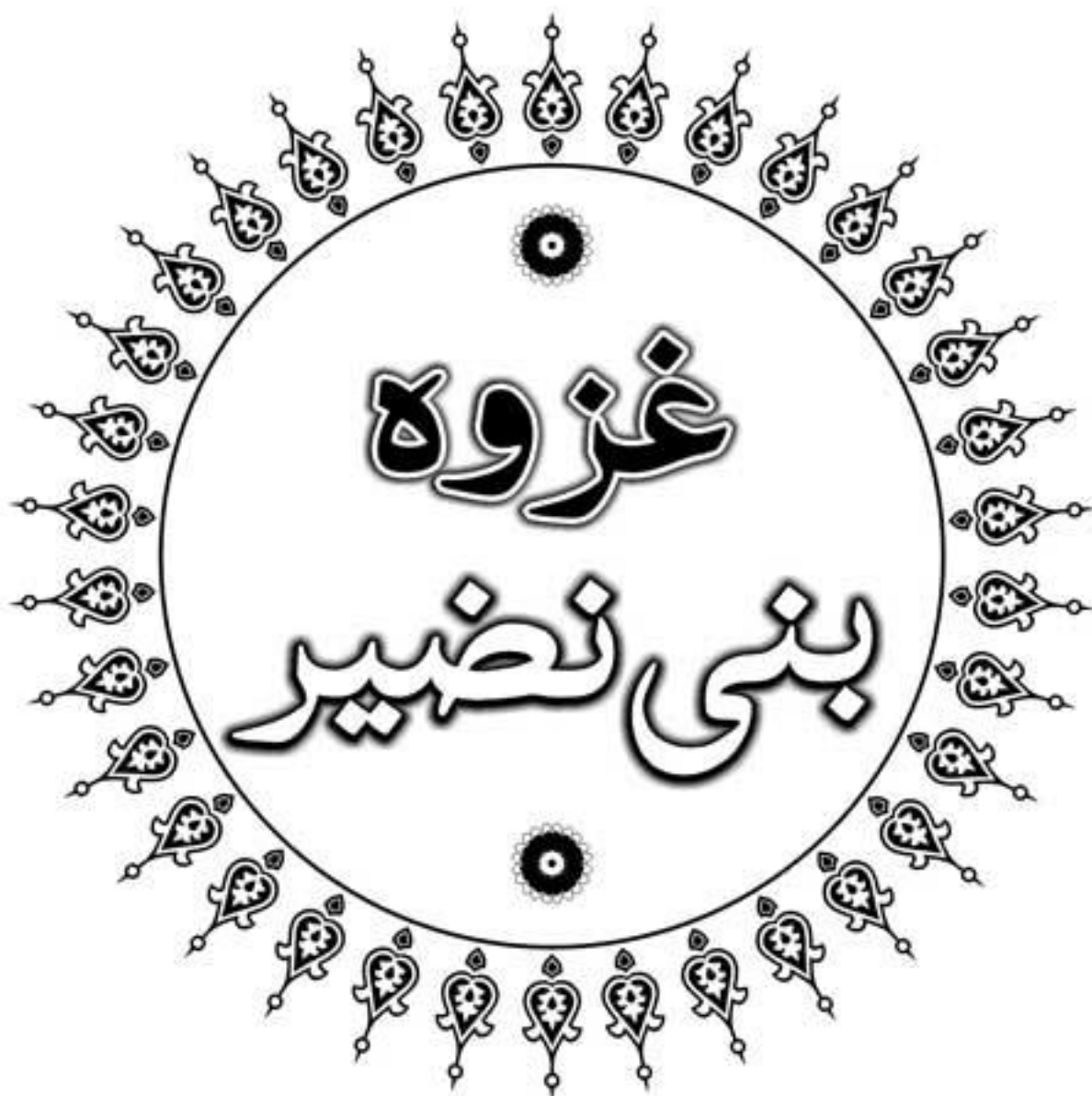
غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ

تاریخ غزوہ

یہ بنی نضیر مدینے کے یہودیوں کا ہی ایک خاندان تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بنی نضیر خیبر کے یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اور ان کی بستی کو زہرہ کہا جاتا تھا۔ یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔ ایک قول ہے کہ یہ غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے اور راوی کے مطابق امام بخاریؒ کا قول بھی یہی ہے۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ غزوہ بنی نضیر کو غزوہ احد کے بعد ذکر کرنا ہی درست اور صحیح ترتیب ہے جیسا کہ ابن اسحاقؒ وغیرہ نے کہا ہے جو غزوات کے علم میں امام ہے۔

اس غزوہ کا سبب

عمرو بن امیہ ضمریؓ جب بیر معونہ سے مدینہ واپس ہوئے تو راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہو لئے مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ دونوں شخص سو گئے تو عمرو بن امیہؓ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان شہید کئے ہیں، سب کا انتقام تو فی الحال دشوار ہے بعض ہی کا انتقام اور بدلہ لے لوں اس لئے ان دونوں کو قتل کر ڈالا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں سے عہد اور پیمان تھا مگر عمرو بن امیہؓ کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے تو ہمارا عہد اور پیمان تھا ان کی دیت اور خون بہا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں شخصوں کی دیت روانہ فرمائی۔

بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ بنی نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اس دیت میں اعانت اور امداد لینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ اور عبد الرحمٰنؓ بن عوف اور سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ وغیرہم آپ کے ہمراہ تھے آپ جا کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خون بہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دے تا کہ نصیب دشمناں آپ دب کر مر جائیں سلام بن مشکم نے کہا:

لاتفعلوہ واللہ لیخبرہ ربہ وانہ لنقض العھد الذی بیننا وبینہ

ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا نیز یہ بد عہدی ہے۔

چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرائیلؑ امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسا کہ کوئی ضرورت کے لئے اٹھتا ہو اور صحابہؓ وہیں بیٹھے رہے یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے کنانہ بن حویرا یہودی نے کہا تم کو

معلوم نہیں کہ محمد ﷺ کیوں اٹھ کر چلے گئے خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم ہوگیا بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔

جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ آئے آپ نے یہود کی غداری سے مطلع فرمایا۔ بنونضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ بنونضیر نے ایک اور غداری اور عیاری کی کہ آنحضرت ﷺ کو یہ پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر ان تین عالموں کو یہ ہدایت کردی کہ ملاقات کے وقت اپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جائیں تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کردیں مگر آپ کو ایک ذریعہ سے ان کی اس چالاکی اور عیاری کا ملاقات سے پہلے ہی علم ہوگیا۔ (رواہ ابن مردویہ باسناد صحیح) غرض یہ کہ بنونضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔

ایک قول ہے کہ اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یاایها الذین آمنوا اذکرو نعمت الله علیکم اذهم قوم ان یبسطو الیکم ایدیهم فکف ایدیهم عنکم۔ (المائدۃ ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا۔

یہود کو جلاوطنی کا حکم

ادھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا: ''میرے شہر یعنی مدینے سے نکل جاؤ (کیونکہ شہر مسلمانوں کی علمبرداری میں تھا) تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کہ تم نے جو کچھ منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی''۔

منافقوں کی طرف سے یہود کو سہارا

آنحضرت ﷺ کا یہ حکم پہنچنے کے بعد بنی نضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جلاوطنی کی تیاری شروع کردی اور اونٹوں کا انتظام کرنے لگ گئے مگر اسی وقت منافقین نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے گھربار اور وطن چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سے جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہاری مدد کو آئیں گے اور اگر تم لوگوں کو یہاں سے نکلنے اور جلاوطن ہونے پر ہی مجبور ہونا پڑا تو ہم تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

ابن اُبی کی طرف سے مدد کا وعدہ

یہودیوں کو روکنے میں سب سے پیش پیش منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔ اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا۔ اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ بلکہ اپنی حویلیوں میں جمے رہو۔ میرے ساتھ دو ہزار جاں باز موجود ہیں

جن میں میری قوم کے لوگ بھی ہیں اور عرب کے دوسرے قبائل بھی ہیں وہ لوگ وقت پر تمہاری حویلیوں میں تمہارے ساتھ آملیں گے اور آخر دم تک تمہارے لئے جنگ کریں گے۔ تم پر آنچ آنے سے پہلے وہ اپنی جانیں پیش کریں گے۔ اسی طرح بنی قریظہ کے لوگ اور قبیلہ غطفان میں ان کے حلیف یعنی دوست بھی تمہاری طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتے ہیں''۔

یہود کو ڈھارس اور جلاوطنی سے انکار

ابن ابی کا یہ پیغام ملنے پر بنی نضیر کو زبردست ڈھارس بندھی اور انہوں نے جلاوطنی کا ارادہ ختم کر دیا ساتھ ہی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ کہلایا ''ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے، آپ کا جو دل چاہے کر دیکھئے''۔ یہ پیغام سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ تکبیر بلند فرمایا اور مسلمانوں نے آپ کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہود برسرپیکار ہو چکے ہیں۔

ابن مشکم کی حیی کو فہمائش

ادھر اس سرکشی میں جو شخص یہودیوں کی سربراہی کر رہا تھا وہ حیی ابن اخطب تھا جو ام المومنین حضرت صفیہؓ کا باپ تھا اور بنی نضیر کے ایک دوسرے سردار یعنی سلام بن مشکم نے حیی کو اس سرکشی سے روکا اور کہا:

''حیی! خدا کی قسم اپنے سرکش ارادہ سے باز رہو کیونکہ ابی کی بات اور وعدے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے وہ صرف چاہتا ہے کہ تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا کر ہلاکت میں ڈال دے اور خود گھر بیٹھ کر تماشہ دیکھے۔ دیکھتے نہیں اس نے بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسد قرظی کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ بنی قریظہ کے لوگوں کو اس موقعہ پر تمہاری یعنی بنی نضیر کے یہودیوں کی مدد کرنی چاہئے مگر کعب نے جواب دے دیا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص بھی مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے اپنے معاہدے کو نہیں توڑے گا۔ اس پر وہ بنی قریظہ سے مایوس ہو گیا۔ جیسا وعدہ اس نے تم سے کیا ہے ایسا ہی وعدہ بنی قینقاع کے اپنے حلیفوں سے بھی کیا تھا (چنانچہ بنی قینقاع کے لوگ اس کی باتوں میں آ گئے اور) انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جنگ کی اور معاہدہ توڑ کر اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا اور ابن ابی اور اس کی مدد کا انتظار کرنے لگے مگر وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا رہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لشکر لے کر بنی قینقاع کی سرکوبی کے لیے پہنچ گئے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بنی قینقاع کو جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔ اب خود سوچ لو جب ابن ابی نے ان لوگوں کی مدد نہیں کی جو اس کے حلیف اور دوست تھے اور جو دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے تو ہم ان لوگوں میں ہیں جو ہمیشہ سے قبیلہ اوس کی حمایت میں قبیلہ خزرج سے لڑتے آ رہے ہیں''۔

مگر حیی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر تلا رہا ادھر بنی نضیر کے یہودیوں نے اس سے کہا: ''ہمارا معاملہ تمہارے تابع ہے ہم کسی حال میں بھی تمہاری مخالفت نہیں کریں گے''۔

مسلمانوں کا بنی نضیر کی طرف کوچ

چنانچہ حیی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے اس لئے جو تمہارے

جی میں آئے کر دیکھو۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے ۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے مقابلے کے لئے کوچ فرمایا اس موقع پر آپ ﷺ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ جنگی پرچم حضرت علی بن ابو طالبؓ نے اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ لشکر کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ شام کے قریب آپ ﷺ نے بنی نضیر کی بستی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور ان کے چوک میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ ادھر یہودی اپنی حویلیوں میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور چھتوں پر سے تیر اور پتھر برسانے لگے۔

یہود کا محاصرہ

مسلمانوں نے رات اسی حالت میں گزاری کہ وہ یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور بار بار نعرہ تکبیر بلند کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ صبح کا اجالا ہونے لگا۔ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ ان دس صحابہ کے ساتھ واپس لشکر گاہ میں تشریف لے آئے جن کے ساتھ گئے تھے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لئے ایک قبہ بنا دیں۔ یہ قبہ لکڑی کا تھا اور اس پر اونی کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس قبہ میں قیام فرما ہوئے۔

قبہ پر غزول کی تیراندازی

یہودیوں میں ایک شخص تھا جس کا نام غزول تھا۔ یہ شخص نہایت بہترین اور پرزور تیر انداز تھا۔ اس کا پھینکا ہوا تیر دوسروں سے کہیں دور تک جاتا تھا۔ (چنانچہ اس نے حویلی کی چھت پر سے ایک تیر چلایا) جو آنحضرت ﷺ کے اس قبہ تک پہنچا اس پر آنحضرت ﷺ نے قبہ کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نصب کرانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

اسی دوران ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر میں غائب پائے گئے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! علی کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں"

آپ نے فرمایا:۔

"ان کی فکر نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ہی ایک کام سے گئے ہیں"۔

غزول کا سر نیزۂ حیدری پر

اس کے بعد تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کا سر لئے ہوئے آئے جس کا نام غزول تھا اور جس کا تیر رسول اللہ ﷺ کے قبہ تک پہنچا تھا۔ حضرت علیؓ اس وقت غزول کی گھات میں بیٹھ گئے تھے جب وہ مسلمانوں کے کسی بڑے سردار کو مارنے کے لئے چلا تھا اس کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی اس دستے کے ساتھ وہ کسی بڑے مسلمان کے قتل کی فکر میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ سب فرار ہو گئے۔

اسلامی دستہ یہود کی تلاش میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس آدمیوں کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ بھی تھے ان لوگوں نے اس جماعت کو جا پکڑا جو غزول کے ساتھ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ گئی تھی ان لوگوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے باغات کاٹنے کا حکم

غرض جب یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو چھ راتیں گزر گئیں تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کاٹ ڈالے جائیں اور انہیں جلا دیا جائے ایک قول ہے کہ یہ حکم پندرہ دن تک محاصرہ کرنے کے بعد دیا گیا۔ ایک قول بیس رات ایک قول تیس رات اور ایک قول پچیس رات کا بھی ہے۔

کھجوریں کٹنے پر یہود کی آہ و بکا

غرض جب مسلمانوں نے بنی نضیر کے باغات میں عجوہ کھجوروں کی فصل کاٹنی شروع کی تو یہودی عورتوں نے مارے رنج و غم کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، اپنے منہ نوچ ڈالے اور رو رو کر واویلا کرنے لگیں اور وہ چند درخت جو جلائے گئے اس مقام پر تھے جو بویرہ کے نام سے مشہور تھا۔ جس کو یہاں حفرہ یعنی گڑھا کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو بولہ بھی کہا جاتا ہے۔

غرض مسلمانوں کو باغات کاٹتے اور جلاتے دیکھ کر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پکار کر کہا۔

یہود کی طرف سے امن و انصاف کی دہائی

”اے محمد ایک روایت میں یوں ہے کہ اے ابوالقاسم! آپ تو فساد سے منع کیا کرتے تھے اور جو کوئی کرتا تھا اسے برا کہا کرتے تھے اب یہ باغات کیوں کاٹ اور جلا رہے ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ پھر اب یہ فساد خود کیوں پھیلا رہے ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ”اے محمد! آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آپ صلاح اور امن کے لئے آئے ہیں۔ کیا باغات کاٹنا بھی آپ کی امن پسندی میں شامل ہے اور جس کلام کے متعلق آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ پر نازل ہوتا ہے کیا اس میں بھی یہ ہے کہ روئے زمین پر فساد پھیلاؤ۔ ”تم تو فساد کو ناپسندیدہ چیز قرار دیتے ہو۔ پھر خود ہی فساد کیوں پھیلا رہے ہو۔“

جواب میں وحی کا نزول

یہودیوں کی ان باتوں کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال اثر کرنے لگا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ

(پ ۲۸ سورۃ حشر ع ۱ آیت ۵)

ترجمہ: جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو جگہ پر کھڑا رہنے دیا سو دونوں باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور رضا کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔!

(ی) کیونکہ یہودیوں کے قول کے مطابق مسلمانوں کا یہ فعل فساد تھا (تو اُن کو جواب دے دیا گیا)۔ بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تمام باغات اور درخت جو مسلمانوں نے کاٹے یا جلائے ان کی تعداد چھ تھی۔

ابن ابی کی یہود کو یقین دہانیاں

ادھر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول برابر بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجتا رہا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور مقابلہ کرتے رہو کیونکہ اگر تم نے جنگ جاری رکھی تو ہم بھی تمہاری حمایت میں لڑیں گے اور تم یہاں سے نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

ابن ابی کی دغا بازی

عبداللہ ابن ابی کے اس وعدہ میں اس کی قوم کے کچھ لوگ اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہودی ابن ابی کے وعدہ پر بھروسہ کر کے اپنی حویلیوں میں جمے رہے اور اس کی مدد کا انتظار کرتے رہے مگر ابن ابی نے ان کے ساتھ دغا کی اور نہ ان کی مدد کو آیا اور نہ اس سے یہودیوں کو کوئی سہارا ملا۔ ادھر سلام ابن مشکم اور کنانہ ابن صوریا (جو پہلے ہی ابن ابی پر بھروسہ کرنے کے خلاف تھے) حیی ابن اخطب سے کہنے لگے۔

ابن ابی کی وہ مدد کہاں گئی جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے......!''

حیی کی پشیمانی و بے چارگی

حیی ابن اخطب نے جواب دیا۔ ''کیا کریں یہ مصیبت ہمارے مقدر میں لکھی ہوئی تھی!''

آخر جلاوطنی پر آمادگی

ادھر آنحضرت ﷺ انکا سختی کیساتھ محاصرہ کئے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا فرما دیا آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دیدی جائے اور جان بخشی کردی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے، آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ شرط اور درخواست قبول فرمائی۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپنا وہ سامان بھی لاد لیا جو اونٹ لے جا سکتے ہیں صرف ہتھیار چھوڑ دیئے۔ ان کے ساتھ کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔

سوائے ہتھیاروں کے کل سامان کے ساتھ یہود کی روانگی

ہر شخص خود اپنا مکان ڈھا کر اس کی لکڑی جیسے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ تک نکال کر اونٹوں پر لادلے گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے ستون اور چھتیں تک توڑ ڈالیں، کواڑ تختے حتیٰ کہ چولیں تک نکال لیں اور محض حسد اور جلن میں اپنے مکانوں کی دیواریں تک منہدم کردیں تاکہ وہ اس قابل نہ رہ

جائیں کہ ان کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان مکانوں کو مسلمان آباد کر سکیں۔

جلاوطنی کا عبرتناک منظر

غرض بنی نضیر کے لوگ اس شان سے مدینے سے جلاوطنی کے لئے نکلے کہ مدینے کی سڑکیں ان سے بھر گئیں۔ لوگ سڑکوں پر دونوں طرف کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور یہودی قطار اندر قطار گزر رہے تھے۔ سلام بن ابوالحقیق نے اونٹ کی کھال کا ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ ایک قول ہے کہ بیل کی کھال کا اور ایک قول کے مطابق گدھے کی کھال کا تھا جو زیورات سے بھرا ہوا تھا اور سلام پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یہ مال ومتاع ہم نے سرد وگرم حالات کے لئے جمع کر رکھا تھا اور جہاں تک باغات کے ہاتھ سے جانے کا تعلق ہے تو باغات ہمیں خیبر میں بھی مل جائیں گے۔ منافقوں کو بنی نضیر کے جلاوطن ہو جانے پر زبردست رنج وصدمہ تھا۔

یہود کی دولت

یہ تمام مال ودولت اور سونا چاندی اس سودی کاروبار کا تھا جو وہ مکے کے اور دوسرے عربوں سے کرتے تھے۔ یہ تمام دولت ابوالحقیق کی اولاد کے پاس رہا کرتی تھی۔ آگے غزوہ خیبر کے بیان میں آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے اسی مال ودولت کو ساز وسامان اور خزانہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا تھا اور اسی دولت کی وجہ سے ابوالحقیق کے دو بیٹے قتل ہوئے کیونکہ انہوں نے اس خزانہ کو آنحضرت ﷺ سے بچانے کے لئے کہیں چھپا دیا تھا۔

مدینے کے بعد خیبر میں یہود کا مسکن

غرض بنی نضیر کے یہ یہودی مدینے سے جلاوطن ہو کر کچھ تو خیبر میں جا بسے ان میں یہودیوں کے بڑے اور سرکردہ لوگ تھے جیسے حیی ابن اخطب، سلام ابن ابوالحقیق اور کنانہ ابوربیع ابن ابوالحقیق وغیرہ۔ جب یہ لوگ خیبر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنے قدم جمانے کے لئے قرضے وغیرہ دیئے۔

بنی نضیر کے متعلق سورت قرآنی

بنی نضیر کے متعلق حق تعالیٰ نے سورہ حشر نازل فرمائی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ تو اس سورت کو سورۂ بنی نضیر ہی کہا کرتے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے کہ اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورۂ حشر بنی نضیر کے معاملے میں ہی نازل ہوئی تھی۔

یہود کا اولین حشر

موسیٰ ابن عقبہؒ نے لکھا ہے کہ ان یہودیوں کو جب سے یہ یہاں آباد ہوئے تھے کبھی جلاوطنی سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا اسی لئے ان کے اس حشر وانجام کو اولین حشر کہا گیا اور وہ حشر ان کی جلاوطنی اور گھر سے بے گھر ہونا تھا۔ مگر ایک قول کے مطابق حشر سے مراد میدان محشر ہے کیونکہ جب ان کو مدینے سے نکلنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا تھا۔

"اے محمد! ہم آخر کہاں نکل جائیں؟"۔ آپ نے فرمایا۔ "حشر یعنی میدان محشر کی طرف!"۔

دوسرا حشر

غرض یہ ان کا اولین حشر تھا اور ان کا دوسرا حشر آگ ہوگا جو (قیامت کے قریب) عدن سے پھوٹے گی جس کے نتیجہ میں یہ لوگ (بدحواس ہو کر) بھاگیں گے اور اس مقام پر جمع ہوں گے جہاں قیامت میں حساب کتاب کا انتظار ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں ظاہر ہوا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کو خیبر سے بھی جلاوطن کر کے تیماء اور اریحاء کے علاقوں کی طرف دھکیل دیا تھا جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

بنی نضیر سے حاصل شدہ فئی کا مال!

بنی نضیر جو ہتھیار چھوڑ گئے تھے ان میں آنحضرت ﷺ نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں پائیں۔ اس مال غنیمت کا آنحضرت ﷺ نے پانچواں حصہ نہیں نکالا جیسا کہ آپ ﷺ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کے مال غنیمت میں پانچ حصے کئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! جو مال آپ کو ملا ہے کیا آپ اس کے پانچ حصے نہیں فرمائیں گے جیسا آپ نے بنی قینقاع کے مال میں کیا تھا!"

نبی ﷺ کا مال مخصوص

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

"میں اس میں کچھ نہیں کرونگا جو اللہ تعالیٰ نے بغیر مومنین کے میرے لئے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ خاص فرمادیا ہے"۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى (الخ پ ۲۸ سورہ حشر ع ۱ آیت ۷)

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ اس طور پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوادے۔ (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ الخ

تقسیم مال کے لئے انصار سے مشورہ اور تعریف

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال واسباب کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تا کہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ اگر چہ انصار اپنے اخلاص وایثار کی بنا پر اس بار کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا حمد وثناء کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا اور بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا اے گروہ انصار! اگر چاہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کردوں اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کردوں اور وہ تمہارے گھر خالی کردیں۔

سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال آپ فقط مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور حسب سابق مہاجرین ہمارے ہی گھروں میں رہیں اور کھانے اور پینے میں ہمارے شریک رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال تو آپ فقط مہاجرین پر تقسیم فرمادیں باقی ہمارے اموال اور املاک میں سے بھی جس قدر چاہیں مہاجرین پر تقسیم فرمائیں ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر مسرور ہوئے اور یہ دعا دی۔

اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار

اے اللہ انصار پر اور انصار کی اولاد پر اپنی خاص مہربانی فرما۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:۔

جزاکم اللہ خیرا یامعشر الانصار فواللہ مامثلنا ومثلکم الا کما قال الغنوی

اے گروہ انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے۔

جزی اللہ عنا جعفرا حین ازلقت　　بنا نعلنافی الواطئین فذلت

اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اس کو لغزش ہوئی۔

ابو ان یملون ولوان امنا　　تلاقی الذی یلقون منا لملت

تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔

آپ نے تمام مال مہاجرین پر تقسیم فرمادیا۔ انصار میں سے صرف ابودجانہؓ اور سہل بن حنیفؓ کو بوجہ تنگدستی اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

”انصار کے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا حکم“

جب آنحضرت ﷺ نے یہ مال مہاجرین میں تقسیم فرمایا تو ساتھ ہی ان کو حکم دیا کہ انصار کا جو مال ان کے پاس ہے وہ اس کو واپس کردیں کیونکہ اس کے بعد انہیں اس مال کی ضرورت باقی نہیں رہی اور دوسرے اس لئے کہ وہ اس کے مالک نہیں ہوگئے تھے جب کہ انصاریوں نے اپنے باغات مہاجرین کو اس لئے دیئے تھے کہ وہ ان باغات کی فصلوں اور بہار سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

اس غزوہ میں بنونضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے مال واسباب سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا اپنی املاک پر قابض رہے۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ﷺ وسیرت حلبیہ)

☆☆☆

سُوۡرَةُ الۡحَشۡرِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۳،۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا ؕ وَلَهُمۡ فِى

اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دیس نکالا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے

الۡاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ وَمَنۡ

آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ کی

يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾

مخالفت کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

خلاصہ

بنی نضیر کے یہودیوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جلاوطنی لکھی تھی ورنہ وہ بھی دنیا میں قتل اور قید ہونے کا عذاب چکھ لیتے۔ ویسے آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب تیار ہے، اگر یہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ دنیا میں یہ جلاوطنی اور آخرت میں جہنم کا عذاب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کو دعوت دینا ہے۔

آسان تفسیر

”یعنی ان کی قسمت میں جلاوطنی کی سزا لکھی تھی، یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی، مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے (یا لونڈی غلام بنائے جاتے) غرض سزا سے بچ نہیں سکتے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے، آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”جب یہ قوم ملکِ شام سے بھاگ کر یہاں (مدینہ منورہ) آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام جانا پڑے گا چنانچہ اسوقت اُجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض) خیبر میں رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں (خیبر) سے اُجڑ کر شام میں گئے۔“ (عثمانی)

تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے:

ان کے بارے میں توراۃ میں آیا تھا کہ یہ جلاوطن کئے جائیں گے یہ بنی اسرائیل کے ایسے خاندان سے تھے جن کو

اس جلاوطنی سے پہلے کبھی جلاوطن نہیں ہونا پڑا تھا۔

والجلاء کتب علیھم فی آی من التوراۃ وکانوا من سبط لم یصبھم الجلاء قبل ما سلط علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر)

تفسیر قرطبی میں ہے:

ان میں سے بعض نے ایمان لانا تھا اور بعض کی اولاد نے ایمان لانا تھا تو ان کو قتل کے عذاب کی بجائے جلاوطنی کی سزا دی گئی اور زندہ رکھا گیا۔

وانھم یبقون مدۃ فیؤ من بعضھم ویولدلھم من یؤمن۔ (القرطبی)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ

مسلمانو! تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالایا اس کو اسکی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا

وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۞

اور تا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے

خلاصہ

یہودیوں کی رسوائی اور ذلت کے لئے مسلمانوں نے جو قدم بھی اٹھایا وہ ٹھیک تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو رسوا فرمانا چاہتا ہے۔

شانِ نزول

صحیح بخاری کی روایت ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے بنی نضیر کے کھجور کے باغات جلوا دیئے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا اور یہ باغات مقام ''بویرہ'' میں تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ـــ الآیة

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال حرّق رسول اللّٰه ﷺ نخل بنی النضير وقطع وهی البويرة فنزلت مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (بخاری)

اسی بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی ہے

وهان علی سراة بنی لؤیّ — حريق بالبويرة مستطير — (بخاری)

آسان تفسیر

جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اُجاڑے جائیں تا کہ اُس کے درد سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے، اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے، کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس پر یہ آیت اُتری یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی تا کہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے چنانچہ جو درخت چھوڑ

دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ (یعنی غم غصے اور جلن) میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان ان درختوں کو استعمال کریں گے اور نفع اٹھائیں گے، اور جو کاٹے یا جلائے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی غلبہ کے آثار کا ظاہر ہونا اور کفار کو غیظ وغضب میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں، لہٰذا دونوں کام (یعنی درخت کاٹنا اور درخت چھوڑنا) جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ (موضح، بیان، عثمانی)

باغیوں اور نافرمانوں کی رسوائی

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے جب طعنہ دیا کہ درختوں کا کاٹنا فساد ہے تو بعض مسلمانوں کے دل میں بھی یہ بات آئی۔ اسی طرح اہل تفسیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے درخت کاٹنے والے بھی تردد میں تھے اور نہ کاٹنے والے بھی کہ ہم میں سے کس کا عمل ٹھیک ہے تو آیت مبارکہ نے اعلان فرمادیا کہ تم سب کا عمل ٹھیک ہے۔

فنزل القرآن بتصدیق من نہیٰ وبتحلیل من قطعہا من الاثم۔ (احکام القرآن)

اصل مقصود مسلمانوں کو عزت اور فتح دینا اور کافروں کو مغلوب اور رسوا کرنا تھا، پس جنہوں نے درخت کاٹے انہوں نے بھی کافروں کا دل جلایا اور جنہوں نے نہیں کاٹے ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ ان درختوں سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔

باقی رہا یہودیوں کا یہ کہنا کہ درخت کاٹنا فساد ہے تو اس کا جواب اَلْفٰسِقِيْنَ کے لفظ سے دیا گیا کہ یہ یہودی اللہ تعالیٰ کے باغی مجرم اور نافرمان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے بڑا فساد اور کونسا ہوسکتا ہے؟ ان کو درختوں کا تو خیال ہے مگر اس مقصد کا خیال نہیں جس کی خاطر اس زمین کو آباد کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر چیز انسانوں کے لئے بنائی ہے مگر انسانوں کو تو اپنی عبادت اور غلامی کے لئے پیدا فرمایا ہے، تو جو انسان عبادت اور غلامی چھوڑ کر مجرم، باغی اور نافرمان بن جاتے ہیں تو وہ بے قدر اور ذلیل ہوجاتے ہیں۔ ایسے موذی لوگوں کو جو نقصان بھی پہنچایا جائے وہ ٹھیک ہے اور اسی میں زمین کی اور اہل زمین کی صلاح، فلاح اور خیر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک شرعی مسئلہ

تفسیر خازن میں ہے:

”اہل علم نے اسی آیت سے اس بات کی دلیل لی ہے کہ کافروں کے قلعوں اور گھروں کو گرانا، جلانا اور منجنیق سے نشانہ بنانا جائز ہے اور اسی طرح ان کے درخت وغیرہ کاٹنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

احتج العلماء بہذہ الآیۃ علی ان حصون الکفار ودیارہم لاباس ان تہدم وتحرق و ترمی بالمجانیق و کذلک قطع اشجارہم ونحوہا (الخازن)

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو تفصیل اور دلائل کے ساتھ احکام القرآن میں بیان فرمایا ہے اور علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کافروں کی املاک مسلمانوں کی ملک میں آنے کا امکان نہ ہو تو پھر ان کو گرانا اور جلانا بہتر ہے

اور اگر مسلمانوں کی ملکیت میں آنے کا امکان ہو تو پھر ان کو باقی رکھنا افضل ہے اگر ان کو ضائع کرنے کی کوئی اور مصلحت موجود نہ ہو۔

وحاصل ما ذكره الفقهاء في المسئلة انه ان علم بقاء ذلك في ايدي الكفر فالتخريب والتحريق اولىٰ والافالا بقاء اولى مالم يتضمن ذلك مصلحة۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو غیظ وغم میں ڈالنا

اس آیت مبارکہ اور دیگر کئی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، کافروں کو غیظ وغم میں ڈالنا ایک پسندیدہ اور اجر والا کام ہے، کم از کم کوئی تو کافروں کو اس بات کا احساس دلائے کہ کفر ایک بڑی غلطی اور عار والا کام ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ

اس آیت مبارکہ میں لِّيْنَةٍ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ''کھجور کا درخت'' بیان کیا جاتا ہے۔ حضرات مفسرین نے اس لفظ کی لغوی تحقیق بہت تفصیل سے لکھی ہے کہ اس سے مراد کھجور کا ہر درخت ہے یا کوئی خاص قسم کا اعلیٰ یا ادنیٰ درخت۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے دس اقوال لکھے ہیں جبکہ باقی حضرات نے بھی مدلل کلام فرمایا ہے، اہل ذوق قرطبی، تفسیر کبیر، بغوی، ابن کثیر اور روح المعانی ملاحظہ فرمالیں۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ

اورجو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے مفت دلادیا سو تم نے اس پر گھوڑے نہیں

وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غالب کردیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥

ہر چیز پر قادر ہے

خلاصہ

''بنی نضیر'' سے حاصل ہونے والا مال ''مالِ فئے'' ہے مسلمانوں کو اس مال کے حاصل کرنے میں کوئی خاص محنت اور جنگ نہیں کرنی پڑی چنانچہ یہ سارا مال رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہے جہاں چاہیں جس طرح چاہیں خرچ کریں، تقسیم فرمائیں۔

آسان تفسیر

① مالِ فئے میں تمہارا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ لڑائی سے حاصل نہیں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس طرح چاہیں تقسیم فرمائیں۔ (حضرت لاہوریؒ)

② حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہی فرق رکھا ہے ''غنیمت'' میں اور ''فئے'' میں جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے، اس میں پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی نیاز (جسکی تفصیل دسویں پارے میں گذر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کے مصالح عام میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔ (عثمانی)

③ ''لفظ اَفَآءَ باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے فَآءَ لوٹا اَفَآءَ لوٹایا چونکہ کافروں کا مال مسلمانوں کو مل جاتا ہے ان کی املاک ختم ہوجاتی ہیں اور مسلمانوں کی ملک میں آجاتی ہیں۔ اس لئے جو مال جنگ کئے بغیر بطور صلح مل جائے اسکو فَیئ کہتے ہیں اور جو مال جنگ کرکے ملے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں اور یہاں مالِ فئی کے مصارف بیان فرمائے ہیں بنی نضیر کے مال بطور صلح مل گئے اور اس میں کوئی جنگ لڑنی نہیں پڑی تھی لہٰذا ان اموال میں کسی کو

کسی حصہ کا استحقاق نہیں تھا، ان تمام اموال کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو ہی تھا۔ (انوار البیان خلاصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو عطاء فرمائے، مسلمانوں کو ان اموال کے لئے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑانے پڑے (یعنی جنگ نہیں کرنی پڑی) یہ اموال آپ ﷺ کے لئے خاص تھے آپ ﷺ اس میں سے اپنے اہل خانہ کو سال بھر کا خرچہ عنایت فرماتے تھے اور جو مال بچ جاتا اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے گھوڑے اور اسلحہ خرید فرماتے۔

وفی صحیح مسلم عن عمر رضی اللہ عنہ قال و کانت اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علیٰ رسولہ مما لم یو جف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب و کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ فکان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنۃ وما بقی یجعلہ فی الکراع والسلاح عدّۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ۔ (قرطبی)

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کے دل میں آیا کہ بنی نضیر کے اموال بھی بدر کے اموال کی طرح تقسیم ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی اور مال غنیمت اور مال فئے میں فرق بیان فرمادیا۔ غزوہ بنی نضیر میں اگرچہ تھوڑی بہت لڑائی ہوئی مگر یہ بہت کم تھی مسلمان پیدل ہی مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے صرف رسول اللہ ﷺ سوار تھے اور پھر زیادہ لڑائی اور مشقت کے بغیر ہی یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

مال لوٹانے کا معنیٰ

اَفَاءَ کے معنیٰ لوٹانا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کا مال اپنے رسول ﷺ کو لوٹا دیا اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ مال پہلے رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کا تھا پھر یہودیوں کے پاس چلا گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے پھر آپ اللہ ﷺ کو لوٹا دیا۔ حالانکہ اس طرح تو نہیں ہوا۔ حضرات مفسرین نے اس کے کئی جوابات بیان فرمائے ہیں۔

❶ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ افاء یہاں صیّر کے معنیٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس مال کا مالک بنادیا۔

❷ افاء اپنے اصل معنیٰ میں ہے اور اس میں اشارہ یہ ہے کہ اصل میں اس مال کے حقدار جناب رسول ﷺ ہی تھے اور یہودیوں کے ہاتھ میں یہ مال ناحق تھا تو اللہ تعالیٰ نے مال کو اس کے حقدار کے پاس لوٹا دیا۔ اور یہی حال کفار کے تمام اموال کا ہے کہ مسلمان ان کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور مال کو اس لئے پیدا فرمایا تاکہ انسان اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکے پس مال کا فرمانبرداروں کے ہاتھوں میں ہونا زیادہ مناسب ہے۔

وفیہ اشعار بانھا کانت حریۃ بأن تکون لہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما وقعت فی ایدیھم بغیر حق فار جعھا اللہ تعالیٰ الی مستحقھا و کذا شان جمیع اموال الکفرۃ التی تکون فیئا للمومنین۔۔۔ الخ (روح المعانی)

مہاجرین میں تقسیم

رسول اللہ ﷺ نے اس مال میں مکمل اختیار ملنے پر یہ مال حضرات مہاجرین میں تقسیم فرمادیا اور انصار میں سے صرف تین ضرورتمند حضرات کو دیا جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

1. حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ
2. سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
3. حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ

فقسمها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المهاجرین ولم یعط الانصار منها شیئاً الا ثلاثه نفر کانت بهم حاجة وهم ابو دجانه۔۔۔الخ (البغوی)

تحقیق جصاص رحمۃ اللہ علیہ

”اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسارعت کریں (یعنی جلدی صلح کرنا چاہیں) اور مسلمان قبول کرلیں اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم ”فیٔ“ میں داخل ہیں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اموال "فئی" خالص حضور اکرم ﷺ کے اختیار و تصرف میں ہوتے تھے ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھا جیسا کہ آیات حاضرہ میں "علی رسوله" کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو اگلی آیت میں ہدایت فرمادی کہ وجوباً یا ندباً فلاں فلاں مصارف میں صرف کئے جائیں، آپ ﷺ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں، لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات اور مصالح میں خرچ کرے گا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جداگانہ ہے وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے کما یدل علیه قوله تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ۔۔۔الخ لشکری (یعنی مجاہدین) اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو وہ علیحدہ بات رہی البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفیؒ (امام جصاص) نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے، غیر منقولہ (یعنی زمین، باغات وغیرہ) میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کردے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لئے رہنے دے جیسا کہ ”سواد عراق“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے یہی عمل درآمد رکھا اسی مسلک کے موافق حضرت ابوبکر رازیؒ نے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ کو اموال منقولہ پر اور ”سورۂ حشر“ کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے، اس طرح کہ پہلی آیت وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ حکم فیٔ پر اور دوسری آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى حکم غنیمت پر محمول ہے اور لغۃً ”غنیمت“ کو لفظ "فئی" سے تعبیر کرسکتے ہیں۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر عثمانی)

اہل علم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اختیارات اس مال پر مالکانہ تھے۔ (ملاحظہ فرمایئے بیان القرآن)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى

جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے مفت دلایا سو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً

اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں میں

بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ

نہ پھرتا رہے اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو

عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے

خلاصہ

1. اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ جہاد کی ایک اور برکت، مال فئی کا نظام
2. مال فئی اسلامی لشکر کا حق نہیں ہے کہ ان میں مال غنیمت کی طرح تقسیم ہو بلکہ اسکی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے جناب رسول ﷺ وسلم فرمائیں گے۔ یہ مال جناب رسول ﷺ، آپ کے اہل خانہ اور مہمانوں پر بھی خرچ ہوگا۔ اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں، یتیم بچوں، مسکینوں اور مسافروں میں بھی تقسیم ہوگا۔ یہ ترتیب اس لئے ہے تاکہ مال صرف دولت مند لوگوں کے درمیان ہی نہ گھومتا رہے۔ چنانچہ مال فئی پر مسلمانوں کے امام کو اختیار دیا گیا کہ وہ ضرورتمند مسلمانوں اور دیگر قومی ضروریات پر خرچ کرے۔ یاد رکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اللہ تعالیٰ کی اتباع ہے اس لئے وہ جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ وہ جس چیز کا حکم فرمائیں وہ بجالاؤ اور جس کام سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

آیت مبارکہ کے مضامین

اس آیت مبارکہ پر مفسرین نے تفصیل سے لکھا ہے اور درج ذیل مضامین پر بحث فرمائی ہے۔

1. اَهْلِ الْقُرٰى سے کون سے علاقے مراد ہیں؟ تفسیر بغوی، قرطبی اور جلالین میں مختلف علاقوں کے نام لکھے ہیں۔
2. یہ آیت مال فئے کے بارے میں ہے یا مال غنیمت کی زمینوں وغیرہ کے بارے میں؟ اکثر مفسرین اسے مال

فئے کے بارے میں قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس میں غیر منقولہ اموال غنیمت کا حکم بیان فرمایا گیا ہے اس دوسرے قول کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں احکام القرآن للجصاص اور تفسیر المدارک۔

❸ مال فئے کے احکامات:- اس آیت مبارکہ کی روشنی میں مفسرین نے مالِ فئے کے احکامات اور حضرات ائمہ کرام کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ مفصل بحث کیلئے احکام القرآن للجصاص، روح المعانی اور قرطبی کا مطالعہ فرمائیں۔

❹ مال فئے کی تقسیم میں پہلا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا ہے فَلِلّٰہِ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر مال کا مالک ہے یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور تبرک اور اس مال کو بابرکت قرار دینے کے لئے ہے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مصرف سے مراد کعبہ شریف اور مساجد کا خرچ ہے جبکہ بعض فرماتے ہیں اس میں اس بات کا اعلان ہے کہ یہ مال صرف مجاہدین کا حق نہیں بلکہ یہ شاہی خزانہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کا امیر استعمال اور تقسیم کرتا ہے ملاحظہ فرمایئے موضح القرآن، روح المعانی، مظہری، حقانی وغیرھا۔

❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے یا نہیں مفسرین نے ائمہ کے اقوال کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح فرمایا ہے۔

❻ مال فئے میں خمس ہوگا یا نہیں؟ احناف کے نزدیک نہیں ہے شوافع اس کے قائل ہیں ملاحظہ فرمایئے البغوی، القرطبی اور روح المعانی۔

❼ حجیت حدیث، حضرات مفسرین نے بہت مدلل طریقہ سے اس آیت مبارکہ کے ذیل میں حجیت حدیث کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے زیادہ عمدہ بحث تفسیر الخازن، القرطبی اور ابن کثیر میں ہے۔

❽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب مراد ہیں اس کے دلائل روح المعانی اور مظہری میں مذکور ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

آسان تفسیر

''اس آیت میں ''اموال فئ'' کے مصارف بتائے ہیں اول فللّٰہ فرمایا بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر تبرک کے لئے ہے جیسا کہ خمس کے بارے میں۔ فأن للّٰہ خمسہ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اسکی یوں تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ جیسے چاہے ان کو خرچ کرنے کا حکم دے، اس میں کسی کو اپنی طرف سے کچھ تجویز کرنے یا کسی کا حصہ بتانے اور طے کرنے کا کوئی حق نہیں، پھر فرمایا وللرسول مال فئے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یعنی ان اموال کا اختیار اللہ پاک کی طرف سے آپ کو دے دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مصارف بتا دیئے ہیں۔

(مال غنیمت کی طرح یہ مال صَرف (یعنی استعمال) نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان میں سے خمس نکالا جائے گا علیٰ ما ذھب الیہ الامام ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مال فئے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالکانہ

اختیار حاصل تھا، پھر ان کے جو مصارف بیان فرمائے اس طرح کی بات ہے جیسے مالکوں کو اموال کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر خرچ کرو، تیسرا مصرف بتاتے ہوئے وَلِذِی الْقُرْبٰی ارشاد فرمایا مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت مراد ہیں، اس کے بعد چوتھا اور پانچواں اور چھٹا مصرف بتاتے ہوئے وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فرمایا یعنی اموال فئی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کئے جائیں۔ حسب فرمان باری تعالیٰ شانہ اموال فئی کو آپ ﷺ اپنے ذوی القربی پر اور یتامی اور مساکین اور مسافروں پر اپنی صوابدید سے خرچ کر دیتے تھے، اسی سلسلہ میں یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال فئی میں سے اپنے گھر والوں کے لئے ایک سال کا خرچہ نکال لیتے تھے اور جو مال بچ جاتا تھا اسے مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے ہتھیار فراہم کرنے کے لئے خرچ فرما دیتے تھے۔

گو آپ کو ان اموال پر مالکانہ اختیار حاصل تھا مگر چونکہ آپ ﷺ نے وفات سے پہلے یہ فرما دیا تھا۔

لانورث ماترکنا صدقة

کہ ہماری مالی میراث جاری نہ ہوگی ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا۔ (صحیح البخاری ص ۴۳۶، ج ۱)

اس لئے ان اموال میں میراث جاری نہیں کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرات خلفاء راشدین ؓ نے بھی ان اموال کو انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ فرماتے تھے۔ امام المسلمین کو جب اموال فئی حاصل ہو جائیں تو اسے مالکانہ اختیار حاصل نہیں ہوں گے۔ بلکہ حاکمانہ حاصل ہوں گے اور وہ مذکورہ بالا مصارف میں اور مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لئے ہتھیار فراہم کرنے کے لئے، پل تیار کرنے، سڑکیں بنانے، مجاہدین اور ان کے گھروں کی حاجتیں پوری کرنے اور علماء کرام پر خرچ کرنے اور قضاۃ وعمال کی ضرورتیں پوری کرنے میں خرچ کرے گا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربیٰ سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد ہیں پھر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان حضرات کو اموال فئی میں سے حصہ دیا جائے گا، غنی ہوں یا فقیر ہوں اور لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور حضرت امام مالکؒ کا مذہب نقل کیا ہے کہ امام المسلمین جس طرح چاہے ان حضرات پر خرچ کرے اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بعض کو دے، بعض کو نہ دے، پھر حنفیہ کا مذہب لکھا ہے کہ حضرات ذوی القربیٰ کا حصہ اموال فئی میں رسول اللہ ﷺ کے بعد باقی نہیں رہا، کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے ان کے لئے علیحدہ حصہ نہیں نکالا ہاں ان حضرات میں جو یتامیٰ اور مساکین وابن السبیل ہوں گے ان کو ان اوصاف ثلاثہ کے اعتبار سے اموال فئی میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مستحقین پر ان کو مقدم کیا جائے گا اور پھر یتامیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ اموال فئی میں سے ان یتامیٰ پر خرچ کیا جائے گا جو مسلمان ہیں اور فقیر یا مسکین ہیں۔

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ان الفاظ میں تنبیہ فرما دی کہ اموال فئے کی تقسیم جو اللہ تعالیٰ نے بیان

فرمادی اس میں یہ حکمت ہے کہ یہ اموال مالداروں کے ہی ہاتھوں میں آ کر نہ رہ جائیں، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہوتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے کہ عامۃ الناس کی امداد کے لئے حوادث ومصائب کے مواقع میں بعض مالداروں اور حکومتوں کی طرف سے جو مال ملتا ہے اس میں سے تھوڑا سا اہل حاجات پر خرچ کر کے منتظمین ہی مل ملا کر کھا جاتے ہیں جو پہلے سے مالدار ہوتے ہیں، چونکہ تقویٰ نہیں دنیاداری غالب ہے اور مال کی محبت دلوں میں جگہ پکڑے ہوئے ہے، اس لئے ایسے مظالم ہوتے رہتے ہیں۔قرآن پاک نے یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں، محتاجوں، مسکینوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ یعنی مال وجائیداد وغیرہ جس طرح پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تقسیم کریں اسے بخوشی ورغبت قبول کرو، جو ملے لے لو جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح ان کے تمام احکام اور اوامر ونواہی کی پابندی رکھو۔(انوار البیان، عثمانی)

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

”اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو“

امام خازنؒ لکھتے ہیں:۔

یہ حکم اگرچہ مال فئے کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن یہ عام ہے رسول اللہ ﷺ کے ہر امر اور ہر نہی کے بارے میں وہ کسی قول کے بارے میں ہو یا فعل کے بارے میں، واجب ہو، مندوب ہو یا مستحب ہو یا کسی حرام چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ہو۔

هذا نازل فی اموال الفئی وهو عام فی کل ما امر به النبی صلی اللہ علیه وسلم او نهی عنه من قول او عمل من واجب او مندوب او مستحب او نهی عن محرم فید خل فیه الفئی وغیره۔(الخازن)

حضرات مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے حجت ہونے پر ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے انوار البیان کے الفاظ میں:۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ الآية

اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اس میں یہ بتادیا کہ ہر امر ونہی کا قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں ہے، قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان فرمائے ہیں اور بہت سے احکام اپنے رسول ﷺ کے ذریعے بتائے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال بھی ہیں اور اقوال بھی اور تقریرات بھی (تقریرات کا مطلب یہ ہے کہ) یعنی کسی نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی عمل کیا اور آپ ﷺ نے منع

نہیں فرمایا تو یہ بھی حجت شرعیہ ہے سورۃ اعراف میں آپ ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔

منکرین حدیث کی تردید

آجکل بہت سے ایسے جاہل لیڈر پیدا ہوگئے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ حدیث شریف حجۃ شرعیہ نہیں ہے اور اس لئے بہت سی اسلامی چیزوں کا انکار کرتے ہیں، یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور کفر ہے یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں اگر قرآن کے ماننے والے ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ حدیث حجت شرعیہ نہیں ہے قرآن میں تو۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اور مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ اور وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ فرمایا ہے (درحقیقت ایسے لوگوں کا مقصد اسلام میں تحریف کرنا ہے قرآن کو ماننا نہیں ہے۔ ان لوگوں کو دشمنانِ اسلام پیسے دے کر اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں کفر پھیلائیں (العیاذ باللہ) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنصمات له والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر (یعنی وہ عورتیں جو چہرے وغیرہ پر سوئی کے ذریعہ سرمہ یا کوئی رنگ ڈال کر نشان ڈلواتی ہیں) اور گودوانے والیوں پر اور ان عورتوں پر جو (ابرو یعنی بھنووں کے بال) چننے والی ہیں (تاکہ بھنویں باریک ہوجائیں) اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کیلئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنکر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ فرمایا میں ان لوگوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی اور جن پر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لعنت آئی ہے، وہ کہنے لگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھ لیا مجھے تو یہ بات کہیں نہیں ملی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تجھے ضرور یہ بات مل جاتی کیا تو نے نہیں پڑھا وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یہ سنکر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ قرآن میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں کے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے لہٰذا قرآن کی رو سے بھی ان کاموں کی ممانعت ثابت ہوئی، کیونکہ قرآن نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکیں ان سے رک جاؤ (صحیح بخاری ص ۷۲۵، ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بلاجھجک رسول اللہ ﷺ کے قول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور بتا دیا کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (انوار البیان)

مال فئی کا نظام اللہ تعالیٰ کی رحمت، جہاد کی برکت

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکت ہے کہ مسلمانوں کو ''مال فئی'' کا بہترین اور مفید نظام نصیب ہوا۔ ماضی کے مسلمانوں نے جہاد کو زندہ رکھا تو اس نظام کی برکتوں سے مستفید ہوئے۔ اس نظام کی برکت سے مسلمانوں کے امیر کے ہاتھ میں کچھ مال موجود رہتا ہے جس سے وہ جہاد کے لئے اسلحہ خریدتا ہے، کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال کرتا ہے، مساجد تعمیر کرتا ہے، یتیموں کا خیال رکھتا ہے، غریبوں اور مسافروں کے لئے راحت کا انتظام کرتا ہے۔ اور اپنے اہل خانہ کے لئے بھی بقدر ضرورت معاش کا انتظام کرتا ہے۔ امیر المؤمنین کے پاس مہمانوں اور وفود کا بھی ہجوم ہوتا ہے تو یہ مال انکی خدمت اور اکرام کے وقت بھی کام آتا ہے چنانچہ ان بڑے بڑے مصارف کا بوجھ عمومی بیت المال پر نہیں پڑتا اور نہ صدقات وزکوٰۃ کی رقم کسی غلط مصرف میں خرچ ہوتی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ مساجد کی تعمیر اور مالدار مہمانوں کی خدمت تو صدقات وزکوٰۃ کی رقم سے نہیں کی جا سکتی۔ اور سب سے بڑا فائدہ مال فئے کے نظام کا یہ ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین اس مال کے ذریعے مسلمانوں کی عسکری قوت کو مضبوط کرتا ہے، جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے جہادی اسلحہ اور گھوڑے بھی خرید فرماتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے عمل سے ایک طرف تو مجاہدین کو مال غنیمت ملتا ہے تو دوسری طرف اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کے عمومی خزانے کو مضبوط کرتا ہے اور اگر جہاد اتنی قوت والا ہو کہ دشمن لڑ ہی نہ سکیں اور مال دیکر صلح پر مجبور ہوں تو مال فئی کا نظام قائم ہو کر امیر المؤمنین کے لئے اور ان کے توسط سے عام غریب مسلمانوں کے لئے آسانی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اسکی برکات عطاء فرمائیں اور ہر طرح کی غلامی سے امت مسلمہ کو نجات عطاء فرمائیں۔ آخر میں اسی موضوع پر ملاحظہ فرمایئے کلام برکت جو چند سطروں میں درجنوں صفحات کا مواد اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

کلام برکت

یعنی فئے پر قبضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (یعنی بعد) سردار (یعنی مسلمانوں کے امیر کا) کہ سردار پر یہ خرچ پڑتے ہیں (یعنی امیر المؤمنین پر ان خرچوں کا بوجھ ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ سب ہی کا مالک ہے مگر کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی اس میں آ گیا اور ناتے والے (یعنی رشتہ دار) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ان کے ناتے والے اور پیچھے بھی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی) وہی لوگ ان پر چاہیے خرچ کرنا، دولتمند کو اگر سردار دے تو لے لے منع نہیں (موضح القرآن) ☆☆☆

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ

وہ مال وطن چھوڑنے والے مفلسوں کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں

الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾

یہی سچے (مسلمان) ہیں

خلاصہ

مال فئی میں حق ہے ان فقراء مہاجرین حضرات کا جو دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کے طلبگار ہیں، وہ جہاد میں لگ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کرتے ہیں بے شک یہی لوگ اپنے ایمان اور جہاد میں سچے ہیں۔

آسان تفسیر

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اموال فئی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیوں کی وجہ سے اپنے گھر بار اور اموال چھوڑ کر چلے آئے، جب مدینہ منورہ پہنچے تو حاجت مند اور تنگدست تھے ان پر بھی اموال فئی خرچ کئے جائیں۔ اموال اور گھر بار چھوڑ کر ان کا مدینہ منورہ آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رضا مندی مطلوب ہے، انکی ہجرت کسی دنیاوی غرض سے نہیں ہے اور جو تکلیفیں ان کو پہنچی تھیں وہ اپنی جگہ ہیں ان کے علاوہ مدینہ منورہ آکر بھی جہاد میں شریک ہونے کا سلسلہ جاری ہے وہ کافروں سے لڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں یہ لوگ اپنے ایمان کے تقاضوں میں سچے ہیں۔ (انوار البیان)

وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں

اس آیت مبارکہ میں حضرات مہاجرین کے بارے میں فرمایا

وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فی الجهاد فی سبيل الله کہ جہاد فی سبیل اللہ میں نکل کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یعنی دین کی مدد اور نصرت کرتے ہیں۔ (القرطبی)

تفسیر حقانی میں ہے

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں۔ اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا انہیں لوگوں کا تھا۔ (حقانی)

ایمان اور جہاد میں سچے

ارشاد فرمایا:۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

یہی لوگ سچے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ فی ايمانهم وجهادهم

وہ اپنے ایمان اور جہاد میں سچے ہیں۔ (المدارک)

امام ابوحیانؒ لکھتے ہیں:۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ای فی ايمانهم وجهادهم قولا وفعلاً

کہ وہ اپنے ایمان اور جہاد میں قول اور عمل کے اعتبار سے سچے ہیں۔ (البحر المحیط)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کے مشتاق تھے۔ (مظہری)

(یعنی سچا ہونے کا مطلب ان کا شوق شہادت ہے)

قرطبی اور بغوی میں حضرت قتادہؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:۔

”یہ وہ مہاجر تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں گھر بار مال متاع اور کنبہ قبیلہ چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے تھے اور راہ اسلام میں ان کو کتنی ہی تکلیفیں برداشت کرنی پڑی مگر انہوں نے اسلام کو اختیار کیا۔

ان میں سے بعض تو بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے تا کہ اپنی کمر کو سیدھا کر سکیں، اور بعض سردی سے بچنے کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں رہتے تھے اور ان کے پاس سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔

قال قتادہ هؤلا المهاجرون الذين تركوا الديار۔۔۔ الخ (القرطبی)

اموال کی تقسیم کا عمدہ ضابطہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ (جنوبی دمشق) میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلمانوں کے مال

کا خزانچی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے، خوب سن لو میں مال کی تقسیم کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کرتا ہوں اور پھر مہاجرین اولین سے

فان اللہ تعالیٰ جعلنی لہ خازنا وقاسما الاوانی بادیٔ بازواج النبی ﷺ ۔۔۔ الخ (القرطبی)

پس مسلمانوں کے امیر کو یا جو بھی مسلمانوں کے مال کا امین ہو کو چاہیے کہ تقسیم میں ان حضرات کو مقدم رکھے جو دین کی خاطر قربانی میں مقدم ہوں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ کے چند دیگر مضامین

❶ جب مسلمان کسی علاقے سے نکل جائیں یا مغلوب کر کے نکال دیئے جائیں تو کیا کافر مسلمانوں کی املاک کے مالک ہو جاتے ہیں، یہ مسئلہ المدارک میں مختصر اور تفسیر مظہری میں مفصل بیان ہوا ہے۔

❷ تفسیر کبیر میں اس آیت کے آخری جملے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلافصل اور برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے (علامہ آلوسیؒ نے اس طرز استدلال کو پسند نہیں کیا اور لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس طرح کے استدلال کی محتاج نہیں ہے۔)

❸ تفسیر بغوی، خازن، قرطبی وغیرہا میں اس آیت کی روشنی میں فقراء مہاجرین کے فضائل بیان کئے ہیں اور کئی روایات ذکر فرمائی ہیں۔

❹ تفسیر مظہری اور تفسیر حقانی کے مصنفین نے اس آیت مبارکہ کی قوت سے صحابہ کرام کے دشمن روافض کی گردن ناپی ہے۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۔ آیت ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ

اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

وہی لوگ کامیاب ہیں

خلاصہ

اور مال فئے میں سے حضرات انصار کو بھی دیا جائے گا۔

1. حضرات انصار جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ایمان کے دامن میں اچھی طرح پناہ لے چکے تھے اور وہ ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔
2. وہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے گھروں اور اپنے اموال میں ان کو خوشی کے ساتھ برابر کا شریک بناتے ہیں۔
3. وہ مہاجرین کی کسی بھی ترقی سے حسد نہیں کرتے، مہاجرین کو جو مال، عزت اور مقام ملے اس پر تنگ دلی اور حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔
4. وہ ضرورت کے وقت بھی دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں، خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی دوسروں تک بھلائی پہنچاتے ہیں، اور اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر رکھتے ہیں۔

بے شک وہ لوگ بہت کامیاب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دل کے لالچ اور حرص سے بچا لے۔

ایمان حضرات صحابہ کرام کی قرارگاہ

ارشاد فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور وہ مال ان کے لئے بھی ہے جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے جگہ اور ٹھکانا بنایا ہے مدینہ میں اور ایمان میں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنایا ہوا ہے اور وہ مضبوط ایمان بھی لا چکے ہیں۔

ونظم الآیة وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ مِنْ قَبْلِهِمْ ای من قبل قدوم المهاجرين عليهم وقد آمنوا لان الايمان ليس بمكان تبوء (بغوی)

وتوطنوا المدينة واخلصوا الايمان۔ (المدارک)

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ۔

انہوں نے ایمان کو اپنی قرارگاہ، اپنا وطن، اپنا گھر بنالیا ہے، یعنی وہ ایمان میں مضبوط ہو چکے ہیں، جم چکے ہیں، ایمان کے علاوہ اب کوئی ان کا ٹھکانہ نہیں اور وہ ایمان ہی کو اپنا سب کچھ بنا چکے ہیں۔

ای وجعلو الایمان مستقرا و متوطنا لهم لتمكنهم واستقامتهم عليه كما جعلوا المدينة كذلك۔ (المدارک)

ایمان کو انصار کی قرارگاہ اس لئے فرمایا کہ انصار برابر ایمان پر قائم رہے۔ (کبھی قرارگاہ ایمان سے نہ ہٹے) (مظہری)

مہاجرین کرام سے محبت

اللہ تعالیٰ انصار کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے یہ بھی اُن کے بلند ایمان اور اعلیٰ اخلاق کی بڑی علامت تھی کہ انہوں نے وطنیت اور علاقیت پر ایمان کو ترجیح دی، مہاجرین کی خدمت تو کوئی بھی کر سکتا ہے مگر ان کے ساتھ محبت رکھنا یہ اُسی کے بس میں ہے جس کے دل میں ایمان مضبوط ہو چکا ہو۔ حضرات انصار نے مہاجرین کرام کے لئے اپنے گھروں اور دلوں کے دروازے کھول دیئے وہ ان کو مالک بنا کر اپنے گھروں میں لے گئے اور خود کو خادم قرار دے دیا۔ انہوں نے اپنی ہر چیز ان مہاجر بھائیوں کے ساتھ برابر تقسیم کر دی تھی کہ بعض نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی تاکہ مہاجر بھائی اس سے نکاح کر سکے" مفسرین کرام نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھا ہے اہل ذوق مراجعت فرمالیں۔

حسد نہیں اپنائیت

ارشاد فرمایا:۔ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا

اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے۔

جب کسی کے ساتھ مکمل اپنائیت ہو تو اسکی ترقی سے دل خوش ہوتا ہے جیسے والدین کو اپنی اولاد کا مال و دولت دیکھ کر خوشی ہوتی ہے حضرات انصار بھی مہاجرین کرام سے ایمانی محبت رکھتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ وہ بہتر سے بہتر حالت میں ہوں چنانچہ جب غزوہ بنی نضیر سے حاصل ہونے والا مال فئی سارا مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا اور انصار میں

سے سوائے دو تین حضرات کے کسی کو کچھ نہ ملا تو وہ تنگ دل نہ ہوئے بلکہ اس بات پر ان کے دل زیادہ خوش ہوئے کہ اب ان کے مہاجر بھائیوں کو زیادہ آسانی اور فراخی ہو گئی ہے۔

یعنی لایحسدون المهاجرین علی ماخصوا به من مال الفئی وغیره۔ (القرطبی)

وذلك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قسم اموال بنی النضیر بین المهاجرین ولم یعط الانصار منها شیئاً الاثلاثة فطابت انفس الانصار بذلك۔ (الخازن)

جو حضرات ان (انصار) کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ دوسرے علاقہ کے لوگ ہمارے یہاں آئے انکی وجہ سے ہماری معیشت پر اثر پڑے گا، یہی نہیں کہ ان کے آنے سے دلگیر (یعنی پریشان) نہیں ہوتے بلکہ سچے دل سے ان سے محبت کرتے ہیں تیسری تعریف یہ فرمائی کہ ہجرت کر کے آنے والوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اسکی وجہ سے اپنے سینوں میں کوئی حاجت یعنی حسد اور جلن کی کیفیت محسوس نہیں کرتے یعنی وہ اس کا کچھ اثر نہیں لیتے کہ مہاجرین کو دیا گیا اور ہمیں نہیں دیا گیا۔ (انوار البیان)

حضرات انصار کے دل میں ایمان کی قدر تھی اور جس کے دل میں ایمان کی قدر ہو وہ اپنی مٹی کی پوجا نہیں کرتا بلکہ اپنی مٹی اور وطن کو بھی ایمان کی خاطر پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ حضرات انصار نے دیکھا کہ مہاجرین کرام نے ایمان کی خاطر اپنی مٹی کی پرواہ نہیں کی بلکہ اس کو چھوڑ کر آ گئے ہیں تب انہوں نے بھی ایمان کے تقاضے کو پورا کیا اور علاقے کا فرق اس طرح سے مٹایا کہ باہر والوں کو اپنا سردار بنا کر خود خادم بن گئے۔ وہ جانتے تھے کہ جو کلمہ مہاجرین نے پڑھا ہے وہی کلمہ ہم نے بھی پڑھا ہے۔ وہ کلمے کی خاطر اپنا وطن چھوڑ سکتے ہیں تو ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم کلمے کی خاطر ان کو برابر کا بھائی بنائیں اور اپنی علاقائی شناخت کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔

حضرات انصار کے اس طرز عمل نے ایک ایسے ”دار الاسلام“ کی بنیاد رکھی جسمیں ہر مسلمان برابر کا شہری تھا اور مٹی کا فرق مٹی میں مل چکا تھا اور یہاں صرف ایمان کی قدر تھی اور ایمان کی عزت، چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد یہ دار الاسلام دنیا کے ایک بڑے حصے کا دار الحکومت اور دار الخلافہ بن گیا۔

آج مسلمانوں نے ایمان کو چھوڑ کر ”مٹی“ (یعنی علاقے) کی قدر شروع کر دی ہے چنانچہ وہ مٹی سے بھی زیادہ بے قدر ہوتے جا رہے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

دوسروں کو اپنی جان پر ترجیح دینے والے

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اور اپنی جانوں پر (دوسرے مسلمانوں کو اور مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں حاجت ہو۔

یہ حضرات انصار کی بہت اونچی صفت تھی اور اس صفت اور خصلت نے ان کو بہت اونچے مقامات تک پہنچا دیا۔ ضرورت سے زائد چیزیں دے دینا تو اتنا مشکل نہیں ہے، لیکن جس چیز کا انسان خود محتاج ہو اسوقت اپنی

حاجت کو روک کر دوسروں کی ضرورت پوری کرنا ایک ایسی صفت ہے جو ایمانِ کامل کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔
حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ ایثار والی صفت صرف مال کے بارے میں نہیں تھی بلکہ انہوں نے تو اپنی جانیں تک اسی میں قربان کردیں کہ دوسروں کی ضرورت پوری ہوجائے۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ سب سے بڑا ایثار اپنی جان کا ایثار ہے اور اس میں بھی سب سے افضل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حمایت وحفاظت میں کوئی اپنی جان نچھاور کردے۔ جس طرح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے دن خود رسول اللہ ﷺ کی ڈھال بنے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی طرف آنیوالے تیر اپنے ہاتھوں اور جسم پر روک رہے تھے۔ اور معرکہ یرموک میں تین زخمی صحابہ کرام ایکدوسرے کی طرف پانی بھجواتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (جیسا کہ مشہور قصہ ہے۔) (القرطبی)

حضرات مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار کے واقعات پر صفحات کے صفحات لکھے ہیں یہاں چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے، تفصیل کے لئے قرطبی، ابن کثیر اور بغوی کا مطالعہ کریں۔

1. رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صاحب تشریف لائے ان کو کھانے کی حاجت تھی ازواج مطہرات کے ہاں سے معلوم کرایا گیا تو وہاں سوائے پانی کے کچھ نہ تھا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کون انکی مہمان نوازی کرے گا۔ ایک انصاری صحابی اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ اہلیہ نے بتایا کہ صرف بچوں کا کھانا رکھا ہے۔ فرمایا بچوں کو سلادو، کھانا لگادو، جب ہم کھانے بیٹھیں تو چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان سیر ہوکر کھالے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہمان نے سیر ہوکر کھالیا۔ صبح وہ انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری مہمان نوازی کو پسند فرمایا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (مختصراز بخاری)
2. جب غزوہ بنی نضیر کا مال اور زمین تقسیم ہونے لگیں تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا چاہو تو یہ اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کردوں اور مہاجرین پہلے کی طرح تمہارے گھروں میں رہیں اور تمہارے اموال میں شریک رہیں اور چاہو تو میں یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کردوں اور وہ تمہارے گھروں کو خالی کردیں۔ حضرات انصار نے عرض کیا کہ آپ یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور مہاجرین ہمارے گھروں اور اموال میں بھی پہلے کی طرح شریک رہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یا اللہ انصار پر رحمت فرما اور انصار کی اولاد پر رحمت فرما۔ (القرطبی)
3. رسول اللہ ﷺ جب انصار میں ''بحرین'' کی زمین تقسیم فرمانے لگے تو انصار نے عرض کیا کہ ہم اس وقت لیں گے جب ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی حصہ دیا جائے۔ (ابن کثیر)

دیگر واقعات کے لئے ملاحظہ فرمایئے ابن کثیر، قرطبی، مظہری وغیرھا

بخل سے نجات بڑی کامیابی

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ

اور جو اپنے نفس کی لالچ (اور کنجوسی) سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

❶ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ''بخل'' اور ''شح'' ایک ہی چیز کا نام ہے۔الشح والبخل سواء۔(القرطبی)

❷ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ کنجوسی کو تو بخل کہتے ہیں لیکن اگر یہ بڑھ جائے اور ساتھ حرص بھی پیدا ہو جائے تو اسے ''شح'' کہتے ہیں وجعل بعض اھل اللغة الشح اشد من البخل وفی الصحاح: الشح البخل مع حرص۔ (القرطبی)

❸ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ''شح'' کسی دوسرے کے مال کو ناحق لے لینے کو کہتے ہیں۔(احکام القرآن)

❹ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں ''شح'' کا مطلب حرام مال جمع کرنا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

❺ طاوسؒ فرماتے ہیں۔بخل تو اپنے مال میں ہوتا ہے جبکہ ''شح'' دوسروں کے مال پہ ہوتا ہے کہ یہ مال بھی مجھے مل جائے حلال ذریعے سے ملے یا حرام طریقے سے۔(القرطبی)

لالچ ایک تباہ کن بیماری

''شح'' بری صفات میں سے ہے جس کا ترجمہ لالچ سے کیا جاتا ہے اور اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا ہے۔دنیا اور دنیا کی سینکڑوں محرومیاں اسی لالچ سے پیدا ہوتی ہیں، لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتی ہے، ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتی، لالچی اور بخیل کو ہم نے اپنے گھر میں بھی اس کے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا، ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جس کا مال اس کے مرنے کے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے، دنیا میں جس قدر اولوالعزم لوگ گذرے ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی، شح کیا ہے؟ تمام عمر خون جگر کھایا، دولت سے فائدہ تک نہ اٹھایا، نہ نفس کو آرام دیا، نہ نیکی کے کاموں میں حصہ لیا پھر مر گیا اور مال چھوڑ گیا اور اپنے ساتھ حسرت لے گیا۔یہی انسان کو چوری، خیانت، قتل، ظلم، جھوٹ بولنے، کم تولنے پر مجبور کرتا ہے، بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے، اس کا نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں، مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں، پھر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اس کے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے۔(حقانی، تسہیل)

لالچ سے حفاظت کی دعاء

❶ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

رسول نبی کریم ﷺ دعاء فرماتے تھے اللّٰھم انی اعوذبك من شح نفسی واسرافھا و وساو سھا۔

اے میرے اللہ تعالیٰ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی لالچ، اس کے اسراف اور اس کے وساوس سے۔

❷ ابوالھیاج اسدیؒ فرماتے ہیں میں نے طواف کے دوران ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صرف یہی ایک دعاء مانگ

رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ شُحَّ نَفْسِیْ۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا اگر میں نفس کے لالچ سے بچ گیا تو نہ چوری کروں گا، نہ بدکاری کروں گا اور نہ کوئی اور گناہ۔

بعد میں پتا چلا کہ وہ شخص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (القرطبی)

حضرات مفسرین نے بخل اور شح کی مذمت پر کئی احادیث و روایات بھی لکھی ہیں ابن کثیر، بغوی، مظہری اور انوار البیان میں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں صرف ایک روایت پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایجتمع غبار فی سبیل اللہ ودخان جھنم فی جوف عبدابداً ولا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبدابداً۔ (اخرجہ النسائی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بندے کے پیٹ میں جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کسی بندے کے دل میں لالچ اور ایمان کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ (الخازن)

تقسیم انعام کے وقت اچھے اوصاف کی قدردانی

تھوڑا سا غور فرمائیں۔ مال فئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک فوری انعام ہے۔ ان آیات میں اس انعام کی تقسیم ہو رہی ہے کہ فلاں فلاں کو دیا جائے۔ تقسیم انعامات کی اس مجلس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے اچھے اوصاف کی تعریف فرمائی جو کہ ان کے لئے ہر انعام سے بڑا انعام اور ہر تمغے سے بڑا تمغہ ہے۔ پس جو مسلمان بھی حضرات صحابہ کرام کی تعریف کرتا ہے اور ان سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کی پیروی کرتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ۔ مسلمانوں میں قیامت تک ہجرت بھی رہے گی اور نصرت بھی۔ ان آیات نے سمجھا دیا کہ مہاجرین کے اندر کون کون سے اوصاف ہوں تو ان کی ہجرت قبول ہوگی اور انصار میں کون کون سے اوصاف ہوں تو انکی نصرت قبول ہوگی۔

پس ہر مسلمان کو عموماً اور ہر مجاہد کو خصوصاً ان آیات کو غور سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔ اور ان مبارک اوصاف کو اختیار کرنا چاہیے جن اوصاف پر اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں جب یہ اوصاف پیدا ہوں گے تو انکی جماعت مضبوط ہوگی اور دشمنوں پر ان کا ایسا رعب پیدا ہوگا کہ وہ بغیر جنگ کے پسپا ہوتے جائینگے اور یوں مسلمانوں کے لئے مال فئی کے مبارک نظام کے دروازے کھلیں گے۔

ہجرت، نصرت، اخلاص، جہاد، سچائی، مہاجرین سے محبت، ایکدوسرے کے لئے خیر خواہی، ایثار اور پھر دلوں کا حرص اور لالچ سے پاک ہونا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو یہ مبارک اوصاف نصیب فرمائے۔

☆☆☆

سُوۡرَۃُ الۡحَشۡرِ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۱۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ

اوران کے لئے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش

سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ

دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے اے ہمارے رب بے

اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰﴾

شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

خلاصہ

اور مال فئے میں حق ہے ان مسلمانوں کا جو حضرات مہاجرین وانصار کے بعد ہیں۔یعنی تابعین اور قیامت تک کے مسلمان جو اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت واحترام کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔یعنی سابقین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔یہ آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر (یعنی دشمنی اور بغض) نہ رکھیں، امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بغض رکھے اور انکی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فئے میں کوئی حصہ نہیں۔(موضح القرآن)

آیت مبارکہ کے مضامین

❶ وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ اور ان کے لئے بھی مالِ فئے میں حصہ ہے جو ان کے بعد آئے۔بعد والوں سے کون مراد ہیں، حضرات مفسرین نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ بعد والوں سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ملاحظہ فرمایئے بغوی، قرطبی، ابن کثیر۔

❷ مال فئی کی تقسیم کا طریقہ کار۔چونکہ اس آیت مبارکہ پر مال فئی کے مصارف مکمل ہو رہے ہیں تو بعض مفسرین نے مال فئی کی تقسیم کے طریقہ کار پر بحث فرمائی ہے۔تفسیر مظہری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال فئی کی تقسیم کے بارے میں طریقہ کار تفصیل سے لکھا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔

❸ حضرات صحابہ کرام سے محبت کا وجوب۔بعد کے مسلمانوں کو مال فئی میں سے حصہ اس شرط پر ملا کہ وہ پہلے والے مسلمانوں یعنی حضرات صحابہ کرام سے محبت رکھیں چنانچہ جو لوگ (نعوذ باللہ) حضرات صحابہ کرام سے

بغض رکھتے ہیں ان کے لئے مال فئے میں کچھ حصہ نہیں، تفسیر بغوی، خازن، قرطبی، ابن کثیر، روح المعانی اور مظہری میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

❹ مسلمانوں کے لئے دل میں بغض، کینہ اور حسد نہ ہو۔ یہ بھی اس آیت مبارکہ کا ایک واضح سبق ہے، مفسرین نے اس پر کئی احادیث وروایات بیان فرمائی ہیں ملاحظہ فرمایئے روح المعانی، اور انوار البیان

آیت مبارکہ سے تمام مسلمان مراد ہیں

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کے بعد دیگر مسلمان جو قیامت تک آئیں گے ان سب پر مال فئے میں سے خرچ کیا جائے گا۔ ابن جریرؒ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سورۃ الحشر کی) یہ (چار) آیات پڑھیں ماافاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ سے رؤف رحیم تک پھر فرمایا یہ آیت تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور ہر مسلمان کا مال فئی میں حق ہے پھر فرمایا اگر میں زندہ رہا تو "سروحمیر" میں بکریاں چرانے والے چرواہے کا حصہ بھی اسکو پہنچ کر رہے گا اور اس کے حاصل کرنے میں اس کی پیشانی عرق آلود نہیں ہوگی ("سروحمیر" مدینہ منورہ سے ایک دور دراز علاقہ ہے کہ وہاں کے مسلمان چرواہے کو بغیر محنت کئے بغیر پسینہ بہائے اس کا حصہ پہنچ جائے گا) (ابن کثیر)

مال فئی میں اصل بات یہ ہے کہ اس پر مالکانہ اختیار جناب رسول اللہ ﷺ کا تھا اور آپ ﷺ کے بعد اب مسلمانوں کے خلیفہ کو اس پر حاکمانہ اختیار حاصل ہے۔ البتہ وہ ان اموال کو کہاں تقسیم کرے گا تو اس کے لئے اسے مصارف بتا دیئے گئے کہ ان ان لوگوں میں تقسیم کرسکتا ہے، پس مال فئی سے وہ ہر مسلمان کو دے سکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تین کامیاب طبقے

ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں:۔

لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ ❶ حضرات مہاجرین۔ ❷ حضرات انصار۔ ❸ ان کے بعد والے مسلمان (جو پہلے والوں کے لئے دعاء کرتے ہوں)

پس کوشش کرو کہ ان تین طبقوں سے باہر نہ نکلو۔

بعض اہل علم کا فرمان ہے:۔

تم سورج بنو، اگر اسکی طاقت نہیں رکھتے ہو تو چاند بنو اور اگر اسکی بھی طاقت نہیں رکھتے ہو تو روشن ستارے بنو اور اگر یہ بھی نہ بن سکو تو چھوٹے ستارے بنو اور نور سے خود کو نہ کاٹو۔

مطلب اس بات کا یہ ہے کہ۔

تم مہاجرین میں سے بنو۔ اگر تم کہو گے کہ یہ تو اب ممکن نہیں تو پھر انصار میں سے بنو۔ اور انصاری بھی نہیں بن سکتے

توان مہاجرین وانصار جیسے اعمال کرواور اگر اسکی طاقت بھی نہیں رکھتے ہوتو ان سے محبت رکھواوران کے لئے استغفار کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے مصعب بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں۔دو طبقے تو گذر چکے اب تمہارے لئے بہتری اسی میں ہے کہ اس تیسرے طبقے میں سے بن جاؤ (جو حضرات صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور انکی اتباع کرتے ہیں)

قال ابن ابی لیلیٰ الناس علی ثلاثة منازل۔۔۔۔۔الخ (القرطبی)

حضرات صحابہؓ کرام کے لئے دعاء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

تمہیں حکم دیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کے لئے استغفار کرو جبکہ تم نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کردیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ امت ختم نہیں ہوگی یہانتک کہ اس کے بعد والے اپنے پہلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت:امر تم بالا ستغفار لاصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فسببتموهم سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول: لاتذهب هذه الامة حتى يلعن آخرها اولها (البغوی)

مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں مجھ سے عامر بن شرحبیل الشعبیؒ نے فرمایا اے مالک! یہود ونصاریٰ ایک بات میں روافض سے اچھے نکلے وہ یہ کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہارے دین میں بہترین لوگ کون ہیں انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی۔اور نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ تم میں سے بہترین لوگ کون ہیں انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور روافض سے پوچھا گیا تمہارے دین میں بدترین لوگ کون ہیں تو انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کے صحابہ (البغوی،القرطبی)

امام مالکؒ فرماتے ہیں:۔

جو کسی ایک صحابی سے بھی بغض رکھتا ہو یا اس کے دل میں ان کے لئے کینہ ہو تو مسلمانوں کے مال فئے میں اس کا کوئی حق نہیں پھر انہوں نے یہی آیات پڑھیں

قال مالك بن انس من يبغض احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم او كان في قلبه عليهم غل فليس له حق في فئي المسلمين ثم تلا ماافاء الله الى رؤف رحيم۔ (البغوی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرات صحابہ کرام کا عمل تو بند ہوگیا (کہ وفات کی وجہ سے اب نیک اعمال خود نہیں کرسکتے) مگر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ ان کا اجر بند نہ ہو (پس لوگوں کے اس طرح زبان چلانے پر ان کو اجر ملتا ہے۔)

وروی عن جابر قال قیل لعائشة ان ناساً یتناولون اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابابکر و عمر فقالت وما تعجبون من هذا انقطع عنهم العمل فاحب اللہ ان لا یقطع عنهم الاجر۔ (الخازن)

عروج اور زوال کے اسباب

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں سورۃ الحشر میں پانچ مضامین کا بیان ہے۔

1. مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء
2. اسباب بقاء۔ یعنی وہ اسباب جنکی وجہ سے سلطنت باقی رہتی ہے۔
3. اسباب فناء: یعنی وہ اسباب جو سلطنت کے زوال کا ذریعہ بنتے ہیں۔
4. قرآن پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلیل ہو کر رہنا ناممکن ہے۔
5. شرائط استفادہ من القرآن۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب مسلمان جہاد کریں گے، اموال کو ٹھیک طرح سے تقسیم کریں گے اور انکی جماعت میں باہمی محبت ہوگی۔ ایسی محبت جو خود غرضی، بخل اور حسد سے پاک ہو اور ایثار پر مبنی ہو اور چھوٹے اپنے بڑوں کا اکرام کریں گے تو سلطنت قائم رہے گی اور ترقی کرے گی مگر جب جماعت میں اخلاص والی محبت کی جگہ باہمی نفاق آجائے گا تو زوال شروع ہو جائے گا۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

جس وقت کسی قوم میں منافق پیدا ہو جائیں جو بظاہر اپنی قوم سے ملے رہیں اور در پردہ اپنی قوم کے دشمن سے ساز باز رکھیں اور بجائے اپنی قوم کے دشمنوں کی خیر خواہی میں منہمک رہیں ایسے وقت میں اس قوم کی سلطنت کو زوال آتا ہے۔ لہذا اس یعنی (اگلے رکوع) میں مسلمانوں کو اس نالائق طبقے کے حالات سے مطلع کیا گیا ہے تا کہ ان سے بچیں (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

حضور اقدس ﷺ نے منافقین کے فتنے کو بہت حکمت کے ساتھ شکست دی جسکی وجہ سے مسلمانوں کی قوت اور حکومت محفوظ رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ترقی کرتی چلی گئی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر زمانے میں منافقین اور انکی چالوں سے ہوشیار رہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۱۱، ۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِہِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب کے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم

مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ

نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی بات نہ مانیں

فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ

گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ سراسر جھوٹے

اِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَہُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا

ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد بھی

یَنْصُرُوْنَہُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْہُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

نہ کریں گے اور اگر ان کی مدد کریں تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کو مدد نہ دی جائے گی۔

خلاصہ

عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے یہود ''بنی النضیر'' کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا، اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا، ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے، یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے، اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پرواہ کرنے والے نہیں۔

اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں، یہ دل سے نہیں کہہ رہے بلکہ محض یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے یہ باتیں بنا رہے ہیں اور یہ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔

چنانچہ لڑائی کا ماحول بنا اور ''بنی نضیر'' گھیر لئے گئے، ایسی نازک صورتحال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا اور آخر کار جب وہ نکالے گئے اس وقت یہ آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور قرآن پاک نے بتا دیا کہ اگر بالفرض منافق انکی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر نہ ان یہودیوں کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ان منافقین کا۔ مگر منافقین مدد کے لئے نکلے ہی نہیں۔

ایک بشارت اور سچی پیشین گوئی

یہ آیات غزوہ بنی نضیر سے پہلے نازل ہوئیں اور ان میں مسلمانوں کے لئے بشارت تھی کہ کافروں اور منافقوں کا

اتحاد کچھ نہیں کر سکے گا اور مسلمان کامیاب اور فتحیاب ہوں گے۔

وهذه بشارة مستقلة بنفسها (ابن کثیر)

اور یہ آیات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں اور آپکی برحق نبوت پر دلیل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسے خبر دی بالکل ویسے ہی ہوا۔ وفیه دلیل علیٰ صحة النبوة لانه اخبار بالغیب۔ (المدارک)

منافقوں کا نہ کوئی دین نہ کوئی عقیدہ

منافقین کا کوئی دین، کوئی کتاب، کوئی عقیدہ نہیں ہوتا، وہ اپنی خواہشات کے غلام اور اپنے مفادات کے بندے ہوتے ہیں، پس جو کافر انکی باتوں میں آکر مسلمانوں سے لڑائی مول لے لیتے ہیں وہ بعد میں پچھتاتے ہیں کیونکہ منافق کافروں کا ساتھ تو دیتے ہیں مگر جب اپنے اوپر خطرہ دیکھتے ہیں تو کافروں کا ساتھ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

تعجب من اغترار الیهود بما وعدهم المنافقون من النصر مع علمهم بانهم لا یعتقدون دیناً ولا کتاباً۔ (القرطبی)

پس مسلمانوں کی مضبوط قوت اور مثالی اجتماعیت ہی ان کو منافقین کے فتنے سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے جیسا کہ غزوہ بنی نضیر کے موقع پر ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

البتہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ (کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ

لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

لوگ سمجھتے نہیں

خلاصہ

☆ منافقین مسلمانوں سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں

☆ منافقین اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے

☆ منافقین اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں سمجھتے، اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت کیا ہے اور آخرت کا عذاب دنیا کی مصیبت سے کتنا زیادہ سخت ہے۔

☆ منافقین بے سمجھ لوگ ہیں۔ وقتی نفع اور نقصان کو تو سامنے رکھتے ہیں مگر اصل حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

بیوقوف لوگ

”ان بیوقوفوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مسلمانوں کا ڈر ہے“ (حضرت لاہوریؒ)

منافقین دراصل خود کو عقلمند سمجھتے ہیں کہ ہم زمانے کے ساتھ چلتے ہیں اور وقت کے تقاضوں کو جانتے ہیں، قرآن پاک نے سمجھا دیا کہ یہ بیوقوف اور بے سمجھ لوگ ہیں۔

”یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر ہوتا تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں اسی لئے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ (عثمانی)

لایعلمون اللہ وعظمتہ حتی یخشوہ حق خشیتہ۔ (المدارک)

وقتی مصیبت سے ڈرتے ہیں آخرت کے عذاب سے نہیں

امام ابوحیانؒ فرماتے ہیں:

وہ منافقین تم مسلمانوں کی طرف سے فوری سزا سے تو ڈرتے ہیں اس لئے مقابلے پر نہیں آرہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے آئندہ آنے والے اخروی عذاب کو نہ وہ مانتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔

لانهم یتوقعون عاجل شرکم، ولعدم ایمانهم لایتوقعون آجل عذاب الله ۔ (البحر المحیط)

پس جس آدمی کی زندگی میں صرف دنیا کے نفع نقصان ہی کی فکر اثر انداز ہو اس پر نفاق کا حملہ ہوتا ہے۔ اعاذنا الله بفضله ومنه۔

شجاعت و بہادری کی اصل بنیاد

شجاعت و بہادری کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور منافقین اسی نعمت سے محروم ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت۔

"یہ منافق اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جسقدر اے مسلمانو! یہ تم سے ڈرتے ہیں، بے سمجھ لوگ ہیں، بندہ کا کیا ڈر، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جس کے قبضہ قدرت میں ہر بات ہے، جو قوم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اس سے سب ڈرنے لگتے ہیں، ان پر پھر کسی کا خوف غالب نہیں آتا، یہی شجاعت کا اصل اصول ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کو حاصل تھا۔ (حقانی)

فائدہ

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مسلمانوں سے ڈرتے ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہود اور منافقین دونوں کے بارے میں ہے۔

یعنی صدوربنی النضیر وقیل فی صدور المنافقین، ویحتمل ان یرجع الی الفریقین۔ (القرطبی)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ

وہ تم سے سب مل کر بھی نہیں لڑسکتے مگر محفوظ بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں ان کی

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ

لڑائی تو آپس میں سخت ہے آپ ان کو متفق سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

خلاصہ

یہود اور منافقین بزدل لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے سامنے آکر نہیں لڑسکتے۔ قلعوں، دیواروں اور حفاظتی پناہ گاہوں کے پیچھے سے لڑتے ہیں یہ بے مقصد لوگ ہیں، اگرچہ مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک اپنے مفاد اور غرض کا غلام ہے اس لئے ان کے دل الگ الگ ہیں۔ اور وہ ایکدوسرے کے سخت دشمن ہیں۔ اور وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

مختصر و جامع تفسیر

”چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں اس لئے کھلے میدان میں جنگ نہیں کرسکتے ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یا دیواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑسکتے ہیں ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتشباز اسلحہ (بم، میزائل وغیرہ) اور طریق جنگ ایجاد کیے ہیں تاہم اب بھی اگر کسی وقت دست بدست جنگ کی نوبت آجاتی ہے تو چند ہی منٹ میں دنیا لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ کا مشاہدہ کرلیتی ہے۔ باقی اس قوم (ہندؤوں) کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ یعنی آپس کی لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے ”اوس“ اور ”خزرج“ کی جنگ میں تجربہ ہو چکا مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں انکی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق واتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ، انکے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں ہر ایک اپنی غرض وخواہش کا بندہ اور خیالات میں ایکدوسرے سے جدا ہے، پھر حقیقی

یکجہتی کہاں میسر آسکتی ہے اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا؟ اتحاد اُسے کہتے ہیں جو مؤمنین قانتین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض وخواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام رکھا ہے اور ان سب کا مرنا جینا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے لئے ہے۔ (عثمانی)

بزدل ترین لوگ

آیت مبارکہ میں یہود کا تذکرہ ہے

لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ یعنی الیهود۔ (القرطبی ،البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ یہود اور منافقین دونوں مراد ہیں۔

جمیعا مجتمعین یعنی الیهود والمنافقین (المدارک)

امام بغویؒ لکھتے ہیں:۔

فاذا خرجوالکم فهم اجبن خلق الله۔

یہ لوگ جب مسلمانوں سے لڑنے کے لئے سامنے آتے ہیں تو (معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بزدل ترین لوگ ہیں۔ (البغوی)

پروپیگنڈے کے رستم

بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ: آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے کا بعض مفسرین نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ انکی جنگی قوت اور لڑائی کی طاقت انکی آپس کی باتوں تک ہوتی ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر لڑائی ہوگئی تو ہم یہ کر دیں گے اور ہم وہ کر دیں گے اور آپس میں اپنی جنگی طاقت کا خوب تذکرہ کرتے رہتے ہیں مگر جب لڑائی شروع ہوتی ہے تو پھر وہ جم کر نہیں لڑ سکتے۔ یعنی لڑائی سے پہلے اپنی فوجی طاقت اور قوت کا بہت چرچا کرتے ہیں۔

وقال مجاهد: بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ای بالکلام والوعید لنفعلن کذا وقیل بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ای اذالم یلقوا عدوانسبواانفسهم الی الشدة والبأس ولکن اذا لقوا العدو انهزموا۔ (القرطبی)

قرآن پاک کا اعجاز

آجکل کے کفار کا جنگی طریقہ کار دیکھ لیں اور قرآن پاک کی اس آیت کو دیکھ لیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

خود کو دنیا کی بڑی طاقتیں کہنے والے کفار کے فوجیوں کی بدحواسی دیکھ لیں ان کے بیانات پڑھ لیں اور قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کو دیکھ لیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

چند کمزور اور بے سروسامان مجاہدین آج بھی اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر برسرپیکار ہیں ساری دنیا کا کفران سے خوفزدہ ہے اور ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور طیاروں کی آڑ لیکر ان سے لڑ رہا ہے یہ بے سروسامان مجاہدین خوش اور مطمئن ہیں جبکہ طاقتور کفار سخت ہیبت، انتشار اور خوف کی حالت سے دوچار ہیں۔

بے شک قرآن پاک ایک زندہ کتاب ہے جو ہر زمانے کا حال بتاتی ہے اور ہر دور میں مسلمانوں کی رہنمائی فرماتی ہے۔

اللھم ارحمنا بالقرآن العظیم واجعله لنا اماما ونورا وھدی ورحمة۔

مجموعہ مبارکہ

قرآن پاک میں ''اہل کتاب'' کے خلاف جہاد کا حکم موجود ہے اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اہل کتاب کے خلاف جو مبارک جہاد ہوا اس کے تذکرے بھی قرآنِ پاک میں مذکور ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اہل کتاب سے جہاد کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں اور مستقبل میں اس جہاد کے پھیلنے کے بہت سے اشارات بھی فرمائے ہیں۔ آج جبکہ خود کو یہود و نصاریٰ کہلانے والے کفار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر میدان جنگ میں نکل آئے ہیں تو مسلمانوں کو بھی ان کے خلاف جہاد کے لئے منظم صف بندی کرنی چاہیے۔

ملاحظہ فرمائیے اہل کتاب سے جہاد کے متعلق بعض روایات مبارکہ

قیصر سے لڑنے والا اسلامی لشکر

❶ فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول اول جیش من امتي یغزون البحر اوجبوا قالت ام حرام قلت یارسول اللہ ﷺ أنا فیهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی ﷺ اول جیش من امتي یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت أنا فیهم یارسول اللہ ﷺ قال لا: رواہ البخاری فی باب ما قیل فی قتال الروم ص (۴۰۹-۴۱۰ ج ۱)

حضرت ام حرامؓ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت میں سے سب سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کر لیا ام حرامؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے ہیں فرماتی ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری اُمت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے خلاف جہاد کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

(اس روایت میں عیسائیوں کے خلاف جہاد کی بشارت ہے)

یہودیوں سے فیصلہ کن جہاد

❷ عن عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال تقاتلون الیهود حتیٰ یختبیٔ احدهم وراء الحجر فیقول یاعبداللہ هذا الیهودي ورائي فاقتله (رواہ البخاری فی باب قتال الیهود ص ۴۱۰ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم یہودیوں سے قتال کرو گے یہاں تک

کہ ان میں سے کوئی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو پتھر کہے گا اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی ہے اسکو قتل کردو۔ (یہ قتال آخری زمانے میں ہوگا)

ملک شام میں جہاد کی فضیلت

❸ عن ابن حوالة قال قال رسول اللهﷺ سيصير الامر الى ان تكونوا جنودا مجندة جند بالشام وجند باليمن وجند بالعراق قال ابن حوالة خرلي يارسول اللهﷺ ان ادركت ذلك فقال عليك بالشام فانها خيرة الله من ارضه يجتبىٰ اليها خيرته من عباده فاما اذا ابيتم فعليكم بيمنكم واسقوا من غدركم فان الله توكل لى بالشام واهله (رواہ ابوداؤد ص ۳۵۸ ج ۱)

حضرت ابن حوالہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا عنقریب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ تمہارے کئی لشکر بنیں گے ایک لشکر شام (عیسائی سلطنت کی طرف) اور ایک لشکر یمن اور ایک لشکر عراق (کی طرف جہاد کرے گا) ابن حوالہؓ نے عرض کیا یارسول اللہﷺ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو آپ میرے لئے کوئی لشکر منتخب فرمادیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تو شام کے لشکر کو لازم پکڑنا اس لئے کہ ملک شام اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اللہ تعالیٰ اس ملک میں اپنے نیک بندوں کو اکٹھا کرے گا اگر تم ملک شام کی رہائش کو اختیار نہ کرسکو تو تم یمن میں رہنا اور اپنے حوض سے پانی پلاتے رہنا (فلسطین بھی ملک شام کا حصہ ہے)

اہل کتاب سے جہاد کی فضیلت

❹ عن عبدالخبير بن ثابت بن قيس بن شماس عن ابيه عن جده قال جاء ت امرأة الى النبى ﷺ يقال لها ام خلّاد وهى متنقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبى ﷺ جئت تسألين عن ابنك وأنت متنقبة فقالت ان ارزأ ابنى فلن ارزأ حيائى فقال رسول اللهﷺ ابنك له اجر شهيدين قالت ولم ذاك يارسول اللهﷺ قال لانه قتله اهل الكتاب (رواہ ابوداؤد فی باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم ص ۳۵۹ ج ۱)

حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ سے روایت ہے کہ ایک خاتون خدمت نبویﷺ میں حاضر ہوئی جس کا نام ام خلاد تھا اور وہ نقاب ڈالے ہوئے تھی وہ اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کررہی تھی ایک صحابیؓ نے اس سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کو تلاش کرتے ہوئے نکلی ہو اور تم نے نقاب ڈال رکھا ہے تو اس عورت نے کہا کہ میرا لڑکا جاتا رہا تو کیا میں اپنی شرم وحیا کو بھی گم کردوں تو رسول اللہﷺ نے فرمایا تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب ملیگا اس نے عرض کیا یارسول اللہﷺ کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اسلئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

جزیرہ عرب سے یہود ونصاریٰ کا اخراج

❺ جابر بن عبداللہ یقول اخبرنی عمر بن الخطابؓ انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول لاخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب حتیٰ لاأدع الا مسلما (رواہ مسلم فی باب اجلاء الیھود من الحجاز ص۹۴ ج۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ضرور بالضرور یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کروں گا یہاں تک کہ اس میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔

آپ ﷺ کی تمنا

❻ عن عمر بن خطابؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لئن عشت ان شاء اللہ لأخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (رواہ الترمذی فی باب ماجاء فی اخراج الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب ص۲۲۲ ج۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے ضرور نکال باہر کروں گا۔

عیسائیوں سے لڑائی لمبی چلے گی

❼ عن ابی محیریز قال :قال رسول اللہ ﷺ فارس نطحۃ أو نطحتان ثم لافارس بعدھا ابدا والروم ذات القرون اصحاب بحر و صخر کلماذھب قرن خلفہ قرن مکانہ ھیھات الی آخر الدھر ھم اصحابکم ماکان فی العیش خیر۔ (رواہ ابن ابی شیبہ فی المصنف ص۲۵۶ ج۱۰)

حضرت ابن محیریزؒ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔فارس سے ایک یا دو لڑائیاں ہیں پھر اس کے بعد ہمیشہ کیلئے فارس نہیں رہے گا (یعنی مجوسی سلطنت نہیں رہے گی) اور روم (کی عیسائی سلطنت) کئی زمانوں پر محیط ہے۔ وہ سمندروں اور چٹانوں والے ہیں۔جب بھی انکی ایک نسل گذرے گی دوسری نسل انکی جگہ آجائیگی یہ آخر زمانہ تک چلتے رہیں گے یہ تمہارے مقابل رہیں گے جب تک زندگی میں بھلائی ہے۔

قیصر وکسریٰ کی سلطنت کا خاتمہ

❽ عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال:اذاھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذاھلک قیصر فلاقیصر بعدہ والذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ (السنن الکبری للبیہقی ص۲۹۸ ج۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں آئے گا اور جب قیصر (عیسائی بادشاہ) ہلاک ہوگا تو اسکے بعد کوئی قیصر نہیں آئے گا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت مبارکہ

⑨ عن ابی عبیدۃ ابن الجراحؓ قال:ان آخر کلام تکلم بہ رسول اللہ ﷺ ان قال:اخرجوا الیھود من ارض الحجاز واھل نجران من جزیرۃ العرب۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۱۵ ج ۱۷)

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ فرماتے ہیں سب سے آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ یہود کو حجاز کی زمین سے نکال دو اور اہل نجران (یعنی نجران کے نصاریٰ) کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

آخری زمانے کے قتال کا ایک منظر

⑩ عن ابی ھریرۃؓ قال:لاتقوم الساعۃ حتیٰ تفتح مدینۃ ھرقل قیصر ویؤذن فیھا المؤذنون ویقسم فیھا المال بالاترسۃ فیقبلون باکثر اموال رآھا الناس فیاتیھم الصریخ أن الدجال قد خالفکم فی اھلیکم فیلقون مافی ایدیھم ویقبلون یقاتلونہ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۰ ج ۸)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ہرقل قیصر کی (عیسائی) سلطنت فتح ہو جائے مؤذن اس میں اذانیں دینے لگیں اور اس میں مال تقسیم کیا جائے ڈھالوں کے ذریعہ لوگوں نے اس سے پہلے اتنا مال نہیں دیکھا ہوگا اسی دوران ان کے پاس ایک پکار آئے گی کہ دجال تمہارے گھروں میں پہنچ چکا ہے پس ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اُسے پھینک دیں گے اور آگے بڑھ کر اس سے قتال کریں گے۔

اہل اسلام کی فتوحات

⑪ عن عتبۃ بن ابی وقاص عن النبی ﷺ قال:ستقاتلون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم تقاتلون الروم فیفتحھا اللہ تقاتلون الدجال فیفتحھا اللہ (رواہ ابن ماجہ باب الملاحم ص ۳۳۰)

عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب تم جزیرہ عرب والوں سے قتال کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کو فتح کروا دینگے پھر تم روم (عیسائی سلطنت) سے قتال کروگے تو اللہ تعالیٰ اسے فتح کروا دینگے پھر تم دجال سے قتال کروگے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی فتح دے دینگے۔

دجال کا خاتمہ

⑭ عن ابی امامة الباھلی قال خطبنارسول اللهﷺ فکان اکثر خطبته حدیثاحدثناه عن الدجال.........الی ان قال۔ھم (العرب) یومئذقلیل وجلّھم ببیت المقدس وامامھم رجل صالح قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسی ابن مریم علیہ السلام الصبح فرجع ذلك الاما م ینکص یمشی القھقری لیتقد م عیسی یصلی بالناس فیضع عیسی یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانھالك اقیمت فیصلی بھم امامھم فاذاانصرف قال عیسی علیہ السلام افتحواالباب فیفتح وراء ہ الدجال معه سبعون ألف یھودی ذوسیف محلیّ وساج فاذانظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھارباویقول عیسی علیہ السلام ان لی فیك ضربة لن تسبقنی بھافیدرکه عند باب اللدالشرقی فیقتله فیھزم اللهالیھودفلا یبقی شیئ مماخلق اللهیتواری به یھودی الا انطق الله ذلك الشئ لاحجرولاشجرولاحائط ولادابة الاالغرقدة فانھامن شجرھم لاتنطق

(رواہ ابن ماجہ فی باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم ص ۲۹۷)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں اکثر بات دجال سے متعلق فرمائی (آگے لمبی حدیث ہے) راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن (جب دجال نکلے گا) عرب انتہائی قلیل ہونگے اوران کا ایک بڑا حصہ بیت المقدس میں ہوگا ان کا امام ایک نیک آدمی ہوگا پس اس دوران کہ ان کا امام انہیں صبح کی نماز پڑھانے آگے بڑھے گا اچانک صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیچے اتریں گے پس یہ امام رک کر اپنے قدم پیچھے ہٹائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھیں گے اورانہیں کہیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ بے شک آپ کے لئے ہی اقامت کہی گئی ہے پس ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا جب وہ نماز مکمل کریگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے دروازہ کھول دو پس اسے کھولا جائے گا تو اسکے پیچھے دجال ہوگا اسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہونگے وہ سب کے سب مزین تلواروں سے آراستہ ہونگے دجال جب عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے اور پشت پھیر کر بھاگے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے لئے تجھ پر ایک وار کرنا مقرر ہے تو میرے اس وار سے بچ نہیں سکتا پس وہ ”اسے مقام لُد“ کے مشرقی دروازے پر پائیں گے اور اسے قتل کردینگے پس اللہ تعالیٰ یہود کو شکست دینگے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کوئی بھی چیز پتھر، درخت، دیوار، جانور جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا اللہ تعالیٰ اس چیز سے کہلوادیں گے (کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے) مگر غرقد کا درخت ان یہودیوں کا درخت ہے وہ نہیں بولے گا۔

(یہ روایت اس سند سے کچھ ضعیف ہے مگر اس مضمون کے شواہد موجود ہیں) (واللہ اعلم بالصواب) ☆☆☆

سورۃ الحشر آیت ⑮ میں یہودیوں کے قبیلہ بنی قینقاع کی سزا کا مختصر تذکرہ ہے جو انہیں غزوہ بنی قینقاع کی صورت میں ملی اسی مناسبت سے ملاحظہ فرمایئے غزوہ بنی قینقاع کا مختصر واقعہ۔

غزوۂ بنی قینقاع ۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ھ

یہ لفظ قینقاع ''ن'' کے پیش کے ساتھ ہے مگر ایک قول کے مطابق زیر کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق زبر کیساتھ بھی پڑھا جاتا ہے لیکن مشہور قول یہی ہے کہ اس میں ''ن'' پر پیش ہے۔

بنی قینقاع

بنی قینقاع عبداللہ بن سلامؓ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے، زرگری کا کام کرتے تھے۔ جب غزوۂ بدر میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی تو ان لوگوں کی سرکشی کھل کر سامنے آ گئی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے ان کا حسد ظاہر ہو گیا، اپنی اس جلن اور بغض کی وجہ سے انہوں نے اپنے معاہدہ کو عملاً ختم کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودی قبیلوں کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ کبھی آنحضرت ﷺ کے مقابلے پر آئیں گے اور نہ آپ ﷺ کے دشمنوں کو مدد دیں گے، یہودیوں کے یہ تینوں خاندان مدینے میں ہی رہتے تھے اور ان کے محلے الگ الگ تھے۔

ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ جنگ وغیرہ کی صورت میں یہ لوگ نہ آنحضرت ﷺ کے طرف دار ہوں گے اور نہ آپ کے مخالف ہوں گے یعنی آپ کے دشمن کا ساتھ بھی نہیں دیں گے بلکہ ایسے موقعوں پر غیر جانبدار رہا کریں گے، اور ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ اگر آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیں گے اور آپ ﷺ کی پوری پوری مدد کریں گے جیسا کہ بیان ہوا۔

یہود کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی

غرض یہودیوں کے ان تینوں قبیلوں میں جنہوں نے سب سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی اور غداری کی وہ بنی قینقاع کے یہودی تھے، اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ ایک عرب عورت اپنا تجارتی سامان لے کر وہاں آئی جس میں اونٹ اور بکریاں وغیرہ تھیں تاکہ یہ مال فروخت کر کے نفع حاصل کرے، یہ مال اس نے بنی قینقاع کے بازار میں فروخت کیا اور اس کے بعد وہیں ایک یہودی جوہری کے پاس بیٹھ گئی۔

مسلمان عورت کے ساتھ یہود کی چھیڑ خانی

غرض وہ عورت جوہری کی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی اور مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنا بدن اور چہرہ چھپائے ہوئے تھی کہ کچھ یہودی اوباشوں نے اس پر چہرہ کھولنے کیلئے اصرار کرنا شروع کیا مگر اس نے انکار کر دیا، اسی وقت اس دکان دار جوہری نے اٹھ کر اس کے نقاب کا ایک کونہ چپکے سے اس کی پشت کی طرف کسی چیز سے باندھ دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے خاموشی سے اس کی چادر کا ایک سرا ایک کانٹے یا کیل میں الجھا دیا، عورت کو اس کا پتہ ہی نہیں ہوا، اس کے بعد وہ عورت جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو کپڑا الجھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہیں رہ گیا

اور چہرہ اچانک کھل گیا اس پر یہودیوں نے قہقہے لگائے، عورت نے ان کی اس بیہودگی پر چیخنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں اور یہود میں اشتعال

وہیں ایک مسلمان گزر رہا تھا اس نے جیسے ہی یہودیوں کی یہ شرارت دیکھی وہ جوہری کی طرف جھپٹا اور تلوار بلند کر کے اس کو قتل کر دیا یہ دیکھ کر یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا اس واقعہ پر دوسرے مسلمانوں نے چیخ چیخ کر مسلمانوں کو جمع کر لیا اور مسلمان غضب ناک ہو کر یہودیوں پر چڑھ دوڑے۔

معاہدہ سے برأت کا اعلان

مسلمانوں میں بنی قینقاع کے یہودیوں کے خلاف سخت غم وغصہ پیدا ہو گیا (بنی قینقاع سے مسلمانوں کا امن اور دوستی کا جو معاہدہ تھا وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی معرفت ہوا تھا) یہودیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''اس قسم کی حرکتوں کے لئے ہمارا ان کا سمجھوتہ نہیں ہوا تھا، اب عبادہ بن صامتؓ اس معاہدے سے بری ہو گئے'' ادھر خود حضرت عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والمؤمنین وابرا من حلف الکفار

یا رسول اللہ میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ، اس کے رسول کی طرف آتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

فائدہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اُس کے رسول اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت ونفرت، بیزاری اور برأت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کے اس معاہدہ کا دوسرا رکن عبد اللہ ابن ابی سلول تھا جس نے مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہو چکا تھا مگر حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور منافقوں کا سردار تھا۔ یہ شخص اس واقعہ کے بعد بھی اس معاہدہ سے چمٹا رہا اس نے عبادہ بن صامتؓ کی طرح اس وقت معاہدہ سے بری ہونے کا اعلان نہیں کیا چنانچہ اسی سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ (تا) فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ (الآیات پ ۶ سورۃ مائدہ ع ۸ آیت ۵۱ تا ۵۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، آخر آیات تک۔

بنی قینقاع کی کھلی دھمکی

غرض اس کے بعد شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا:

یامعشر یہود احذروا من الله مثل ما نزل بقریش من النقمة واسلموا فانکم قد عرفتم

انی نبی مرسل تجدون ذلك فی کتابکم وعهد الله الیکم

اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اور اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اُس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۔ (۳ آل عمران ع ۲ آیت ۱۲)

ترجمہ: آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب کئے جاؤ گے اور آخرت میں جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ جہنم ہے برا ٹھکانہ۔

دوسری آیت حق تعالیٰ نے یہ نازل فرمائی۔

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآىِٕنِیْنَ

(پ ۱۰ سورۃ انفال ع ۷ آیت ۵۸)

ترجمہ: اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ ان کو وہ عہد اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غرہ (یعنی دھوکے) میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور نا تجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہو تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں اس پر حق جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

(آل عمران آیت ۱۳)

تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑیں ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں بے شک اس میں عبرت ہے اہل بصیرت کے لئے۔

یہود کا محاصرہ

غرض اس دھمکی کے بعد بنی قینقاع کے یہودی وہاں سے جا کر اپنے محلے میں اپنی حویلیوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے آنحضرت ﷺ مجاہدین کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، آپ ﷺ کا پرچم سفید تھا اور آپ کے

چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے ہاتھ میں تھا۔

یہودی علاقے کی طرف کوچ کرتے وقت آنخضرت ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور پندرہ دن تک بنی قینقاع کے یہودیوں کا بے انتہا شدید محاصرہ کیا، کیونکہ آنخضرت ﷺ نے اس غزوہ کے لئے شوال کی پندرہ تاریخ کو کوچ فرمایا تھا اور ذی قعدہ کے چاند تک وہیں رہے۔

جلاوطن ہونے کی پیشکش

اس شدید محاصرہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا فرما دیا، بنی قینقاع کے ان یہودیوں میں چار سو جنگ جو تو قلعہ کی حفاظت پر تھے اور تین سو زرہ پوش جاں باز تھے۔

آخر محاصرہ سے تنگ آ کر یہودیوں نے آنخضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ ہمارا راستہ چھوڑ دیں تو ہم جلاوطن ہو کر مدینہ سے ہمیشہ کیلئے چلے جانے کو تیار ہیں، اس کے ساتھ ہی انہوں نے آنخضرت ﷺ کو پیشکش کی کہ صرف ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لئے چھوڑ دیجئے جنہیں ہم اپنے ساتھ لے جائیں اور ہمارا مال و دولت آپ لے لیجئے، یعنی مال میں ہتھیار وغیرہ بھی شامل ہوں گے جو وہ مسلمانوں کو دیئے جائیں گے۔

ان کی اس پیشکش سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس باغات اور کھیتی کی زمینیں نہیں تھیں بلکہ ان کا یہ تمام مال و دولت تجارت کے ذریعہ تھا یا سودی کاروبار کے ذریعہ تھا جو آج تک یہودیوں کا خاص مشغلہ ہے۔

یہود کے لئے ابن اُبی کی سفارش

غرض جب بنی قینقاع اپنی حویلیوں سے نکلے تو ایک قول ہے کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مشکیں باندھ دو، چنانچہ ان کی مشکیں کس دی گئیں اور آنخضرت ﷺ نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اسی وقت سردار منافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول جو یہودیوں کا حلیف اور حمایتی تھا آنخضرت ﷺ کے پاس آیا اور ان لوگوں کی سفارش کرنے لگا اس نے گڑگڑاتے ہوئے آپ سے عرض کیا:

اے محمد! میرے ان غلاموں یعنی بے بس دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیجئے!۔

آنخضرت ﷺ پر بیجا اصرار

آنخضرت ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کی بات اَن سنی کرتے ہوئے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، آنخضرت ﷺ اس وقت اپنی وہی زرہ پہنے ہوئے تھے جس کا نام ذات الفضول تھا، عبداللہ ابن ابی آنخضرت کی پشت کی طرف سے آیا اور آپ کی زرہ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر یعنی آپ ﷺ کو پشت کی طرف سے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور اصرار کرنے لگا، آپ ﷺ نے اس کو ڈانٹ کر فرمایا:

''تیرا برا ہو، مجھے چھوڑ دے!''

اس وقت آنخضرت ﷺ کو اتنا سخت غصہ آیا کہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ ﷺ نے پھر

فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا:

''خدا کی قسم اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے غلاموں کیساتھ احسان کرنے کا وعدہ نہیں کرلیں گے، یہ لوگ میرے کنبے والے ہیں اور میں مصیبتوں اور تباہیوں سے بہت ڈرتا ہوں''۔

یہود کی جان بخشی

آخر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

''ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ ان لوگوں پر اور ان کے ساتھ اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو''۔

اس طرح آپ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کردیا، پھر آپ نے عبداللہ ابن ابی سے فرمایا:

''انہیں لے جاؤ۔ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے''۔

نبی ﷺ کی دعا کا نتیجہ

پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان یہودیوں کو مدینہ سے ہمیشہ کے لئے نکال کر جلا وطن کردیا جائے ان کو جلا وطن کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ نے حضرت عبادہؓ بن صامت کے سپرد فرمائی اور یہودیوں کو مدینے سے نکل جانے کیلیے تین دن کی مہلت دی، چنانچہ یہودی تین دن بعد مدینے کو خیر باد کہہ کر چلے گئے، اس سے پہلے یہودیوں نے عبادہؓ بن صامت سے درخواست کی تھی کہ ان کو تین دن کی جو مہلت دی گئی ہے اس میں کچھ اضافہ کردیا جائے، مگر حضرت عبادہؓ نے کہا کہ نہیں ایک گھنٹے کی مہلت بھی نہیں بڑھائی جاسکتی، پھر عبادہؓ بن صامت نے اپنی نگرانی میں ان کو جلا وطن کیا یہ لوگ یہاں سے نکل کر ملک شام کی ایک بستی کے میدانوں میں جا بسے۔ مگر ایک سال کی مدت بھی نہیں گزری تھی کہ وہ سب کے سب وہیں ہلاک ہوگئے جو آنحضرت ﷺ کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے سامنے کی تھی کہ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے۔ (یہ ایک روایت ہے واللہ اعلم بالصواب)

منافقین اور یہود کی باہمی محبت

ایک روایت ہے کہ یہودیوں کے مدینے سے جانے سے پہلے ابن ابی آنحضرت ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے مکان پر یہ درخواست لیکر آیا کہ یہودیوں کو معاف کر کے مدینے میں رہنے کی اجازت دی جائے مگر آنحضرت ﷺ اس سے ملنے کے بجائے اندر تشریف لے گئے ابن ابی نے اندر جانا چاہا مگر ایک صحابی نے ہاتھ مار کر اس کو پیچھے دھکیل دیا جس کے نتیجہ میں اس کا منہ دیوار سے ٹکرایا اور زخمی ہوگیا ابن ابی انتہائی غضب ناک ہو کر واپس ہوا، بنی قینقاع کے یہودیوں کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ بولے۔

''ہم اس شہر میں ہرگز نہیں رہیں گے جس میں ابوحباب یعنی ابن ابی کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہے نہ ہی ہم اب اس سے کوئی مدد لیں گے''۔ اس کے بعد یہودیوں نے مدینہ سے نکلنے کی تیاری شروع کردی۔

فی اور مال غنیمت

آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے مال و دولت پر قبضہ کر کے ان کو مدینے سے نکل جانے کا راستہ دے دیا مال غنیمت میں سے آپ کے لئے پانچواں حصہ نکالا گیا حالانکہ آنحضرت ﷺ کے لئے اس میں فی کا حق تھا کیونکہ یہ مال جنگ کے بعد حاصل نہیں ہوا تھا نہ ہی لشکروں کا ٹکراؤ اور مقابلہ ہوا تھا، بہر حال آپ کو اس میں سے پانچواں حصہ ملا اور باقی چار عدد حصے صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے اور مال غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔

یہودیوں کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان کے مکانوں میں سے بے شمار ہتھیار ملے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا بنی قینقاع کے یہودی دوسرے یہودیوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔

غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ کا انتخاب

آنحضرت ﷺ نے ان ہتھیاروں میں سے تین کمانیں لیں، ان کمانوں میں سے ایک کمان کو کتوم یعنی خاموش کہا جاتا تھا کیونکہ جب اس کمان سے تیر چلایا جاتا تھا تو بالکل آواز نہیں پیدا ہوتی تھی، یہی وہ کمان ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے غزوہ اُحد میں تیر اندازی فرمائی اور جس میں سے تیر اندازی کے وقت چنگاریاں سی نکلتی تھیں۔ ان میں سے دوسری کمان کا نام روحاء تھا اور تیسری کو بیضاء کہا جاتا تھا ان کے علاوہ آپ نے دو زر ہیں لیں جن میں سے ایک زرہ کا نام سعدیہ تھا اس زرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی اور جب جالوت کو قتل کیا گیا تو اس وقت داؤد علیہ السلام یہی زرہ پہنے ہوئے تھے، دوسری زرہ کا نام فضہ تھا جو آپ ﷺ نے یہودیوں کے ہتھیاروں میں سے اپنے لئے منتخب فرمائی۔

اس کے علاوہ آپ نے تین نیزے اور تین تلواریں بھی اپنے لئے منتخب فرمائیں ان میں سے ایک تلوار کو قلعی کہا جاتا تھا، دوسری کو بتار کہا جاتا تھا اور تیسری کا کوئی نام نہیں تھا اس تلوار کا نام خود آپ نے صیف رکھا نیز ان میں سے آنحضرت ﷺ نے ایک زرہ محمد بن مسلمہؓ کو اور ایک سعد بن معاذؓ کو ہبہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ﷺ و سیرت حلبیہ)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۵ تا ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ

ان کا حال تو پہلوں جیسا ہے کہ جنہوں نے ابھی اپنے کام کی سزا پائی ہے اوران کے لئے (آخرت میں) دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ

عذاب ہے۔ (اور) مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ آدمی سے کہتا ہے کہ تو منکر ہو جا پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہتا

قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ

ہے بے شک میں تم سے بری ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ پس ان دونوں

عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں جہنم میں ہونگے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے

خلاصہ

ان سے پہلے بنی قینقاع کے یہودیوں کا جو حال ہوا انہوں نے اپنے جرائم کی سزا دنیا میں بھی پائی اور آخرت میں بھی پائیں گے یہی حال ان بنی نضیر کے یہودیوں کا ہوا۔ اور اس موقع پر منافقین نے شیطان کا کردار ادا کیا کہ وہ بھی بدنصیب انسانوں کو بہکا کر کفر و ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل کر خود پیچھے ہٹ جاتا ہے آخرت میں گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے سب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

بنو قینقاع یا مشرکین مکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی مفسرین کے نزدیک آیت ⑮ میں یہود بنی قینقاع کا تذکرہ ہے جنہوں نے بنی نضیر سے کچھ عرصہ پہلے ہی اپنے جرائم کی سزا چکھی تھی۔ ابن کثیرؒ نے اس قول کو مضبوط قرار دیا ہے۔ (القرطبی، البحر المحیط، ابن کثیر)

حضرت مجاہدؒ اور دیگر کئی مفسرین کے نزدیک مشرکین مکہ مراد ہیں جنہوں نے بدر کے میدان میں اپنے جرائم کی سزا چکھی تھی۔ (البغوی، المدارک)

❶ تفسیر عثمانی میں ہے:۔

لیعنی قریب زمانہ میں یہود بنی قینقاع اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں، جب انہوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا، اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے "بدر" کے دن سزا پا چکے ہیں وہی انجام "بنی نضیر" کا دیکھ لو کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل چکی اور آخرت کا دردناک عذاب جوں کا توں رہا۔ (عثمانی)

منافقین شیطان جیسے

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

یہودیوں کو بہکانے، لڑائی پر آمادہ کرنے، ان سے نصرت کا وعدہ کرنے اور پھر وعدہ خلافی کر کے ان کو اکیلا چھوڑ جانے میں منافقین کی مثال شیطان جیسی ہے کہ وہ بھی کسی انسان کو بہکا کر آخری وقت اس کو اکیلا چھوڑ جاتا ہے (جب اس انسان کے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیطان کا غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کو بہکانا ہے (کہ ان کو لڑائی پر لگا کر خود بھاگ گیا تھا)

ای مثل المنافقین فی اغرائهم الیهود علی القتال ووعدهم ایاهم النصرثم متارکتهم لهم واخلافهم کمثل الشیطان اذا استغوی الانسان بکیده ثم تبرأمنه فی العاقبة وقیل المراد استغواءه قریشا یوم بدر۔ (المدارک)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

ان منافقوں کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے انسان کو گمراہ کرتا ہے پھر بھاگ جاتا ہے، یہ بھی بنونضیر کو اسلام کے خلاف مدد دینے کا وعدہ کر رہے ہیں لیکن وقت پر بھاگ جائیں گے۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

حضرات مفسرین نے ان آیات کے ذیل میں بہت عجیب واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ ماضی میں شیطان نے کسطرح سے بڑے بڑے عبادتگذار راہبوں کو کفر میں مبتلا کیا اور وہ حالتِ کفر پر مرے۔

ان واقعات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے البغوی، القرطبی، ابن کثیر اور مظہری

ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں شیطان سے اور اسکی گمراہی سے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کفر سے اور برے خاتمے سے

نعوذ بکلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشرعباده ومن همزات الشیاطین وان یحضرون۔

کلام برکت

ملاحظہ فرمایئے تفسیر عثمانی کی یہ عبارت جو حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام پر مشتمل ہے۔

''یعنی شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے، جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ یہ کہنا بھی ریاء اور مکاری سے ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود جہنم کا کندہ (لکڑی اور ایندھن) بنا اور اسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔ شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا (کہ میں ان کے کفر سے بری ہوں) اور ''بدر'' کے دن بھی ایک کافر کی صورت

میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا جس کا ذکر سورۂ انفال میں گذر چکا ہے یہی مثال منافقوں کی ہے وہ بنی نضیر کو اپنی حمایت ورفاقت کا یقین دلا کر بھڑے (یعنی فریب اور جھانسے) پر چڑھاتے رہے آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے (تو یہ منافقین) آپ الگ ہو کر بیٹھے لیکن کیا اس طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (عثمانی)

سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الا انت استغفرك واتوب اليك وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد واله و صحبه وسلم تسليما كثيرا كثيرا

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ یوم الاثنین

۱۶ مارچ ۲۰۰۹ء

سُورَةُ
اَلْمُمْتَحِنَةِ
مَدَنِيَّةٌ

ابتدائیہ
اس تالیف میں مکمل سورۃ الممتحنہ
کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔
آیت
۱ تا ۱۳

ابتدائیہ

تیرہ آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

آیت ۱ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ انہیں مسلمانوں کے راز بتاؤ۔

آیت ۲ یہ تمہاری جان اور ایمان کے اور دین اور دنیا کے دشمن ہیں۔

آیت ۳ رشتہ داریاں قیامت کے دن کام نہیں آئیں گی انکی خاطر کافروں سے دوستیاں نہ کرو۔

آیت ۴ کافروں سے تعلق کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے طرزِ عمل کو اپنا دستور بناؤ انہوں نے کافروں سے کھلی دشمنی کا اعلان فرمایا۔

آیت ۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء جس میں کافروں کے غلبے سے حفاظت مانگی گئی۔

آیت ۶ اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کو مانتے ہو تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طریقے کو اپناؤ۔

آیت ۷ اللہ تعالیٰ کی خاطر کفار سے تعلق توڑنے والوں کے لئے ایک خوشخبری۔ (مسلمانوں کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں اگر دشمن کفار بھی ایمان لے آئیں تو ان سے دوستی ہو سکتی ہے)۔

آیت ۸ جو کفار دشمنی نہیں رکھتے ان کے ساتھ حسن سلوک کی اجازت ہے تاکہ تالیف قلوب سے ممکن ہے اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

آیت ۹ جو کفار دشمن ہیں ان سے کسی طرح کی دوستی نہیں۔ جو دوستی کرے گا بڑا ظلم کرے گا۔

آیت ۱۰ اگر مسلمان عورتیں دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کر آئیں تو ان کا حکم۔

آیت ۱۱ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلی جائے یا رہ جائے تو اس کا حکم۔

آیت ۱۲ دار الحرب سے دار الاسلام آنے والی عورتوں کے ایمانی امتحان کا نصاب۔

آیت ۱۳ اے مسلمانو! کافروں سے ہرگز دوستی نہ رکھو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

اے ایمان والو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ

ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہوچکے ہیں رسول کو اور تمہیں اس بات پر

وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ

نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا

سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ

جوئی کے لئے نکلے ہو تو ان کو دوست نہ بناؤ تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں

بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستہ

السَّبِيْلِ ۝۱

سے بھٹک گیا

خلاصہ

❶ اللہ تعالیٰ کے دوست (یعنی مسلمان) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو کبھی اپنا دوست نہیں بنا سکتے۔

❷ اپنے مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے حربی کافروں سے دوستی بنانا اور ان تک مسلمانوں کے راز پہنچانا اور ان سے خفیہ دوستانہ تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔

❸ دشمنان اسلام سے جو بھی دوستی بنائے گا وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر گمراہ ہوجائے گا۔

سورۃ مبارکہ کا موضوع

اس سورۃ مبارکہ کا اصل موضوع کفار سے مقاطعہ ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ اسلام کا بنیادی اور قطعی قانون بتاتی ہے کہ کفار سے دوستی نہ رکھی جائے۔

السورة اصل فی النهی عن موالاة الكفار (القرطبی)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں کہ سورۃ کا موضوع مقاطعۃ عن الکفار ہے (حاشیہ لاہوریؒ) یعنی کفار سے قطع تعلق۔

امام قرطبیؒ اور ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ان آیات کو جمع فرمایا ہے جن میں مسلمانوں کو کفار سے دوستی نہ رکھنے کا واضح حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً

آل عمران آیت ۲۸ آل عمران آیت ۱۱۸ المائدہ آیت ۵۱ المائدہ آیت ۵۷ النساء آیت ۱۴۴ (القرطبی، ابن کثیر)

مسلمان کے ایمان کا امتحان اس کے تعلقات کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ حقیقی مسلمان ہے تو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھ سکتا، بلکہ وہ ان کے مقابلے میں جہاد کرتا ہے اور جہاد کے ذریعے اپنے ایمان کی سچائی ثابت کرتا ہے یہ قرآن مجید کا ایک خاص اور اہم موضوع ہے۔ اور اس قانون نے مسلمانوں کو بہت ترقی اور عزت دی ہے۔ اور اب جبکہ مسلمان اس قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو ان پر غلامی کی اندھیری رات چھائی ہوئی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

منافقانہ سیرت نہ اپناؤ

تفسیر حقانی میں ہے:۔

سورۃ حشر میں منافقوں کی بری سیرت کا بیان تھا جس سے بچنا چاہیے اب اس سورۃ میں منافقانہ سیرت کی مذمت فرماتے ہیں (یعنی دشمنان اسلام سے دوستی منافقانہ طرز عمل ہے) (مفہوم حقانی)

شانِ نزول

بخاری، مسلم اور حدیث شریف کی دیگر کتابوں میں ان آیات کا شان نزول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس واقعہ کا خلاصہ موضح القرآن اور تفسیر عثمانی کی عبارت میں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی، جس کا ذکر ”انا فتحنا“ میں آچکا ہے، دو برس یہ صلح قائم رہی۔ پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی، تب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا، خبروں کی بندش کر دی گئی (یعنی پابندی لگا دی گئی کہ اس حملے کی خبر عام نہ ہو) تا کہ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان نہ شروع کر دیں اور اس طرح سے حرم شریف میں جنگ کرنا ضروری ہو جائے۔ ایک مسلمان حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو مہاجرین اور اہل بدر میں سے تھے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ (یعنی طوفانی سیلاب) کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا (کہ اس طرح کا خط روانہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ چند صحابہ (حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے، وہ حاصل کر کے لاؤ، یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اس مقام پر پالیا، اس نے بہت

لیت ولعل اور رد و کد (یعنی بہت ٹال مٹول اور انکار اور پھر سخت دھمکی سننے) کے بعد خط ان کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے اور مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع دی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلا کر کہا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں، وہاں انکی حمایت کرنے والا کوئی نہیں، میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل وعیال کی خبر لیتے رہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں، میں نے سمجھا کہ اس سے میرا کچھ فائدہ ہو جائے گا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ فتح اور نصرت کے جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے کسی کے روکے سے رک نہیں سکتے (چنانچہ خود ان کے خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ "اللہ کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا") بلاشبہ حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لاتقولوا له الاّ خيرا **ترجمہ** بھلائی کے سوا ان کو مت کچھ کہو

اور فرمایا حاطب بدریین میں سے ہے تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدریین کی خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ اس سورۃ کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا (موضح، عثمانی تسہیل)

بغوی، قرطبی، ابن کثیر اور دیگر تفاسیر میں اس قصے کے اور بھی کئی حصے بیان کئے گئے ہیں مثلاً

1. وہ عورت جو یہ خط لے کر جا رہی تھی کون تھی؟ سارہ یا قبیلہ مزنیہ کی عورت۔
2. کیا یہ وہی عورت تھی جس کو فتح مکہ کے دن عام معافی سے الگ رکھا گیا تھا؟
3. حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا تعارف کہ وہ اصل میں مکہ کے رہنے والے نہیں تھے، بلکہ یمنی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ باقی مہاجرین تو اکثر اہل مکہ میں سے ہیں ان کے پیچھے رہ جانے والے رشتہ داروں کے لئے کچھ نہ کچھ حفاظت کا انتظام موجود ہے جبکہ میں وہاں اجنبی تھا اس لئے جب جنگ چھڑے گی تو میرے خاندان کو خاص طور سے نشانہ بنایا جائے گا۔
4. جن گھڑ سوار صحابہ کرامؓ کو اس عورت کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا ان کے اسماء گرامی۔
5. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوشِ ایمان کہ مجھے حاطبؓ کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت نہ دینا اور وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ وہ بدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔
6. اہل بدر کی بخشش والی روایات، احکام القرآن میں امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے اس روایت کا مفہوم اور مطلب بھی واضح فرمایا کہ اہل بدر کی مغفرت کے کیا معنی ہیں۔

یہ اور اس قصے کی دیگر معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ قرطبی، بغوی، ابن کثیر اور روح المعانی اور اردو میں تفسیر مظہری۔

جبکہ اس قصے کی اصل بنیاد جو بخاری شریف کی روایت ہے اس کا ترجمہ انوار البیان میں موجود ہے۔ اور روح المعانی میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے خط کی عبارت بھی مذکور ہے۔

دشمنانِ اسلام سے قطع تعلق کی چار وجوہات

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار سے مقاطعہ کی چار وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں۔

1. وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ (اسکو عَدُوِّیْ کے لفظ سے بیان فرمایا کفار اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمن ہیں تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں)
2. وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ (اسکو یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ کے الفاظ سے بیان فرمایا)
3. وہ قرآن حکیم کے دشمن ہیں۔ (اسکو وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ کے الفاظ سے بیان فرمایا)
4. وہ تم مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ (اسکو وَعَدُوَّكُمْ کے الفاظ سے بیان فرمایا)

پس ان چار وجوہات کی بنا پر وہ اس قابل ہرگز نہیں کہ ان سے ظاہری یا خفیہ دوستی رکھی جائے۔ (مفہوم حضرت لاہوریؒ)

مقام عبرت

اس آیت مبارکہ کو غور سے پڑھیں، یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ مگر آجکل مسلمانوں نے کس طرح سے کفار سے دوستیاں بنا رکھی ہیں۔

1. عسکری تعاون کے معاہدے۔
2. مجاہدین کے خلاف خفیہ اطلاعات میں شراکت کے معاہدے۔
3. ان کو عسکری سہولتیں فراہم کرنے کے معاہدے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ قرآن پاک میں کتنی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے، قرآن پاک کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خود تمہارے دشمن ہیں۔ ایسے دشمنوں سے دوستی تو دنیا و آخرت کا زبردست خسارہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر تم مجاہد ہو اور مخلص ہو

ارشاد فرمایا:۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ

ترجمہ: ”یعنی اگر تم مجاہد ہو اور مخلص ہو تو پھر ان کو اپنا دوست نہ بناؤ“

روح المعانی میں ہے:۔

لاتتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی۔

”گویا کہ یوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ اگر تم میرے دوست ہو۔ (روح المعانی)

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

یعنی تمہارا گھر سے نکلنا، اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا تو پھر انہیں دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ۔

دشمنانِ اسلام سے نفرت ایمان کے لئے شرط ہے

حضرت کاندھلویؒ لکھتے ہیں:۔

ایمان کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے عداوت، نفرت، بیزاری اور براءت کا اعلان بھی ضروری ہے۔ (البدایہ والنھایہ ج۴۔ ص۳)

''تولا بے تبرّا نیست ممکن'' ایسی جگہ ہی صادق ہے (یعنی کسی سے دوستی اس کے دشمنوں سے نفرت کے بغیر ممکن نہیں ہے) تفصیل اگر درکار ہے تو عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرّہ کے مکتوبات کی مراجعت فرمائیں کہ ایمان کے لئے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے تبرّی اور بیزاری نہ ہو۔ اور یہی امام محمدؒ سے منقول ہے کہ'' تبرّی من الکفر والکفار ایمان کی شرط لازم ہے۔'' (سیرت المصطفیٰ ج۲ص۱۷۰)

جاسوس کا حکم

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی روشنی میں جاسوس کے قتل اور سزا کے مسئلے پر بھی بحث کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے کتاب الجہاد میں باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلما (مسلمان جاسوس کا حکم) کے ذیل میں اس آیت کے شان نزول والا واقعہ لکھا ہے:

فقہاء کرام نے جاسوس کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:۔

❶ جاسوس حربی۔ یعنی حربی کافروں میں سے کوئی اگر مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔

❷ جاسوس مستامن یعنی ذمّی کافروں میں سے کوئی مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جاسوسی کی وجہ سے اس کا معاہدہ ختم ہو گیا اب مسلمانوں کا خلیفہ اس کو غلام بھی بنا سکتا ہے اور قتل بھی کر سکتا ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر معاہدہ میں یہ شرط ہو تو پھر اس کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

❸ جاسوس مسلم۔ یعنی مسلمان جاسوس۔ اس کو اکثر ائمہ کے نزدیک قتل کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔ جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک اس کا معاملہ مسلمانوں کے خلیفہ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنی

رائے سے اجتہاد کر کے قتل سمیت جو مناسب سمجھے کرلے۔

روح المعانی میں ہے کہ بعض اہل علم نے اس آیت کے واقعہ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ مسلمان جاسوس کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت حاطبؓ کے قتل سے منع فرمانے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر وہ بدری نہ ہوتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال قابل بحث ہے (یعنی مضبوط نہیں ہے) (روح المعانی)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر قرطبی، انوار البیان اور کتب فقہ۔

مجاہدین کے لئے اہم سبق

جہاد کے دوران بعض ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ مجاہد خود کو کافروں کے سامنے جھکنے اور ان سے دوستی کا اظہار کرنے پر مجبور محسوس کرتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ خیال آتا ہے کہ میں دل سے تو ٹھیک ہوں، اگر مصلحت کے تحت اوپر اوپر سے ان کے ساتھ دوستی کرلوں تو میرا یہ بچ جائے گا اور وہ بچ جائے گا۔ یہ سب شیطانی وسوسہ ہوتا ہے۔ اگر مجاہد اس وسوسے کا شکار ہو کر کافروں سے خط و کتابت شروع کر دے یا ان سے مدد مانگنے لگے یا ان سے امن کی بھیک کے لئے رابطہ کرے تو وہ گمراہی کی ایک دلدل میں جا گرتا ہے۔ اور پھر اس میں مزید دھنستا چلا جاتا ہے۔ سورۃ الممتحنہ اس موقع پر یہ سبق دیتی ہے کہ اے مسلمانو! اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور دشمنوں سے یاری لگا کر اپنا راستہ کھوٹا نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے مال و اولاد کی حفاظت پر قادر ہے۔ وہی تمہیں دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے بچا سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو تمہارے نفع اور نقصان کا مالک ہو۔ وقتی مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق نہ توڑو بلکہ ہر حال میں اسی پر توکل کرو اور اسی کے ساتھ جڑے رہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ

اگر وہ تم پر قابو پائیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی

اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ﴿۲﴾

سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ

خلاصہ

یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن تمہارے دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف مجبوری کے وقت دوستی کا اظہار کرتے ہیں ورنہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو پھر تمہیں نقصان اور تکلیف پہنچانے میں نہ ان کے ہاتھ رکیں گے اور نہ انکی زبانیں۔ بلکہ ان کی اصل خواہش تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہی نہ رہو بلکہ ان کی طرح کافر ہو جاؤ۔ تو کیا ایسے لوگوں سے دوستی کرنا درست ہے؟

دین اور دنیا دونوں کے دشمن

کافر چاہتے ہیں کہ تم دنیا میں بھی ان کے ہاتھوں سے مرو، ان کے غلام اور قیدی بنو اور وہ تمہیں کافر بنا کر تمہاری آخرت بھی برباد کرنا چاہتے ہیں۔

یعنی انهم یریدون ان یلحقوابکم مضار الدنیا والدین جمیعاً (البحر المحیط عن کشاف)

کافر چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا کا نقصان بھی پہنچائیں اور دین کا بھی۔ دنیا میں تمہیں قتل کر کے اور تمہاری عزتوں کو پامال کر کے اور ان کے ہاں زیادہ ترجیح جس نقصان کے پہنچانے کی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمہیں دین اسلام سے ہٹا دیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تمہیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارا ہے پس دشمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مدمقابل کی سب سے اہم اور قیمتی چیز کو نشانہ بنائے۔

یعنی انهم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض و ردکم کفاراًالسبق المضار عندهم واولها لعلمهم ان الدین اعز علیکم من ارواحکم لانکم بذالون لهادونه والعدواهم شئی عنده ان یقصداهم شئی عند صاحبه (المدارک)

☆☆☆

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة مَدَنِيَّة آیت ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ

نہ تمہیں تمہارے رشتے ناطے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن نفع دیں گے وہ تمہارے درمیان جدائی کردے گا اور

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھتا ہے

خلاصہ

ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ آخرت کے نفع اور نقصان کو سامنے رکھیں۔ اگر کافروں سے یاری، دوستی کا مقصد اپنی اولاد اور رشتہ داروں کی حفاظت ہے تو خوب یاد رکھو کہ یہ رشتہ داریاں قیامت کے دن کسی کام آنے والی نہیں۔ تو پھر انکی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور اپنی آخرت کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

اللہ تعالیٰ راضی تو سب کچھ ٹھیک

"حاطب رضی اللہ عنہ نے وہ خط اپنے اہل وعیال کی خاطر لکھا تھا اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے اس کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلے کو کوئی بیٹا، پوتا اور عزیز وقریب مٹا نہیں سکے گا پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک مسلمان اہل وعیال کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلے یاد رکھو! ہر چیز سے مقدم اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا" (عثمانی)

تمہیں کیا ہو گیا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے رشتہ داروں کے درمیان جدائی فرمادے گا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الآیۃ یعنی اس دن بھائی اپنے بھائی سے اور بیٹا اپنے ماں باپ سے بھاگ رہا ہوگا۔ تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حق (یعنی اس کے حکم) کو انکی خاطر چھوڑ رہے ہو جو کل قیامت کے دن تم سے بھاگ رہے ہوں گے۔

فمالکم ترفضون حق اللہ مراعاۃ لحق من یفر منکم غداً (المدارک)

آج کا ایک بڑا فتنہ

اللہ تعالیٰ نے اولاد اور رشتہ داروں کے حقوق خود بیان فرمائے ہیں اور ان حقوق کو ادا کرنے کی بار بار تاکید بھی

فرمائی ہے۔ مگر ساتھ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اولاد اور اقارب کا حق اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ چیزیں انسان کی ایسی مجبوری ہیں کہ انکی خاطر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ دے، فرائض کو چھوڑ دے اور حرام کا ارتکاب کرے۔ مگر آج مسلمان حد سے زیادہ ’’گھریلو کارکن‘‘ بن گئے ہیں

وہ اولاد اور اقارب کی خاطر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، اور ان کا یہ طرز عمل جہاد کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

❶ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

ترجمہ ’’کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا (توبہ آیت ۲۴)

❷ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جانب سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا (لقمان آیت ۳۳)

❸ فَاِذَا جَاۗءَتِ الصَّاۗخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ (عبس)

ترجمہ: ’’پھر جس دن کانوں کو بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا ہر آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (عبس)

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ (الانفال ۲۸)

ترجمہ: ’’اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ہے (الانفال، ۲۸)

یہ مضمون اور بھی کئی آیات میں بیان ہوا ہے

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۴ تا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا

بے شک تمہارے لئے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اوران لوگوں میں جو اس کے ہمراہ تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم

لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا

سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو ہم نے تمہارا انکار

بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا

کردیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیر ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوگیا۔یہاں تک کہ تم ایک اللہ تعالیٰ پر

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ

ایمان لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ

تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم

الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ

رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے ۔ اے ہمارے رب ہمیں ان کا تختہ مشق نہ بنا جو کافر ہیں اوراے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ہمارے رب ہمیں معاف کر بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے ۔ البتہ تمہارے لئے ان میں ایک نیک نمونہ

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

ہے اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور جو کوئی منہ موڑے تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

بے پرواہ خوبیوں والا ہے

خلاصہ

اہل ایمان کے لئے لازمی تاکید اور دستور عمل کہ وہ کفار و مشرکین سے تعلق کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کا طرز عمل اختیار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے رفقاء نے علی الاعلان کفار سے دشمنی، بغض اور

براءت کا اعلان کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم تمہیں کوئی حیثیت دیتے ہیں۔ (اصل چیز دین اور عقیدہ ہے باقی سب کچھ اس کے بعد ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ! ہم نے تمام کفار سے قطع تعلق کر کے صرف آپ کی ذات پر بھروسہ کیا ہے۔ اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آخر آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار کفار کو ہم پر غالب نہ کیجئے کہ اس کی وجہ سے وہ فتنے میں پڑ جائیں اور خود کو برحق سمجھنے لگیں۔ اور ہمارے گناہ بخش دیجئے۔

ایمان والوں کو پھر تاکید کی جاتی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں تو وہ کفار سے تعلق کے بارے میں ابراہیمی طرز عمل اختیار کریں اور یاد رکھو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری پرواہ نہیں۔ وہ غنی ہے اور خوبیوں والا ہے۔ تمہاری عبادت اور وفاداری کا محتاج نہیں۔

بہترین نمونہ، بہترین مثال

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے رفقاء۔ کفار کے مقابلے میں بہت کم تعداد اور کمزور تھے۔ شروع میں تو یہ کل تین افراد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام۔ جبکہ ان کے مدمقابل کفار و مشرکین بہت طاقت ور تھے۔ ملک کا بادشاہ بھی مشرک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ بھی مشرک تھے۔ اتنی کمزوری کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کافروں سے کھلی دشمنی اور براءت کا اعلان فرمایا۔ اور ان سب کو بے حیثیت قرار دیا (کفرنا بکم) بے شک کافر و مشرک بے حیثیت ہی ہوتا ہے۔ جس نے اپنے خالق و مالک اور معبود کو نہ مانا نہ پہچانا اسکی کیا حیثیت؟ جس نے بتوں کو اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اسکی کیا حیثیت؟

دین اور عقیدے کے زور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم سے قطع تعلق، اور بیزاری کا اعلان فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک تم سے ہمارے تعلقات بحال نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طرز عمل ظاہری طور پر جنون نظر آتا ہے آخر دو چار افراد اتنی بڑی قوم کے مقابلے میں کر ہی کیا سکتے ہیں؟ اس میں تو سوائے اپنی ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نظر نہیں آتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہی طرز عمل پسند آیا۔ اور قرآن پاک بتا رہا ہے کہ یہ جنون نہیں ’’توکل علی اللہ‘‘ تھا۔ اور اسی طرح کے طرز عمل سے دنیا میں بڑی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اگر ایمان والے ہی ایمان کو کچھ نہ سمجھیں اور کافروں کے سامنے دبے رہیں۔ اور کافروں کی ظاہری ترقی سے مرعوب ہو کر ان کو معزز عالمی برادری تسلیم کر لیں۔ اور اپنی کامیابی انکی برادری کا حصہ بننے میں سمجھتے رہیں تو پھر انکی قدر کو کون تسلیم کرے گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

یہ جوانمردی قادر مطلق کے بھروسے پر تھی

”نینویٰ اور بابل کے بادشاہ اور انکی قوم اور سردار بت پرست تھے، صرف ابراہیم علیہ السلام اور انکے بھتیجے لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ایمان لائی تھی، اس وقت اس قوم کے مقابلے میں جو ہر طرح سے قابو یافتہ (یعنی غالب) تھی اس بے کسی کی حالت میں یہ کہہ دینا کوئی آسان بات نہ تھی، یہ جوانمردی محض اس قادرِ مطلق کے بھروسے پر تھی۔ (اللہ تعالیٰ) مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہیے، مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں؟ کس لئے ان سے محبت رکھتے ہو؟ برادری اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی؟ مسلمان کے سچے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اس کے دشمنوں، بددینوں، ملحدوں سے قطع تعلق کر دے، ان سے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا“ (حقانی)

دنیا خواہ متعصب کہے

’یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہیے، دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور سنگدل کہے، تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو، جو دنیا کے موحد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا، مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پرواہ ہے وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے، اسکو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا (عثمانی)

کافروں کے سامنے جھکنا ایمان کے خلاف ہے

”ایمان اور کفر کی ہمیشہ سے لڑائی رہی ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے جو اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے مباحثے ہوئے جگہ جگہ قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے بغیر کسی مداہنت کے اپنی قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم سے اور تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی عبادت کرتے ہو اس سے بیزار ہیں، اس اعلان کے ساتھ یہ بھی کہ ہم تمہارے منکر ہیں ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض ہے اور دشمنی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی، جب تک تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہ پر ایمان نہ لاؤ۔ اہل ایمان کو اس طرح کھلے طور پر اپنے ایمان کا اعلان کرنا چاہیے، کافروں کے سامنے جھکنا اور ان سے ایسی ملاقات کرنا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ ان سے دوستی ہے یا یہ کہ وہ بھی دین حق پر ہیں یا یہ کہ ہمارا دین کمزور ہے۔ (العیاذ باللہ) یہ سب باتیں ایمان کے خلاف ہیں ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیں کہ ہم تم سے نہیں اور تم ہم میں سے نہیں، کافروں سے کسی قسم کی موالات اور مداہنت کا معاملہ نہ کریں گے“ (انوار البیان)

استغفار ابراہیم علیہ السلام

ارشاد فرمایا:۔

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ

ترجمہ: ”سوائے ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات جو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے مجھے کسی بات کا اختیار نہیں ۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس میں تم سب مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے جو استغفار فرمایا اس میں تمہارے لئے نمونہ نہیں یعنی تم اپنے کافر رشتہ داروں کے لئے استغفار نہ کرو۔

ای لیس لکم فی ذلك اسوۃ ای فی الاستغفار للمشرکین ھکذا قال ابن عباس و مجاھد وقتادہ ومقاتل بن حیان والضحاك وغیر واحد (ابن کثیر)

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ان کے والد کا معاملہ واضح نہیں تھا اس لئے استغفار فرمایا پھر جب معاملہ واضح ہوگیا کہ وہ کفر پر ہے تو اس سے بھی براءت اور مکمل قطع تعلق کا اعلان فرمادیا۔ جبکہ مسلمانوں کو تو معلوم تھا کہ ان کے کون سے رشتے دار کافر مرے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے استغفار سے منع فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہ کیا تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیم علیہ السلام نے دعا چاہی تھی باپ کے واسطے، جب تک معلوم نہ تھا، تم کو معلوم ہو چکا تم کافر کی بخشش نہ مانگو (موضح القرآن)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:۔

لاتجاملوھم ولا تبدوا لھم الرأفۃ کما فعل ابراھیم لانہ لم یتبین لہ کمایتبین لکم (روح المعانی)

ایک مؤثر اور جامع دعاء

طاقتور کافروں کے درمیان رہتے ہوئے ان سے کھلی دشمنی اور براءت کا اعلان آسان کام نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے یہ سخت مشکل کام اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کیا اور اس موقع پر انہوں نے جس دعاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگی۔ وہ دعاء قرآن پاک کے واسطے سے سب امت کو بھی سکھادی گئی۔

رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَٱغْفِرْ لَنَا رَبَّنَآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ

”یعنی اے ہمارے رب ہم نے سب کو چھوڑ کر آپ پر بھروسہ کیا اور سب سے ٹوٹ کر آپ کی طرف رجوع ہوئے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم سب کو آپ کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے محل آزمائش اور تختہ مشق نہ بنا اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں اور وہ اسلام اور مسلمانوں پر آوازیں

کسیں اور ہمارے مقابلے میں خود کو حق پر سمجھنے لگیں۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما کہ اگر ان گناہوں کی سزا میں ہم پر برے حالات آئے تب بھی کافر یہ سمجھیں گے کہ وہ حق پر ہیں اور ہم غلط راستے پر ہیں۔ اے ہمارے رب آپ غالب ہیں، حکمت والے ہیں آپکی زبردست قوت و حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دیں گے (مفہوم عثمانی، مظہری وغیرہ)

ہم کو کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا

مسلمان جب غالب ہو تو وہ کفار کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ کافر اسکی حالت دیکھ کر ایمان کی طرف راغب ہوتے ہیں لیکن اگر مسلمان مغلوب اور غلام ہو تو اس کی یہ حالت کافروں کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ جب اس کی کمزوری اور ظاہری ذلت دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے کفر کی حقانیت کا یقین ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے غلط عقیدے اور مذہب پر اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح آجکل کے اکثر کفار کی حالت ہے کہ وہ کہتے ہیں ''ہم بہت اچھے ہیں اس لئے کہ ہم مسلمان نہیں'' (نعوذ باللہ)

اس مبارک دعاء ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ سے یہی مانگا گیا کہ اے ہمارے رب ہمیں کفار کے لئے فتنہ نہ بنا''

حضرات مفسرین نے اس کے تین مطلب بیان فرمائے ہیں

1. یا اللہ ہمیں کفار کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے اور نہ اپنی طرف سے عذاب میں مبتلا فرما ورنہ یہ کفار کہیں گے کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

قال مجاهد: لا تعذبنا بايديهم ولا بعذاب من عندك فيقولوا: لو كان هؤلاء على حق ما اصابهم هذا وكذا قال الضحاك۔

2. یا اللہ ان کافروں کو ہم پر غالب نہ فرما اگر یہ غالب ہو گئے تو وہ اس فتنے میں پڑ جائیں گے کہ وہ برحق ہیں اس لئے غالب ہیں۔
3. یا اللہ انہیں ہم پر غالب نہ فرما ورنہ یہ ہمیں بہت تکلیفیں پہنچائیں گے۔ (اور ستا ستا کر کافر بننے پر مجبور کریں گے)

عن ابن عباس لا تسلطهم علينا فيفتنونا۔ (تفسیر ابن کثیر)

گناہوں کی شامت سے بچا

وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے۔

تفسیر مظہری میں ہے:۔

کبھی اپنے گناہوں کی وجہ سے مؤمن مبتلائے عذاب ہو جاتے ہیں اور کفار کا ان پر غلبہ ہو جاتا ہے اس لئے درخواستِ مغفرت کا ذکر کیا گیا۔ (مظہری)

سوچ کا فرق

ایک سوچ یہ ہے کہ:۔

’’ہم مسلمان ہیں، کمزور ہیں کفار بہت طاقتور ہیں وہ ہمیں بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ہم ان سے دوستی کر لیں، ان کے ساتھ تعاون کریں آخر ہم نے دنیا میں تو رہنا ہے‘‘

گویا کہ کافروں کے شر سے صرف کافروں کی دوستی ہی ہمیں بچا سکتی ہے (نعوذ باللہ)

دوسری سوچ یہ ہے کہ

ہم مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے ہیں، جو بھی اللہ تعالیٰ کا دشمن کافر ہوگا ہم اس کے دشمن ہیں۔ ہم ساری دنیا کے کفار کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں ہم کمزور ہیں، کفار طاقتور ہیں تو وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ صرف وہی ہمیں ہر نقصان سے بچا سکتا ہے۔ اور ہم نے ہمیشہ دنیا میں تو نہیں رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے اس لئے دنیا کے عارضی مفاد کی خاطر ہم کافروں سے دوستی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں

سخت تاکیدی حکم

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

تاکید کا کوئی طریقہ ایسا نہیں جو ان آیات میں اختیار نہ کیا گیا ہو یعنی قسم کے ذریعہ، ترغیب کے ذریعہ، وعید کے ذریعہ الغرض ہر طریقے سے تاکید فرمائی کہ کافروں سے تعلق کے بارے میں صرف اور صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو اختیار کرو۔ فلم یترک نوعا من التاکید الا جاء بہ (المدارک)

مجاہدین کے لئے اہم سبق

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو دعاء آئی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعاء ہے۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دعاء سے پہلے ”قولوا“ کا لفظ مقدر ہے۔ کہ اے مسلمانو! تم یہ دعاء مانگو

الغرض یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ”اسوہ“ ہو۔ تب بھی مجاہدین کو اسے اپنا معمول بنانا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ”اسوہ“ اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے کے کافروں سے کھلی دشمنی کا اعلان فرمایا اور یہ دعاء مانگتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی، غلبہ اور اپنی خصوصی رحمت عطاء فرمائی۔ ان کا کام بھی جاری رہا اور ان کا نام بھی آج تک مبارک ہے۔

اور دوسرے قول کے مطابق اگر ایمان والوں کو اس دعاء کے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے تو بھی اسے معمول بنانا ضروری ہوا اور اس صورت میں ربط واضح ہے کہ مسلمانوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا جو کہ کافی مشکل کام ہے تو اس میں آسانی کے لئے یہ دعاء سکھائی گئی کہ مسلمان یہ دعاء مانگیں اور اس دعاء کے تقاضوں پر عمل کریں (واللہ اعلم بالصواب)

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا متصل بما قبل الاستثناء وهومن جملة الاسوة الحسنة وقيل معناه قولوا ربنا فهو ابتداء امر من الله للمؤمنين بأن يقولوه (المدارک)

ربنا عليك توكلنا واليك انبنا واليك المصير

ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا واغفرلنا ربنا انك انت العزيز الحكيم

(آمين يا ارحم الراحمين)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧

شاید کہ اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

خلاصہ

❶ جن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے کافر عزیز واقارب سے دشمنی کی ان کے لئے خوشخبری ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے رشتہ داروں کو ایمان کی توفیق دے دے گا۔ تب ان سے تمہاری خوب محبت بھری دوستی قائم ہو جائے گی۔ اللہ پاک دلوں کے پھیرنے، حالات کے بدلنے اور دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ باقی رہے ان کفار کے سابقہ گناہ تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ جب وہ ایمان لائیں گے تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

❷ دوستی اور دشمنی کی بنیاد ”دین“ ہے۔ مسلمان کی کسی سے شخصی دشمنی نہیں حربی کافر بھی اگر ایمان لے آئے تو مسلمان کے دل میں اس کے لئے محبت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

آسان تفسیر

”اہل ایمان کو تسلی دی ہے اور امید دلائی ہے کہ ایمان کی وجہ سے جن رشتہ داروں سے تعلقات ختم ہو گئے اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے اور ان کے درمیان مودّت یعنی محبت پیدا فرما دے گا۔ یہ محبت اس طرح وجود میں آئے گی کہ جو لوگ اب تک مسلمان نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی توفیق دے دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ لوگ فتح مکہ سے پہلے اور کچھ اس دن اور کچھ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے، ابوسفیان بن حربؓ، حارث بن ہشامؓ، سہیل بن عمروؓ، حکیم بن حزامؓ مسلمان ہو گئے۔ ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے لشکر کی قیادت کرتے تھے۔ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ وہی شخص ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندہ بن کر آئے تھے اور صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔ کافروں کو ایمان کی توفیق دینا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے اسی لئے آیت کے ختم پر فرمایا واللہ قدیر (اور اللہ تعالیٰ قادر ہے) نیز واللہ غفور رحیم بھی فرمایا۔ جس میں یہ بتایا کہ کفار جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان کا پچھلا سب معاف کر دیا جائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ معاف فرمادے گا تو اہل ایمان کو ان لوگوں سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہ آدمی تو کل تک دشمن تھا آج دوستی کیسے کریں'' (انوار البیان)

دینی مضبوطی اور تصلّب کا انعام

روح المعانی میں ہے:۔

جب مسلمانوں نے دین کے معاملے میں خوب مضبوطی سے کام لیا اور نہایت شدت کے ساتھ اپنے کافر باپ، بیٹوں اور رشتہ داروں سے دشمنی کی تو اللہ پاک نے ان کے دلوں کو خوش فرمانے کے لئے یہ وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہارے رشتہ داروں کو ایمان کی توفیق عطاء فرمادی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے وقت یہ وعدہ پورا فرمادیا۔

وعدهم الله بذلك لمارأى منهم التصلب في الدين والتشدد في معاداة أبائهم وابنائهم وسائر اقربائهم ومقاطعتهم اياه بالكلية تطييبالقلوبهم،ولقد انجزالله سبحانه وعده الكريم حين اتاح لهم الفتح۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑنے پر قادر ہے

امام ابن کثیرؒ نے اس موضوع کو تفصیل سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو جوڑنے پر قادر ہے۔ اس پر انہوں نے کچھ آیات اور احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں۔ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ دین اسلام کی طرف سے مرتدین کے خلاف جہاد کرنے والے پہلے مجاہد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن سے واپس تشریف لاتے ہوئے ذوالخمار کو قتل کیا جو مرتد ہو چکا تھا۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر ابن کثیر۔

امام نسفیؒ لکھتے ہیں۔

والله قدير على تقليب القلوب وتحويل الاحوال وتسهيل اسباب المودة والله غفور رحيم لمن اسلم من المشركين۔ (المدارک)

حقوق انسانیت

آجکل کئی لوگ خود کو ''حقوق انسانیت'' کا علمبردار قرار دیتے ہیں اور سب سے زیادہ تنقید دین اور مذہب پر کرتے ہیں کہ دین نے انسانوں کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے، اس لئے ہمیں دین سے بالاتر ہو کر انسانیت کے لئے سوچنا چاہیے۔ ان لوگوں کا یہ نظریہ سراسر غلط اور انسان دشمنی پر مبنی ہے کیونکہ

1. انسانوں کا اتحاد آخر کس بنیاد پر ہو سکتا ہے؟ خاندان محدود ہوتا ہے۔ قبیلہ محدود ہوتا ہے اور وطن اور ملک بھی محدود ہوتا ہے۔ اگر انسان ان دائروں میں تقسیم ہو جائے تو پھر اتحاد کس طرح ممکن ہے؟ تب تو انسان چھوٹی

چھوٹی ٹولیوں میں بٹے رہیں گے۔ اور ایسا کوئی طریقہ ہے نہیں کہ ان تقسیموں کو ختم کیا جا سکے۔ چنانچہ دین ہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ اگر تعلق کی بنیاد دین پر ہو تو ہر خاندان، ہر قبیلے اور ہر نسل اور ملک کا انسان اس دین کو قبول کر کے ''انسانی اتحاد'' میں برابر کا فرد بن سکتا ہے؟

❷ حقوق انسانیت کے علمبردار دین اور مذہب کو تو تفریق کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ دین اسلام نے کروڑوں انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر رکھا مگر یہ لوگ ملکوں اور علاقوں کی تقسیم کے خلاف نہیں بولتے۔ حالانکہ ملکوں کی تقسیم کی وجہ سے انسان طرح طرح کی پابندیوں اور عدم مساوات کا شکار ہے۔

❸ مسلمان خلافت کے علمبردار ہیں، اس خلافت کے زیر سایہ سب مسلمان برابر ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا خلیفہ ان کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے جبکہ حقوق انسانیت کے علمبرداروں کے پاس ایسا کوئی نظام نہیں ہے جو انسانوں کی تقسیم کو ختم کر سکے۔

❹ انسان دنیا میں رہتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے مگر اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ انسان اس دنیا سے چلے بھی جاتے ہیں دین نے ایسا نظام پیش کیا کہ انسان اس دنیا میں بھی امن اور سکون سے رہیں اور مرنے کے بعد بھی کامیاب ہوں جبکہ حقوق انسانیت کے نام نہاد علمبردار انسانوں کو دین سے ہٹا کر نفس پرست جانور بننے کی دعوت دیتے ہیں، ایسا جانور جو دنیا میں اپنی خواہشات کی خاطر لوگوں کے حقوق پامال کرتا ہے اور آخرت میں جہنم میں جا گرتا ہے، تو یہ دعوت انسانیت کے ساتھ دشمنی پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۸، ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں

دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو بیشک

الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ انہیں سے منع کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے

وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر (لوگوں کی) مدد بھی کی کہ ان سے دوستی

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

کرو اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہیں۔

خلاصہ

جو کفار تم سے دشمنی نہیں رکھتے ان کے ساتھ حسن سلوک سے اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا۔ اور جو کفار تم سے دشمنی رکھتے ہیں ان کے ساتھ دوستی کرنا ممنوع ہے، بڑا ظلم ہے۔

احسان کرو، دوستی نہیں

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ

”جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ انہوں نے تم کو گھروں سے باہر کیا ان سے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا۔ احسان و انصاف ان سے کرو۔ مگر دوستی اور محبت اور چیز ہے وہ نہیں۔ اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی، گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور ان کے حلیف قبائل، ان سے دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ان لوگوں سے احسان وعدل کرنے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اس کی بھی ممانعت ہے، آیت کا سباق اس پر دلالت کر رہا ہے یہ لوگ حربی کہلاتے ہیں ان سے سوائے مقابلے کے اور کیا کیا جائے۔ اور احسان وسلوک کفار میں سے صرف ذمیوں کے ساتھ درست ہے جو اسلام کے ذمے یا عہد میں

داخل ہوں جیسا کہ عرب میں قبیلہ خزاعہ تھا‘‘ (تفسیر حقانی)

تفسیر احکام القرآن میں امام جصاصؒ نے اور تفسیر جلالین میں علامہ محلیؒ نے آیت ❽ کے حکم کے منسوخ ہونے کا قول نقل فرمایا ہے۔

عن قتادة فی قوله: لاینهٰکم اللّٰه عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم قال نسخها قوله: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم۔ (احکام القرآن)

امام قرطبیؒ نے اس آیت مبارکہ کے بارے میں درج ذیل اقوال نقل فرمائے ہیں

❶ قتادہؒ اور ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب کفار سے جہاد کا حکم ہے۔

❷ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم صلح حدیبیہ کے وقت تھا جب صلح ختم ہوگئی تو یہ حکم بھی ختم ہوگیا۔

❸ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبائل کے بارے میں خاص ہے۔ یعنی وہ قبائل جنہوں نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا اور پھر اسے نہیں توڑا یہ حسن بصریؒ کا قول ہے۔

❹ حضرت مجاہدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو ایمان لائے تھے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

❺ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم صرف عورتوں اور بچوں کے لئے ہے کیونکہ وہ مسلمانوں سے قتال نہیں کرسکتے۔

ان پانچ اقوال کو لکھنے کے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:۔

اکثر اہل علم کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور انکی دلیل حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ ان کی مشرکہ ماں صلح حدیبیہ کے بعد ان سے ملنے آئی اور کچھ ہدیہ وغیرہ لائی تو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے حسن سلوک کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (القرطبیؒ)

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا ان کافروں پر احسان کرنے سے جو دین کی بنیاد پر تم سے نہیں لڑتے جیسے انکی عورتیں اور کمزور لوگ (ابن کثیرؒ)

اہم نکتہ

❶ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو تم سے نہیں لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ احسان کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ ہماری طرف سے منع نہیں ہے کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔

اگر احسان کا حکم دیا جاتا تو اس سے کفر کی حقارت اور ذلت میں کمی آتی چنانچہ صرف اجازت اور رخصت دی گئی۔

❷ پھر فرمایا ان تبروهم کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا مطلب یہ ہے کہ دوستی کرنا ان سے بھی ممنوع ہے۔ اور اسکی دلیل وہ آیات ہیں جن میں کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت ہے۔ ان میں یہ کفار بھی

آجاتے ہیں جو مسلمانوں سے دشمنی نہیں کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ دوستی ہر کافر سے منع ہے البتہ بعض کافروں سے حسن سلوک کی اجازت ہے تا کہ تالیف قلب ہو اور وہ بھی اسلام کی طرف مائل ہوں (حقانی وغیرہ)

کفار میں فرق

’’مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی، نہ دین کے معاملے میں ان سے لڑے نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرپیکار ہے تو تمام کافروں (ذمیوں وغیرہ) کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں، ایسا کرنا حکمت وانصاف کے خلاف ہوگا، ضروری ہے کہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان اور معاند ومسالم (یعنی لڑنے والوں اور نہ لڑنے والوں) میں ان کے حالات کے اعتبار سے فرق کیا جائے جسکی قدرے تفصیل سورۃ مائدہ اور آل عمران کے فوائد میں گزر چکی ہے (عثمانی)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو اللہ تعالیٰ ہی ان کے

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ

ایمان کو خوب جانتا ہے پس اگر تم انہیں مومن معلوم کرو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ (عورتیں) ان کے

اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ

لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں اور ان کفار کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور

اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا

تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو۔ اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ

تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ

میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں اللہ تعالیٰ

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صادر فرمایا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

خلاصہ

☆ جو عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آجائے اسے واپس کافروں کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اگر اس عورت نے اسلام کی خاطر ہجرت کی ہو۔

☆ مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی کافر سے نہیں ہو سکتا

☆ جو عورت مسلمان ہو کر آگئی اس کا اپنے کافر خاوند سے نکاح ختم ہو چکا ہے اب مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کر لیں اور اس کا مہر ادا کریں

☆ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی تو دونوں کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس طرح جن مسلمانوں کی بیویوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور دار الحرب میں رہ گئی ہیں تو مسلمانوں کا نکاح ان سے ٹوٹ چکا ہے وہ اب ان کو اپنے نکاح میں نہ سمجھیں۔

☆ صلح حدیبیہ کی رعایت کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ جو عورتیں مسلمان ہو کر تمہاری طرف ہجرت کر آئیں تو ان کے سابقہ خاوندوں نے ان کو جو مہر دیا تھا وہ ان کو لوٹا دو۔ اسی طرح اگر تمہاری بیویاں مسلمان نہیں ہوئیں اور دارالحرب میں رہ گئی ہیں تو تم نے جو مہر ان کو دیا تھا وہ کافروں سے مانگ لو۔ یہ حکم صلح کے وقت کا تھا۔ آئندہ بھی مسلمانوں کی کفار سے کوئی مصالحت ہو تو ان احکام کو مدنظر رکھیں۔ جبکہ عام حالات میں یہ حکم نہیں ہے۔ جو عورت مسلمان ہو کر ہجرت کر آئے اس سے مسلمانوں کا نکاح جائز ہے اور اس کے سابقہ خاوند کو اس کا مہر واپس نہیں کیا جائے گا۔

مسلمان عورتوں کا اعزاز

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو کوئی بھاگ کر رسول اکرم ﷺ کے پاس جائے گا تو آپ ﷺ اسے واپس لوٹا دیں گے۔ چنانچہ اس شرط کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ابو جندلؓ کو واپس فرما دیا۔ مگر اسی وقت مسلمان عورتوں کا مسئلہ پیش آگیا۔ حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر کے حدیبیہ ہی میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں۔ مفسرین نے بعض دوسری عورتوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرت ام کلثومؓ جیسے ہی پہنچیں پیچھے ان کا خاوند ان کو لینے آگیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے خواتین کو واپس کرنے سے منع فرما دیا۔ سبحان اللہ! اسلام مسلمان خواتین کو کتنی عزت اور کتنا مقام دیتا ہے۔ مسلمانوں کے اس انکار پر معاہدہ ٹوٹ بھی سکتا تھا اور صلح ختم ہو سکتی تھی مگر مسلمان اسی بات پر ڈٹ گئے کہ مسلمان عورت ایک کافر کے ساتھ کیسے رہے؟ مشرکین نے مسلمانوں کی یہ بات مان لی اور حکم دیا گیا کہ مسلمان ان مہاجر عورتوں کا مہر ان کے مشرک خاوندوں کو واپس کریں گے۔ اور مسلمانوں کی جو عورتیں مکہ میں کفر کی حالت میں رہ گئی ہیں چونکہ ان کا نکاح مسلمانوں سے ختم ہو چکا ہے اور مشرک ان سے نکاح کر سکتے ہیں اس لیے مشرکین وہ مہر مسلمان خاوندوں کو واپس کریں جو انہوں نے ان عورتوں کو دیا تھا۔ یہ طے ہونے کے بعد مسلمان تو مہر واپس کرنے پر راضی ہو گئے جبکہ مشرکین کافر عورتوں کا مہر مسلمانوں کو واپس کرنے پر تیار نہ ہوئے تب اگلی آیت (۱۱) میں مسلمانوں کو اس مال کی واپسی اور وصولی کا ایک طریقہ سکھا دیا گیا۔

ان احکامات کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے (احکام القرآن للجصاص، بیان القرآن، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ)

عورتوں کا امتحان

جو خواتین ہجرت کر کے آئیں ان کا امتحان لیا جائے گا کہ کیا وہ واقعی دین کی خاطر آئی ہیں؟ اگر ان کی ہجرت دین کی خاطر ہو تو انہیں واپس نہ لوٹایا جائے لیکن اگر یہ ہجرت کسی دنیاوی غرض یا عشق وغیرہ کی وجہ سے ہو تو پھر انہیں واپس کیا جا سکتا ہے چنانچہ اُن کی ہجرت کا مقصد معلوم کرنے کے لئے ان سے حلف لیا جائے گا اور حلف و بیعت کا طریقہ آگے آیت (۱۲) میں مذکور ہے

فامتحنو ھن بالحلف انھن ما خرجن الا رغبة في الاسلام لا بغضا لازواجھن الکفار ولا عشقا لرجال من المسلمین (جلالین) ☆☆☆

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ — آیت 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں سے کفار کے پاس نکل گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو تم ان مسلمانوں

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ

کو دے دو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ جس پر تم

مُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾

ایمان لائے ہو۔

خلاصہ

اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر کفار کے ہاں چلی جائے تو مال غنیمت میں سے اسکے شوہر کو اتنا روپیہ ادا کر دو جتنا اس نے (اس عورت کے مہر پر) خرچ کیا تھا۔ (حضرت لاہوریؒ)

دو صورتیں

صلح حدیبیہ کی رعایت رکھتے ہوئے یہ حکم فرمایا تھا کہ جو مسلمان خواتین ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آجائیں تو مسلمان انکے مشرک خاوندوں کو ان کے مہر کی رقم بھجوا دیں یعنی جتنا مہر ان خواتین کے خاوندوں نے ان کو دیا تھا۔ وہ ان کو لوٹا دیا جائے۔ اور جن مسلمانوں کی بیویاں مکہ مکرمہ رہ گئی ہیں اور مسلمان نہیں ہوئیں ہیں۔ انہوں نے جتنا مہر ان کو دیا تھا اب مشرکین وہ مال مسلمانوں کو لوٹا دیں۔ مسلمانوں نے اس حکم کو تسلیم کر لیا مگر کافروں نے ان عورتوں کا مہر مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا جو مکہ میں رہ گئیں تھیں (اور وہ چھ عورتیں تھیں)۔ تب یہ حکم نازل ہوا اور فرمایا گیا کہ تمہارے ذمے مسلمان مہاجر عورتوں کے حوالے سے جو مال بنتا ہے اس مال میں سے ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں دار الحرب میں رہ گئیں ہیں یہ حکم خاص صلح حدیبیہ کے زمانے تک تھا۔ اور اس آیت کا عام حکم یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی گئی تو جب مسلمانوں کو مال غنیمت ملے تو اس میں سے اس مسلمان کو اتنی رقم دے دی جائے جتنی اُس نے اس عورت کے مہر پر خرچ کی تھی (بغوی، قرطبی، ابن کثیر وغیرہا)

فعاقبتم قال المفسرون معناه غنمتم ای غزوتم فاصبتم من الكفار عقبیٰ وهی الغنيمة۔ (البغوی)

یعنی فعاقبتم کا معنی یہ ہے کہ تم نے کافروں سے جہاد کیا اور تمہیں اس میں غنیمت ملی مطلب یہ کہ اس جہاد کا عقبیٰ یعنی انجام مال غنیمت کی صورت میں سامنے آیا (تو اس مال میں سے اُن مسلمانوں کو دو جن کی بیویاں دارالحرب میں رہ گئیں ہیں) (البغوی)

کلام برکت

''یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا خرچ کیا نہیں پھیرتے (یعنی واپس نہیں کرتے) تو جس کافر کی عورت آئی اس کا خرچ دینا تھا اس کو نہ دیں اسی مسلمان کو دیں یہ مال گھے (یعنی بدلے) میں رکھا اس مال کے۔ یہ حکم جب تھا کہ کافروں سے صلح ٹھہر گئی تھی پھیر دینے پر۔ اب یہ حکم نہیں مگر (یہ کہ) کہیں (آئندہ) ایسی صلح کا اتفاق ہو جاوے'' (موضح القرآن)

فائدہ

آجکل اکثر مسلمان جہاد کی نعمت سے محروم ہیں جہاد ہوتا ہے تو مسلمانوں کو وہ عزت ملتی ہے جس کی جھلک ان آیات میں نظر آرہی ہے مگر چونکہ آجکل جہاد کی عمومی فضاء نہیں ہے اور مسلمان اکثر جگہ مغلوبیت اور احساس کمتری میں مبتلا ہیں اس لیے انکو اس طرح کی آیات کا حقیقی منظر سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے انشاء اللہ مسلمانوں میں پھر جہاد کا عمومی احیاء ہوگا تو وہ خود دیکھ لیں گے کہ ان آیات کے مناظر کس طرح سے سامنے آتے ہیں مرد اور عورتیں جوق در جوق اسلام قبول کرتے ہیں۔ پاک روحیں دارالحرب کے گندے ماحول کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف دوڑتی ہیں۔ یہ تو ہوئی پہلی بات جو ان آیات کو سمجھنے کیلئے ذہن میں رکھنا مفید ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں نکاح کا جو طریقہ کار ہے وہ ان تبتغوا باموالکم کے قانون پر مبنی ہے کہ مرد اپنا مال خرچ کر کے عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اور یہ مال اس عورت کو بطور مہر کے دیتا ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے۔

اس نظام میں بڑی برکت تھی اور اسمیں عورتوں کے حقوق کا بہت زیادہ تحفظ تھا۔ ان آیات میں جو احکامات بیان فرمائے گئے ہیں وہ اسی قانون کے مطابق ہیں۔ اس قانون کے تحت عورت کا مہر ایک لازمی اور بڑی چیز ہوتا ہے۔ اور نکاح کا تمام بوجھ مرد پر پڑتا ہے۔ اب جبکہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں نکاح کا نظام بھی تبدیل ہو چکا ہے۔ ان آیات کے حقیقی منظر کو بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ موجودہ دور میں تو نکاح کا زیادہ خرچ عورت اور اس کے خاندان پر ڈالا جاتا ہے جبکہ رسومات اور دکھلاوے کا خرچ بھی نکاح کا مستقل حصہ بن چکا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ

اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ

شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ

کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے

بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفۂ شوہر سے جنی ہوئی) بنالیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں

مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

گی تو ان کی بیعت قبول کرا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے

خلاصہ

دار الحرب سے جو خواتین مسلمان ہو کر دار الاسلام آئیں گی اُن سے ان باتوں کا عہد لیا جائے گا۔ اور یہی ان کے ایمان کا امتحان ہوگا اور یہی انکی بیعت ہوگی۔ وہ باتیں یہ ہیں

❶ شرک نہیں کریں گی۔

❷ چوری نہیں کریں گی۔

❸ زنا نہیں کریں گی۔

❹ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

❺ جھوٹا بہتان نہیں گھڑیں گی۔

❻ معروف یعنی نیک باتوں میں رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

اگر عورتیں ان شرائط کو قبول کرلیں تو ان کو دائرہ اسلام میں قبول کرلیں اور ان کے لیے استغفار کریں بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

زبانی بیعت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں:۔

رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کا امتحان اس آیت سے فرماتے تھے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ

الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ (الآیۃ) پس جو ان شرائط کا اقرار کر لیتی آپ ﷺ اس سے فرماتے میں نے تجھے بیعت کر لیا آپ ﷺ کا یہ فرمانا زبانی ہوتا تھا اللہ تعالیٰ کی قسم آپ ﷺ کے ہاتھ نے کسی بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ (احکام القرآن للجصاص، وصحیح البخاری)

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی (جو ہجرت کر کے آئیں) جانچ کی جائے۔ یہاں بتلایا کہ ان کا جانچنا یہ ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کر لیں تو انکا ایمان ثابت رکھو "یہ آیتِ بیعت" کہلاتی ہے حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا (عثمانی وموضح)

افتراء یعنی بہتان

ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان سے بہتان گھڑنے کے مفسرین نے کئی مطلب لکھے ہیں ان سب کا خلاصہ اس جامع عبارت میں آ گیا ہے

طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں اور ایک معنی یہ ہے کہ بیٹا جنا ہو کسی اور سے اور منسوب کر دیں خاوند کی طرف یا کسی دوسری عورت کی اولاد لیکر مکر وفریب سے اپنی طرف نسبت کر لیں حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اس پر حرام ہے۔ (عثمانی، موضح القرآن)

فتح مکہ کے وقت

حضور اقدس ﷺ کی طرف سے عورتوں کی جانچ اور بیعت کا کام حضرت عمرؓ کے سپرد تھا فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے عورتوں کو بیعت فرما رہے تھے اور پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے بھی اس آیت مبارکہ والی بیعت لی اس کا مفصل واقعہ مفسرین نے ذکر فرمایا ہے ملاحظہ فرمایئے البغوی، القرطبی وغیرہ اور خواتین کی بیعت کے متعلق احادیث اور روایات کے لیے ملاحظہ فرمایئے تفسیر ابن کثیر

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ

اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ تو آخرت سے

الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

ایسے ناامید ہوگئے کہ جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہوگئے۔

خلاصہ

اے مسلمانو! کفار سے ہرگز دوستی مت رکھو

ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اُن سے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کس طرح سے دوستی کر سکتے ہیں؟

یہ کفار آخرت سے بالکل مایوس ہیں جس طرح مرجانے والے کافر اپنی قبروں میں آخرت کا عذاب دیکھ کر اب ہر طرح کی خیر سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یا جس طرح کفار قبروں میں دفن ہوجانے والے لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہیں

عجیب مضمون

سورۃ مبارکہ کے شروع میں کفار سے دوستی سے منع فرمایا تھا اور اب سورت کے آخر میں اسی مضمون کو عجیب تاکید کے ساتھ پھر بیان فرمایا ہے۔

کفار سے دوستی نہ کرو۔ کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان کا سارا کھیل ان کے دفن ہونے تک کا ہے بس جیسے ہی مرکر قبروں میں گئے تو ہر طرح کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شروع۔

کتنی عجیب اور پر اثر تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اتنا سخت لفظ ہے کہ اسے سن کر روح کانپ جاتی ہے۔ اور ایک مؤمن کو دو باتیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

❶ اگر میں اللہ تعالیٰ کا وفادار ہوں تو ان لوگوں کو منہ نہ لگاؤں جن پر میرے محبوب رب کا غضب ہے اور وہ ان سے ناراض ہے۔

❷ ایسے لوگوں کی صحبت جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے مجھے بھی اس غضب کا مستحق نہ بنادے۔

پھر فرمایا وہ کفار آخرت سے بالکل ناامید ہیں۔ یہ بات سنتے ہی مؤمن کے دل میں فوری طور پر دو باتیں آتی ہیں۔

❶ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے یہ کفار چونکہ اُس زندگی سے مایوس ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی دوستی مجھے بھی آخرت سے غافل کر کے دنیا پرستی میں لگا دے اور میں ناکام ہو جاؤں۔

❷ جو آخرت کو نہ مانتا ہو اسکی زندگی میں انسانیت نہیں آسکتی کیونکہ جب آگے کی پوچھ تاچھ اور حساب و کتاب کا خطرہ نہیں تو پھر صرف وقتی مفادات ہی رہ جاتے ہیں۔ تو ایسے کافروں سے دوستی بالآخر ذلت کا باعث بنے گی کیونکہ وہ اپنا مفاد حاصل کر کے مجھے تنہا چھوڑ دیں گے۔

اور آخر میں فرمایا۔ جسطرح قبروں میں مدفون کافر اب آخرت کی خیر سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اسمیں بہت عبرت ہے کہ کافروں کی طاقت انکی شان و شوکت اور ان کے سب تماشے فانی ہیں ایک مسلمان کو ان سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کافر جیسے ہی مرتا ہے ہمیشہ کے عذاب میں جا گرتا ہے تو اسکے چند روزہ شور شرابے کو دیکھ کر اس سے دوستی جوڑنا کونسی عقلمندی ہے؟ (واللہ اعلم بالصواب)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

ان اللّٰہ تعالیٰ ختم السورۃ بمابدأ ھا من ترک موالاۃ الکفار۔ (القرطبی)

کونسے کفار مراد ہیں

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں کفار سے دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جسطرح سورۃ کے شروع میں منع فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یعنی یہود، نصاریٰ اور تمام کفار وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب اسکی لعنت، اس سے دوری اور محرومی مسلط ہے

ینھی تبارک وتعالیٰ عن موالاۃ الکافرین فی آخر ھذہ السورۃ کما نھی عنھا فی اولھا فقال تعالیٰ یاایھاالذین آمنولاتتولّوا قوما غضب اللّٰہ علیھم یعنی الیھود والنصاریٰ وسائر الکفار ممن غضب علیہ ولعنہ واستحق من اللّٰہ الطرد والا بعاد۔ (ابن کثیر)

بعض مفسرین نے یہاں خاص طور سے یہودی اور بعض نے مشرکین اور بعض نے منافقین اور یہود و نصاریٰ بھی مراد لئے ہیں لیکن آیت مبارکہ کے الفاظ میں تمام کفار کو مراد لینے کی گنجائش موجود ہے ملاحظہ فرمایئے (القرطبی، البغوی، المدارک وغیرہ)

مالی مفاد کی خاطر یہودیوں سے دوستی

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

کچھ غریب مسلمان یہودیوں کو مسلمانوں کی کچھ خبریں پہنچاتے تھے اور اس دوستی کے عوض کچھ پھل (کھجور) ان

سے لیتے تھے تو اس آیت میں انکو منع فرمادیا گیا

وذلك انّ ناساً من فقراء المسلمين كانوا يخبرون اليهود باخبار المؤمنين ويوا صلونهم فيصيبون بذلك من ثمارهم فنهوا عن ذلك (القرطبی)

قبروں والے

ارشاد فرمایا:۔

كمايئس الكفار من اصحاب القبور

وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہوگئے جس طرح کافر اہل قبور سے ناامید ہوگئے اس جملے کے حضرات مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں

❶ یعنی جس طرح کافر اُن مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہیں جو قبروں میں دفن ہوچکے ہیں۔

یہ حسن بصریؒ اور قتادہؒ کا قول ہے:۔

وقال الحسن البصرى: الكفار الاحياء قد يئسوا من الاموات

وقال قتادة: كما يئس الكفار ان يرجع اليهم اصحاب القبور الذين ماتوا وكذا قال الضحاك (ابن کثیر)

❷ یا جس طرح مرے ہوئے کافر اپنی قبروں میں عذاب دیکھنے کے بعد آخرت کی ہر خیر سے ناامید ہوچکے ہیں یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

والقول الثانی معناه كمايئس الكفار الذين هم في القبور من كل خير قال الاعمش عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (ابن کثیر)

آخر معارف سورة الممتحنہ

وللّٰه الحمد والمنّة والصلوة والسلام على سيدى

رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه تسليما كثيرًا كثيرًا كثيرًا

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ یوم السّبت

۲۱ مارچ ۲۰۰۹ء

سورة
الصف
مدنية

ابتدائیہ
اس تالیف میں "سورۃ الصّف" کی تمام
١٤ آیات کے مضامینِ جہاد کو بیان کیا گیا ہے
آیات ١ تا ٤
آیت ٥
آیت ٦
آیت ٧
آیت ٨
آیت ٩
آیات ١٠ تا ١٣
آیت ١٤

ابتدائیہ

اس تالیف میں مکمل سورۃ الصف کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے

چودہ آیات میں مضامین جہاد کا خلاصہ

آیت ❶ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (حکم جہاد کی تمہید)

آیت ❷ تا ❸ جہاد میں کوتاہی پر سخت تنبیہ۔

آیت ❹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل قتال فی سبیل اللہ ہے۔

آیت ❺ کفار سے قتال کی وجوہات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جہاد۔

آیت ❻ کفار سے قتال کی وجوہات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آپ ﷺ کے بارے میں بشارت۔

آیت ❼ احب الاعمال الی اللّٰہ (جہاد فی سبیل اللہ) کا میدانِ عمل مخالفین اسلام ہیں۔

آیت ❽ اسلام کے دشمن اس نور الٰہی کو بجھانا چاہتے ہیں مگر وہ ناکام رہیں گے۔

آیت ❾ دین اسلام غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔

آیت ❿ تا ⓭ ایک ایسی تجارت جو دردناک عذاب سے بچاتی ہے اور جس میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ایمان لانا اور جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنا۔

آیت ⓮ جہاد کی تاکید۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح قربانی دو۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۱ تا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ①

جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی

اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ

ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ توان کو پسند کرتا ہے جو اس کی

فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

خلاصہ

❶ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہی غالب ہے، حکمت والا ہے، پس جو ایسی عظمت اور شان والا ہے اسکی اطاعت ہر حکم میں ضروری ہے اور ان احکامات میں سے ایک حکم جہاد کا ہے، جو اس سورت میں مذکور ہے۔ (مفہوم بیان القرآن)

❷ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل پوچھتے ہو، ایسا نہ ہو کہ جواب لینے کے بعد عمل نہ کرو۔

(مفہوم لاہوریؒ)

❸ اپنے منہ مانگ کر قانون لینا اور پھر عمل نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا کام ہے۔

(مفہوم لاہوریؒ)

❹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل قتال فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا "احب الاعمال الی اللہ" ہے۔ (مفہوم لاہوریؒ)

سورۃ مبارکہ کے شان نزول کا واقعہ

❶ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند افراد نے آپس میں یہ بات کی کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ مگر ہم میں سے کوئی (اس کام کے لئے رعب کی وجہ سے) کھڑا نہ ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور ہم کو اپنے پاس اکٹھا فرمایا اور ہمارے سامنے پوری سورۃ الصف تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد، ابن کثیر)

اس سورت میں ارشاد فرمایا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔

❷ ابن ابی حاتمؒ کی روایت اسطرح سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ نے کہا ہم کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں اور پوچھیں کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟

مگر ہم میں سے کوئی نہ گیا اور ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ڈرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ایک ایک کر کے بلوایا یہانتک کہ سب اکھٹے ہو گئے اور ان کے اس سوال کے بارے میں سورۃ الصف نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت ہمارے سامنے تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیرؒ)

پھر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے یہ روایت بیان فرماتے ہوئے اپنے شاگرد ابوسلمہ کے سامنے پوری سورت تلاوت فرمائی ابوسلمہ نے اپنے شاگرد کو سنائی اور آگے اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا کہ ہر استاذ اپنے شاگرد کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے یہ پوری سورۃ سناتا رہا۔ خود مفسر ابن کثیرؒ کے استاذ حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ نے ان کو یہ حدیث پڑھاتے وقت یہ سورت پوری پڑھ کر سنائی۔ (ابن کثیرؒ)

روح المعانی میں ہے کہ یہ حدیث مسلسلات میں سے ہے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ مسلسل احادیث میں سے صحیح ترین روایت ہے۔ (روح المعانی)

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قتال فی سبیل اللہ کو اپنا محبوب ترین عمل ارشاد فرمادیا اور حضرات صحابہ کرامؓ کے سوال کا جواب ہو گیا۔

اس سورت اور اسکی مختلف آیات کے بارے میں بعض دیگر روایات بھی ہیں جو ان شاء اللہ ان آیات کے معارف کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔ اب ملاحظہ فرمایئے آیت ❶ تا ❸ کے مضامین:

جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کی طرح ہے

ارشاد فرمایا:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

اے مسلمانو! اے پاکباز جماعت! تمہارا صف باندھ کر ثابت قدمی سے دین کے دشمنوں سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہارا جاں نثاری کرنا ہے۔ اسلئے یہ عمل اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہے۔ (حقانی، تسہیل)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ ہر ضرورت سے مستغنی ہے، لہٰذا سورۂ صف میں جو قانون (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) بیان ہوا ہے اس قانون پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو نفع ہوگا۔ (مفہوم لاہوریؒ)

جہاد سے پیچھے ہٹنے پر سخت وعید

ارشاد فرمایا:۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو تم کرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ناراضی کی بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔

❶ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

جمہور کے نزدیک یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب لوگوں نے جہاد کی تمنا کی پھر جب جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ جہاد سے پیچھے ہٹنے لگے۔ جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۷۷ ← ۸۲ میں ہے اور سورۃ محمد آیت ۲۰ میں ہے (ابن کثیر) ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ جہاد کو موت سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور ان پر جہاد کا حکم سن کے خوف اور غشی طاری ہو جاتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو فرمایا گیا کہ تم جو کہتے ہو وہ کرتے نہیں یہ بات اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی ہے۔

❷ تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے فرمان يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کچھ مسلمانوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا ہماری چاہت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا محبوب ترین عمل ارشاد فرمادے تا کہ ہم اسکو اپنالیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور ان نافرمان لوگوں سے جہاد کرنا ہے جو ایمان کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کا اقرار نہیں کرتے۔ پھر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو بعض لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور یہ حکم ان پر بہت بھاری گذرا تو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ اے ایمان والو! وہ کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ وهذا اختيار ابن جرير۔ (ابن کثیر)

❸ مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں:۔

مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم اسکو اپنا لیں گے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ اس کے نزدیک محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے ارشاد فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا

پھر احد کے دن مسلمانوں کی اس عمل میں آزمائش ہوئی تو کئی لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (ابن کثیرؒ)

❹ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے جھوٹے دعوے کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی، بعض لوگ کہتے تھے کہ ہم نے خوب جنگ کی حالانکہ انہوں نے جنگ نہیں کی تھی، یا کہتے تھے کہ ہم نے جہاد میں خوب نیزہ بازی کی اور دشمنوں کو بہت مارا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جھوٹے دعوے کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ یہ قتادہؒ اور ضحاکؒ کا قول ہے۔ (ابن کثیرؒ)

❺ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جہاد میں مسلمانوں کی نصرت کا وعدہ کر لیتے تھے مگر پھر اس وعدے کو پورا نہیں کرتے تھے۔

وقال ابن زيد: نزلت في قوم من المنافقين كانوا يعدون المسلمين النصر ولا يفون لهم بذلك وقال مالك عن زيد بن اسلم لم تقولون مالا تفعلون قال في الجهاد۔ (ابن کثیر)

امام قرطبیؒ نے مزید بھی کئی اقوال نقل کئے ہیں مثلاً:۔

❶ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کا موقع ملا تو ہم خوب جانبازی دکھائیں گے۔ مگر پھر اُحد کے دن وہ ایسا نہ کر سکے تو یہ آیت نازل ہوئی اور دعویٰ بازی کرنے سے روکا گیا۔

❷ حضرت صہیب رومیؓ نے ایک کافر کو قتل کیا ایک اور شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر دعویٰ کر دیا کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل سے بہت خوشی ہوئی بعد میں کچھ صحابہ کرام نے حضرت صہیب رومیؓ سے کہا کہ آپ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال بتا دیں تو انہوں نے جا کر بتا دی تب جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے (تفسیر القرطبی)

خلاصہ ان سب اقوال کا یہ ہوا کہ

❶ جہاد سے منہ موڑنا بہت برا عمل ہے۔

۲ جہاد میں اپنے کارناموں کے جھوٹے دعوے کرنا بہت برا عمل ہے۔

۳ جہاد سے پہلے خود پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسے دعوے نہیں کرنے چاہییں کہ ہم یہ کردیں گے ہم وہ کردینگے۔

ملاحظہ فرمایئے ان تمام اقوال کے خلاصے پر مبنی موضح القرآن اور تفسیر عثمانی کی یہ جامع عبارت:

ایک جامع عبارت

”بندہ کولاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہیے (یعنی خودستائی اور شیخی کی اونچی باتیں نہیں کرنا چاہیے) کہ بعد میں مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں، اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں، روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہوجائے کہ کونسا کام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی دیکھو! سنبھل کر کہو۔ ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جہاد میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلادیا گیا ہے۔ اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑسکتا۔ اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو بے شک تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل واکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعض کے زبانی دعووں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے، آخر جنگ احد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اترا تو یقیناً بعضوں نے یہ بھی کہا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (النساء) بہرحال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلی وتفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بتاتے تھے، لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے، جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ (موضح وعثمانی تسہیل)

اے زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو

امام ابوحیانؒ لکھتے ہیں:۔

ان آیات کے نزول کا سبب منافقین کا مسلمانوں سے یہ کہنا ہے کہ ہم تم میں سے ہیں اور (جہاد میں) تمہارے ساتھ رہیں گے اور پھر ان کا معاملہ اس کے برخلاف ظاہر ہوتا تھا۔

اگر ان آیات کا نزول منافقین کے بارے میں ہو تو يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا معنٰی یہ ہوگا کہ اے زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں (گویا کہ ایمان کی نسبت بطور طنز ان کی طرف کی گئی)

وسبب نزولها قول المنافقين للمؤمنين: نحن منكم ومعكم ثم يظهر من افعالهم خلاف ذلك...... وان

کان للمنافقین فالمعنیٰ یاایھا الذین اٰمنو ای بالسنتھم والا ستفھام یراد بہ الانکار والتوبیخ وتھکم بھم فی اسناد الایمان الیھم۔ (البحر المحیط)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ آج کتنے مسلمان ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جہاد کے قریب تک نہیں آتے، یہ اللہ تعالیٰ پر عجیب ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین عمل پر کھڑا نہیں کرتا۔ اللّٰھم انا نعوذبک من النفاق

فقہی واصلاحی احکامات

سورۃ الصف کی ان دو آیات (۲ اور ۳) سے حضرات فقہاء کرام اور اہل اصلاح نے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ احکام القرآن للجصاصؒ، القرطبی، بیان القرآن، انوار البیان، معارف القرآن۔ یہاں صرف ایک ضروری مسئلے پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

"آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسے کام کا دعویٰ کرنا جس کے کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور اسکو کرنا ہی نہ ہو تو یہ گناہ کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا سبب ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ کا مصداق یہی ہے۔ اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ ارادہ کرنے کا ہو وہاں بھی اپنی قوت وقدرت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا ممنوع ومکروہ ہے"۔ (بلکہ ان شاء اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرے) (معارف القرآن)

یہاں تک آیت ❶ تا ❸ کے مضامین کا بیان تھا، اب ملاحظہ فرمایئے آیت ❹ کے بعض مضامین۔

ربط

تفسیر کبیر میں ہے:-

پچھلی آیت میں ان لوگوں کی مذمت تھی جو قتال فی سبیل اللہ کے مخالف ہیں اور وہ اسطرح کہ وعدہ تو کرتے ہیں مگر قتال میں شریک نہیں ہوتے اب اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف ہے جو قتال فی سبیل اللہ میں خوب مضبوطی کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

تلک الآیۃ مذمۃ المخالفین فی القتال وھم الذین وعدوابالقتال ولم یقاتلوا وھذہ الآیۃ محمدۃ الموافقین فی القتال وھم الذین قاتلوا فی سبیل اللہ وبالغوا فیہ۔ (تفسیر کبیر)

ایک روشن مثال

انصار میں سے کچھ حضرات جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک مجلس میں کہنے لگے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کونسا ہے تو ہم مرتے دم تک اس میں لگے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اب مرتے دم تک جہاد فی سبیل اللہ ہی میں لگا رہوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ جہاد میں شہید ہوئے۔

فقال عبداللہ بن رواحۃ لاابرح حبیساً فی سبیل اللہ حتی اموت فقتل شہیداً۔ (تفسیر ابن کثیر)

بنیان مرصوص

تفسیر کبیر اور تفسیر حقانی میں ہے:۔

اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اسکی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ صف باندھ کر لڑنے سے کیا مراد ہے؟ لڑائی میں صف باندھ کر عرب لڑا کرتے تھے، حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ ہو کر لڑتی ہیں اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے، اس لئے کہ سینکڑوں آدمی بمنزلہ شخص واحد کے ہوجاتے ہیں، پھر ان کے زور کا کیا کہنا، اتفاق عجب چیز ہے، اسلام نے عبادت سے لیکر دشمنوں کے مقابلے کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کر کے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا پھر صف بھی کیسی؟ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہ ہوں، بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جائیں، کسی کے مرجانے، زخمی ہوجانے سے تتر بتر ہو کر نہ بھاگ پڑیں۔ فراءؒ کہتے ہیں:

''مرصوص بالرصاص'' اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کر دیا جائے ''لیث'' کہتے ہیں رص کے معنی' ملا دینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پتھر پہ پتھر رکھ کر چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرتے تھے اس کے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں خاص صف بنانا ہی مراد نہیں بلکہ یہ ثابت قدمی، باہم اتفاق اور یک دلی کی ایک تمثیل ہے کہ سب کو متحد ہو کر یکدل ہو کر لڑنا چاہیے۔

اس آیت مبارکہ نے صحابہ کرام کا ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا تھا جس کے مقابلے میں اسلام اور ہدایت کا راستہ روکنے والے نہ ٹھہر سکے، قیصر و کسریٰ کے چمکدار ہتھیار اور زرق برق سپاہی اس لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے، ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر ایسے لشکر کا ایک مفلس اور غیر منظم ملک میں وجود میں آنا کہ جس پر کسی خزانے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشن گوئیوں کی پوری تصدیق تھی۔ آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ (حقانی، تسہیل)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے طریقہ قتال کی تعلیم

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان والوں کے لئے تعلیم ہے کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کرتے وقت کسطرح سے ہوں (ایک بغیر شگاف والی مضبوط عمارت کی طرح)

وقال سعید بن جبیرؒ ھذا تعلیم من اللہ تعالیٰ للمؤمنین کیف یکونون عند قتال عدوھم۔ (القرطبی)

ایک مؤمن کو اور کیا چاہیے

محبت تو بہت اونچی چیز ہے۔ اور پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت تو ایک مؤمن کو اور کیا چاہیے۔ بالکل واضح

فرمادیا کہ ثابت قدمی مکمل اتحاد اور استقامت کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ میں لگے رہنا اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین عمل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اس طرح وہ محبت کی بلندیوں پر سفر کرتے چلے گئے، کرتے چلے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی واپسی کا نہ سوچا...... نتیجہ کیا نکلا؟ دنیا میں وہ غالب رہے اور آخرت میں ہر نعمت ان کا مقدر بن گئی۔ راستہ بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسے اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اب ملاحظہ فرمایئے قتال فی سبیل اللہ اور اسکی مبارک صفوں کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ۔

مجموعہ مبارکہ

قتال فی سبیل اللہ۔ احب الاعمال الی اللہ ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے ملاحظہ فرمایئے قتال فی سبیل اللہ کے فضائل، مستقبل کی بشارتوں اور قتال فی سبیل اللہ کی صف کے مقام پر چند روایات مبارکہ۔

قتال فی سبیل اللہ قیامت تک جاری

❶ عن جابر بن سمرة عن النبی ﷺ قال لن یبرح ھذا الدین قائما یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة۔ (مسلم ص۱۴۳ ج۲)

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا (اور) قیامت تک اس دین کیلئے مسلمانوں کی ایک جماعت قتال کرتی رہے گی۔

اہل حق کی ایک علامت قتال فی سبیل اللہ

❷ عن جابر بن عبداللہ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیمة۔ (مسلم ص۱۴۳ ج۲)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا وہ قیامت کے دن تک غالب رہیں گے۔

ہمیشہ غالب

❸ عن یزید بن الاصم قال سمعت معٰویةؓ بن ابی سفیان ذکر حدیثا رواہ عن النبی ﷺ لم اسمعه روی عن النبی ﷺ علی منبرہ حدیثا غیرہ قال قال رسول اللہ ﷺ من یرد اللہ به خیرا یفقھه فی الدین ولا تزال عصابة من المسلمین یقاتلون علی الحق ظاھرین علی من ناواھم الی یوم القیمة۔ (مسلم ص۱۴۴ ج۲)

یزید بن اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے سنا جسے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کر رہے تھے۔ میں نے حضرت معاویہؓ کو منبر پر اس حدیث کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے کوئی روایت کرتے ہوئے نہیں سنا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو دین کی سمجھ بوجھ عطاء فرماتے ہیں اور مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی خاطر لڑتی

رہے گی وہ اپنے مدمقابل پر تا قیامت غالب رہے گی۔

قتال فی سبیل اللہ کا وجوب

۴ عن سعید بن المسیب ان أباھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ قال أمرت أن اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الااللہ فمن قال لاالہ الااللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ۔

(رواہ النسائی باب وجوب الجہاد ص۵۲ ج ۲)

حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہانتک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلیں پس جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان ومال کو محفوظ کرلیا مگر اس کے حق کے ساتھ (یعنی اگر وہ شخص کسی دوسرے کی حق تلفی کرے یا جان لے لے تو اس کے عوض اس کا مال وجان لیا جائیگا) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

قتال اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کا ذریعہ

۵ عن ابی موسی الاشعری قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ فقال الرجل یقاتل لیذ کر ویقاتل لیغنم ویقاتل لیری مکانہ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ۔

(رواہ النسائی فی باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ص۵۷ ج ۲ والبخاری فی باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ص۳۹۴ ج ۱)

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ ایک آدمی شہرت کیلئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی مال غنیمت کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی حصول مرتبہ کیلئے قتال کرتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں (لڑنے والا) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے قتال کرے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

قتال فی سبیل اللہ پر جنت کی بشارت

۶ عن معاذ بن جبل انہ سمع النبی ﷺ یقول من قاتل فی سبیل اللہ عزوجل من رجل مسلم فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ۔ (رواہ النسائی فی باب ثواب من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ ص۵۸ ج ۲)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مسلمانوں میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں اونٹنی کا دودھ دوھنے کے درمیانی وقفہ کی مقدار قتال کرے اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔

اسلام قبول کرتے ہی قتال کا حکم

۷ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء یقول أتی النبی ﷺ رجل مقنع بالحدید فقال یا رسو ل أقاتل

اواسلم قال اسلم ثم قاتل فاسلم ثم قاتل فقتل فقال رسول اللہ ﷺ عمل قلیلا واجر کثیرا۔

(رواہ البخاری فی باب عمل صالح قبل القتال ص ۳۹۴ ج ۱)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہے میں ڈوبا ہوا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں قتال کروں یا مسلمان ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام قبول کرو پھر قتال کرو پس اسنے اسلام قبول کیا پھر قتال کیا اور وہ شخص شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر بڑا پایا۔

مستقبل کے قتال کی بشارت

❽ عن عمرو بن تغلب قال قال النبی ﷺ ان من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوماً ینتعلون نعال الشعروان من اشراط الساعة ان تقاتلو اقوماً عراض الوجوه کأن وجوههم المجانّ المطرّقة۔

(رواہ البخاری فی باب قتال الترک ص ۴۱۰ ج ۱)

عمرو بن تغلب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جو بالوں کے جوتے پہنتے ہونگے اور بے شک قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ تم چوڑے چہروں والی قوم سے قتال کرو گے گویا کہ اُن کے چہرے دہری ڈھال ہیں۔

عجمیوں سے قتال کی بشارت

❾ عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا خوزو کرمان قوماً من الا عاجم حمر الوجوه فطس الا نوف صغار الا عین کأن وجوههم المجان المطرقة۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹۶ ج ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اہل عجم کی دو قوموں (خوز اور کرمان) سے قتال نہ کر لو جن کے چہرے سرخ ناک چپٹی اور آنکھیں چھوٹی ہونگی گویا کہ ان کے چہرے دہری ڈھال ہیں۔

قتال فی سبیل اللہ کی صف

❿ عن ابی سعید الخدریؓ قال کنا اذا حضرنا العدو مع رسول اللہ ﷺ لأ حدنا أشد تفقد الرکبة اخیه حین یتقدم للصف للقتال منه للسهم حین یرمی یقول احدبر رکبتك فأنی التمس کما تلتمس قال اللہ تعالیٰ کأنهم بنیان مرصوص۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ مجمع الزوائد ص ۳۲۰ ج ۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمن کے مدمقابل حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک خوب جستجو کرتا اپنے بھائی کے گھٹنے (کے ساتھ ملنے) کی (تاکہ صفِ قتال برابر رہے) جس وقت وہ

صف قتال سے تیر اندازی کیلئے آگے بڑھنے لگتا ہم میں سے ہر ایک یہ کہتا اپنے گھٹنے کو آہستہ رکھ (یعنی آگے نہ بڑھ) میں بھی ایسے ہی متلاشی ہوں جیسے تو متلاشی ہے (فضیلت وشہادت کا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، الصف آیہ ۴)

اٹھو اور قتال کرو

⑪ عن عقبة بن عبد السلمیؓ أن النبی ﷺ قال لأصحابه قوموا فقاتلوا قال فرمی رجل بسهم فقال النبی ﷺ اوجب هذا۔ (رواہ احمد باسناد حسن بحوالہ الترغیب والترھیب ص۱۸۱ ج۲)

عقبہ بن عبد السلمیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا اٹھو! اور قتال کرو! راوی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے تیر پھینکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسنے (جنت) واجب کر لی۔

قتال کرنے اور اس میں مقتول ہونے کی تمنا

⑫ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال والذی نفس محمد بیده لوددت ان أقاتل فی سبیل الله فأقتل ثم أحیا فاقتل ثم أحیا فا قتل (ثم أحیافاقتل ثم أحیا) کان ابو هریرةؓ یقول ثلاثا اشهد الله۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۶۵ ج۹، موطا امام مالک ص۴۷۶)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کروں اور شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں حضرت ابو ہریرۃؓ تین بار فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔

قتال کی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت

⑬ عن عمران بن حصینؓ أن رسول الله ﷺ قال: مقام الرجل فی الصف أی فی سبیل الله افضل من عبادة رجل ستین سنة۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص۱۷۰ ج۹)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا صفِ قتال میں یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کی صف میں کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

جہاد کو کوئی نہیں بند کر سکتا

⑭ عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ الجهاد ماض منذ بعثنی الله تعالیٰ الی أن یقاتل آخر امتی الدجال لا یبطله جور جائر ولا عدل عادل۔

(رواہ الدیلمی بحوالہ کنز العمال ص۱۳۵ ج۴ رواہ ابوداؤد فی باب فی الغزو مع ائمۃ الجور ص۳۶۵ ج۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے قتال کرے گا جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل ختم نہیں کر سکتا۔

قتال کی صف دنیا و مافیہا سے بہتر

⑮ عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مقام رجل فی صف فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و مافیھا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ کنز العمال ص ۱۳۷ ج ۴)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں صفِ قتال میں کھڑا ہونا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

اللہ پاک کے محبوب

⑯ عن ابی سعیدؓ یرفع الحدیث قال ثلاثة یضحک اللہ الیھم الرجل اذا قام من اللیل یصلی والقوم اذا صفوا فی الصلاة والقوم اذا صفوا فی قتال العدو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ ج ۱۰)

حضرت ابو سعیدؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں ایک وہ آدمی جو رات کو اُٹھ کر نماز پڑھے اور وہ لوگ جو نماز میں صف باندھیں اور وہ لوگ جو دشمن سے لڑائی کیلئے صف باندھیں۔

ڈٹ کر لڑنے والوں کی فضیلت

⑰ وعن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الجهاد عنداللہ یوم القیٰمة الذین یلتقون فی الصف فلایلفتون وجوھھم حتی یقتلوا اولٓئک یتلبّطون فی الغرف من الجنة یضحک الیھم ربك واذاضحك الی قوم فلاحساب علیھم۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۲۰۹ ج ۲)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل جہاد ان لوگوں کا شمار ہوگا جو پہلی صفِ قتال میں لڑتے ہیں پس وہ اپنے چہروں کو تادمِ شہادت نہیں پھیرتے وہ جنت کے بلند کمروں میں گھومتے پھرتے ہوں گے تیرا رب ان کی طرف دیکھ کر ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی پر (خوشی سے) ہنستا ہے تو ان پر کوئی حساب نہیں ہوتا (یعنی ان سے حساب نہیں لیا جائے گا)۔

صف قتال میں دعاء کی قبولیت

⑱ عن سھل بن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ساعتان تفتح فیھما ابواب السماء قلّما ترد علی داعٍ دعوته عند حضور النداء والصف فی سبیل اللہ۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد باب نمبر ۳۹ ص ۳۶۷ ج ۱)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (اور) بہت کم دعاء کرنے والے کی دعاء (ان اوقات میں) رَد کی جاتی ہے ❶ اذان کے وقت۔ ❷ اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی صفِ قتال میں۔

ملک شام کے قتال کی بشارت

⓳ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ لا تزال عصابة من امتی یقاتلون علی ابواب دمشق و ماحوله وعلی ابواب بیت المقدس وما حوله لا یضرهم خذلان من خذلهم ظاهرین علی الحق الی ان تقوم الساعة۔

(رواہ ابو یعلی ورجالہ ثقات۔ بحوالہ مجمع الزوائد ص ۴۹ ج ۹)

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ہمیشہ میری اُمت کا ایک گروہ دمشق کے دروازوں اور اس کے اِردگرد قتال کرتا رہے گا اور بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اِردگرد قتال کرتا رہے گا انہیں رسوا کرنے والوں کا رسوا کرنا نقصان نہیں دے گا۔ قیامت کے قائم ہونے تک وہ حق پر غالب رہیں گے۔

غزوہ ہند کی بشارت

⓴ عن ابی ہریرۃؓ قال وعدنا رسول اللہ ﷺ غزوة الهند فان ادركتها انفق فيها نفسی وما لی فان اُقتل كنت افضل الشهداء وان ارجع فانا ابو هريرة المحرّر۔ (سنن نسائی باب غزوۃ الہند)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے، اگر وہ جہاد میری زندگی میں ہوا تو میں اس کے لئے اپنی جان و مال خرچ کروں گا پھر اگر قتل کر دیا گیا تو افضل ترین شہداء میں سے ہوں گا اور اگر واپس لوٹ آیا تو جہنم سے آزاد کیا ہوا ابو ہریرہ ہوں گا۔

㉑ عن ثوبانؓ مولی رسول اللہ ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ عصابتان من امتی احرزهما اللہ من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسى ابن مريم عليهما السلام۔ (سنن نسائی باب غزوۃ الہند)

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد فرما دیں گے ایک جماعت وہ جو ہند میں جہاد کرے گی جبکہ دوسری وہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگی۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ آیت ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری

رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞۵

لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

خلاصہ

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی قوم بنی اسرائیل نے بہت ایذائیں پہنچائیں۔ اور وہ نافرمانی کرتے کرتے ہدایت سے محروم ہوگئے۔

اس سے دوسبق ملے

❶ جولوگ جہاد سے منہ موڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچارہے ہیں وہ بھی ہدایت سے محروم ہیں۔

❷ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایذاء پہنچائی اور اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کررہے ہیں چنانچہ وہ قتال کے مستحق ہیں۔

مضامین جہاد کا ربط

حضرات مفسرین نے اس آیت کا پچھلی آیت کے ساتھ ربط اور تعلق کئی طرح سے بیان فرمایا ہے:

❶ پچھلی آیت میں قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان تھا اور اس آیت سے وہ وجوہات بیان کی جارہی ہیں جن کی وجہ سے کفار سے قتال کیا جاتا ہے۔ مثلاً رسولوں کو جھٹلانا۔ ان کی مخالفت کرنا، ان کو ایذاء پہنچانا، حق کے نور کو بجھانے کی کوشش کرنا وغیرہ۔ (مفہوم بیان القرآن وحضرت لاہوریؒ)

❷ پچھلی آیت میں جہاد کا ذکر فرمایا تو اب اس آیت سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور دونوں حضرات نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور ان دونوں حضرات کے مخالفوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا دی گئی۔

لما ذکر امر الجهاد بین ان موسیٰ وعیسیٰ امرا بالتوحید وجاهدا فی سبیل الله وحل العقاب بمن خالفهما۔ (القرطبی)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرما کر مسئلہ جہاد کو مزید قوت دی گئی۔

❸ پچھلی آیات میں جہاد نہ کرنے والوں کی جو مذمت بیان ہوئی تھی کہ لم تقولون مالا تفعلون اب اس آیت میں اسی مضمون کی تاکید ہے گویا کہ یوں کہا جارہا ہے کہ ان جہاد سے پیٹھ پھیرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کا واقعہ سنا دیجئے کہ کسطرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ''جبابرہ'' کے خلاف جہاد کی دعوت دی مگر انہوں نے سخت نافرمانی کرتے ہوئے جہاد سے انکار کر دیا اور اپنے اس انکار پر ڈٹے رہے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سخت ایذاء پہنچائی۔ (مفہوم روح المعانی)

پس اب بھی جہاد سے بھاگنے والے لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ اور ان کی حالت بھی بنی اسرائیل کے ان لوگوں جیسی ہے جو دعوے تو بہت اونچے کرتے تھے مگر جہاد اور عمل کے میدان میں بالکل صفر تھے۔

ایسے فسادی لوگ قتال کے مستحق ہیں

بیان القرآن میں ہے:۔

❶ آگے کفار کے مستحقِ قتل وقتال ہونے کی علت یعنی ایذاء رسانی، تکذیب، مخالفتِ رسول کا بیان فرمانا مقصود ہے اور اسی کی مناسبت سے موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں۔

❷ پس ارشاد ہے کہ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذاء پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں وہ ایذائیں مختلف طور پر تھیں۔ پھر جب وہ لوگ اس سمجھانے کے باوجود ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ اسی طرح یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انواع مخالفت سے ایذائیں پہنچاتے ہیں، اس لئے ان کا ٹیڑھا پن اور فسق زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ امید اصلاح کی نہیں رہی، پس ان کا فساد مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا۔ (بیان القرآن بحذف وتسہیل)

دو اشارے

❶ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت سے دل ٹیڑھے ہوتے ہیں اور ہدایت سے محرومی ہوتی ہے پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور جہاد نہیں کرتے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے جائینگے کہ پھر ہدایت کی توفیق نہ ملے۔ چنانچہ منافقین کے ساتھ اسی طرح ہوا۔

❷ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہ جہاد جن کے خلاف ہوگا ان میں یہود ونصاریٰ خاص طور پر شامل ہوں گے جن کا تذکرہ ان آیات میں چل رہا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ آیت ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف رسول ہوں توراۃ جو

اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ

مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے

مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶

گا اور اس کا نام احمد ہوگا پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

خلاصہ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی بنی اسرائیل میں سے بہت سوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی انکار کر دیا حالانکہ وہ کھلے معجزات لے کر آئے تھے اور اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کرتے ہیں، ایسے ضدی، ظالم اور ہٹ دھرم کافروں کا قتال کے سوا اور کیا علاج ہوسکتا ہے؟

جہادی ربط

بیان القرآن میں ہے:-

وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ سے پہلے توراۃ آچکی ہے میں اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام مبارک احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت کے لئے ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو لوگ ان معجزات کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور جادو بتا کر انکی نبوت کو جھٹلایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں موجودہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ سب ظلم عظیم ہے پس اس ظلم کے پھیلتے اثرات کو مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا عین مصلحت کے مطابق ہے۔ (مفہوم بیان القرآن)

آیت مبارکہ کے بعض مضامین

① قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ اکثر ’’ابن مریم‘‘ لایا جاتا ہے تا کہ ان ظالم عیسائیوں کے عقیدے کی نفی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، قرآن پاک بتاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہیں بلکہ حضرت مریم کے بیٹے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی)

② حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب فرماتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے تھے نہ کہ تمام انسانیت کے لئے اور وہ ’’خاتم انبیاء بنی اسرائیل‘‘ تھے یعنی انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ ان پر ختم ہو گیا اور ان کے بعد پورے عالم کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث فرمایا گیا جو بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل سب کے لئے بھیجے گئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی، انوار البیان، ابن کثیر)

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کی تصدیق فرمائی۔ اس تصدیق کے کیا معنیٰ ہیں؟ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا توراۃ کی تصدیق تھی جبکہ باقی مفسرین نے عمومی مطلب لیا ہے کہ انہوں نے توراۃ کی سچائی کو بیان کیا۔

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام ’’احمد‘‘ ہوگا۔ حضرات مفسرین نے اس پر دو طرح کی بحث فرمائی ہے بعض مفسرین نے قرآن اور احادیث سے ثابت فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی۔ اور مسلمانوں کے لئے قرآن واحادیث ہی کافی ہیں۔ تفسیر ابن کثیرؒ، تفسیر خازن اور تفسیر قرطبی میں کئی احادیث اور روایات بیان ہوئی ہیں۔

اور ان حضرات نے نجاشی کا واقعہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ واقعی انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود ہے۔ شائقین حضرات ان تفاسیر میں ملاحظہ فرمالیں۔

⑤ جبکہ بعض مفسرین نے اہل کتاب پر حجت قائم کرنے کے لئے موجودہ توراۃ اور انجیل میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتوں کی تفصیل درج کی ہے۔

اور اس سوال کا جواب دیا ہے کہ ’’احمد‘‘ نام سے بشارت کیوں موجود نہیں ہے اور ثابت کیا ہے ’’فارقلیط‘‘ کی بشارت کا مصداق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر زیادہ جامع، مدلل اور مفصل بحث تو تفسیر حقانی میں ہے جبکہ بیان القرآن اور انوار البیان میں بھی اس بحث کا بہت عمدہ خلاصہ درج ہے جبکہ عربی تفاسیر میں سے تفسیر کبیر، روح المعانی نے اس موضوع کو چھیڑا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

⑥ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے حوالے سے صاحبِ انوار البیان نے قادیانیوں کی تردید بھی فرمائی ہے۔

⑦ تمام انبیاء علیہم السلام کے ذمہ لازمی تھا کہ وہ اپنی قوم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیں اور ان

سے وعدہ لیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی موجودگی میں تشریف لے آئے تو وہ انکی پیروی کریں گے۔ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کا قول اس بارے میں ذکر فرمایا ہے۔

❽ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں بنی اسرائیل کو انہوں نے اپنی قوم فرمایا یٰقوم لم تؤ ذوننی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اپنی قوم نہیں فرمایا کیونکہ قوم اور نسب کا سلسلہ والد سے چلتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر والد کے پیدا فرمایا اس لئے آپ نے بنی اسرائیل کو اپنی قوم نہیں فرمایا ملاحظہ فرمائیے المدارک، جلالین، حقانی۔

❾ ''احمد'' کے کیا معنیٰ ہیں یہ بنا بر فاعلیت ہے یا بنا بر مفعولیت حضرات مفسرین نے عمدہ اور دلکش عبارتیں لکھی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔البغوی، القرطبی اور تفسیر مظہری

❿ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اور ولادت کے وقت کی بشارات اور انوارات کے لئے ملاحظہ فرمائیے تفسیر ابن کثیر

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ آیت ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسلام کی طرف اسے بلایا جارہا ہو اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سے زیادہ محبوب جہاد کا عمل ہے اور اس عمل کا میدان مخالفین اسلام ہیں۔

''احب الاعمال الی اللہ (الجہاد) کا میدان عمل مخالفین اسلام ہیں'' (حضرت لاہوریؒ)

جہادی ربط

بیان القرآن میں ہے:-

اور واقعی اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ سچے نبی کی نبوت کا انکار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی چیز کا انکار کرنا اور نہ فرمائی ہوئی کو اسکی طرف منسوب کرنا یہ سب جھوٹ باندھنے میں آتا ہے۔ اور يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ سے اسکی مزید خرابی بیان فرمائی کہ تنبیہ اور دعوت کے باوجود اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ سے یہ بات سمجھائی کہ ان لوگوں کی اصلاح ممکن نہیں۔ چنانچہ اب ان کے لئے قتال کی سزا تجویز کرنا ہی مصلحت کے مطابق ہے۔ (تسہیل بیان القرآن)

اہل کتاب مراد ہیں

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک اس آیت میں ان اہل کتاب کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ جو اپنی کتابوں میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی خبریں اور علامتیں مٹاتے تھے۔ ایسے لوگ بہت ظالم ہیں اللہ تعالیٰ کی باتوں کو چھپاتے اور مٹاتے ہیں پس آیت میں اہل کتاب سے جہاد کی ترغیب ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں

''یہ فرمایا احوال کتاب والوں کا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر چھپاتے تھے'' (موضح القرآن)

سب کافر جھوٹے

تفسیر حقانی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیت مبارکہ نے کفار کے تمام مذاہب کا حال بیان کیا ہے کہ وہ

سب کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا ظلم عظیم کر رہے ہیں، یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا مجوسی ہر ایک نے اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کے جھوٹ ایجاد کر رکھے ہیں اور ہر آئے دن نئے جھوٹ گھڑتے رہتے ہیں اور کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی سچی باتیں نہیں ہیں یہ صرف دین اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام دنیا کو دیتا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر حقانی

پس جو لوگ مخلوق تک خالق کی سچی باتیں نہیں پہنچنے دیتے وہ مخلوق کے دشمن ہیں کہ اس کو کامیابی کے راستے سے روکتے ہیں تو ایسے لوگوں کی طاقت کو اگر جہاد سے نہ توڑا گیا تو دنیا جھوٹ، کفر اور گمراہی سے بھر جائے گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

خلاصہ

مخالفینِ اسلام اس نورالٰہی (یعنی دین اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنا چاہتا ہے لہٰذا اللہ والوں کی جماعت کفار کی کوششوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگی۔ (حضرت لاہوریؒ)

آسان تفسیر

’’جنہیں اسلام قبول کرنا نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کے پھونکوں سے بجھا دیں ان کے ارادوں سے کچھ نہ ہوگا اسلام بڑھ چڑھ کر رہے گا اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرما دے گا کافروں کو برا لگے لگتا رہے، انہیں اسلام کی ترقی اور اس کا عروج گوارہ نہیں ان کی اس ناگواری کا اسلام کی رفعت اور بلندی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا‘‘ (انوار البیان)

ایک پیشین گوئی

آیت مبارکہ میں ایک پیشین گوئی بھی ہے کہ کفار برابر دین اسلام کو مٹانے اور جڑ سے کاٹنے کی کوشش میں لگے رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیے (واللہ اعلم بالصواب)

کفار کی بے بسی کا مذاق

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت مبارکہ میں ایک تمثیل ہے کہ جسطرح کوئی شخص پھونک مار کر سورج کو نہیں بجھا سکتا اسی طرح کفار بھی اپنی زبانی اور عملی کوششوں سے جتنا زور لگالیں اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ گویا کہ اس میں انکی بے بسی پر ایک طرح کا ’’تہکم‘‘ ہے۔ (المدارک، ابن کثیر، وغیرہ)

اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اس کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ وقال ابن عباس مظهر دینه۔ (الخازن)

صدیوں کی تاریخ گواہ ہے

تفسیر حقانی میں صدیوں کی ان کوششوں کا خلاصہ بیان کیا ہے جو اسلام کو مٹانے کے لئے ہوئیں۔ صلیبی جنگیں، تاتاری فتنہ اور مسلمانوں کے اندر سے اٹھنے والے فتنے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی قرآن پاک کے ایک حرف کو نہیں مٹا سکا اور نہ اسلام کے کسی قطعی حکم کو بدل سکا والحمد للہ رب العالمین۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر حقانی

تفسیر مظہری میں ہے:۔

کافروں کو خوشی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں، دین اسلام کو تو اللہ تعالیٰ پھیلا کر رہے گا دین کا جھنڈا ضرور بلند کرے گا، کافروں کی ناخوشی کی اس کو پروا نہیں۔ (تفسیر مظہری)

سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر

كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾

غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ اس دین حق کو ساری دنیا کے ادیان پر غالب کرنے کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ لہٰذا سرفروش اہل ایمان اسوقت تک چین نہیں لیں گے جب تک دین الٰہی کو یہ عزت حاصل نہ ہوگی۔ (مفہوم لاہوریؒ)

دلائل نبوت میں سے ایک روشن دلیل

امام ابوبکر جصاص رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:-

یہ آیت مبارکہ "دلائلِ نبوت" میں سے ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے دلائل میں سے ہے) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ آیت اسوقت سنائی جب مسلمان کمزور تھے، تھوڑے تھے اور مغلوبیت اور خوف کی حالت میں تھے۔ مگر اس آیت نے جو خبر دی وہ پوری ہوئی۔ اس زمانے میں جتنے بڑے مذاہب تھے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، صابی اور سندھ وغیرہ کے بت پرست۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں بچا جن پر مسلمانوں نے غلبہ نہ پایا ہو اور ان کے تمام یا بعض شہروں پر قبضہ نہ کیا ہو اور ان کے دور دراز علاقوں کی طرف ان کو نہ دھکیل دیا ہو۔ پس یہ ہے اس آیت کا مصداق اور وہ غلبہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسکی وحی صرف اس کے رسولوں کو کی جاتی ہے پس یہ واضح دلیل ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی۔ وقوله تعالىٰ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ من دلائل النبوة لانه اخبر بذلك والمسلمون فی ضعف وقلة وحال خوف مستذلون مقهورون فكان مخبره على ما اخبر به لان الاديان التی كانت فی ذلك الزمان اليهودية والنصرانية والمجوسية والصائبة وعبادالاصنام من السند وغيرهم فلم تبق من اهل هذه الاديان امّة الا وقد ظهر عليهم المسلمون فقهروهم وغلبوهم على جميع بلادهم اوبعضها وشردوهم الى اقاصی بلادهم فهذا هو مصداق هذه الآية التی وعد الله تعالىٰ رسوله فيها اظهاره على جميع الاديان وقد علمنا ان الغيب لا يعلمه الا الله عزوجل

ولا یوحی به الا الی رسله فهذه دلالة واضحة علی صحة نبوة محمد صلی اللہ علیه وسلم۔ (احکام القرآن)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

اسلام کے غالب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی دوسرا دین ہی باقی نہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام ان پر بلند اور غالب ہو جائیں گے، اور غلبے کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہ رہے تو ایسا آخری زمانے میں ہوگا مجاہدؒ فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو اسوقت روئے زمین پر اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔ قال مجاهد: وذلك اذا نزل عيسیٰ لم يكن فی الارض دين الا دين الاسلام۔ (القرطبی)

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۰،۱۱،۱۲،۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دے۔ تم

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اوراپنی جانوں سے جہاد

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ

کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ

جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے اور

قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

جلدی فتح اورایمان والوں کو خوشخبری دیدے۔

خلاصہ

❶ ایمان والوں کیلئے جہاد فی سبیل اللہ ایک ایسی تجارت ہے جو انہیں دردناک عذاب سے بچاتی ہے۔

❷ جہاد فی سبیل اللہ میں کسی مؤمن کا جان و مال لگانا اس کے لئے بہت بڑی خیر ہے مگر اس بات کو سمجھنے والے ہی سمجھتے ہیں، (اکثر لوگ تو جان و مال بچانے کی فکر میں اپنا جان و مال ضائع کردیتے ہیں جبکہ مجاہد اپنا فانی جان و مال لگا کر ہمیشہ کی عظیم الشان نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے)۔

❸ مؤمن اگر جہاد فی سبیل اللہ کرے تو اس کے لئے دو کامیابیاں ہیں (الف) بڑی اور اصلی کامیابی (ب) فوری اور پسندیدہ کامیابی۔ بڑی کامیابی تو یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے اونچے مقامات عطاء کردیئے جائیں گے۔اور فوری کامیابی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتوحات ہیں۔ پس ایمان والوں کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں اور ہر طرح کی بشارتیں اور خوشخبریاں، دنیا اور آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل

تفسیر خازن میں ہے:-

یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب اہل ایمان نے تمنا کی کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کا پتا چل جائے تو وہ اسکو اپنا لیں۔ اور اس عمل کو تجارت اس لئے کہا گیا کہ اس کے ذریعہ بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے اور وہ نفع ہے اللہ تعالیٰ کی رضا، اور اسکی جنت کا پالینا اور جہنم سے بچ جانا۔

نزلت هذه الآية حين قالوا لونعلم أى الأعمال أحب ألى الله عزوجل لعملناه وانما سماه تجارة لانهم يربحون فيه رضاالله عزوجل ونيل جنته والنجاة من النار۔ (الخازن)

نجات کا قطعی حصول

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں:-

عذاب الیم (یعنی جہنم کے دردناک عذاب) سے نجات دینے والی چیز ایمان باللہ وبالرسول کے بعد قتال فی سبیل اللہ ہے، ان تینوں چیزوں سے نجات کا حصول قطعی (یعنی یقینی) ہے۔ (حضرت لاہوریؒ)

تین چیزوں سے مراد (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان (۳) قتال فی سبیل اللہ

جہاد کی ترغیب اور اس کے دو ثمرات

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:-

ان آیات میں جہاد کے دوطرح کے ثمرات (فوائد) بیان فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے ایک ''ثمرۂ آخرت'' اور دوسرا ''ثمرۂ دنیویہ'' یعنی فوری فائدہ جو نصرت اور فتح ہے۔ (مفہوم بیان القرآن)

تجارت کرو

جس کسی کے ہاتھ میں کچھ سرمایہ ہو اسے عقلمند لوگ یہی مشورہ دیتے ہیں کہ اپنا سرمایہ تجارت میں لگا لو تا کہ اصل مال محفوظ رہے اور بڑھتا بھی رہے تو ان آیات میں مسلمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اے مسلمان تو بھی تاجر ہے تیرے ہاتھ میں جان و مال کا سرمایہ ہے پس اس سرمائے کو ضائع ہونے سے بچالے اور تجارت میں لگا لے۔ اور وہ تجارت ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ (یعنی ایمان والوں کا جہاد کرنا)

والتجارة الجهاد (القرطبی)

❶ یہ تجارت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔

هی التجارة بين اهل الايمان و حضرة الله تعالى (تفسیر کبیر)

❷ اس تجارت میں گھاٹے اور نقصان کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ یہ سب سے بڑے گھاٹے یعنی دردناک عذاب سے بچانے والی ہے۔ تُنْجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

❸ اس تجارت کا سرمایہ ایمان لانا اور جان و مال سے جہاد کرنا ہے اور اس تجارت کا فائدہ اور نفع گناہوں کی معافی اور جنت کے اعلیٰ مقامات ہیں۔

❹ یہ بہت ہی مفید اور بہترین تجارت ہے، جان و مال بچانے سے جان و مال کا جہاد میں لگانا بہتر ہے اور دنیا کی تجارت سے یہ آخرت کے نفع والی تجارت بہت افضل ہے۔

ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ من اموالکم وانفسکم۔ (المدارک)

ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ من تجارة الدنیا والکدلها والتصدی لها وحدها۔ (ابن کثیرؒ)

❺ اس تجارت میں فوری نفع بھی ہے اور وہ یہ کہ جہاد میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور اہل ایمان کو اہل باطل پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

ای اذا قاتلتم فی سبیله ونصرتم دینه تکفل الله بنصر کم۔ (ابن کثیرؒ)

آسان تفسیر

"تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان و مال سے جہاد کرو یہ وہ تجارت ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں، دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں، محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اسطرح رأس المال یعنی اصل سرمایہ کم ہونے اور ضائع ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذاتِ خود اور اس کے اہل خانہ تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔

لیکن ایمان والے اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روز کے افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون و محفوظ ہو جائیں گے، اگر مسلمان سمجھتے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع مکمل مغفرت اور ہمیشہ کی جنت کی صورت میں ملے گا، جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ یعنی وہ ستھرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مؤمنین کو آباد ہونا ہے یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے۔

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا یعنی اصلی اور بڑی کامیابی تو وہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز ہے جسے تم طبعاً محبوب رکھتے ہو، وہ بھی تمہیں دی جائے گی وہ کیا ہے

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِیۡبٌ" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح وظفر جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہے، دنیا نے دیکھ لیا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنیٰ میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہوجائے تو یہی کامیابی ان کو حاصل ہوجائے گی"۔ (تسہیل عثمانی)

قربانی کی ترغیب

تفسیر کبیر میں ہے:۔

بعید نہیں کہ جنت کے عمدہ مکانات وغیرہ کا تذکرہ مسلمانوں کو گھر بار چھوڑنے اور مال قربان کرنے اور جہاد کی ترغیب دینے کے لئے ہو۔ (کہ یہاں چھوڑو گے تو وہاں بہت بہتر پالو گے)

ولایبعد ان اللہ تعالیٰ رغبھم فی ھذہ الآیۃ الی مفارقۃ مساکنھم وانفاق اموالھم والجھاد۔ (تفسیر کبیر)

ایک لشکر کی تیاری

تفسیر حقانی میں ہے:۔

"عالم بالا دنیا پر ایک سلطنت قائم کرنے والا لشکر تیار کرنے والا ہے جس سے اس نور کے بجھانے (کی کوشش کرنے) والوں کو زیر کیا جاوے اس لئے ان آیات میں ایک بڑے اجر اور بیش بہا تنخواہ پر جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان دیتا ہے اور اس کے ضمن میں اس ضروری کام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے تاکہ بڑی مستعدی کے ساتھ ایک لشکر جرار تیار ہوجاوے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کردے۔ (تفسیر حقانی)

جہاد فی سبیل اللہ وہ کامیاب ''تجارت'' ہے کہ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ملاحظہ فرمایئے جہاد اور مجاہد کی فضیلت پر چند مبارک روایات۔اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت، حقیقت اور فضیلت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

لوگوں میں سب سے افضل

❶ ان اباسعید حدثہ قال قیل یارسول اللہ ای الناس افضل؟ فقال رسول اللہ ﷺ مومن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ قالوا ثم من؟ قال مؤمن فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ۔

(رواہ البخاری فی باب افضل الناس مؤمن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں! عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مؤمن جو اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے انہوں (یعنی صحابہ کرامؓ) نے کہا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

مجاہد کے لئے کامیابی کی پکی ضمانت

❷ ان اباھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مثل المجاھد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یجاھد فی سبیلہ کمثل الصائم القائم وتوکّل اللہ للمجاھد فی سبیلہ بأن یتوفاہ ان ید خلہ الجنۃ أویرجعہ سالما مع اجر اوغنیمۃ۔ (رواہ البخاری فی باب افضل الناس مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ ص ۳۹۱ ج ۱)

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے ''اس شخص کی طرح ہے جو برابر روزہ رکھتا اور نماز پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلئے اسکی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے وفات دے گا تو جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ و سلامت ثواب وغنیمت کے ساتھ (گھر) واپس لوٹائے گا۔

مجاہد خیر الناس

❸ عن ابی سعید الخدریؓ قال کان رسول اللہ ﷺ عام تبوک یخطب الناس وهو مستند ظهره الی راحلته فقال الا اخبر کم بخیر الناس وشرالناس ان من خیر الناس رجلا عمل فی سبیل اللہ علی ظهر فرسه اوعلی ظهر بعیره اوعلی قدمه حتی یأتیه الموت وان من شرالناس رجلافاجرا یقرأ کتاب اللہ لا یرعوی الی شئ منه۔ (رواہ النسائی باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ ص ۵۴ ج ۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے سہارا لگائے ہوئے خطبہ دے رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین اور بدترین لوگوں کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پشت پر سوار ہو کر یا پیدل چلتا ہے یہاں تک کہ اسکی موت آجاتی ہے جبکہ بدترین شخص وہ ہے جو کہ فاجر ہے وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر کسی طور عمل نہیں کرتا۔

مجاہد کے لیے جہنم سے نجات

❹ عن ابی هریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یجتمعان فی النار مسلم قتل کافرا ثم سدد وقارب ولا یجتمعان فی جوف مؤمن غبار فی سبیل اللہ وفیح جهنم ولا یجتمعان فی قلب عبدالایمان والحسد۔

(رواہ النسائی فی باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ ص ۵۴ ج ۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے کسی کافر کو قتل کر ڈالا اور پھر درمیانہ راستہ اختیار کیا۔ تو وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا (اسی طریقہ سے) جہنم کی گرمی اور دھواں اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اکٹھا نہیں ہوسکتا نیز کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد دونوں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

مجاہد کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد

❺ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال ثلاثة کلهم علی اللہ عزوجل عونه المجاهد فی سبیل اللہ والناکح الذی یرید العفاف والمکاتب الذی یرید الاداء۔ (رواہ النسائی فی باب فضل الروحة فی سبیل اللہ ص ۵۵ ج ۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جنکی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کا مجاہد، ایسا نکاح کرنے والا جو برائی سے بچنے کے لئے نکاح کرے اور وہ مکاتب جو (حق مکاتبت) ادا کرنا چاہتا ہو۔

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

❻ عن ابی هریرةؓ قال قیل للنبی ﷺ مایعدل الجهاد فی سبیل الله قال لا یستطیعوه قال فأعاده علیه مرتین اوثلاثه کل ذلک یقول لا یستطیعوه قال فی الثالثة مثل المجاهد فی سبیل الله کمثل الصائم القآئم القانت بأیات الله لایفترمن صیام ولا صلوة حتی یرجع المجاهدفی سبیل الله تعالیٰ۔

(رواه مسلم ص۱۳۲ج۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایالوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے ۔راوی کہتے ہیں آپ ﷺ سے دو یا تین مرتبہ یہی سوال پوچھا گیا ہردفعہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ لوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ رکھنے والے،شب بیدار اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی فرمانبرداری کرنے والے کی طرح ہے جو روزے اور نماز سے نہیں تھکتا، یہاں تک کہ مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے جہاد سے واپس لوٹ آئے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب

❼ عن ابی ذرؓ عن النبی ﷺ قال ثلاثة یحبهم الله فذ کراحدهم: رجل کان فی سریة فلقوا العدوفهزموا فاقبل بصدره حتی یقتل أو یفتح لهم بصدره۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۸ ج ۱۰)

حضرت ابوذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں (راوی کہتے ہیں) کہ ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا۔ وہ آدمی جو لشکر میں ہو پس وہ لشکر دشمن سے ٹکرائے پھر وہ شکست کھا جائے تو یہ آدمی سینہ تان کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا وہ اپنے آگے بڑھنے کی وجہ سے ان کیلئے فتح پالے۔

جہاد مسلسل عبادت

❽ ان اباهریرةؓ حدث قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یارسول الله! علّمنی عملا یعدل الجهاد قال: لا اجده قال هل تستطیع اذا خرج المجاهدأن تدخل مسجدک فتقوم لا تفتر وتصوم لا تفطر؟ قال لا استطیع ذلک: فقال ابو هریرةؓ ان فرس المجاهد لیستنّ فی طوله فتکتب له حسناته۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۵ ج ۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا عمل سکھادیں جو جہاد کے برابر ہو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسا عمل نہیں پاتا۔ (پھر) فرمایا کیا تو استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو اور بغیر تھکے قیام کرے اور مسلسل روزے رکھے۔ انہوں نے جواب دیا، میں اسکی طاقت نہیں رکھتا۔حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔مجاہد کا گھوڑا جب لمبائی میں آگے پیچھے چلتا ہے تو مجاہد کے لئے اسکی وجہ سے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

کامیاب زندگی

❾ عن ابی هریرۃؓ عن رسول اللہ ﷺ أنه قال: من خیر معاش الناس رجل ممسك بعنان فرسه فی سبیل اللہ یطیر علی متنه کلما سمع هیعة أوفزعة طار علیه یبتغی القتل والموت مظانه أو رجل فی غنمة فی رأس شعفة من هذه الشعف أوبطن وادمن هذه الأودية یقیم الصلوة ویؤتی الزکوة و یعبد ربه حتی یأتیه الیقین لیس من الناس الا فی خیر۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص۱۶۸ ج۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام لوگوں میں اچھی زندگی والا وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر اڑتا پھر رہا ہو جب کبھی وہ گھبراہٹ کی آواز سنے تو اس پر اڑتا ہی چلا جائے وہ موت اور قتل کی جگہیں تلاش کرتا پھرے یا وہ آدمی جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر (اپنی) بکریوں میں ہو یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں ہو وہ نماز کا پابند رہے، زکوٰۃ ادا کرے اور موت کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کرتا رہے لوگوں میں سے یہی بھلائی میں ہے۔

مجاہد کا ایک دن، ہزار برابر

❿ قال عثمان بن عفانؓ فی مسجد الخیف: یاایها الناس حدیثا سمعته من رسول اللہ ﷺ کنت اکتمکموه ضنًابکم قد بدالی ان ابدیه نصیحة لکم سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:یوم المجاهد فی سبیل اللہ کالف یوم فیماسواہ فلینظرمنکم کل امری لنفسه۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ص۱۷۱ ج۹)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے مسجد خیف میں ارشاد فرمایا اے لوگو! میں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپایا کرتا تھا تم پر بخل کی وجہ سے (یعنی اسلئے کہ تم سب مجھے چھوڑ کر نہ نکل جاؤ) اب میں نے مناسب سمجھا کہ تمہارے سامنے اس حدیث کو تمہاری خیر خواہی کے پیش نظر ظاہر کردوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہد کا ایک دن لگانا اللہ تعالیٰ کے راستے کے علاوہ میں ہزار دن لگانے کی طرح ہے پس تم میں سے ہر ایک اپنے لئے (جو صورت چاہے) پسند کرلے۔

بے شمار نیکیاں

⓫ عن ابن عباسؓ قال جمیع اعمال بنی آدم تحضرها الملائکة الکرام الکاتبون الاالمجاهدین فی سبیل اللہ فان الملائکة الذین خلقهم اللہ یعجزون عن علم احصاء حسنات أدناهم (کنز العمال ص۱۳۶ ج۴)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی آدم کے تمام اعمال کراماً کاتبین فرشتے لکھتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے راستے کے مقبول مجاہدین کے اعمال کے، اسلئے کہ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے وہ ان میں سے ادنیٰ مجاہد کی نیکیوں کو شمار کرنے سے عاجز ہیں۔

ایمان کامل

⓬ عن ابی سعیدؓ قال:قال رسول اللہﷺ اکمل المؤمنین ایمانارجل یجاهد فی سبیل الله بنفسه وماله ورجل عبداللہفی شعب من الشعاب قد کفی الناس شره (متدرک حاکم، ابوداؤد بحوالہ کنزالعمال ص۱۲۳ ج۴)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام ایمان والوں میں سے کامل مؤمن وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد کرے اور دوسرا وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے (اور) لوگ اسکے شر سے محفوظ ہوں۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے مددگار ہوجاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ

لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔پھر

فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ

ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اورایک گروہ کافر ہوگیا پھر ہم نے ایمان والوں کو ان کے

اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝ ۱۴

دشمنوں پر غالب کردیا پھر تو وہی غالب ہوکر رہے۔

خلاصہ

❶ احبّ الاعمال الی اللہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں لگنے والے ”انصاراللہ“ ہوں گے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار

❷ مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمائی جارہی ہے اور ترغیب دینے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا تذکرہ فرمایا ہے

❸ اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہاالف صلوات وتحیات) کے غلبے کی بشارت ہے

دعوت جہاد کی تاکید

امام بغویؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اور دین کے دشمنوں سے جہاد پر ابھارتے ہوئے فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ۔ (البغوی،الخازن)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

جہاد کی تاکید فرماتے ہیں کہ تم بھی اپنے نبی کے حواری بن جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دشمنوں پر غالب فرمادے جس طرح اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کوان کے مخالفین پر غلبہ عطاء فرمایا۔

اکدامر الجهادای کونوا حواریّ نبیکم لیظهر کم الله علی من خالفکم کما أظهر حواری عیسیٰ علی من خالفهم۔ (القرطبی)

اور مزید لکھتے ہیں:۔

ایک قرأت میں انصارًا للّٰہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ثابت قدم رہو اور تلوار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار)

لان معناہ اثبتوا و کونوا اعوانا للّٰہ بالسیف علی أعدائہ۔ (القرطبی)

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:۔

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ اس طریق سے جو تمہارے لئے مشروع ہے یعنی ''جہاد'' (بیان القرآن)

اَحَبُّ الاعمال الی اللّٰہ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

''احبّ الاعمال الی اللّٰہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ) کی ابتداء اسی طرح ہوگی جسطرح حوارییّن عیسیٰ علیہ السلام نے کام شروع کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پہلے تبلیغ شروع کی اس کے بعد مؤمن اور کافر جودو جماعتیں پیدا ہوگئی۔ دونوں کے مقاصد میں چونکہ تضاد تھا دونوں آگے چل کر ٹکرائیں، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فتح عطاء فرمائی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

آئندہ حالات کی بشارت ہے

اس آیت مبارکہ سے یہ بشارت بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں لڑائی ہوگی آپ کے دین کی خاطر لڑنے والے ''انصار اللہ'' کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اور وہ غالب رہیں گے حضرت شاہ صاحب کے کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کیں ہیں تب ان کا دین نشر ہوا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی خلیفوں نے اس سے زیادہ کیا'' (موضح القرآن)

حواری

تفسیر حقانی میں ہے:۔

حواری کالفظ عربی زبان میں ''حور'' سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ خالص سفیدی کے ہیں، اس لئے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی (حواری کہتے ہیں) جس کے دل میں محبت ونصرت

کی سفید روشنی ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول ان پر ایمان لائے اور ان کے یار و مددگار ہوئے اسی لئے حواری کہتے ہیں نہ کہ اس لئے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ان بارہ شخصوں کے نام یہ ہیں۔

1. شمعون جو پطرس کہلاتے ہیں
2. اندریاس
3. یعقوب
4. یوحنا
5. فیلبوس
6. برتھولا
7. تھوما
8. متی
9. ہلفا کا بیٹا یعقوب
10. لبی جو تھدی بھی کہلاتے ہیں
11. شمعون کنعانی
12. یہوداہ

ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے پہلے قبول کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلص تھے ان حضرات نے دین کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں، ان کا طرز معاشرت بھی درویشانہ تھا۔ بالآخر یہ لوگوں کے ہاتھوں سے قتل (یعنی شہید) ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا۔ (حقانی تسہیل)

اہل اسلام کے لئے فتح کی بشارت

اکثر مفسرین تو یہی فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے ماننے والوں کی فتح اور کامیابی کا تذکرہ ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں اور آپ کا انکار کرنے والوں میں مقابلہ رہا، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نصرت فرمائی تو وہ غالب رہے، مگر بعض بڑے مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو غلبہ تب ملا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تب ان کو ان لوگوں پر غلبہ ملا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے یا ان کے بارے میں غلط اور کفریہ عقیدہ رکھتے تھے۔

امام بغویؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا تو بنی اسرائیل تین فرقوں میں بٹ گئے ایک فرقے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے جو اوپر چلے گئے دوسرے فرقے نے کہا وہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور تیسرے فرقے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا ہے یہ فرقہ ایمان والا تھا۔ لوگ ان تین فرقوں میں بٹ گئے اور ان کی آپس میں جنگیں ہوئیں ان جنگوں میں دونوں کافر فرقے ایمان والے فرقے پر غالب رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ایمان والا فرقہ (مسلمان ہو کر) کافر فرقوں پر غالب آ گیا۔ (ملاحظہ فرمائیے تفسیر بغوی)

امام ابن کثیرؒ نے بھی اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے:۔

فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ باظهار محمد صلى الله عليه وسلم فيهم علىٰ دين الكفار کہ بنی اسرائیل میں سے ایمان والوں کو غلبہ تب ملا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدے کو کفار کے عقیدے پر غالب فرمادیا

آگے امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت غالب رہے گی اور حق پر قائم رہے گی یہانتک کہ قیامت آجائے اور اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملکر دجال سے جہاد کریں گے۔

فامة محمد صلى الله عليه وسلم لا يزالون ظاهرين على الحق حتى يأتي امر الله وهم كذلك وحتى يقاتل آخرهم الدجال مع المسيح عيسى ابن مريم عليه السلام۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک جامع عبارت

تفسیر عثمانی میں اس آیت مبارکہ کے بارے میں مفسرین کے اکثر اقوال میں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے ملاحظہ فرمایئے یہ عبارت:۔

”یعنی بنی اسرائیل میں دو فرقے ہوگئے ایک ایمان پر قائم ہوا اور دوسرے نے انکار کیا، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آپس میں دست وگریبان رہے آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث ومناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مؤمنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نام لیوا (نصاریٰ) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے کھچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حجت وبرھان کے اعتبار سے بھی اور قوت وسلطنت کے اعتبار سے بھی فللہ الحمد والمنة“۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ہیں

اس وقت دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صرف مسلمان ہی صحیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ جبکہ خود کو عیسائی کہنے والوں نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کا بھی انکار کر رکھا ہے اور ان کی تعلیمات کا بھی۔

مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ویسے ہی مانتے ہیں جیسے کہ وہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور ان پر ایمان لانے کے جو احکامات سنائے تھے ان کو بھی مسلمان مانتے ہیں۔

اور آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس اُمت کے ایک فرد اور ایک مجاہد کے طور پر تشریف لائیں گے۔

والحمد لله رب العالمين

تمّ سورة الصف والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد واله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً كثيراً كثيراً

(لیلۃ الخمیس ۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ)

سورة
المنٰفقون
مدنية

ابتدائیہ

اس تألیف میں مکمل **سورۃ المنافقون** کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے ”منافقین“ اسلام اور جہاد کے خطرناک ترین دشمن ہیں، اس لئے مجاہدین کے لئے لازم ہے کہ وہ منافقین اور ان کے کردار اور ان کے طریقہ واردات کو سمجھیں اور منافقین کی عادات اور خصوصیات سے بچیں اور اپنی صفوں کو نفاق کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ سورۃ المنافقون اس سلسلے میں بہترین رہنمائی فرماتی ہے۔

ابتدائیہ

سورۃ المنافقون کی گیارہ آیات کے مضامین کا خلاصہ

آیت ۱	غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ۔ منافقین جھوٹے ہیں۔
آیت ۲	یہ دین سے اور جہاد سے روکتے ہیں۔
آیت ۳	ان کے دلوں پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہے۔
آیت ۴	منافقین ایمان اور جذبات سے خالی، بے کار، کم ہمت اور بزدل لوگ۔
آیت ۵	منافقین متکبر اور استغفار سے محروم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی سے ناواقف۔
آیت ۶	منافقین معافی سے محروم۔
آیت ۷	منافقین مسلمانوں کی مالی امداد کے ذرائع روکنے کی کوشش کرنے والے، مسلمانوں کی اجتماعیت کے دشمن۔
آیت ۸	منافقین مسلمانوں میں علاقہ پرستی کی بنیاد پر پھوٹ ڈالنے والے، فانی چیزوں میں عزت دیکھنے والے۔
آیت ۹، ۱۰، ۱۱	مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تاکہ ان کے اندر مرضِ نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں۔

اختتام ابتدائیہ و آغاز معارف آیات الجہاد

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱ تا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ①

ہیں۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا

جھوٹے ہیں۔انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پھر (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

کیسا برا کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی

لَا يَفْقَهُوْنَ ③

گئی پس وہ نہیں سمجھتے

خلاصہ

① اسلام اور مسلمانوں کے داخلی دشمن ''منافقین'' کا تذکرہ جو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔اُن کی صفات یہ ہیں۔

② وہ بہت زور دے کر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٔ ایمان کی تکذیب فرما دی۔

③ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا رکھا ہے، یعنی بے دھڑک قسمیں کھا کر مسلمانوں میں عزت اور اعتبار حاصل کرتے ہیں تاکہ مسلمان انکی جان و مال کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کریں۔

④ وہ لوگوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے طرزِ عمل سے کافروں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔

⑤ ان کے دل بالکل مسخ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ نعمت اسلام کو قریب سے دیکھ کر پھر دل سے اس کے منکر ہوئے تو ان کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دی گئی۔

شانِ نزول

اکثر مفسرین کے نزدیک سورۃ المنافقون غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر نازل ہوئی۔ایک مہاجر اور ایک انصاری

دو صحابہ کرام کے درمیان لڑائی ہوگئی دونوں نے اپنی اپنی قوم کو بلایا۔ یہ لڑائی بھڑکنے کو تھی کہ آپ ﷺ کو خبر ہوگئی آپ ﷺ نے قومیت کے نعرے کو جاہلی اور بدبودار نعرہ قرار دیا اور فریقین کے بڑوں نے یہ معاملہ ختم کرادیا مگر منافقین کی زبانیں کھل گئیں۔ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا کر ان مہاجرین کو نکال دیں گے ہم عزت والے مقامی لوگ ہیں اور یہ (نعوذ باللہ) ذلیل لوگ ہیں۔ اور اے مدینہ والو ان مہاجرین پر اپنے اموال خرچ نہ کرو یہ خود ہی بھاگ جائیں گے۔ یہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں تو آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا آپ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے قسمیں کھالیں کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں۔ کچھ لوگوں نے اسکی تصدیق وسفارش کی تو اس کے عذر کو قبول کرلیا گیا۔ اور اسکی بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے والے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کافی شرمندہ کیا اور خوب ملامت کی۔ اسوقت سورۃ المنافقون نازل ہوئی اور قرآن پاک نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمادی۔ (مفہوم البحر المحیط)

فائدہ

سورۃ مبارکہ کے شان نزول پر صحیح بخاری کی ایک روایت اور بعض دیگر روایات کچھ آگے چل کر بیان کی جائیں گی۔ اور غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ بھی بیان ہوگا تاکہ سورۃ مبارکہ کے مضامین سمجھنے میں آسانی رہے۔

جہاد سے روکنے والے

ارشاد فرمایا:۔

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ

کہ یہ منافق دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، یہ منافق دوسرے لوگوں کو جہاد سے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے ہیں

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ: منعوا الناس عن الجهاد والايمان بمحمد ﷺ۔ (معالم التنزیل)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ انہوں نے چونکہ خود کو مسلمان ظاہر کر رکھا ہے اس لئے حقیقی مسلمان ان کے خلاف جہاد نہیں کرسکتے تو اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد سے روک رکھا ہے۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد کے وقت پیچھے رہ جاتے ہیں، یعنی جہاد میں نہیں نکلتے تو بعض دوسرے مسلمان بھی انکی دیکھا دیکھی جہاد سے محروم ہوجاتے ہیں۔

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ

أو صرفوا المؤمنين عن اقامة حكم الله عليهم من القتل والسبي واخذ الاموال

فھو من الصد او منعوا الناس عن الجھاد بان یتخلفوا ویقتدی بھم غیرھم۔ (القرطبی)

علامہ محلیؒ لکھتے ہیں:۔

وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد سے روکتے ہیں

فصدوا بھا عن سبیل اللہ ای الجھاد فیہ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

یہ بے ایمان جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو شمشیرِ اسلام سے بچا لیتے ہیں اور پھر لوگوں کو اسلام سے بہکاتے رہتے ہیں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

انتہائی نقصان دہ لوگ

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

یہ جھوٹی قسمیں کھا کر خود کو مسلمانوں (کے جہاد) سے بچا لیتے ہیں اور اپنی قسموں کے ذریعے لوگوں میں اپنا اعتبار بناتے ہیں تو کئی لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان کو مسلمان سمجھ کر انکی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ منافقین کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اندرونی طور پر اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے پس اس طرح بہت سے لوگوں کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے (کہ وہ منافقوں کو مسلمان سمجھ کر انکی باتیں مانتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں) (مفہوم تفسیر ابن کثیر)

محرومی کی وجہ

منافقین کو موقع ملا کہ جناب رسول نبی کریم ﷺ کو قریب سے دیکھیں، مسلمانوں کے حالات کا خود مشاہدہ کریں، قرآن پاک سنیں مسجد نبوی میں حاضری دیں رسول اللہ ﷺ کے مبارک بیانات سنیں۔ کیونکہ انہوں نے کلمہ پڑھ کر خود کو مسلمانوں میں ظاہری طور پر شامل کر لیا تھا۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے کفر اختیار کیا۔ جان و مال کی محبت، اولاد کی محبت اور علاقہ پرستی کے برے اثرات نے ان کو تباہ کر دیا وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے رہے اور مسلمانوں میں شامل ہو کر جناب رسول اللہ ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ کبھی کہتے کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو پھر ہم گدھے ہیں، خندق اور تبوک کے موقع پر انہوں نے اسلامی فتوحات کے وعدوں کا مذاق اڑایا اور کہا کہ کسریٰ اور قیصر کے محلات کو فتح کرنا بہت دور کی بات ہے۔

پس ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے ان کے دلوں پر بدبختی اور شقاوت کی پکی مہر لگا دی گئی۔ آج بہت سے لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مذاق اڑاتے ہیں، قرآن پاک میں اہل ایمان کے

غلبے کے جو وعدے ہیں ان کو ناممکن قرار دیتے ہیں ان لوگوں کو اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:

یعنی زبان سے ایمان لائے اور دل سے منکر رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پہ مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی، ظاہر ہے کہ اب اس حالت پہ پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اسکی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔ (تفسیر عثمانی)

سورت کے شان نزول پر بخاری شریف کی روایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک غزوہ میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہیں ان پر (مال وغیرہ) خرچ نہ کرو تاکہ خود ہی منتشر ہو جائیں (اور اس نے کہا) اب اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والے لوگ وہاں سے کمزور و ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا (حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ) سے کیا (یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی کو شک ہے) انہوں نے یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کو عرض کر دی، آپ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا میں نے پورا واقعہ عرض کر دیا پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا، انہوں نے قسم کھائی کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے میری تکذیب اور اسکی تصدیق فرما دی۔ مجھے اس پر اتنا صدمہ ہوا کہ کبھی پہلے نہیں ہوا تھا، پھر میں گھر میں بیٹھ گیا میرے چچا نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ حضور اکرم ﷺ تمہاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں **اذا جاءك المنافقون** ـــ الی آخرہ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں اور ارشاد فرمایا اے زید! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرما دی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر)

امام بخاریؒ نے اس سورۃ مبارکہ کی تفسیر میں اسی واقعہ کو اور غزوہ بنی مصطلق میں مہاجرین و انصار کے درمیان متوقع لڑائی کے واقعہ کو کئی سندوں سے بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ جس کے بارے میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے غزوۃ المریسیع میں پیش آیا ہے جسے غزوہ بنی مصطلق کہتے ہیں

وهي غزوة بني المصطلق ۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

چنانچہ مزید آیات کے مضامین سے پہلے ملاحظہ فرمائیے غزوہ بنی المصطلق کے مختصر حالات۔

☆☆☆

غزوۂ
مُرَیسِیع یا بنی المُصطلِق
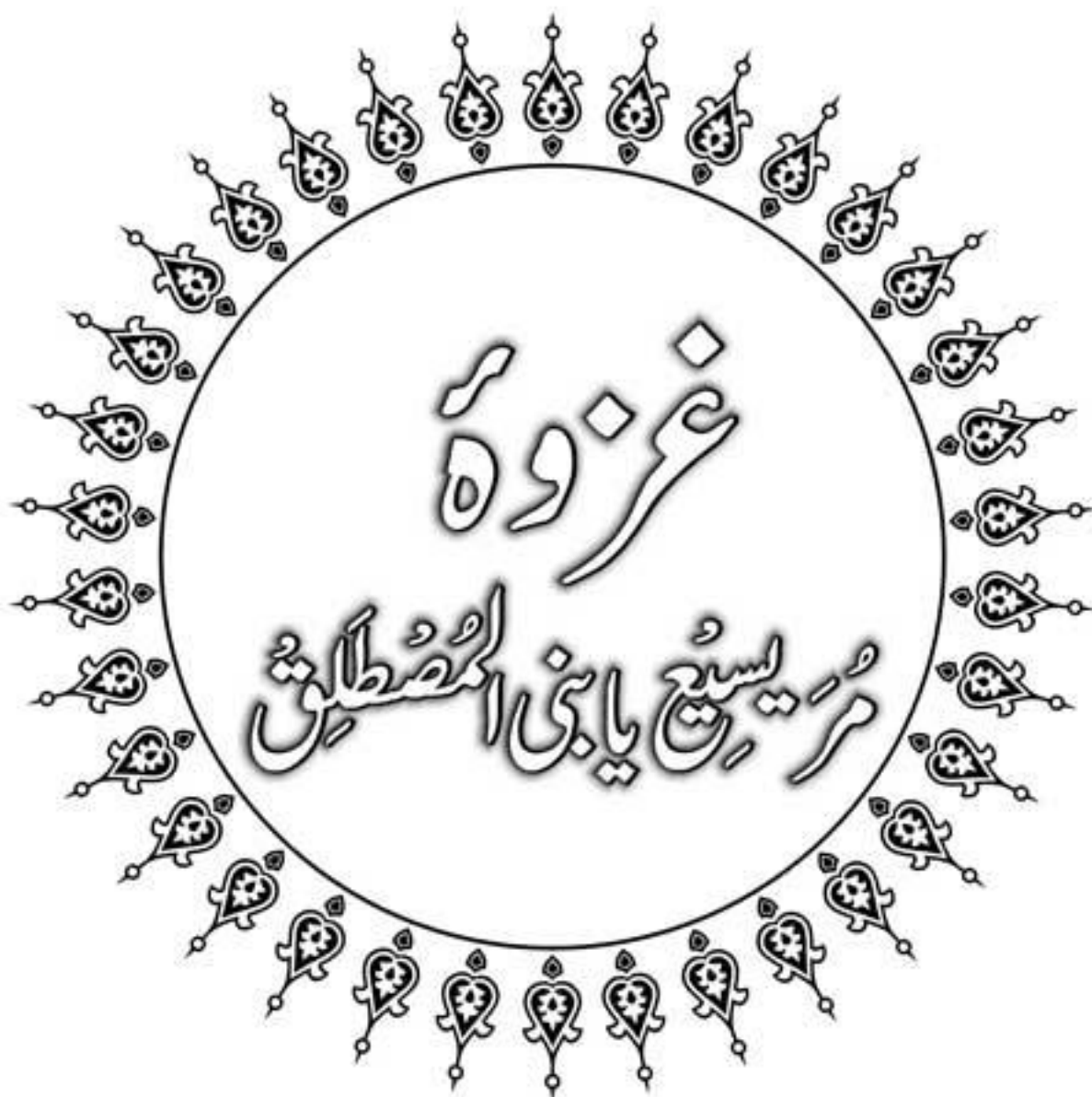
غزوہ مُرَیسیع یا بنی المُصطلق
۲ شعبان یوم دوشنبہ ۵ھ

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، آپ نے بریدہ بن حُصَیب اسلمیؓ کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ بریدہ رضی اللہ عنہ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے۔ آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔

ناگہانی حملہ

صحابہ فوراً تیار ہوگئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے جن میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے اس مرتبہ مال غنیمت کی طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہولیا جو اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا اور ۲ شعبان یوم دوشنبہ کو مریسیع کی طرف خروج فرمایا۔

تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے، حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی اُن کے قتل ہوئے باقی مرد عورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور دو سو گھرانے قید ہوئے۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

انہیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہؓ بھی تھیں۔ مال غنیمت جب غانمین پر تقسیم ہوا تو جویریہؓ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان کو مُکاتبہ بنا دیا یعنی اگر اتنی مقدار رقم ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کو معلوم ہے کہ میں جویریہ سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ میری اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں۔ تقسیم میں ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئی ہوں، انہوں نے مجھ کو مُکاتَبہ بنا دیا ہے۔ بدل کتابت میں آپ سے اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم وہ پسند کرو، وہ یہ کہ تمہاری طرف سے کتابت کی واجب الاداء رقم میں ادا کروں اور آزاد کر کے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں (رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تو پہلے ہی سے تھی کہ وہ آزاد ہو جائیں، اتفاق سے ان کے باپ حارث بھی آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلہ بنی المصطلق کا سردار ہوں میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی۔ آپ اس کو آزاد فرمادیں۔ آپ نے فرمایا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جویریہ ہی کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حارث نے جاکر جویریہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے، جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اللہ اور اُس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن مندہ وسندہ صحیح)

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑا لائیں ان میں سے دو اُونٹ جو نہایت عمدہ اور پسندیدہ تھے ان کو ایک گھاٹی میں چھپادیا کہ واپسی میں ان کو لے لوں گا۔ مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ کے سامنے پیش کئے اور کہا اے محمد آپ نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ اس کا فدیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا آئے ہو۔ حارث نے کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا، اللہ ہی نے آپ کو اس سے مطلع کیا ہے (اصابہ ترجمہ حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عشق رسول

صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دامادی رشتہ دار ہیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب العتاق ص۱۹۲ ج۲)

منافقین کی شرارت

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا جو ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شر انگیزی کو ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوگیا مہاجر نے انصاری کے ایک لات ماری مہاجر نے یا للمهاجرین کہہ کر مہاجرین کو اور انصاری نے یا للانصار کہہ کر انصار کو اپنی اپنی مدد کے لئے آواز دی، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آوازیں سُنیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول ﷺ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے لات ماردی، آپ نے ارشاد فرمایا:

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ

ان باتوں کو چھوڑو یقیناً یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بولنے کا موقع مل گیا اور کہا کیا یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہم پر حاکم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو

نکال باہر کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ منافق کی گردن مارنے کی مجھ کو اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دو (لوگ حقیقت حال کو سمجھیں گے نہیں) یہ گمان کریں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ مہاجرین میں سے ایک صحابی نے ایک انصاری صحابی کو لات ماردی۔ انصاری نے انصار کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آوازیں سنیں تو فرمایا جاہلیت کی بات کہاں آگئی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ایک مہاجر نے انصاری کو لات ماردی ہے (جس پر انصاری نے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا ہے) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو بے شک یہ بدبودار بات ہے۔

عبداللہ بن ابی نے یہ بات سنی تو کہا مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم ہم اگر مدینہ لوٹے تو ہم میں سے عزت والے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ مبادا لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرین جب مدینہ آئے تھے تو انصار سے کم تھے بعد میں ان کی تعداد انصار سے بڑھ گئی۔ (بخاری کتاب التفسیر ص ۷۲۸)

عبداللہ بن ابی حقیقتاً آپ کے اصحاب میں نہ تھا بلکہ سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن ظاہر صورت میں آپ کے اصحاب کے مشابہ تھا۔ زبان سے آپ کے اصحاب میں سے ہونے کا مدعی تھا اس لئے آپ نے اُس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اصحاب مخلصین کے تشبہ نے اس کی جان بچالی۔ صالحین کا تشبہ اگر نفاق سے ہو وہ بھی ضائع اور بیکار نہیں۔

فائدہ جلیلہ

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد:۔

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ

ان باتوں کو چھوڑ و یقیناً یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں اور بُری باتیں گندی اور بدبودار ہیں، جن کی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسی طور پر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ یا ان کے وارثین کو ہوتا ہے۔

و عن جابر رضی اللہ عنہ کنا مع النبی ﷺ فارتفعت ریح منتنة فقال رسول اللہ ﷺ اتدرون ما هذہ الریح هذہ ریح الذین یغتابون المومنین رواہ احمد وابن ابی الدنیا ورواۃ احمد ثقات (ترغیب وترہیب للمنذری ص ۳۰۰ ج ۳ طبع مصری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ تحت بد بو اٹھی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی بد بو ہے یہ بد بو ان لوگوں کے منہ سے آرہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی غیبت (بدگوئی) کر رہے ہیں اس حدیث کو امام احمدؒ اور ابن ابی الدنیاؒ نے روایت کیا ہے۔ امام احمدؒ کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے اور جو حضرات آپ ﷺ کے ساتھ تھے سب نے غیبت کی بد بو کو محسوس کیا لیکن یہ امر کہ یہ کس چیز کی بد بو ہے یہ آپ کے بتلانے سے معلوم ہوا۔

حافظ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ کے باب **ماوقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات** کے تحت میں اسی حدیث کو بحوالہ ابی نعیمؒ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن جابر قال کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سفر فهاجت ریح منتنة فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ناساً من المنافقین اغتابوا ناساً من المومنین فلذلک هاجت هذه الریح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ یکا یک ایک تحت بد بو اٹھی (کہ جو غالباً اس سے پہلے کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تم اس عجیب وغریب بد بو سے تعجب مت کرو) اس وقت چند منافقین نے اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے پس اس لئے یہ بد بو نمودار ہوئی ہے، یعنی یہ اہل ایمان کی غیبت کی عفونت ہے اس لئے اس میں یہ شدت اور غرابت ہے۔

حافظ سیوطیؒ کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی بد بو کا واقعہ غزوۂ بنی المصطلق ہی میں پیش آیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ مدینہ کے قریب پہنچ کر پیش آیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم اس سفر (یعنی غزوۂ بنی المصطلق) سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچے تو دفعۃً ایک نہایت متعفن اور بد بو دار ہوا چلی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ بد بو دار ہوا کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے چلی ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مرا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۶ ج ۱)

غالباً اس منافق کی خبیث اور گندی روح کی وجہ سے اس صحرا کا تمام خلا متعفن ہو گیا جس کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس فرمایا۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ حضرات پر کفر کی نجاست منکشف فرمائی ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور خوب سمجھ لیں کہ کسی بے حس اور زکام زدہ کا گلاب اور پیشاب کی خوشبو اور بد بو کو نہ محسوس کرنا صحیح الحواس پر حجت نہیں کلمات طیبہ کی خوشبو کو اور کلمات خبیثہ کی خبث اور بد بو کو کیا محسوس کریں

بہر ازیں باید حواس اہل دل

جامع ترمذی میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

اِذَا کذب العبد تباعد عنہ الملك میلاً من نتن ماجاء بہ (ترمذی شریف ج۲ص۱۹)

محمد بن واسعؒ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں تم میں سے اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو محسوس کرتا تو تعفن اور بدبو کی وجہ سے میرے پاس ہرگز نہ بیٹھ سکتا۔

این سخن رانیست ہرگز اختتام

پس سخن کوتاہ باید والسلام

عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی تو دشمنِ اسلام اور منافقوں کا سردار اور اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہؓ تھا وہ اسلام کے شیدائی اور مخلص و جان نثار حقیقت میں وہ اللہ کے بندے تھے اور باپ تو محض نام کا عبداللہ تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب باپ کو یہ کہتے سنا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا تو باپ کو پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ جانے نہ دوں گا جب تک تو یہ اقرار نہ کرلے کہ تو ہی ذلیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عزیز ہیں۔ چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار کیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن اسحٰق اور طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری سورۃ المنافقون)

مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر اجازت ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر قلم کرکے آپ کی خدمت میں لا حاضر کروں مبادا آپ کسی دوسرے کو حکم دے دیں اور میں جوش میں آکر اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں اور اس طرح سے ایک مسلمان کے قتل کا مرتکب بنوں۔ آپ نے باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی سیاست کا سنگِ بنیاد خالص اسلامی برادری قائم کرنا ہے۔ جس میں رنگ ونسل اور زبان اور ملکی وغیر ملکی کے سب امتیازات بالکل ختم کردیئے جاویں۔

غزوہ بنی المصطلق میں پیش آنے والا ایک انصاری اور ایک مہاجر کا جھگڑا اور دونوں طرف سے انصار و مہاجرین کو اپنی اپنی مدد کے لئے پکارنا، یہ وہ جاہلیت کا بُت تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ دیا، اور مسلمان کہیں کا رہنے والا ہو کسی رنگ وزبان اور کسی نسل وقوم کا ہو سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا، انصار و مہاجرین میں باقاعدہ بھائی چارہ قائم کرا کر ان کی مشترک اسلامی برادری بنادی تھی، مگر شیطان کا یہ پُرانا جال ہے جس میں لوگوں کو پھنسا کر باہمی جھگڑوں کے وقت قوم و وطن اور زبان و رنگ وغیرہ کو باہمی تعاون کی بنیاد بنا دیتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہمی معاونت کا اسلامی معیار حق و انصاف سب کے ذہنوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، صرف برادری اور قومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اصول بن جاتا ہے، اس طرح وہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا دیتا ہے، اس واقعہ میں بھی کچھ ایسی ہی صورت بن رہی تھی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً موقع پر پہونچ کر اس فتنہ کو ختم کر دیا اور بتلایا کہ یہ

جاہلیت وکفر کا بدبودار نعرہ ہے، اس سے بچو، اور پھر سب کو قرآنی اصول تعاون پر قائم کر دیا جس میں ارشاد ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۖ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ

یعنی مسلمانوں کے لئے کسی کی مدد کرنے یا مدد حاصل کرنے کا ایک معیار ہونا چاہیے کہ جو شخص عدل وانصاف اور نیکی پر ہے اس کی مدد کرو، اگرچہ وہ نسب وخاندان اور زبان ووطن میں تم سے الگ ہو اور جو شخص کسی گناہ اور ظلم پر ہو اس کی ہرگز مدد نہ کرو اگرچہ وہ تمہارا باپ اور بھائی ہی ہو، یہ وہ معقول اور منصفانہ بنیاد ہے جس کو اسلام نے قائم فرمایا، اور رسول اللہ ﷺ نے ہر قدم پر اس کی خود رعایت فرمائی۔ اور سب کو اس کے تابع رہنے کی تلقین فرمائی، اور اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کی سب رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں، اب عربی، عجمی، کالے گورے ملکی غیر ملکی کے فرق کے بُت ٹوٹ چکے ہیں، باہمی تعاون ومدد کی اسلامی بنیاد صرف حق وانصاف ہے، سب کو اس کے تابع چلنا ہے۔

اس واقعہ نے ہمیں یہ بھی سبق دیا ہے کہ دشمنانِ اسلام آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے یہی برادری اور وطنی قومیت کا حربہ استعمال کرتے ہیں، جب اور جس وقت موقع مل جاتا ہے اسی سے کام لے کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔

افسوس ہے کہ زمانہ دراز سے پھر مسلمان اپنے اس سبق کو بھول گئے، اور غیروں نے مسلمانوں کی اسلامی وحدت کے ٹکڑے کرنے میں پھر وہی شیطانی جال پھیلا دیا، اور دین واصول دین سے غفلت کی بناء پر عام دنیا کے مسلمان اس جال میں پھنس کر باہمی خانہ جنگیوں کے شکار ہوگئے، اور کفر والحاد کے مقابلہ کے لئے اُن کی متحدہ قوت پاش پاش ہوگئی۔ صرف عربی وعجمی ہی نہیں عربوں میں مصری، شامی، حجازی، یمنی ایک دوسرے سے متحد نہ رہے، ہندوستان اور پاکستان میں پنجابی، بنگالی، سندھی، ہندی، پٹھان اور بلوچی باہم آویزش کے شکار ہوگئے۔ فَاِلَی اللہِ الْمُشْتَکٰی ۔

دشمنانِ اسلام ہماری باہمی نااتفاقی کے سبب ہم سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں وہ ہر میدان میں ہم پر غالب آتے جاتے ہیں اور ہم ہر جگہ شکست خوردہ غلامانہ ذہنیت میں مبتلا انہی کی پناہ لینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ کاش، آج بھی مسلمان اپنے قرآنی اصول اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر غور کریں، غیروں کے سہارے جینے کے بجائے خود اسلامی برادری کو مضبوط بنالیں، رنگ ونسل اور زبان ووطن کے بتوں کو پھر ایک دفعہ توڑ ڈالیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کا مشاہدہ کھلی آنکھوں میں ہونے لگے۔

صحابہ کرام کی اسلامی اصول پر بینظیر ثابت قدمی اور مقام بلند

اس واقعہ نے یہ بھی بتلایا کہ اگرچہ وقتی طور پر شیطان نے کچھ لوگوں کو نعرہ جاہلیت میں مبتلا کر دیا تھا، مگر درحقیقت سب کے دلوں میں ایمان رچا بسا ہوا تھا، ذرا سی تنبیہ پر سب ان خیالات سے تائب ہوگئے، اور اُن کے دلوں پر اللہ

اور رسولؐ کی محبت وعظمت کا ایسا غلبہ تھا جس میں کوئی رشتہ ناطہ برادری اور قومیت حائل نہ ہوئی، اس کی شہادت خود اسی واقعہ میں اوّل زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوئی کہ وہ قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں، اور ابن اُبَی اس قبیلہ کا سردار تھا، اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اس کی عزت وعظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اس کی زبان سے مؤمنین مہاجرین اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الفاظ سنے تو برداشت نہ کرسکے، اُسی مجلس میں ابن اُبَی کو منہ توڑ جواب دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کردی، اگر آجکل کی برادری پرستی ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچاتے۔

اس واقعہ میں خود ابن اُبَی کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے اس کو کس قدر واضح کردیا، کہ ان کی محبت وعظمت کا اصل تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، جب اپنے باپ سے اُن کے خلاف بات سُنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر خود اپنے باپ کا سر قلم کرنے کی پیشکش کردی اور اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا تو مدینہ کے قریب پہنچ کر باپ کی سواری کو بٹھادیا اور مدینہ جانے کا راستہ روک کر باپ کو مجبور کیا کہ وہ یہ اقرار کرے کہ عزت دار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ خود ذلیل وخوار ہے، پھر آپؐ کی اجازت ملنے سے پہلے باپ کا راستہ نہیں کھولا، جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے

تو نخل خوش ثمر کیستی کہ سرو وسمن

ہمہ زخویش بریدند وباتو پیوستند

اس کے علاوہ بدر واُحد اور احزاب کی جنگوں نے تو بذریعہ تلوار اس قوم پرستی اور وطن پرستی کے بُت کے ٹکڑے اُڑائے ہیں، جس نے ثابت کردیا کہ مسلمان کسی قوم ووطن اور کسی رنگ وزبان کے ہوں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور جو اللہ ورسول کو نہ مانے وہ اگرچہ حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو وہ دشمن ہے

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

فدائے یک تنِ بیگانہ کا شنا باشد

(ماخوذ از صحیح بخاری، سیرت المصطفیٰ، معارف القرآن)

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ آیت ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ

اور جب آپ ان کو دیکھیں تو آپ کو ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سن

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ

لیں گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں وہ ہر آواز کو اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں وہی دشمن ہیں پس ان سے

فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

ہوشیار رہیے اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے کہاں وہ بہکے جا رہے ہیں۔

خلاصہ

ان کی صورت اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پکے مسلمان ہیں درحقیقت انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ ان میں اسلام تو نمائشی ہے لہٰذا جو اصلاح کی بات کہی جائے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ چوٹ ہم پر ہو رہی ہے، کفار سے بڑھ کر اسلام کے اصلی دشمن یہی ہیں۔ (حضرت لاہوریؒ)

منافقین کا نقشہ

❶ جسمانی طور پر وجاہت والے۔

❷ باتیں اور زبان فصیح اور لچھے دار۔

❸ ہر طرح کے ایمان اور جذبات سے خالی، بے ہمت اور کمزور دل جیسے دیوار سے ٹکی لکڑیاں۔

❹ بزدل، ہر وقت موت سے ڈرنے والے اور ہر آفت کو اپنے اوپر سمجھنے والے۔

❺ مسلمانوں کے پکے دشمن ان کے رازوں سے کفار کو مطلع کرنے والے۔

اے مسلمانو! ان سے بچ کر رہو ان پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو کہ ہدایت کے چشمے سے پیاسے لوٹ رہے ہیں۔

مختصر تفسیر

یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے، چکنے چپڑے، بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے، نہایت لچھے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو اور کلام کی ظاہری سطح دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے، محض بے جان اور لا یعقل (یعنی

بے عقل) دیکھنے میں کتنی موٹی، مگر ایک منٹ بھی بغیر سہارے کے کھڑے نہیں رہ سکتی یا ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہے، ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں اندر سے خالی اور بے جان محض جہنم کا ایندھن بننے کے لائق (ان کے لمبے چوڑے جسموں کا حال لکڑیوں جیسا ہے، ایمان سے بھی خالی اور جرأت و ہمت سے بھی یہ آپ کے کام نہیں آسکتے۔) (انوار البیان)

یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ یعنی بزدل، نامرد، ڈرپوک، ذرا کہیں شور وغل ہو تو دل دہل جائے، سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی، سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغدغہ (یعنی کھٹکا) لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہوگیا یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد (یعنی مصیبت) تو پڑنے والی نہیں (وہ اخلاص اور ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت اس اندیشے میں رہتے تھے کہ کبھی مسلمانوں کو ہماری اصل حالت کی اطلاع نہ ہوجائے اور دیگر کفار کی طرح ہمارے خلاف بھی جہاد شروع نہ کردیں۔ (مفہوم بیان القرآن))

ہُمُ الۡعَدُوُّ یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں انکی چالوں سے ہشیار رہو قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ یعنی ایمان کا اظہار کرکے یہ بے ایمانی اور حق وصداقت کی روشنی آچکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی کس قدر عجیب ہے۔ (عثمانی)

کافروں کو مسلمانوں کے راز پہنچانے والے

تفسیر خازن میں ہے:۔

ان سے بچ کر رہیں یہ اگرچہ ظاہری طور پر آپ کے ساتھ ہیں مگر حقیقت میں آپ کے دشمن ہیں اور ان کے سامنے اپنے راز ظاہر نہ کریں کیونکہ یہ آپ کے دشمن کافروں کے جاسوس ہیں ان تک آپ کے راز پہنچاتے ہیں

ای لاتأمنهم فانهم وان کانوا معك ویظهرون تصدیقك اعداء لك فاحذرهم فلا تأمنهم علی سرك لانهم عیون لأعدائك من الکفار ینقلون الیهم اسرارك (الخازن)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ ان سے بچیں یعنی ان کی بات کا اعتبار نہ کریں اور نہ ان کے کلام کی طرف مائل ہوں۔ (القرطبی)

ان صحافیوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو خود کو مسلمان شمار کرتے ہیں مگر مجاہدین اسلام کے راز چن چن کر کافروں تک پہنچاتے ہیں اور کافروں کو مجاہدین کے خاتمے کے طریقے اور مشورے بتاتے ہیں۔

نرے ڈھول ہیں

”اور خوش بیان، چرب زبان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو انکی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جائے مگر یہ ظاہری ڈھول ہیں، اندر سے خالی ہیں“ (حقانی)

مسلمانوں کے لئے بے ثمر

منافقین اپنا شمار مسلمانوں میں کرتے ہیں مگر وہ مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے بے فائدہ اور بے ثمر ہوتے ہیں۔ علامہ بغویؒ نے خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ کے یہی معنیٰ بیان فرمائے ہیں کہ وہ پھل دار درخت نہیں کہ کسی کو ان سے فائدہ

پہنچے بلکہ وہ تو خشک اور بے کار لکڑیاں ہیں۔

وأراد انها ليست بأشجار تثمر ولكنها خشب مسندة الى حائط۔ (معالم التنزیل)

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی کوئی فکر نہیں رکھتے اور مسلمانوں کے کسی کام نہیں آتے۔

جذبات سے عاری

منافقین رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے مؤثر بیانات سنتے تھے، ایسے بیانات جو پتھروں کو بھی نرم کر دیں مگر منافقین پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ ایسی خشک لکڑیاں تھیں جو بالکل سوکھ چکی تھیں۔ ہر طرح کے عواطف اور جذبات سے خالی۔ بس اپنی دنیا میں گم اور لوگوں کے سہارے کے محتاج سبحان اللہ قرآن پاک نے کیسی تشبیہ بیان فرمائی ہے۔ آپ کو آج بھی ایسے لوگ مل سکتے ہیں کہ اگر ان کو گھنٹوں قرآن پاک سنایا جائے، آخرت کی فکر دلائی جائے اور مسلمانوں کے حالات بتائے جائیں تو ان پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا وہ اپنے آفیسروں کے حکم پر اسی طرح جمے اور کھڑے رہتے ہیں جس طرح دیوار سے ٹکی لکڑی دیوار کے ساتھ جڑی رہتی ہے اور کسی بات کا اثر نہیں لیتی۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے مردہ ہونے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین) (واللہ اعلم بالصواب)

ایک عجیب نکتہ

تفسیر مظہری میں یہ عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جو شخص ہر وقت موت سے ڈرتا رہتا ہو وہ بہت خطرناک ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔ منافقوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان انکی حالت سے واقف ہو کر ان کے خلاف جہاد شروع کر سکتے ہیں چنانچہ وہ ہر وقت اپنے بچاؤ کے لئے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے تو قرآن پاک نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ تمہارے دشمن ہیں ان سے احتیاط رکھو اور بچ کر چلو هم العدو فاحذرهم۔ (مفہوم تفسیر مظہری)

کلام برکت

حضرت شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

یعنی دیکھنے کے مرد آدمی اور دل میں دغاباز نامرد۔ (موضح القرآن)

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ آیت ۵، ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ مغفرت طلب کریں تو اپنے سر پھیر

وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ رکتے ہیں ایسے حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

برابر ہے خواہ آپ ان کیلئے معافی مانگیں یا نہ مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا بے شک

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶

اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کرتا

خلاصہ

منافقین

اپنی غلطیوں پر ندامت سے محروم، استغفار سے محروم۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام عالی سمجھنے سے محروم، تکبر میں مبتلا، ہدایت سے محروم۔

آسان تفسیر

”بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب وخیانت کا پردہ فاش ہوجاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے اپنا قصور معاف کرالو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطاء معاف فرمادے گا تو غرور وتکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پرواہی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے، بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے استغفار کی ضرورت نہیں (نعوذ باللہ)

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ یعنی ممکن ہے کہ آپ غایت رحمت وشفقت سے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں مگر اللہ تعالیٰ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔“ (عثمانی)

شانِ نزول

تفسیر بغوی میں ہے کہ:۔

جب عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں آیت قرآنیہ نازل ہوگئی جس سے اس کا جھوٹا ہونا اور حضرت زید بن ارقمؓ کا سچا ہونا ثابت ہوگیا تو اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیرے بارے میں کیسی سخت بات نازل ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو تاکہ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اس پر اس نے انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو حرکت دی اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے مجھ سے ایمان لانے کو کہا تو میں ایمان لے آیا تم لوگوں نے زکوٰۃ دینے کے لئے کہا تو میں نے زکوٰۃ بھی دی اب اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو سجدہ کرلوں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ نازل فرمائی۔ صحیح بخاری میں لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے حرکوا رؤسھم استھزؤا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ یہ لوگ سر کو حرکت دیتے ہیں اور یہ حرکت دینا اس انداز میں ہوتا ہے جس میں (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا مقصود ہوتا ہے۔ (مفہوم بغوی، انوار البیان)

فائدہ

البغوی، ابن کثیر اور المدارک وغیرہ تفاسیر میں ان آیات کے ذیل میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر پیش آنے والے وہ واقعات ذکر فرمائے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو استغفار کے لئے کہا تھا دراصل منافقین کی اکثر شرارتیں جہاد کے موقع پر ہی سامنے آتی تھیں اور اب بھی نفاق زدہ طبقے کا یہی حال ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ آیت ۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى

وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں

يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

تک کہ وہ منتشر ہوجائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں لیکن

لَا يَفْقَهُوْنَ ۷

منافق نہیں سمجھتے۔

خلاصہ

منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت لوگوں کے مالی تعاون کی وجہ سے جڑی رہتی ہے، اگر ان کو مالی تعاون ملنا بند ہوجائے تو وہ بکھر جائیں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی نے بھی یہی کہا کہ اے انصاریو! ان مہاجرین پر مال خرچ نہ کرو تاکہ یہ بکھر جائیں۔

جواب دیا گیا کہ منافق کا گمان غلط ہے اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے ہر کسی کو رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ مگر منافق کی عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ مال ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور وہ نہیں سمجھتا کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آسان تفسیر

”واقعہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب ایک مہاجر صحابیؓ نے ایک انصاری صحابیؓ کو (تھپڑ وغیرہ) مارا تو یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچی وہ کہنے لگا کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو یہ ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی انکی دیکھ بھال کرتے ہو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں، ان پر خرچ کرنا چھوڑ دو تو ابھی تنگ آ کر بکھر جائیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ (غزوہ بنی مصطلق کے) اس سفر سے واپس ہو کر جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو جس کا اس شہر میں زور و اقتدار ہے اسے چاہیے کہ ذلیل، بے قدروں کو نکال دے یعنی ہم جو معزز لوگ ہیں (نعوذ باللہ) ذلیل مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے کیا جو لوگ خالص اسکی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو بھوکوں مار دے گا اور لوگ اگر انکی امداد بند کردیں گے تو کیا اللہ تعالیٰ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کردے گا؟ سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ

بھی اللہ تعالیٰ ہی کراتا ہے، اسکی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔" (عثمانی، تلخیص)

اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

ایک شخص نے (مشہور تابعی) حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہیں میں ان میں سے کھاتا ہوں) (قرطبی)

کوئی خود کسی کو کچھ نہیں دے سکتا

امام بغویؒ لکھتے ہیں:۔

اور اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے آسمان اور زمین کے خزانوں کا

پس کوئی کسی کو کوئی چیز دیتا ہے، یا کوئی چیز روکتا ہے تو سب اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئت سے ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو کوئی چیز دے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی سے کوئی چیز روک سکتا ہے) (معالم التنزیل)

منافق کا نظریہ

منافق کو مسلمانوں کے جہاد کے پیچھے بھی مال نظر آتا ہے اور انکی جماعت کے پیچھے بھی مال نظر آتا ہے۔ وہ خود چونکہ ہر کام مال کی خاطر کرتا ہے اس لئے اسکی عقل مال سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتی۔ وہ مکمل یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ مجاہدین مال کی خاطر جہاد کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت مال کی خاطر جڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ اگر مال کی آمد کے ذرائع بند کر دیئے جائیں تو جہاد بھی رک جائے گا۔ اور مسلمانوں کی جماعت بھی منتشر ہو جائے گی اور کوئی بھی دین کا کوئی کام نہیں کر سکے گا۔ منافق کو کیا پتا کہ مال کبھی بھی اہل دین کا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی منافق اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی حقیقت اور اس کے رزق کے نظام کو سمجھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مجاہدین کے لئے بہت بڑا سبق ہے کہ وہ اپنی نظر اللہ تعالیٰ پر رکھیں اور رزق کے لئے اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر بھروسہ کریں اور مال کے ظاہری ذرائع بند ہونے سے بالکل پریشان نہ ہوا کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ — آیت ۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ

وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں سے عزت والا ذلیل کو

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا

ضرور نکال دے گا اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کیلئے ہے لیکن

یَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾

منافق نہیں جانتے

خلاصہ

❶ منافق نے علاقہ پرستی کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔

❷ منافق، عزت اور ذلت کے اصل معیار کو نہیں سمجھتا وہ اپنی حماقت کی وجہ سے دنیا کی فانی چیزوں میں عزت سمجھتا ہے حالانکہ ایسا بالکل نہیں عزت والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہی عزت کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ عزت دیتا ہے اپنے رسول کو اور ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر عزت کا ملنا ناممکن ہے۔ مگر منافق اس حقیقت کو نہیں مانتا۔

❸ منافق کو جب بھی زور، قوت اور موقع ملتا ہے وہ مسلمانوں کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا۔ چنانچہ عبداللہ ابن ابی نے بھی موقع گرم دیکھ کر اعلان کر دیا کہ ہم اب مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

آسان تفسیر

”یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور اور عزت والا کون ہے یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے بعد اسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول ﷺ کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے (غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر مدینہ منورہ کے راستے میں) تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، بولے جب تک اقرار نہ کرے گا کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ زندہ نہ چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا آخر اقرار کرا کر چھوڑا رضی اللہ عنہ“۔ (عثمانی)

اس واقعہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر ابن کثیر۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:۔

(یہ منافق) رسول اللہ ﷺ کے وجود اقدس کے ذاتی دشمن ہیں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

منافقین کا وہم

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

منافقین کا یہ وہم تھا کہ عزت، مال اور افراد کی کثرت سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ عزت، طاقت اور قوت سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

توهموا ان العزة بكثرة الاموال والاتباع فبين الله ان العزة والمنعة والقوة لله. (القرطبی)

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:۔

لیکن منافقین جانتے نہیں بلکہ مناطِ عزت امورِ فانیہ کو سمجھتے ہیں (بیان القرآن)

یعنی عزت کا معیار دنیا کی فانی چیزوں کو سمجھتے ہیں، حالانکہ جو چیز مرتے ہی ساتھ چھوڑ جائے اس میں کیا عزت، عزت تو وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں کام آئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسلمانوں کی عزت اسلامی فتوحات

امام بغویؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کی عزت تو یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ کی ہر چیز پر غالب و قابض ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت یہ ہے کہ ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہے اور مسلمانوں کی عزت اللہ تعالیٰ کا ان کو ان کے دشمنوں پر فتح اور غلبہ عطاء فرمانا ہے۔

فعزة الله قهره من دونه وعزة رسوله اظهار دينه على الاديان كلّها وعزة المومنين نصر الله اياهم على اعدائهم. (البغوی)

دشمنوں پر غلبے میں دنیا کی عزت بھی ہے اور آخرت کا اجر اور درجات بھی۔ چنانچہ اُس زمانے کو دیکھ لیں عبداللہ بن ابی اس واقعہ کے کچھ دن بعد مر گیا اور اب تک ہر کسی کی زبان پر ملعون ہے اور برزخ میں جو گذرتی ہوگی سو گذرتی ہوگی جبکہ اُس زمانے کے مسلمان مہاجرین جن کو وہ ذلیل کہہ رہا تھا دنیا کے حکمران بنے اور آخرت میں بھی ان کے لئے مزے اور کامیابی ہے اور ان کا ذکر خیر آج بھی کروڑوں انسانوں کی زبان پر ہے۔

امام خازنؒ لکھتے ہیں:۔

قال اصحاب السير فلما نزلت هذه الآية في عبدالله بن ابي بن سلول لم يلبث الّا اياماً قلائل حتى اشتكىٰ ومات على نفاقه. (الخازن)

اور یہ قانون قیامت تک کے لئے ہے جو بھی خالص ایمان پر ہوگا اسے عزت نصیب ہوگی۔

ایک غریب مسلمان خاتون کا فرمان

تفسیر مدارک اور روح المعانی میں ہے:۔

ایک مسلمان نیک خاتون جو پراگندہ حالت میں تھیں انہوں نے فرمایا

میں مسلمان ہوں اور یہ ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا سوال ہی نہیں اور یہ ایسی مالداری ہے جس میں فقر نہیں

وعن بعض الصالحات و کانت فی هنية رثة: الستُ علی الاسلام وهوا لعز الذی لاذل معه والغنی الذی لا فقر معه۔ (المدارک)

وہ لوگ جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں اور دنیا کے کافروں کو ''عالمی برادری'' کا نام دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اور ان کے معاشرے کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں، ان لوگوں نے قرآن پاک کو اتنا بھی نہیں سمجھا جتنا اس غیور مسلمان خاتون نے سمجھا تھا جنکا فرمان ابھی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے اندر غرور ہے (یعنی تکبر) انہوں نے فرمایا غرور نہیں بلکہ عزت ہے اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وعن الحسن بن علی رضی اللہ عنهما ان رجلاً قال له ان الناس یزعمون ان فیك تیهاً قال: لیس بتیه ولکن عزة وتلاهذه الآیة (المدارک)

مسلمانوں کے لئے بڑا اعزاز

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:۔

اس آیت میں ایمان والوں کے لئے بڑے شرف اور اعزاز کی بات ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عزت کا اعلان فرمایا ہے اور ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد فرمایا ہے)

وفی الآیة من الدلالة علیٰ شرف المومنین مافیها۔ (روح المعانی)

عزت اور تکبر ظاہری طور پر آپس میں ملتے جلتے ہیں مگر ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے تفسیر کبیر اور روح المعانی میں اس پر بہت عمدہ کلام موجود ہے شائقین اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں ملاحظہ فرمالیں۔

عزت وذلت کا حتمی قانون

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جسکی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور وہ رسول ہیں اور ایمان والے پس عزت ان ہی کے ساتھ خاص ہے جس طرح ذلت اور خواری شیطان کے لئے اور شیطان جیسے کافروں اور منافقوں کے لئے ہے

ولمن اعزه الله وایده من رسوله ومن المومنین وهم الاخصاء بذلك کما ان المذلة والهوان للشیطن وذویه من الکافرین والمنافقین۔ (المدارک)

خرچ نہ کرنے میں اپنا نقصان

علامہ آلوسیؒ امام راغبؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:۔

منافقین مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کہتے تھے کہ ان پر مال خرچ کرنا بند کردو اور وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کریں گے۔(کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے اصل فائدہ خرچ کرنے والے ہی کو ملتا ہے)

وعن الراغب معنیٰ قوله تعالیٰ هم الذین یقولون لاتنفقوا ــــ الخ انهم یامرون بالإضرار بالمومنین وحبس النفقات عنهم ولا یفطنون انهم اذا فعلوا ذلك اضروا بانفسهم فهم لا یفقهون ذلك ولا یفطنون له (روح المعانی)

اہم سبق

سورۃ المنافقون کی ان دو آیات ۷ اور ۸ سے یہ اہم سبق ملا کہ منافقین مسلمانوں کے درمیان علاقہ پرستی اور قومی عصبیت کا نعرہ بلند کر کے ان میں پھوٹ ڈالتے ہیں پس تمام مسلمانوں کو عموماً اور مجاہدین کو خصوصاً اس طرح کے بدبودار نعروں سے ظاہری اور باطنی طور پر دور رہنا چاہیے اور ایسے نفاق زدہ لوگوں پر نظر رکھنی چاہیے جو اس طرح کے نعرے بلند کر کے مسلمانوں کی جماعت میں اور مجاہدین میں انتشار ڈالتے ہیں، اور اگر کبھی ایسا کوئی نعرہ بلند ہو جائے تو سب کو مل کر اس کے برے اثرات کو زائل کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۹ تا ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ

اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور

اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ

جو کوئی ایسا کریگا سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ۔اوراس میں سے خرچ کرو جو ہم نے

مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ

تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے اے میرے رب

لَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ

تو نے مجھے تھوڑی مدت کیلئے ڈھیل کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ

ہوجاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دیگا جب اس کی اجل آجائے گی اور اللہ تعالیٰ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

خلاصہ

مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تا کہ ان کے اندر مرض نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں ۔(حضرت لاہوریؒ)

مال اور اولاد کی محبت اور محنت میں زیادہ منہمک ہوجانا، اوراس کو اپنا مقصود بنالینا یہ چیز انسان کے اندر نفاق پیدا کرتی ہے۔

نفاق سے بچنے کے لئے بہترین نسخہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں مال خرچ کرنا اور اپنی موت کو یاد رکھنا۔ کہ موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے اس کے آنے سے پہلے مال خرچ کرلوں۔

مال اور اولاد کے کاموں میں پھنسے رہنا۔ اسکی خاطر نماز اور دیگر فرائض چھوڑنا، اور ہر وقت لمبی عمر کی فکر میں رہنا یہ منافقین کی خصوصیت ہے۔ (العیاذ باللہ)

منافقوں کی عادات سے بچو

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:۔

ان آیات میں مسلمانوں کو منافقین کی عادات اپنانے سے روکا گیا کہ اپنے مال میں ایسے مشغول نہ ہو جاؤ جس طرح منافقین کہ انہوں نے مال کی حرص اور لالچ میں کہا تھا کہ لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللّٰہ۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔

حذر المومنین اخلاق المنافقین ای لا تشتغلوا باموالکم کما فعل المنافقون اذ قالوا للشح باموالھم۔ لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللّٰہ (القرطبی)

منافق کی خصوصیات

تفسیر مظہری میں ہے:۔

”سابق آیات میں صراحت کے ساتھ منافقوں کی مذمت کی اور اس آیت میں آخر تک در پردہ انکی بداعمالی کو بیان کیا ہے۔ مال و اولاد کے مشغلہ میں پھنسا رہنا اور نماز کو ترک کر دینا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور تأخیرِ موت کی تمنا کرنا اور درازی اجل کا امیدوار ہونا یہ سب منافقوں کی خصوصیت ہے، مسلمانوں کے لئے منافقوں کی طرح ان میں سے کسی بات کو اختیار کرنا زیبا نہیں۔ (تفسیر مظہری)

ذکر اللہ سے مراد

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ اے مسلمانو! تم منافقین کی طرح مال و اولاد میں ایسے منہمک نہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض سے غفلت کرنے لگو۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب آخر سورۃ تک منافقین سے ہے کہ اے خود کو مسلمان اور مؤمن کہنے والو! حقیقی مسلمان بنو اور حقیقی مسلمان کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

لاتلھکم لا تشغلکم کما شغلت المنافقین وقد اختلف المفسرون منھم من قال، نزلت فی حق المنافقین ومنھم من قال فی حق المومنین (تفسیر کبیر)

اب سوال یہ ہے کہ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں

۱. اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ تمام فرائض
۲. پانچ نمازیں
۳. تلاوت قرآن پاک
۴. جہاد فی سبیل اللہ
۵. حج اور زکوٰۃ

مگر زیادہ مضبوط قول یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور بندگی مراد ہے جس میں مکمل دین آجاتا ہے۔

وقال الحسن جمیع الفرائض کانه قال عن طاعة اللّٰه۔ (القرطبی)

اقوال کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر کبیر، القرطبی اور روح المعانی

مال اور اولاد کے غلام

تفسیر المدارک میں ہے:۔

مال کی مشغولیت یہ کہ اُسے بچانے، بڑھانے اور اس سے اور مال بنانے کی فکر میں ایسا لگنا کہ اللہ تعالیٰ ہی سے غفلت ہوجائے اور اولاد کی مشغولیت یہ ہے کہ ان سے سرور حاصل کرنے، ان پر شفقت کرنے اور ان کے معاملات کی درستگی میں ایسا منہمک ہونا کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض سے غفلت ہوجائے۔ (مفہوم المدارک)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بعض مسلمان تو مال اور اولاد کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں ہر وقت انہی دو چیزوں کی فکر اور مشغولیت میں لگے رہتے ہیں اور اس میں زندگی کٹ جاتی ہے اور موت کے پنجے گردن تک پہنچ جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود مال سے نفع حاصل نہیں کرسکتے مگر اس لئے اس میں لگے رہتے ہیں تاکہ اولاد کے لئے زیادہ سے زیادہ مال چھوڑ جائیں۔ چنانچہ اس فکر میں دین کے فرائض نماز، زکوٰۃ، حج اور جہاد وغیرہ سے غافل رہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

مختصر تفسیر

’’یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی (یعنی ہمیشہ رہنے والی) کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے مال و اولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسکی عبادت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہوگیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

وانفقوا مما رزقنكم (اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے)

یہ شاید منافقوں کے قول لاتنفقوا علی من عند۔۔۔ الخ کا جواب ہو کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے، جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ موت سر پر آپہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا، اسوقت (موت کے قریب) بخیل تمنا کرے گا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کردیتے کہ میں خوب صدقہ خیرات کرکے اور نیک بن کر حاضر ہوتا لیکن وہاں التواء کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کردی ہے، اس کے پورا ہوجانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہوسکتی (تنبیہ) ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنی (یعنی تمنا کرنے) کو قیامت کے دن پر حمل (یعنی محمول) کرتے ہیں، یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے

پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے تمہارے اعمال کی) اسکو یہ بھی خبر ہے کہ بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کر دیں تب تم کیسے عمل کرو گے، وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ (تفسیر عثمانی)

تمّ سورة المنافقون وللّٰه الحمد والمنة وصلى اللّٰه تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد واله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً، كثيراً، كثيراً۔

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

فائدہ

سورۃ المنافقون کی مناسبت سے شائقین طلباء اور اہل تحقیق حضرات کے لئے ان قرآنی آیات کی فہرست پیش کی جارہی ہے جن میں نفاق اور منافقین کے بارے میں مضامین موجود ہیں۔

یہ فہرست ۱۹۹ آیات پر مشتمل ہے

البقرۃ (۱۷): ۸ تا ۲۰، ۲۰۳ تا ۲۰۶، ۲۶۴

ال عمران (۱۲): ۲۸، ۲۹، ۱۱۸ تا ۱۲۰، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۹

النساء (۲۷): ۶۰ تا ۶۸، ۷۲، ۷۳، ۷۷، ۷۸، ۸۱ تا ۸۳، ۸۵، ۸۸ تا ۹۱، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۳ تا ۱۱۵، ۱۳۷ تا ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۸

المائدہ (۳): ۴۱، ۵۲، ۵۳

الانفال (۲): ۲۱، ۴۹

التوبہ (۵۲): ۴۲، ۴۳، ۴۵ تا ۵۰، ۵۲ تا ۵۹، ۶۱ تا ۷۰، ۷۳ تا ۸۷، ۹۰، ۹۳ تا ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۷ تا ۱۱۰، ۱۲۴ تا ۱۲۷

النور (۹): ۱۱، ۱۳، ۱۹، ۴۷ تا ۵۰، ۵۳، ۶۳

العنکبوت (۲): ۱۰، ۱۱

الاحزاب (۱۸): ۱، ۱۲ تا ۲۰، ۲۴، ۴۸، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۷۳

الفتح (۶): ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶

الحدید (۳): ۱۳، ۱۴، ۱۵

التحریم (۱): ۹

محمد (۱۲): ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ تا ۳۰

المجادلہ (۸): ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹

الحشر (۳): ۱۱، ۱۲، ۱۳

المنافقون (۸): ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸

المدثر (۱): ۳۱

سُوْرَةُ
التَّحْرِيْم
مَدَنِيَّةٌ

ابتدائیہ

اس تالیف میں سُورَۃُ التَّحْرِیْمِ کی ایک آیت کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے

آیت

۹

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانہ جہنم

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹

ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے

خلاصہ

کفار کے خلاف تلوار اور منافقین پر سختی کا حکم...... کفار اور منافقین دونوں کا انجام جہنم ہے اور یہ بہت برا انجام ہے۔

کفار اور منافقین کے خلاف جہاد

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے کفار کے خلاف اسلحہ اور قتال کے ذریعہ اور منافقین کے خلاف ان پر حدیں جاری کر کے

یقول تعالیٰ آمراً رسوله ﷺ بجهاد الكفار والمنافقين۔هؤلاء بالسلاح والقتال وهؤلاء باقامة الحدود عليهم۔(ابن کثیر)

کفار منافقین کے ساتھ سختی واجب ہے

امام ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس زمانے میں اکثر حدیں منافقین پر جاری ہوتی تھیں تو حکم فرمایا کہ حد جاری کرنے میں ان پر سختی کریں اور ایک قول یہ ہے کہ:۔

جهاد المنافقين بالقول وجهاد الكفار بالحرب

اور آیت مبارکہ میں اس بات کی دلالت ہے کہ کفار اور منافقین سے سختی کرنا واجب اور ان سے میل جول رکھنا ممنوع ہے (یعنی دوستی والا میل جول)

فيه الدلالة على وجوب الغلظة على الفريقين من الكفار والمنافقين ونهي عن مقارنتهم ومعاشرتهم (احکام القرآن)

اہم سبق

حضرت لاہوریؒ اس آیت مبارکہ سے یہ نکتہ سمجھاتے ہیں:۔

جس جماعت میں رجوع الی اللہ کا صحیح جذبہ پیدا کرانا چاہتے ہیں انکی معاندینِ حق (یعنی اسلام کے دشمن کافروں اور منافقوں) سے علیحدگی لازمی ہے (حضرت لاہوریؒ)

اس آیت مبارکہ کے مزید مضامین کے لیے ملاحظہ فرمایئے (فتح الجواد جلد سوم ص ۲۹)

سورۃ التوبہ آیت ۴۳

سورۃ
العادیات

ابتدائیہ
اس تالیف میں سورۃ العادیات کی آٹھ آیات
کے جہادی مضامین کو بیان کیا گیا ہے
آیت
۱ تا ۸

سُورَةُ العَادِيَات آیت ۱تا۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾

ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

دھاوا کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔ بے شک

لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ

انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور بے شک وہ اس بات پر خود شاہد ہے۔ اور بے شک وہ مال کی محبت

لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾

میں بڑا سخت ہے۔

خلاصہ

جہاد فی سبیل اللہ میں بھاگتے، ہانپتے، چنگاریاں اڑاتے، حملہ کرتے، غبار کا طوفان اٹھاتے اور دشمن کے لشکر کو چیرتے گھوڑوں کی قسم انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اس پر وہ خود گواہ ہے اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔

اے انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ اور اپنے مالک اللہ تعالیٰ کا وفادار بن، جانثار بن۔

مجاہدین کے گھوڑے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں جن گھوڑوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے غازیوں کے گھوڑے ہیں۔

والجمهور من اهل التفسير واللغة على ان العاديات هنا الخيل تعدو في سبيل الله وتضبح حالة عدوها (البحر المحیط)

امام خازنؒ لکھتے ہیں:۔

والعادیات کے بارے میں دو اقوال ہیں مگر گھوڑوں والا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے کیونکہ ان گھوڑوں میں دینی، دنیاوی فائدے اور اجر وغنیمت ہے اور انکی قسم کھا کر ان گھوڑوں کی فضیلت کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان گھوڑوں کے باندھنے اور پالنے کے اجر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

وھذا القول فی تفسیر ھذہ الآیات اولیٰ بالصحۃ واشبہ بالمعنیٰ .... وانما اقسم اللہ بخیل الغزاۃ لما فیھا من المنافع الدینیۃ والدنیویۃ والاجر والغنیمۃ وتنبیھا علیٰ فضلھا وفضل رباطھا فی سبیل اللہ عزوجل۔ (الخازن)

عجیب نکتہ

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت محمد ﷺ کی قسم کھائی ہے، ارشاد فرمایا۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ (یٰسین ۱،۲)

اور آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے، ارشاد فرمایا:۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر۷۲)

''اور آپ ﷺ کے گھوڑوں کی، ان کے ہانپنے کی، ان کے غبار کی، اور ان کی ٹاپوں کے چنگاریاں اڑانے کی قسم کھائی ہے، ارشاد فرمایا:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (پانچ آیات) (القرطبی)

یہ مجاہدین کی قسم ہے

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قسم مجاہدین کے گھڑسوار دستے کی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے (موضح القرآن)

قرطبی، ابن کثیرؒ وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی دستہ کسی علاقے میں بھیجا جو گم ہوگیا۔ اور ایک ماہ تک انکی خبر نہ آئی منافقین کہنے لگے کہ یہ سب لوگ مارے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ جن میں خبر دی گئی کہ وہ تو سلامت ہیں اور بشارت دی گئی کہ ان کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ آور ہیں (القرطبی، ابن کثیر)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

بزاز، دارقطنی، حاکم اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سواروں کو کہیں بھیجا انکی کوئی خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں آئی تو مندرجہ ذیل آیات کا نزول ہوا

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ''العادیات'' سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوڑتے ہیں

مذکورہ بالا شان نزول اور ''العادیات'' کے اس تفسیری معنی پر اس سورت کا ''مدنی'' ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے جہاد نہیں تھا لیکن اگر سورت کو مکی مان لیا جائے تو پھر غازیوں کے گھوڑوں کی قسم ایک پیشین گوئی کے طور پر ہوگی (گویا یہ پیشین گوئی ہے کہ آئندہ جہاد کا حکم ہوگا اور غازیوں کے گھوڑے ہوں گے) (مظہری)

اے غافل انسان جہادی گھوڑے سے سبق سیکھ

اس عبارت کو توجہ اور غور سے پڑھیں تو اس سورت مبارکہ کا اصل موضوع اچھی طرح سے ذہن نشین ہوجائے گا۔
تفسیر عثمانی میں ہے:۔
''ممکن ہے قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جب کہ ظاہر ہے اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ (یعنی سوار دستے) کی قسم ہو، حضرت شاہ صاحب'' لکھتے ہیں
''یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے''
یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرفروشی وجانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار، شکرگزار بندے ایسے ہوتے ہیں، جو آدمی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجے کا ناشکرا اور نالائق ہے، بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اسکی بے شمار نعمتوں سے شب وروز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اسکی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل وحقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے، وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا، ٹاپیں مارتا اور غبار اٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے گولیوں کی بارش میں تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا، بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے، کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان ومال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے، بے شک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔'' (تفسیر عثمانی)

جامع تفسیر

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا

ہم کو قسم ہے غازیوں کے ان گھوڑوں کی جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے دوڑتے ہیں اور دوڑتے وقت ''اح اح'' کی آواز ان کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا

پھر انکی جورات میں اپنی ٹاپوں سے پتھروں میں چقماق کی طرح آگ کی چنگاریاں نکالتے ہیں۔ یہ دوسری صفت بھی انہیں جہادی گھوڑوں کی ہے جو انکی قوت اور تیز رفتاری کو ظاہر کرتی ہے، مضبوط گھوڑوں کے نعل رات کو تیزی سے دوڑتے ہوئے جب پتھروں پر کھٹا کھٹ پڑتے ہیں، تو پتھروں میں سے آگ چمکا کرتی ہے۔ یہ گھوڑے دشمنانِ اسلام پر قہر الٰہی ہیں اور یہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہے اور انکے سواروں کی اس دینی غیرت اور شجاعت کا اثر

ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے جو بدکاروں کے خرمنِ عیش وعشرت کو جلانے کے لئے کافی ہے۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا

پھر انکی (قسم) جو صبح ہوتے ہی جبکہ دشمنانِ دین خواب غفلت میں ہوتے ہیں حملہ کرتے ہیں۔ وہ راتوں کو چلے اور چلتے ہوئے اپنی ٹاپوں سے آگ کے شرارے اڑاتے رہے اور صبح ہوتے ہی بدکرداروں اور اللہ تعالیٰ کے مجرموں پر دھاوا بول دیا۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا

پھر انکی قسم جو صبح میں حملے کے وقت بڑے زور سے دوڑتے ہوئے گرد وغبار اٹھاتے ہیں اور دشمنوں کے چہروں کو گرد آلود کرتے ہیں، یہ صبح کے وقت گرد اڑانا زیادہ قوت اور زور پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ شبنم سے زمین تر ہوتی ہے، جبکہ شام کو خشکی ہوتی ہے اور ذرا سی حرکت سے گرد اڑنے لگتی ہے۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا

پھر انکی قسم جو صبح کے وقت دھاوا بولنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے لشکر میں گھس جاتے ہیں، یہ نہیں کہ صرف دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں اور وقت پر بزدلی دکھاتے ہیں۔ یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب۔

پھر ان گھوڑوں کی قسم کھا کر فرماتے ہیں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ

کہ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا اور احسان نہ ماننے والا ہے۔

1. اول تو اسکی نعمتوں کو اسباب کی طرف، یا اپنی کوشش کی طرف یا نقلی معبودوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔
2. دوم یہ کہ ان نعمتوں کو بے موقع استعمال کرتا ہے۔
3. سوم یہ کہ اپنے محسن ومربی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا بلکہ اپنی لذتوں اور شہوتوں میں ڈوبا رہتا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ

اور وہ اس بات پر گواہی دیتا ہے۔ یعنی انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو ناشکرا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ

وہ مال کا بہت بڑا دوست اور سخت لالچی ہے۔

یہ انسان کے تین برے کام ہیں جو اسکو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اب اس ناشکرے انسان کے مقابلے میں ان حیوانات کو دیکھنا چاہیے جو مالک کے مطیع ہیں جیسا کہ گھوڑا جس کے اوصاف کی قسم کھائی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسا انسان حیوان سے بدتر ہے جس میں مالک کی اطاعت کا مادہ نہیں۔ اور نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ناشکرے، نافرمان، شہوت پرست، مال وزر کے لالچی انسان ایک روز ایسے جہادی گھوڑوں کے پاؤں تلے

روندے جاتے ہیں جن کی ٹاپوں سے آگ نکلتی ہے اور جو دشمنوں کے خرمن آرام کو جلاتی ہے۔" (تفسیر حقانی تلخیص)

فائدہ

بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس سورت میں ان اونٹوں کی قسم کھائی گئی ہے جو حجاج کرام کو منیٰ، مزدلفہ اور عرفات لے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے تفسیر القرطبی، البغوی، الخازن ابن کثیر وغیرہ۔

ان سب حضرات نے یہ قول لکھنے کے بعد جہادی گھوڑوں والے قول کو ترجیح دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آگ کی چنگاریاں

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا

قسم ان گھوڑوں کی جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں یعنی ان کے نعل جب زور سے زمین پر لگتے ہیں اور پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو اس سے آگ کی چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مجاہدین کا اس طرح سے آگ اڑاتے ہوئے چنگاریاں چمکاتے ہوئے دوڑنا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا تو ان کے اس عمل کا نقشہ قرآن پاک میں محفوظ فرمادیا اور اسکی قسم کھا کر انہیں اعزاز بخشا۔ حضرات مفسرین نے اس جملے کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔

❶ یہ گھوڑوں کا تذکرہ ہے جو اپنے پاؤں یعنی نعل سے پتھروں پر دوڑتے ہوئے آگ کی چنگاریاں نکالتے ہیں۔ (البغوی)

❷ قتادہؒ فرماتے ہیں یہ گھوڑوں کی صفت ہے جو اپنے گھڑسواروں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

ھی الخیل تھیج الحرب ونار العداوۃ بین فرسانھا۔ (البغوی)

❸ یہ مجاہدین کے سوار دستے کا تذکرہ ہے جو دن کو جہاد کرتے ہیں پھر رات کو کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر آگ جلاتے ہیں اور اپنا کھانا پکاتے ہیں۔

وقال سعید بن جبیر عن ابن عباس: ھی الخیل تغزو فی سبیل اللّٰہ ثم تاوی باللیل فیورون نارھم ویصنعون طعامھم۔ (البغوی)

❹ اس سے مراد وہ عقلمند لوگ ہیں جو جنگ کے لئے مکر اور تدبیر کرتے ہیں اور دشمنوں کو شکست دینے اور دھوکہ میں ڈالنے کے طریقے سوچتے ہیں۔

وقال مجاھد وزید بن اسلم ھی مکر الرجال یعنی رجال الحرب۔ (البغوی)

امام قرطبیؒ نے یہ تمام اقوال نقل کیے ہیں اور مزید چند اقوال کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔ مثلاً

❺ اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو دشمن کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لیے آگ جلاتے ہیں اور جو دشمن سے جتنا قریب ہوتا ہے اتنی زیادہ آگ جلاتا ہے تاکہ دشمن انکی تعداد کو زیادہ سمجھے۔

وعن ابن عباس ایضاً انھا نیران المجاھدین اذا کثرت نارھا ارھابا و کل من قرب من

العدوّ وقد نیرانا کثیرۃ لیظنھم العدو کثیرا۔ (القرطبی)

❻ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے آگ کی چنگاریاں نکال کر دشمنوں کو دلیل سے مغلوب کرتے ہیں یعنی انکی باتیں دشمنوں کے لئے آگ کی طرح ہوتی ہیں۔

وقال عکرمۃ ھی السنۃ الرجال توری النار من عظیم ماتتکلم بہ ویظھر بھا من اقامۃ الحجج (القرطبی)

یہ تمام اقوال لکھنے کے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام مجازی معنیٰ ہیں جبکہ اصل اور حقیقی معنیٰ وہ ہے جو سب سے پہلے بیان ہوا یعنی جہادی گھوڑوں کا دوڑتے ہوئے اپنی ٹاپوں سے آگ نکالنا۔ (القرطبی)

جہاد کی آگ

تفسیر حقانی میں ہے:۔

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا سے اُس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو انجیل متی کے تیسرے باب میں ہے۔ (اس کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

وہ آگ جہاد کی آگ ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے نکلتی ہے اور جو قیامت تک نہ بجھے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

لن یبرح ھذا الدین قائما تقاتل علیہ عصابۃ من المسلمین حتی تقوم الساعۃ (رواہ مسلم)

کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، قیامت تک مسلمانوں کی ایک نہ ایک جماعت اس کی خاطر لڑتی رہے گی۔

فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم کو لڑنے کے لئے حکم دیا جائے تو نکلو (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہے گا، اپنے مخالف پر فتح پاوے گا، یہاں تک کہ آخر کے لوگ دجال سے لڑیں گے (رواہ ابوداؤد)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا البرکۃ فی نواصی الخیل (متفق علیہ)

کہ برکت گھوڑے کی پیشانی میں رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی فرمادیا کہ الخیل معقود بنواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ الاجر والغنیمۃ (رواہ مسلم)

کہ گھوڑے کی پیشانی یا چوٹی میں قیامت تک بہتری باندھی گئی ہے اور وہ بہتری کیا ہے؟ آخرت کا اجر اور دنیا کی غنیمت (تفسیر حقانی)

اسباق

اس سورۃ مبارکہ سے مسلمانوں کو بہت سے سبق ملتے ہیں۔ مثلاً

❶ جہاد کی تیاری میں لگے رہنا چاہیے۔ (مفسرین نے والعادیات صیغہ اسم فاعل سے یہ مطلب سمجھا ہے کہ

مسلمانوں کو جہاد کی ہمیشہ تیاری رکھنی چاہیے)

❷ جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہییں، اور گھڑسواری سیکھنی چاہیے، اور جہاد کے لیے دیگر اسباب اور آلات بھی خوب جمع کرنے چاہییں۔

❸ جہاد کے مبارک شعلوں کو بجھنے نہیں دینا چاہیے۔ (فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا)

❹ خوب تدبیر، مکر اور حکمت عملی کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے (فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا)

❺ صبح کے وقت کو قیمتی بنانا چاہیے یہ وقت جہاد اور جہاد کی محنت کے لیے بہت موزوں اور مبارک ہے۔ (فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا رسول اکرم ﷺ بھی صبح کے وقت حملہ فرماتے تھے)

❻ اپنے اندر جرأت اور بہادری پیدا کرنی چاہیے۔ (فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا)

❼ جہادی گھوڑوں اور جہادی آلات واسباب سے محبت رکھنا چاہیے۔ (جہادی گھوڑوں کی محبت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی قسم کھائی ہے)

❽ ناشکری سے بچنا چاہیے۔ (اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ)

❾ مال کی محبت کو کم کرنے کی محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔ (وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ)

❿ موت اور موت کے بعد کے حالات کا مذاکرہ کر کے اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور غفلت کو دور کرنا چاہیے۔ (افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور۔ الخ)

جہادی گھوڑے اور اسے پالنے کے فضائل

اس سورۃ مبارکہ کی مناسبت سے جہادی گھوڑے اور اسے پالنے کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

محبت، احترام اور عمل کی نیت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے ہادی عالم حضرت محمد ﷺ کی چند احادیث۔ جن کو پڑھ کر دل میں شوق جہاد زندہ ہوتا ہے۔ جہادی گھوڑے سے اُنس اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گھڑ سواری کی ترغیب ملتی ہے۔

①

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الخیل فی نواصیہا الخیر الی یوم القیٰمۃ۔ (رواہ البخاری فی باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیٰمۃ ص ۳۹۹ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت قائم رہے گی (اسمیں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کی بھی بشارت ہے)

②

عن عامر حدثنی عروۃ البارقیؓ أن النبی ﷺ قال الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیٰمۃ الأجر والمغنم (رواہ البخاری فی باب الجہاد ماض۔ (ص ۳۹۹۔۴۰۰ ج ۱)

عروۃ بارقی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر یعنی اجر و غنیمت رکھ دی گئی ہے۔

(پس مسلمانوں کو چاہیے کہ گھڑ سواری سیکھیں، جہادی گھوڑے پالیں اور ان سے محبت رکھیں، گھوڑا آج بھی جہاد میں استعمال ہوتا ہے اور گھوڑے کی سواری کرنے سے انسان کے جسم میں مضبوطی اور دل میں بہادری آتی ہے)

③

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسکے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اسکی لید اور پیشاب قیامت کے دن (اس مجاہد کے) ترازو میں (اجر بنا کر) ڈالا جائیگا۔

(گھوڑے کی یہ فضیلت تو صریح ہے باقی جہاد کے لئے جو تیاری کی جائے اور جو سامان بھی رکھا جائے اسکی فضیلت بھی اشارۃً معلوم ہوگئی)

۴

عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الخیل لثلاثۃ لرجل اجرو لرجل سترو علی رجل وزر فاما الذی لہ اجر فرجل ربطھا فی سبیل اللہ فأطال لھافی مرج أو روضۃ فما اصابت فی طیلھا ذلک من المرج اوالروضۃ کانت لہ حسنات ولوانھا قطعت طیلھاواستنت شرفا اوشرفین کانت ارواثھا وآثارھا حسنات لہ ولوانھا مرت بنھر فشربت منہ ولم یرد ان یسقیھا کان ذلک لہ حسنات ورجل ربطھا فخراوریآء ونوآء لاھل الاسلام فھی وزرعلی ذلک۔ (رواہ البخاری فی باب الخیل لثلثۃ......ص۴۰۰ ج۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں بعض آدمیوں کیلئے وہ اجر وثواب ہیں بعض آدمیوں کیلئے پردہ ہیں اور بعض آدمیوں کیلئے وبال جان ہیں۔ جس کیلئے گھوڑا اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کیلئے) اسے باندھے پھر وہ (اسکی رسی کو) لمبا چھوڑتا ہے کسی چراگاہ یا یہ فرمایا کہ سرسبز جگہ میں (تاکہ چاروں طرف چر سکے) تو گھوڑا اس چراگاہ یا سرسبز جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اسکی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں) اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو بار کودا تو اسکی لید اور اسکے نشان قدم مالک کے لئے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گذرے اور مالک کے ارادے کے بغیر اس سے پانی پی لے تو پھر بھی مالک کو نیکیاں ملتی ہیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑا فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اسکے لئے وبال جان ہے۔

۵

عن حنش بن علی الصنعانی قال:سمعت ابن عباس رضی اللہ عنہ یقول فی قولہ تعالیٰ! اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً قال:علی الخیل فی سبیل اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۶۷ ج۱۰)

حضرت حنش بن علی صنعانیؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو اللہ تعالیٰ کے اس قول (ترجمہ:- جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں رات اور دن کو چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں البقرۃ آیۃ ص۲۷۴) کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑوں پر خرچ کرنا ہے۔

(جہادی گھوڑوں پر خرچ کرنے کا اجر یہ ہے تو خود مجاہدین پر خرچ کرنے کا کتنا اونچا مقام ہوگا)

۶

عن زید بن ثابتؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من حبس فرسا فی سبیل اللہ کان سترہ من النار (کنز العمال ص۱۴۳ ج۴)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں

گھوڑا باندھا تو یہ جہنم سے اس کے لئے آڑ بن جائے گا۔ (یعنی جہنم سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا)

۷

عن خباب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیل ثلاثۃ ففرس للرحمن وفرس للانسان وفرس للشیطان فاما فرس الرحمن فما اتخذ فی سبیل اللہ وقتل علیہ اعداء اللہ واما فرس الانسان فما استبطن وتحمل علیہ واما فرس الشیطان فما روھن علیہ وقومر علیہ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ بحوالہ کنز العمال ص ۱۴۳ ج ۴)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمٰن کا، ایک گھوڑا انسان کا، اور ایک گھوڑا شیطان کا۔ رحمٰن کا گھوڑا تو وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد فی سبیل اللہ) کے لئے مقرر کردیا ہو اور اس پر (سوار ہوکر) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کیا گیا ہے، رہا انسان کا گھوڑا۔ سو وہ ہے جس کو (آدمی) موٹا کرتا ہے اس پر سواری کرتا ہے، اور شیطان کا گھوڑا تو وہ ہے جس پر شرط لگائی جائے اور جوا کھیلا جائے۔

۸

عن انس رضی اللہ عنہ قال لم یکن شئی احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد النساء من الخیل (رواہ النسائی فی باب حب الخیل ص ۱۲۲ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب چیز گھوڑے تھے۔

۹

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیر معقود بنواصی الخیل الی یوم القیٰمۃ ومثل المنفق علیھا کالمتکفف بالصدقۃ۔ (رواہ ابویعلی، والطبرانی فی الاوسط، ورجالہ رجال الصحیح بحوالہ مجمع الزوائد ص ۲۳۶ ج ۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر و برکت تا قیامت گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو صدقہ دینے کے لئے ہتھیلیاں پھیلانے والا ہو۔

۱۰

عن ابی وھبؓ و کانت لہ صحبۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسماء الانبیاء واحبّ الاسماء الی اللہ عزوجل عبد اللہ وعبد الرحمن وارتبطوا الخیل وامسحوا اینو اصیھا و اکفالھا و قلدوھا ولا تقلدوھا الاوتار وعلیکم بکل کمیت اغر محجل او اشقر اغر محجل أو ادھم

اغر محجل (رواہ النسائی فی باب مایستحب من شیۃ الخیل ص۱۲۲ ج ۲)

حضرت ابووھب رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی ہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء کرامؑ کے ناموں پر نام رکھو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام ناموں میں سے زیادہ محبوب عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور گھوڑوں کو باندھو اور انکی پیشانیوں اور رانوں پر ہاتھ پھیرا کرو اگر تم ان پر سوار ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے سوار ہوا کرو نہ کہ دور جاہلیت کے انتقام لینے کیلئے (جیسا کہ عرب کی عادت تھی) اور تم کمیت (یعنی جس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو) گھوڑا لو جسکی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا لال رنگ کا گھوڑا لو جسکی پیشانی اور چاروں پاؤں سفید ہوں یا پھر سیاہ رنگ کا گھوڑا لو جسکی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔

سُورَةُ
النَّصْرِ
مَدَنِيَّةٌ
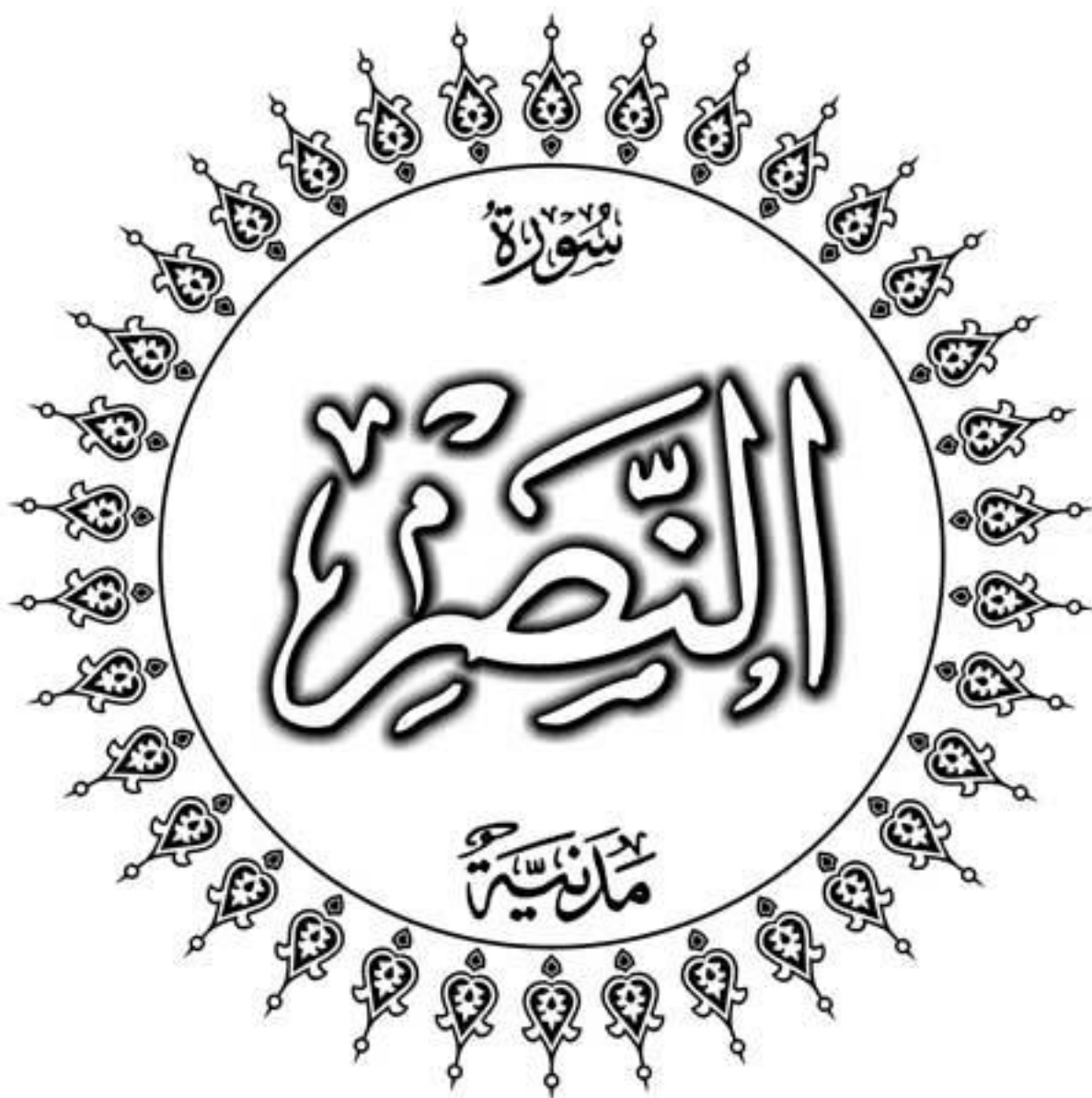
ابتدائیہ

اس تالیف میں سورۃ النصر مکمل
کے مضامین جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت
۱ تا ۳

ابتدائیہ

تین آیات کے مضامین جہاد کا خلاصہ

یہ سورۃ مبارکہ مسلمانوں کو فتح کے آداب بھی سکھاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جہاد میں فتح عطاء فرمائے تو وہ غفلت میں مبتلا نہ ہوں اور نہ عیش وعشرت کو اپنا مقصود بنالیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح وتحمید میں مشغول ہوں۔ اسی طرح فتح کے بعد تکبر میں مبتلا نہ ہوں بلکہ استغفار میں مشغول ہوں۔ اور استغفار سے تواضع کی نعمت بھی نصیب ہوتی ہے۔

اس سورۃ مبارکہ میں فتح مکہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ مضامین جہاد سے پہلے ملاحظہ فرمایئے فتح مکہ کے کچھ حالات۔

اختتام ابتدائیہ وآغاز معارف آیات الجہاد

غزوہ فتح مکہ
غزوۃ الفتح الاعظم
رمضان ۸ھ

غزوہ فتح مکہ رمضان ۸ ھ

غزوۃ الفتح الاعظم

فتح مکہ مکرمہ زادھا اللہ تشریفا وتکریما

جس وقت قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین، حدیبیہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تو اس وقت دیگر قبائل کو اختیار دیا گیا کہ جس کے عہد اور عقد میں چاہیں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ بنوبکر قریش کے عہد میں اور بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں شامل ہو گئے۔

ان دونوں قبیلوں میں زمانۂ جاہلیت سے اَن بَن چلی آتی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ مالک بن عباد حضرمی ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاعہ کی سرزمین میں داخل ہوا۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ بنوبکر نے موقع پا کر حضرمی کے معاوضہ میں بنوخزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ بنوخزاعہ نے اپنے ایک آدمی کے معاوضہ میں بنوبکر کے تین سرداروں ذویب اور سلمی اور کلثوم کو میدان عرفات میں حدود حرم کے قریب قتل کر ڈالا۔

زمانۂ جاہلیت سے زمانۂ بعثت تک یہی سلسلہ رہا ظہور اسلام کے بعد اسلامی معاملات میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہو جانے کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنوبکر نے اپنی دشمنی نکالنے کا موقع غنیمت سمجھا۔ چنانچہ بنوبکر میں سے نوفل بن معاویہ دیلی نے مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر شب خون مارا رات کا وقت تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے ایک چشمہ پر سو رہے تھے جس کا نام وتیر تھا۔

قریش میں سے صفوان بن اُمیہ اور شیبہ بن عثمان اور سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص نے پوشیدہ طور پر بنوبکر کی امداد کی۔ خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی۔ مگر ان کو وہاں بھی قتل سے پناہ نہ ملی۔

قریش نے بنوبکر کی ہر طرح سے امداد کی ہتھیار بھی دیئے اور لڑنے کے لئے آدمی بھی، خزاعہ کے لوگ مکہ میں بدیل بن ورقاء بن خزاعی کے مکان میں گھس گئے۔ مگر بنوبکر اور روساء قریش نے گھروں میں گھس کر ان کو مارا اور لوٹا اور یہ سمجھتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع نہ ہو گی۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی اور یہ سمجھ گئے کہ ہم نے عہد شکنی کی اور جو معاہدہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں کیا تھا اس کو ہم نے اپنی غلطی سے توڑ ڈالا۔

عمرو بن سالم خزاعی، چالیس آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا آنحضرت

ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرماتے تھے۔ عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

یارب انی ناشد محمدا حلف ابینا وابیه الاتلدا

اے پروردگار میں محمد ﷺ کو اپنے باپ اور ان کے باپ عبدالمطلب کا قدیم عہد یاد دلانے آیا ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں خزاعہ حضرت مطلب کے حلیف تھے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح ہم آپ کے حلیف ہیں اسی طرح ہمارے باپ دادا آپ کے دادا کے حلیف تھے۔

انّ قریشاً اخلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك المؤكدا

بیشک قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور آپ کے پختہ عہد اور پیمان کو توڑ ڈالا۔

هم بیّتونا بالوتیر هجّدا وقتلونا رکّعا وسجّداً

ان لوگوں نے چشمہ ''وتیر'' (نامی مقام) پر سوئے ہوئے ہم پر شب خون مارا اور رکوع اور سجود کی حالت میں ہم کو قتل کیا۔ (ان میں سے بعض مسلمان بھی تھے ورنہ وہ خود مسلمان نہ تھے۔)

وجعلوا لی فی کداءٍ رصّداً وزعموا ان لست ادعو احدا

اور مقام کداء میں آدمیوں کو ہماری گھات میں بٹھلا دیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کے لئے نہ بلاؤں گا۔

وهم اذلّ واقلّ عددا

اور وہ سب ذلیل ہیں اور شمار میں بہت کم ہیں وقد کنتم ولداو کنا والدا

ووالدا کناو کنت الولدا ثمت اسلمناولم ننزع یدا

اور ہم بمنزلہ باپ کے ہیں اور آپ بمنزلہ اولاد کے اس لئے کہ عبد مناف کی ماں قبیلۂ خزاعہ کی تھی اور اسی طرح قصی کی ماں فاطمہ بنت سعد بھی قبیلۂ خزاعہ کی تھی۔ اس تعلق کی بناء پر ہماری نصرت اور اعانت آپ پر لازم ہے اور اس کے علاوہ ہم ہمیشہ آپ کے مطیع اور فرمانبردار رہے کبھی آپ کی اطاعت سے دستکش نہیں ہوئے اس لئے آپ سے امید ہے کہ اپنے جانثاروں اور وفاشعاروں کی مدد فرمائیں گے۔

فانصر ایّدك الله نصراً اعتدا وادع عباد الله یأتوا مددا

پس ہماری فوری مدد فرمایئے اللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اپنے صحابہ کو حکم دیجئے وہ ضرور ہماری مدد کو آئیں گے۔

اور ایک نسخہ میں ہے۔ فانصر رسول الله ﷺ نصرا اعتدا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری فوری مدد فرمایئے۔

فیهم رسول اللہ ﷺ قد تجرّدا ان سیم خسفاً وجهه تربّدا

اور جب عباد اللہ کا لشکر ہماری مدد کو آئے تو اس میں اللہ کا رسول ﷺ ضرور ہو جو ظالموں سے جنگ کے لئے تیار ہو۔ (یعنی فقط سریہ بھیجنے پر اکتفانہ فرمائیں بلکہ اس لشکر کے ساتھ خود بھی بنفس نفیس تشریف لائیں) اور اگر وہ ظالم آپ کو کوئی ذلت پہنچانا چاہیں تو آپ کا چہرۂ مبارک غیرت وحمیت سے تمتمانے لگے بعض نسخوں میں "قد تحردا" حاء مهملہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کے معنی غضبناک ہونے کے ہیں۔

فی فیلق کالبحر یجری مزبدا

اور ایسے لشکر کو ساتھ لے کر آئے کہ جو دریا کی طرح جھاگ مارتا ہو۔

مدد کا وعدہ

مغازی ابن عائذ میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے واقعات سن کر نصرت یاعمرو بن سالم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ فرمایا نہ مدد کیا جاؤں میں اگر میں تیری مدد نہ کروں بعد ازاں یہ دریافت فرمایا کہ کیا تمام بنوبکر اس میں شریک تھے عمرو بن سالم نے کہا سب نہیں بلکہ بنوبکر میں سے صرف بنونفاثہ اور انکا سردار نوفل اس میں شریک تھا۔ آپ نے ان کی اعانت اور امداد کا وعدہ فرمایا اسکے بعد یہ وفد واپس ہوگیا۔

قریش کے نام پیغام

آپ نے ایک قاصد قریش مکہ کے پاس روانہ کیا، کہ انکو یہ پیغام پہنچادے کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلیں۔

1. مقتولین خزاعہ کی دیت دے دی جائے۔
2. یا بنونفاثہ کے عہد اور عقد سے علیحدہ ہوجائیں۔
3. یا معاہدہ حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کردیں۔

قاصد نے جب پیام پہنچایا تو قریش کی طرف سے قرطہ بن عمرو نے جواب دیا۔ کہ ہم نہ مقتولین خزاعہ کی دیت دیں گے اور نہ بنونفاثہ سے اپنے تعلقات کو منقطع کریں گے۔ ہاں معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر ہم راضی ہیں لیکن قاصد روانہ ہونے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی اور فوراً ہی ابوسفیان کو تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے مدینہ روانہ کیا۔

تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی

ابوسفیان۔ تجدید صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور آں حضرت ﷺ نے صحابہؓ کو خبر دی کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح کو بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے کے لئے آرہا ہے، چنانچہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا اور مقام

عسفان میں پہنچ کر ابوسفیان کی بدیل بن ورقاء خزاعی سے ملاقات ہوئی ابوسفیان نے بدیل سے دریافت کیا کہ کہاں سے آرہا ہے۔ بدیل نے کہا کہ میں اسی قریب کی وادی سے آرہا ہوں، یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسکے بعد ابوسفیان کو خیال آیا کہ بدیل ضرور مدینہ سے واپس آرہا ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے اس جگہ کو جا کر دیکھا، جہاں بدیل نے اونٹ بٹھلایا تھا۔ بدیل کی اونٹنی کی مینگنی کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور کی گھٹلی برآمد ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم بدیل ضرور مدینہ ہی سے آرہا ہے اور یہ گٹھلی مدینہ ہی کی کھجور کی ہے۔

غیرت ایمانی

ابوسفیان مدینہ پہنچ کر اوّل اپنی بیٹی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تو نے فرش کو لپیٹ دیا کیا فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے فرش کے قابل نہ سمجھا ام حبیبہؓ نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس پر ایک مشرک کو جو شرک کی نجاست سے ملوّث اور آلودہ ہو نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا اے بیٹی خدا کی قسم تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہؓ نے کہا۔ شر میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں داخل ہو گئی اور آپ سے تعجب ہے کہ آپ سردار قریش ہو کر پتھروں کو پوجتے ہیں کہ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

سفارش کی تلاش

ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدّت صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بارگاہِ رسالت سے جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو ابوسفیان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بارے میں کچھ نہیں کرسکتا۔ اسکے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کی درخواست کی۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر میں تیری سفارش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دنیا میں مجھے اگر کوئی ساتھی میسر نہ آئے تو میں تنہا جہاد کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سنتے ہی خاموشی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس وقت ان کے پاس انکی بیوی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا اے ابوالحسن آپ ہم سے قرابت میں سب سے قریب ہیں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں یہ چاہتا ہوں کہ ناکام واپس نہ ہوں لہٰذا آپ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ قصد فرما لیا ہے لہٰذا اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہہ سکے ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس بچہ یعنی امام حسن کو یہ حکم دیں کہ وہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار مان لیا جائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اوّل تو یہ کمسن ہے (یعنی پناہ دینا بڑوں کا کام

ہے)دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خلاف مرضی کون پناہ دے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر کہا معاملہ سخت ہوگیا آخر مجھ کو کوئی تدبیر بتلائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا صرف اتنا خیال میں آتا ہے اگر اس کو تو اپنے لئے مفید اور کارآمد سمجھے تو کرگزر۔ وہ یہ کہ مسجد میں جاکر یہ پکار دے کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور استحکام اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے آیا ہوں اور یہ کہہ کر تو اپنے شہر واپس چلا جا۔ چنانچہ ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور باآواز بلند پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید اور صلح کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو چل کھڑا ہوا۔

ناکام واپسی

ابوسفیان جب مکہ پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا تو قریش نے کہا کہ کیا محمد ﷺ نے بھی تمہارے اس اعلان کو جائز رکھا ہے ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قریش نے کہا کہ محمد ﷺ کی بغیر رضامندی اور اجازت کے تم کیسے راضی اور مطمئن ہوگئے محض لغو اور بیکار چیز لے کر آئے جس کا توڑنا ان پر کچھ دشوار نہیں اور خدا کی قسم علی نے تیرا مذاق اڑایا۔ تو نہ صلح کی خبر لے کر آیا جس سے اطمینان ہوتا اور نہ جنگ کی خبر لایا کہ جس کی تیاری اور سامان کیا جاتا۔ ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پوشیدہ طور پر مکہ کی تیاری، سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے اس کا اظہار و اعلان نہ کیا جائے اور آس پاس کے قبائل میں بھی کہلا بھیجا کہ تیار ہو جائیں۔

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری میں ہے کہ اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آں حضرت ﷺ مکہ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی کے اس سے اطلاع دی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ روضۂ خاخ میں تم کو اونٹ پر ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے۔ وہ اس سے لے آؤ، چنانچہ روضۂ خاخ میں پہنچ کر ہم کو ایک عورت ملی اونٹ بٹھلا کر اس کی تلاشی لی کہیں خط نہ ملا۔ ہم نے کہا خدا کی قسم اللہ کا رسول ﷺ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔

ہم نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو وہ خط ہم کو دیدے ورنہ ہم برہنہ کرکے تیری تلاشی لیں گے، اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر ہم کو دیا ہم وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلاکر دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ مؤاخذہ میں عجلت نہ فرمائیں یارسول اللہ ﷺ قریش سے میری کوئی قرابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں۔ میرے اہل وعیال آجکل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی

قرابتیں ہیں، قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل وعیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہوکر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض وہی تھی جو میں نے عرض کی۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے، ابن مردویہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں

فکتبت کتابا لایضر اللہ ورسولہ۔ پس میں نے ایک خط لکھا (کہ جس میں میرا نفع ہے) اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر یہ فرمایا:

اما انہ قد صدقکم۔ آگاہ ہوجاؤ یقیناً اس نے تم سے سچ بیان کیا۔

اہل بدر کی خاص فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ قد شھد بدرا وما یدریک لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔ بیشک حاطب بدر میں حاضر ہوا ہے اور اے عمر رضی اللہ عنہ تجھ کو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت سے اہل بدر کو یہ فرمایا ہو کہ جو چاہے کرو بلاشبہ میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں۔ یعنی جو بدر میں شریک ہوا وہ کبھی منافق نہیں ہوسکتا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ سرفروشی اور جانبازی دکھائی جس پر فرشتوں نے بھی رشک کیا، جو بھی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آیا خواہ باپ تھا یا بیٹا، بھائی تھا یا دوست سب سے بلاتفریق اور بے دریغ مقابلہ کیا اور انہیں قتل کیا، اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور ان کی محبت ایسی غالب ہوگئی کہ ان کے سوا ہر اپنا بیگانہ ہوگیا۔ انہوں نے اللہ کا نام بلند کیا اور کفر کے سر پر ایسی کاری ضرب لگائی جس کا زخم مندمل نہ ہوسکا۔ اس عظیم الشان کارنامے کے صلے میں انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تحفہ بطور انعام ملا اور اولئک کتب فی قلوبھم الایمان کی عظیم بشارت بھی۔ اور ساتھ یہ عظیم خوشخبری بھی ملی کہ مستقبل میں جن گناہوں کے صادر ہونے کا امکان تھا انکی پیشگی معافی کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوا۔ فرمایا قد غفرت لکم (میں تمہیں معاف کرچکا ہوں) گویا کہ یہ کام ماضی میں یقینی طور پر ہوچکا ہے اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔ اعملوا ماشئتم (جو چاہو کرتے رہو) کا مطلب ان حضرات کو گناہوں کی اجازت دینا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ ان پاکباز لوگوں کا کوئی عمل بھی انہیں یہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا کہ معاذ اللہ ایمان سے محروم ہوجائیں یا ان کی معافی نہ ہوسکے بلکہ ان سے اگر کوئی غلطی ہوجائے گی

توفوراً معاف کردی جائے گی اور ان کے بلند درجات اور خاص مقام برقرار رہیں گے۔ ایسا خطاب اور انعام ان مخلصین اور خاص محبین کو ہی دیا جاتا ہے جن سے اپنے محبوب کی نافرمانی کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

بدر میں شرکت بظاہر تو ایک نیکی تھی لیکن درحقیقت ایمان، اخلاص اور اللہ ورسول سے سچی محبت کی پختہ اور یقینی سند تھی۔ لہٰذا بدر میں شرکت کرنے والے صحابی سے بتقضائے بشریت اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو یہ غلطی اسے رضی اللہ عنہم اور اولئك كتب في قلوبهم الايمان کے انعام اور اعزاز سے محروم نہ کرسکے گی اور اس نیکی کو نہ مٹا سکے گی بلکہ بدر میں شرکت کی نیکی اتنی بڑی ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں صادر ہونے والے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ بن گئی ہے اور انہیں مٹا دے گی۔

حاطب کے خط کا مضمون

حاطب بن ابی بلتعہؓ کے خط کا مضمون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا منشاء عیاذاً باللہ نفاق نہ تھا وہ خط یہ تھا:

اما بعد یامعشر قریش فان رسول اللہ ﷺ جاء کم بجیش کاللیل یسیر کالسیل فواللہ لو جاء کم وحده لنصره اللہ وانجزله وعده فانظروا لانفسکم والسّلام

اے گروہ قریش۔ رسول اللہ ﷺ رات کی مانند تم پر ایک ہولناک لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ بلا لشکر خود تن تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح ونصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ یعنی آپ کی کامیابی لشکر پر موقوف نہیں، پس تم اپنے انجام کو سوچ لو۔ والسّلام

یہ خط یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس کو علامہ قسطلانی نے شرح بخاری کتاب الجہاد باب حکم الجاسوس میں نقل کیا ہے اور فتح الباری غزوۃ الفتح میں بھی مذکور ہے اور البدایۃ والنہایۃ میں بھی ہے۔

اس خط کا مضمون حاطب بن ابی بلتعہ کے اس عذر کی صاف تصدیق اور تائید کر رہا ہے کہ جو پہلے گزر چکا ہے فکتبت کتابا لایضر اللہ ورسولہ میں نے ایسا خط لکھا ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو مضر نہیں۔

واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ خط سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کے نام تھا۔ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے (رضی اللہ عنہم)

اور ایک روایت میں ہے کہ خط کا مضمون یہ تھا:۔

ان محمدا قد نفر فاما الیکم واما الی غیر کم فعلیکم الحذر۔ (زرقانی ص۲۹۸ ج۲)

تحقیق محمد ﷺ غزوہ کے لئے نکلنے والے ہیں معلوم نہیں کہ کس طرف کا قصد ہے تمہاری طرف یا کسی اور طرف تم اپنی فکر کرو۔

حق جل شانہ نے حاطب کے اس واقعہ میں سورۂ ممتحنہ نازل فرمائی یعنی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ

وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ
جس میں حق جل شانہ نے کافروں سے دوستانہ تعلق کے احکام بیان فرمائے اس سورت کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

مدینہ منورہ سے روانگی

آں حضرت ﷺ دسویں رمضان المبارک کو دس ہزار قدسیوں کی جمعیت ہمراہ لے کر بعد نماز عصر مدینہ منورہ سے بقصد فتح مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے (بخاری و فتح الباری) اور ازواج مطہرات میں سے ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما آپکے ہمراہ تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آمد اور جہاد میں شرکت

جب آپ مقام ذی الحلیفہ یا مقام جحفہ میں پہنچے تو حضرت عباس مع اپنے اہل وعیال مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ملے آپ ﷺ کے ارشاد سے سامان تو مدینہ منورہ بھیج دیا اور خود آپ کے ساتھ لشکر اسلام میں شریک ہو کر بغرض جہاد پھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔ حضرت عباسؓ اسلام تو پہلے ہی لا چکے تھے، مگر قریش سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے عباسؓ یہ تمہاری ہجرت آخری ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے اور حضرت عباسؓ کا مکہ میں قیام آپکے حکم سے تھا کہ مکہ ہی میں رہیں اور قریش کی خبریں آپکو پہنچاتے رہیں۔

مسند ابی یعلی اور معجم طبرانی میں ہے کہ قیام مکہ کے زمانے میں عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی آپ نے ان کو جواب لکھوایا کہ اے چچا آپ اپنی ہی جگہ قیام فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جیسا کہ مجھ پر نبوت کو ختم کیا (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰)

اور مقام ابواء میں ابوسفیان بن حارثؓ اور عبداللہ بن ابی امیہؓ بغرض اسلام مکہ سے مدینہ آتے ہوئے ملے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ نبوت سے پیشتر آپ کے دوست تھے کسی وقت آپ سے جدا نہ ہوتے تھے نبوت اور بعثت کے بعد محبت دشمنی میں بدل گئی اور آپ کے ہجو میں شعر کہے جن کا حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان بن حارث کے ساتھ ان کا بیٹا جعفر بھی تھا۔ اور عبداللہ بن امیہ آپکے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یعنی آپکی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، یہ بھی آپکے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ دونوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضری کی اجازت چاہی مگر حضور پرنور ﷺ کو ان دونوں سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا اور حاضری کی اجازت نہیں دی۔

ام المومنین کی سفارش

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپکی پھوپھی کا بیٹا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان سے ملنے کی ضرورت نہیں ابن عم نے میری آبروریزی کی اور پھوپھی

کا بیٹا وہی شخص ہے۔جس نے مکہ میں یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا یہاں تک کہ تو اگر سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور میں بچشم خود تجھ کو دیکھ رہا ہوں اور پھر تو ایک دستاویز لے کر آسمان سے اترے اور چار فرشتے تیرے ساتھ ہوں اور یہ گواہی دیں کہ تجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر بھی میں تجھ پر ایمان نہ لاؤں گا۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپکے مکارم اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپکے خوانِ نعمت سے آپ کا چچازاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی سب سے زیادہ محروم اور بدنصیب نہ رہے گا۔ جب آپکا ترحم اور عفو عام ہے۔ تو پھر یہی کیوں محروم رہیں۔

اقربارا کجا کنی محروم　　　　تو کہ بادشمناں نظرداری

ادھر ابوسفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی صحراء میں نکل جاؤں گا اور وہیں بھوکا اور پیاسا مرجاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے ام المؤمنین کی شفاعت اور ان دونوں کی اس درجہ خجالت وندامت کو سن کر حاضری کی اجازت دی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔

حافظ ابن عبدالبر اور محب طبری راوی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے ابوسفیان بن حارثؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپکے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں کہ جو یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ سے کہا تھا، یعنی

تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین

قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصوروار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سامنے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرۂ انور کی حیاء اور چشمہائے شرگیں آپکے اور عتاب کے درمیان حائل بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رحمت عالم اور حیاء مجسم ﷺ کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں اللہ تمہارا قصور معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

ابوسفیانؓ کی معذرت قبول ہوئی اور حسب ارشاد نبوی الاسلام یھدم ماکان قبلہ اسلام کی کدال نے ابوسفیانؓ بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اس میں آپکی کدورت کا کوئی ریزہ باقی نہ چھوڑا اور ایمان واحسان اور اخلاص ویقین کو کوٹ کوٹ کر ان کے دل میں ایسا بھر دیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرہ اڑ کر ان کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کے لئے آپکے ہمرکاب ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان بن حارثؓ نے حیاء کی وجہ سے مدۃ العمر آپکی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور آنحضرت ﷺ ان کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) (زرقانی ص ۳۰۰ ج ۲ تا ص ۳۰۲ ج ۲)

اور گذشتہ قصور کی معذرت میں کچھ اشعار کہے۔

لعمرك انی یوم احمل رأیة لتغلب خیل اللات خیل محمد

قسم ہے آپکی زندگی کی یقیناً جس دن میں جھنڈا اسلئے اٹھاتا تھا کہ لات کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب آجائے۔

لکا لمدلج الحیران اظلم لیله فهذااوانی حین اهدیٰ واهتدی

تو اس دن میں اندھیری رات میں چلنے والے کی طرح حیران و پریشان تھا۔ اور بحمد للہ اب یہ وقت ہے کہ من جانب اللہ ہدایت دیا جارہا ہوں اور ہدایت پارہا ہوں۔

اور اسکے علاوہ اور معذرت میں اشعار کہے (دیکھو سیرۃ ابن ہشام ص ۴۳ ج ۴)

اور عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد یہ حال رہا کہ حیاء کی وجہ سے حضور پر نور ﷺ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جہاد کے لیے روزہ کا افطار

آں حضرت ﷺ جس وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ اور صحابہ روزہ سے تھے۔ مقام کدید میں پہنچ کر صحابہ کی مشقت کے خیال سے آپ نے روزہ افطار فرمایا صحابہ نے بھی آپ کے اقتداء میں روزہ توڑ دیا۔ (بخاری شریف)

اول تو سفر فی نفسہ تعب اور مشقت ہے اور پھر وہ جہاد کے لئے اور موسم گرما میں اس لئے افطار فرمایا کہ ایسی حالت میں اگر روزہ رکھا گیا۔ تو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا نہیں ہو سکے گا۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من البر الصیام فی السفر سفر میں روزہ رکھنا بھلائی اور نیکی نہیں۔ ہاں اگر سفر جہاد نہ ہو اور سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا افضل ہے۔ رمضان کے روزے کی اگرچہ قضاء ممکن ہے لیکن رمضان کے انوار وتجلیات اور فرشتوں کے ہروقت عروج ونزول کے برکات شیاطین کے پیروں میں بیڑیاں پڑ جانا جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا اور حفاظِ کتاب اللہ کا لیل ونہار کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا اور فرشتوں کا حلقہائے ذکر اور مجالس تسبیح وتہلیل اور قرآن پاک کی محفلوں کی تلاش کرتے پھرنا۔ یہ باتیں رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کہاں میسر آسکتی ہیں۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وان تصوموا خیر لکم۔ یعنی مریض اور مسافر کے لیے اگرچہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا اولی اور افضل ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے۔ فتح مکہ کے ارادہ سے جو دس ہزار قدسیوں کا لشکر ظفر پیکر سفر کر رہا تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے تھا، اس کے لئے تو نماز کو بھی مؤخر کیا جاسکتا ہے جو روزہ سے بلاشبہ افضل ہے۔ اور دین کا ستون بھی ہے اور ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر عمل

ہے۔ لہٰذا سفر جہاد میں روزہ کا افطار ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ اللہ رب العزت کی راہ میں جان دینے اور سر کٹانے کے لیے نکل کھڑا ہونا وہ نعمت ہے۔ جس پر زمین و آسمان کے فرشتے رشک کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں روزہ افطار کرنے سے اگرچہ مجاہد کو تسبیح، تحمید اور فرشتوں کے نزول کی برکات کم نصیب ہوں لیکن وہ اللہ کے راستے میں جان دینے کے جس جذبے سے سرشار ہو کر صبح و شام میدان جہاد میں چلتا ہے صرف یہی عمل اسے چند قدموں میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کی وہ منازل طے کرا دیتا ہے جو ہزاروں سال تسبیح و تحمید کرنے سے بھی طے نہ ہوتیں۔ ظاہر میں وہ زمین پر سات میل چلا جبکہ درحقیقت اس نے ساتوں آسمان پار کر لئے اور ان سے اوپر جا پہنچا۔ یہ ننگے سر، ننگے پاؤں، خاک آلود، پراگندہ حال اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے جا رہا ہے جو اس کے خریدار ہیں اور یہ انہیں اپنی جان جنت کے بدلے میں بیچ چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان اس مبارک سودے کو بگاڑ دے اور بعد میں یہ صرف افسوس کرتا رہ جائے۔

مقام مرّ الظہران میں پڑاؤ اور سردارانِ قریش کی گرفتاری

مقام کدید سے چل کر عشاء کے وقت آپ مرّ الظہران میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمہ کے سامنے آگ سلگائے۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے تھے، اسی کے موافق آپ نے یہ حکم دیا قریش کو اپنی بدعہدی کی وجہ سے خوف لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم رسول اللہ ﷺ کس وقت ہم پر چڑھائی کر بیٹھیں۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب اور بدیل بن ورقاء اور حکیم خبر لینے کی غرض سے مکہ سے نکلے جب مرّ الظہران کے قریب پہنچے تو لشکر نظر آیا۔ گھبرا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے، بدیل نے کہا یہ آگ قبیلۂ خزاعہ کی ہے ابوسفیان نے کہا خزاعہ کے پاس اتنا لشکر کہاں سے آیا وہ بہت قلیل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چوکیداروں نے دیکھتے ہی ان لوگوں کو گرفتار کر لیا، ان لوگوں نے چوکیداروں سے دریافت کیا تم میں یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہم ان کے اصحاب ہیں گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر گشت لگاتے ہوئے اِدھر آ نکلے اور ابوسفیان کی آواز پہچان کر فرمایا۔ افسوس اے ابوسفیان یہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ہے۔ خدا کی قسم اگر تجھ پر فتح یاب ہو گئے تو تیری گردن اڑا دیں گے اور قریش کی اس میں بہتری ہے کہ آپ سے امن کے خواستگار ہو جائیں اور اطاعت قبول کر لیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں یہ آواز سن کر اسی سمت میں ڈھونڈتا ہوا حضرت عباسؓ تک پہنچا اور کہا اے ابوالفضل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں پھر رہائی اور مخلصی کی کیا صورت ہے۔ عباسؓ نے کہا میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر تجھے حاضر ہوتا ہوں تاکہ تیرے لئے امن حاصل کروں، عباسؓ اس کو اپنے ہمراہ لیکر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے روانہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی

جب حضرت عمرؓ کی طرف سے گزرنے لگے تو حضرت عمرؓ دیکھتے ہی پیچھے جھپٹے اور کہا کہ یہ ابوسفیان اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن ہے الحمدللہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آگیا ہے حضرت عمرؓ پیادہ پا تھے اور حضرت عباسؓ ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خچر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپکی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ پیچھے پیچھے تلوار سونتے ہوئے آپکی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ ابوسفیان اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دشمن ہے الحمدللہ بغیر کسی عہد اور پیمان کے آج ہاتھ آگیا ہے، مجھ کو اجازت دیجئے کہ ابھی اسکی گردن اڑادوں۔ عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لیا ہے حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں اور بار بار وہی عرض کررہے ہیں۔ ابوسفیان کے قتل کے لیے آپکے اشارے کے منتظر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو میرے پاس لانا ابوسفیان تو شب بھر حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اسی وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے کچھ دیر تک رسول اللہ ﷺ ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے: اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہوگئے تاکہ اہل مکہ کو آپ کی آمد سے مطلع کریں۔

ابوسفیان کا اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، افسوس اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آگیا کہ تو یقین کرے لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(ابوسفیان) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نہایت ہی حلیم وکریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا۔ اور آپ کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتا۔

(رسول اللہ ﷺ) افسوس اے ابوسفیان کیا تیرے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو اللہ کا رسول جانے

(ابوسفیان) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بے شک آپ نہایت حلیم وکریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ابھی تک مہربانی کررہے ہیں کہ باوجود میری اس عداوت کے مجھ پر مہربانی ہے مجھے اسی میں ذرا تردد ہے آپ نبی ہیں یا نہیں۔

معافی کا اعلان

بعد ازاں حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ ابوسفیان کے مسلمان ہوجانے کے بعد حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ۔ ابوسفیان سرداران مکہ سے ہے فخر کو پسند کرتا ہے لہٰذا

آپ اس کے لئے کوئی ایسی شی کردیں جو اس کے لیے باعث عزت وشرف اور موجب امتیاز ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھا اعلان کردو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے، ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں سب آدمی کہاں سما سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوجائے وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مسجد بھی کافی نہیں ہوسکتی آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے وہ بھی مامون ہے، ابوسفیان نے کہا ہاں اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔

لشکرِ اسلام کا نظارہ

اسکے بعد آں حضرت ﷺ جب مرّ الظہران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہوجائیں تاکہ لشکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے۔ چنانچہ یکے بعد دیگر جب قبائل جوق در جوق گزرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گیا۔ اور یہ کہا تمہارے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہوگیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے (یعنی جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی شان وشوکت ظاہر اور صورت کے لحاظ سے سلطنت تھی۔ مگر معنی اور حقیقت کے لحاظ سے نبوت تھی اس لئے کہ وہ خارق عادت تھی۔ ظاہری اسباب اور مادیت پر مبنی نہ تھی ہوائی جہاز مادیت اور صنعت کے زور سے اڑتا ہے اور تخت سلیمان بلا کسی مادی اور بلا کسی ظاہری سبب کے بطور خرق عادت اڑتا تھا۔ یہ انکی نبوت کی دلیل تھی بطور معجزہ ان کو یہ شان وشوکت دی گئی تھی تاکہ سلاطین عالم اپنی مادی طاقت کو اس غیبی طاقت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں اور خدا کے نبی کے سامنے گردن تسلیم خم کردیں۔ اسی طرح آں حضرت ﷺ کی اس شان وشوکت کو سمجھو کہ ظاہر میں بادشاہت معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت نبوت وپیغمبری ہے۔)

جو قبیلہ سامنے سے گزرتا تھا۔ ابوسفیان پوچھتا جاتا تھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک ہزار یا نوسو کے دستہ کو لے کر گزرے۔ بعد ازاں اور مختلف دستے گزرے تا آنکہ آخیر میں ماہتاب نبوت ظاہری اور باطنی حال اور شکوہ کے ساتھ مہاجرین وانصار کے مسلح اور زرہ پوش گروہ کے جلو میں جلوہ افروز ہوا۔ مہاجرین کا علم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جب ادھر سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر جوش آگیا اور جوش میں یہ کہہ بیٹھے۔

اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة۔

آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل وقتال حلال ہوگا۔

ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مہاجرین وانصار کا لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ ﷺ گزرے تو ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے سعد بن

عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے اور سعد کا قول نقل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیتا ہوں نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

یاابا سفیان الیوم یوم المرحمة یعز اللّٰہ فیه قریشا

اے ابوسفیان آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ ارشاد فرمایا:۔

کذب سعد ولکن هذا یوم یعظم اللّٰہ فیه الکعبة ویوم تکسی فیه الکعبة

سعد نے غلط کہا آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔

اور یہ حکم دیا کہ علم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جب آں حضرت ﷺ سامنے سے گزرے تو قریش کی ایک خاتون نے یہ شعر پڑھے۔

یانبی الهدی الیك لجا حیّ قریش ولاتحین الجاء

اے نبیؐ ہدایت قریش نے آپ کی طرف پناہ لی ہے حالانکہ یہ وقت پناہ کا نہیں ہے۔

حین ضاقت علیهم سعة الارض وعاداهم الله السماء

جس وقت وسیع زمین ان پر تنگ ہوگئی اور اللہ ان کا دشمن ہوگیا۔

ان سعدا یرید قاصمة الظهر باهل الحجون والبطحأ

تحقیق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اہل حجون اور اہل بطحاء کی کمر توڑ دینا چاہتا ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان آپ ﷺ سے رخصت ہوا۔ اور عجلت کر کے مکہ واپس آ گیا اور باواز بلند یہ اعلان کیا کہ محمد ﷺ لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں۔ میری رائے میں کسی کو یہ طاقت نہیں کہ ان سے مقاومت کر سکے اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ البتہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے یا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے یا ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امن ہے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کی مونچھ پکڑ لی اور کہا اے بنی کنانہ یہ پیر فرتوت بیوقوف ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا بک رہا ہے اور بہت گالیاں دیں لوگ جمع ہو گئے ابوسفیان نے کہا اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا اے لوگو تم اس عورت کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔

کوئی شخص محمد ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اسکو بھی امن، لوگوں نے کہا ارے کمبخت خدا تجھے ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آ سکیں گے ابوسفیان نے کہا کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے۔

اور ابوسفیان نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تو اسلام لے آ ورنہ ماری جائے گی۔ جا اپنے

گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لوگ اس اعلان کو سنتے ہی بھاگے کوئی مسجد حرام کی طرف اور کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

اس کے بعد آں حضرت ﷺ کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

(مقام کداء۔ وہ مقام ہے کہ جس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے پکارا تھا۔ کما قال تعالیٰ:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (سورۃ الحج ۲۷)

ترجمہ

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے آویں گے تیرے پاس پاپیادہ اور دبلے اونٹوں پر ہر دور و دراز راہ سے اور اسی مقام پر اپنی ذریت کے لیے یہ دعا فرمائی ہے جو قبول ہوئی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (سورۃ ابراہیم ۳۷)

اے پروردگار میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے میدان میں بسایا ہے جہاں کھیتی کا نام ونشان نہیں تیرے محترم گھر کے قریب، اے پروردگار غرض یہ ہے کہ نماز کا خاص اہتمام رکھیں سو کچھ لوگوں کے دل انکی طرف مائل کر دیجئے اور انکے لئے پھل عطاء کرتا کہ تیری نعمتوں کا شکر کریں۔

اس لیے آں حضرت ﷺ مکہ میں اس مقام سے داخل ہوئے کہ جہاں اس کے بانی نے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی تھی۔)

اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آں حضرت ﷺ نے کعبۃ اللہ کے ادب اور احترام کو غایت درجہ ملحوظ رکھا۔ تواضع کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورۃ انا فتحنا پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مسرّت اور نشاط، فرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں تخشع اور تضرع، تذلل اور تمسکن کے آثار بھی چہرۂ انور پر نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقہ پر سوار تھے تواضع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی (رواہ ابن اسحٰق مرسلا) اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ (بخاری شریف) یعنی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے لیکن آپ تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔ (رواہ الحاکم بسند جید)

معجم طبرانی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر یہ سورۃ تلاوت فرمائی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (زرقانی ص ۳۲۰ ج ۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک اس پر تھی کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اسی شہر سے کس بے کسی اور بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تن تنہا یہاں سے نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ شانہ کی اعانت اور نصرت سے اسی شہر میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ فاتحانہ داخلہ ہو رہا ہے۔ وذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

فاتحانہ تواضع

اس لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک تواضع سے خم تھا اور پالان شتر پر سر رکھے ہوئے سجدۂ شکر بجا لا رہے تھے اور جوش مسرت میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ انا فتحنا اور اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ پڑھ رہے تھے کہ بے شک یہ فتح مبین اور یہ نصرت سراپا شوکت و عظمت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے کہ حق کو حکومت عطاء ہوئی اور باطل سرنگوں ہوا اسلام اور ایمان کا نور چمکا اور کفر کی ظلمتیں دور ہوئیں اور سرزمین حرم، کفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام کداء میں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسفل مکہ مقام کدیٰ سے داخل ہونے کا اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مکہ یعنی مقام کداء میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

صلوۃ الفتح

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اول ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور غسل کر کے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری)

اصطلاح علماء میں اس نماز کو صلوۃ الفتح کہتے ہیں۔ اور امراء اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی شہر کو فتح کرتے تھے تو فتح کے شکریہ میں آٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب مدائن کو فتح کیا اور ایوانِ کسریٰ میں داخل ہوئے تو آٹھ رکعت نماز ایک سلام سے ادا فرمائی۔ (روض الانف ج ۲ ص ۲۷۳)

غالباً اسی وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ آٹھ رکعت سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر کے دو رشتہ دار بھاگ کر میرے گھر میں آگئے ہیں جن کو میں نے پناہ دی اور میرا بھائی علی ان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ام ہانی نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی، علی کو چاہیے کہ ان دو آدمیوں کو نہ مارے۔

نماز سے فارغ ہو کر شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ میں داخل ہونے سے ایک روز پیشتر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کہاں قیام فرمائیں

گے، آپ ﷺ نے فرمایا جہاں قریش اور کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو محصور کیا تھا۔ اور آپس میں یہ عہد اور حلف کیا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے خرید و فروخت شادی اور بیاہ کے تمام تعلقات قطع کر دیے جائیں جب تک محمد ﷺ کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ شعب ابی طالب اسی مقام کا نام ہے۔

قتال کی اجازت

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا کہ قریش نے کچھ اوباش تمہارے مقابلہ کے لئے جمع کیے ہیں وہ اگر مقابلہ پر آئیں تو انکو کھیتی کی طرح کاٹ کر رکھ دینا۔

صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے مقام خندمہ میں مقابلہ کی غرض سے کچھ اوباشوں کو جمع کیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے۔ خنیس بن خالد بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ اور مشرکین کے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی سب بھاگ اٹھے، یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔

اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بنو بکر اور بنو حارث بن عبد مناۃ اور کچھ لوگ قبیلۂ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کے لیے جمع تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچتے ہی ان لوگوں نے ہلّہ بول دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب ان کا مقابلہ کیا تو تاب نہ لا سکے شکست کھا کر بھاگے۔ بنو بکر میں تقریباً بیس آدمی اور ہذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے۔ باقی ماندہ اشخاص میں بھگدڑ پڑ گئی، کوئی مکان میں جا کر چھپا اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا، ابوسفیان نے چلا کر کہا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ امن سے ہے اور جو شخص اپنا ہاتھ روک لے وہ امن سے ہے۔ آں حضرت ﷺ کی نظر تلواروں کی چمک پر پڑی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابتداء بالقتال نہیں کی۔ میں نے برابر اپنا ہاتھ روکے رکھا، جب میں مجبور ہو گیا اور تلواریں ہم پر چلنے لگیں اس وقت مقابلہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا (قضاء اللّٰہ خیر) اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کیا اس میں خیر ہے۔

اس کے بعد امن قائم ہو گیا اور لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ مطمئن ہوئے اور فتح مکمل ہو گئی تو آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

مسجد حرام میں داخلہ اور بت شکنی

فتح کے بعد آں حضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حرم محترم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ ایک ایک بت کی طرف چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل اور بت منہ کے بل اوندھے گر جاتے تھے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی مؤید ہے۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حافظ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث کو بزار نے بھی مختصراً روایت کیا ہے۔

ابن اسحقؒ اور ابو نعیمؒ کی روایت میں ہے کہ وہ بت سیسے سے چپکے ہوئے تھے۔

جب آپ ﷺ حرم میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ ناقہ پر سوار تھے اسی حالت میں طواف فرمایا طواف سے فارغ ہوکر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی لی اور بیت اللہ کو کھلوایا۔ دیکھا کہ اس میں تصویریں ہیں ان سب کے مٹانے کا حکم دیا۔ جب تمام تصویریں مٹادیں گئیں اور آب زمزم سے انکو دھویا گیا اس وقت آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔

اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر توحید و تکبیر کی آوازوں سے اس کو منور کیا۔ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ اور اسامہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ فارغ ہوکر دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے نیچے سب منتظر ہیں کہ مجرموں اور دشمنوں کے متعلق کیا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ تھی، باب کعبہ پر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور چابی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی اس وقت آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔

باب کعبہ پر خطبہ

لا اله الا الله وحده لا شريك له صدق وعده ونصر عبده و هزم الاحزاب وحده۔ الا كل مأثرة اودم اومايدعى فهو تحت قدمي هاتين الاسدانة البيت وسقاية الحاج الا وقتيل الخطاء شبه العمد بالسوط والعصا ففيه الدية مغلظة من الا بل اربعون منها في بطونها اولادها يا معشر قريش ان الله قداذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالآ باء۔ الناس من ادم وادم من تراب ثم تلا هذه الآية يا ايها الناس انا خلقنا كم من ذكر وانثى وجعلنا كم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقكم۔ ان الله عليم خبير○ثم قال يا معشر قريش ماترون اني فاعل بكم قالوا خيرا اخ كريم وابن اخ كريم قال فاني اقول لكم كما قال يوسف لاخوته لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء (زاد المعادو سيرة بن هشام وزر قاني والبداية والنهاية۔ (ص۳۰۰ج۴ وص۱۰۳ج۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کردکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس

نے تنہا شکست دی آگاہ ہوجاؤ جو خصلت وعادت خواہ جانی ہو یا مالی ہو، جس کا دعویٰ کیا جاسکے ۔ وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں (سب لغو اور باطل ہیں) مگر بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانا یہ خصلتیں حسب دستور برقرار رہیں گی آگاہ ہوجاؤ جو شخص خطاءً قتل کیا جائے کوڑے یا لاٹھی سے اس کی دیت (خون بہا) مغلظ ہے سو اونٹ ہوں گے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہونگی ۔ اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نحوست اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے ۔اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ:- اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخوں اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے...... پھر ارشاد فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا۔ بھلائی کا۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ تم پر آج کوئی عتاب اور ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عرب میں جو حسب ونسب پر فخر کرنے کا دستور چلا آرہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس خطبہ میں اسکا خاتمہ کر دیا۔ اور اسلامی مساوات کا جھنڈا نصب کر دیا اور یہ بتلا دیا کہ شرف اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ آں حضرت ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر ہدایت عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا مقصود ہدایت تھا۔ دشمنوں سے انتقام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔

حجابت وسقایت

خطبہ سے فارغ ہوکر آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی ۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کنجی ہم کو عطاء فرما دیجئے ، تاکہ سقایت زمزم (حاجیوں کو پانی پلانے) کے ساتھ حجابت بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی ہم کو حاصل ہوجائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (سورۃ النساء آیہ ۵۸)

تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچاؤ امانت والوں کو۔

آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کے لئے لے لو۔ (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی)

میں نے خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے۔ سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔

باب کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ قریش مکہ دین

حق کی فتح مبین کا یہ عجیب وغریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے۔

اور جو سرداران قریش کفر وشرک کی ذلت اور دین برحق کی عزت کا یہ منظر نہ دیکھ سکے وہ روپوش ہو گئے ابوسفیان اور عتاب وخالد پسران اسید اور حارث بن ہشام (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) اور دیگر سرداران قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا۔ حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ حق پر ہیں تو ضرور اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا، اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو یہ سنگریزے آپ کو خبر دیدیں گے۔ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کے اطلاع ہو گئی اور انہوں نے جو گفتگو کی تھی وہ سب بیان فرمادی۔ حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس لئے کہ ہم میں سے تو کسی نے آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع نہیں دی (معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول ﷺ کو ہماری باتوں کی خبر دی ہے) (رواہ ابویعلیٰ عن بن عباس وابن ابی شیبہ عن ابی سلمۃؓ)

مکہ کے والی

آنحضرت ﷺ نے عتاب بن اسید کو مسلمان ہو جانے کے بعد مکہ کا والی مقرر فرمایا، عتاب کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی، اور بطور روزینہ ایک درہم یومیہ مقرر فرمایا۔ اس پر عتاب نے یہ کہا۔

ایها الناس اجاع الله کبد من جاع علی درهم (روض الانف ج۲ ص ۲۷۶)

اے لوگو اللہ تعالیٰ اس شخص کے جگر کو بھوکا رکھے کہ جو ایک درہم میں بھوکا رہے۔

نبی اکرم ﷺ کی وفات تک برابر مکہ کے امیر رہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ان کو برقرار رکھا جس دن صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی اسی روز عتاب کی وفات ہوئی۔ (استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ عتاب بن اسید)

مکہ کے مؤذن

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جس وقت کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو ابومحذورہ جمحی اور چند نوجوانوں کے ساتھ تھے بطور تمسخر اذان کی نقل اتارنے لگے۔

ابومحذورہ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے ان کی آواز گوش مبارک میں پہنچ گئی حکم ہوا کہ حاضر کئے جائیں۔ دریافت فرمایا کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ جس کی آواز میرے کان میں پہنچی سب نے ابومحذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے سب کے چھوڑ دینے اور ان کے روک لینے کا حکم دیا۔

ابومحذورہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دل میں یہ گمان غالب تھا کہ میں قتل کیا جاؤں گا آپ نے حکم دیا کہ اذان دو، بادلِ ناخواستہ اذان دی۔ اذان کے بعد آپ نے تھیلی عطا کی جسمیں کچھ درہم تھے۔ اور سر اور پیشانی پر دست مبارک پھیرا اور پھر سینہ اور جگر اور شکم پر ناف تک ہاتھ پھیرا اور یہ دعا دی بارک الله

فیك وبارك الله علیك ۔

ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ آپ کی تمام نفرت یکلخت مبدل بہ الفت ہوگئی ۔ اور قلب آپکی محبت سے لبریز ہوگیا۔ اب میں نے خود عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھ کو مکہ کا مؤذن مقرر فرمادیجئے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھ کو مکہ کا مؤذن مقرر کیا۔ میں نے آکر عتاب بن اسید امیر مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ اور آپ کے حکم کے مطابق اذان دینے لگا۔ مدۃ العمر مکہ میں مقیم رہے اور اذان دیتے رہے (س ۵۹ ھ) میں مکہ ہی میں وفات پائی (استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالی عنہ)

سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ ابو محذورہؓ جس وقت مؤذن مقرر ہوئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی ۔ وفات تک مکہ کے مؤذن رہے اور وفات کے بعد ان کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ انکی اذان کی وارث ہوتی رہی۔

ایک شاعر ابو محذورہؓ کی اذان کے بارے میں کہتا ہے۔

اما ورب الکعبة المستورة وماتلا محمد من سورة

قسم ہے رب کعبہ کی جس پر غلاف پڑا ہوا ہے اور قسم ہے قرآن پاک کی سورتوں کی جن کی محمد ﷺ نے تلاوت کی۔

والنغمات من ابی محذورة لافعلن فعلة مذکورة

اور قسم ہے ابو محذورہؓ کے نغمہائے اذان کی میں فلاں کام ضرور کروں گا۔

انصار کا عشق رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ طواف سے فارغ ہوکر کوہ صفا پر تشریف لائے اور دیر تک بیت اللہ کی طرف منہ کئے ہوئے دست بدعاء اور مشغول حمد وثناء رہے۔ دامن میں انصار کا مجمع تھا اسی اثناء میں بعض انصار کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اللہ تعالی نے آپ پر آپ کا شہر اور آپ کی زمین فتح کردی ہے، مبادا ایسا نہ ہو کہ آپ یہیں ٹھہر جائیں اور مکہ میں رہ پڑیں اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں اور آپس میں کچھ کہنے سننے لگے اسی وقت آپ ﷺ پر وحی کے آثار نمودار ہوگئے۔ جب وحی نازل ہوچکی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے گروہ انصار ۔ تم نے یہ کہا ہے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خوب سمجھ لو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی ہے تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے۔ یہ سن کر انصار جاں نثار کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے ۔ اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم کو یہ اندیشہ ہوا ہے کہ نصیب دشمناں جس شمع کے ہم پروانے ہیں وہ شمع ہماری محفل سے نہ اٹھالی جائے ۔ ہم غلامانِ جاں نثار اور خادمان وفاشعار ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار ہیں مگر اللہ اور اسکے رسول کے بارے میں انتہائی بخیل ہیں۔

باسایہ ترانمی پسندم عشق است وہزار بدگمانی

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول تم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں۔ رواہ مسلم واحمد وغیرھما عن ابی ھریرۃ۔ (زرقانی ص ۳۳۳ جز ۲۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۳۰۶ جز ۴ تا ص ۳۰۷ جز ۴)

مردوں اور عورتوں سے بیعت

دعاء سے فارغ ہونے کے بعد آں حضرت ﷺ کوہ صفا پر بیٹھ گئے لوگ بیعت کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اسلام پر اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ مردوں سے فقط اسلام پر اور حسب استطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر بیعت لیتے اور بعض روایات میں ہے کہ مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے مردوں کی بیعت سے جب فراغت پائی تو عورتوں سے بیعت لینے لگے۔ عورتوں سے ان امور پر بیعت لی کہ جو عورتوں کی بیعت کی آیت میں مذکور ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ الممتحنۃ ۱۲)

آں حضرت ﷺ عورتوں سے جو بیعت فرماتے وہ محض زبان سے ہوتی تھی آپ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی بھی کسی نامحرم عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا اور نہ کسی عورت سے کبھی آپ نے مصافحہ فرمایا بلکہ کپڑے کے ذریعہ بیعت کرتے تھے کہ کپڑے کا ایک کونہ حضور پرنور ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کپڑے کا دوسرا کونہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی کا ایک پیالہ منگا لیتے اور اس میں اپنا دستِ مبارک ڈال کر نکال لیتے اور پھر عورتوں کو حکم دیتے کہ تم بھی اس پیالہ میں اپنے ہاتھ ڈال لو تو عورتیں بھی اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈال کر تر کر لیتیں۔ اس طرح بیعت پختہ ہو جاتی تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی سورۃ ممتحنہ ص ۷۱ ج ۱۸ کی مراجعت کریں۔ کن کن عورتوں نے بیعت کی تاریخ ابن الاثیر ص ۲۲ ج ۲ کو دیکھیں۔

ابن اثیر جزری فرماتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو عورتوں کی بیعت کی طرف متوجہ ہوئے، قریش کی جو عورتیں اس وقت بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ان میں سے یہ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1. ام ہانیؓ بنت ابی طالب یعنی حضرت علیؓ کی بہن
2. ام حبیبہؓ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمر بن عبدود عامری
3. اروٰیؓ بنت ابی العیص یعنی عتاب بن اسید کی پھوپھی

۴ عاتکہؓ بنت ابی العیص ۔یعنی اروی کی بہن

۵ ہندہؓ بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان ووالدۂ امیر معاویہؓ

ہندہؓ نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا یارسول اللہ۔ اسلام سے پہلے آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھ کو مبغوض نہ تھا اور آپ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ رکھتی تھی اور اب آپ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی محبت میں اور زیادتی ہوگی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک ہذیلی مشرک کو مارڈالا۔ آں حضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو صحابہ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

یاایھا الناس ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السموات والارض فھی حرام الی یوم القیامۃ فلا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسفك فیھادما ولا یعضد فیھا شجرۃ ولم تحلل لاحد کان قبلی ولا تحل لاحد یکون بعدی ولم تحلل لی الا ھذہ السّاعۃ غضبًا علیٰ اھلھا الا ثم قدرجعت کحرمتھا بالامس فلیبلغ الشاھد منکم الغائب فمن قال لکم ان رسول اللہ ﷺ قاتل فیھا فقولوا ان اللہ قد احلھا لرسولہ ولم یحللھا لکم یا معشر خزاعۃ ارفعوا ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل لقد قتلتم قتیلا لادیتہ فمن قتل بعد مقامی ھذا فاھلہ بخیرا لنظرین ان شاء وا فدم قاتلہ وان شاء وافعقلہ۔

ترجمہ

اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام اور محترم پیدا کیا پس وہ قیامت تک حرام اور محترم رہیگا پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا ۔اور میرے لیے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لیے حلال کیا گیا، اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی جیسا کہ کل تھی ۔پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا پیام ان لوگوں تک پہنچادے کہ جو غائب ہیں پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لیے حلال کردیا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا اے گروہ خزاعہ قتل سے اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ تم نے ایک شخص کو مارڈالا جس کی دیت (خون بہا) میں دوں گا جو شخص آج کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے گھر والوں کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا یا تو خون کے بدلے قاتل کا خون لے لیں یا مقتول کی

دیت (خون بہا) لے لیں۔

بعدازاں آں حضرت ﷺ نے اپنے پاس سے سواونٹ اس شخص کی دیت ادا فرمائی جس کو خزاعہ نے قتل کیا تھا۔

مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ

کفار مکہ تمام مہاجرین کے مکانات اور جائیداد اور املاک پر قبضہ کر چکے تھے۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو گئے، ہنوز باب کعبہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ابواحمدؓ بن جحش اٹھے اور اپنے اس مکان کی واپسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہا جس کو ابوسفیان نے انکی ہجرت کے بعد چار سو دینار میں فروخت کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے انکو بلا کر کچھ آہستہ سے فرمایا، سنتے ہی ابواحمد بن جحش خاموش ہو گئے اسکے بعد جب ابوجحش سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا کہا تھا۔ ابواحمد نے کہا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اسکے معاوضہ میں تجھ کو جنت میں ایک مکان مل جائے گا، میں نے عرض کیا میں صبر کروں گا۔

ان کے علاوہ اور بھی بعض مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات ان کو دلائے جائیں آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں جا چکا ہے میں اس کی واپسی پسند نہیں کرتا۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین خاموش ہو گئے اور جو گھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے چھوڑ چکے تھے پھر اسکی واپسی کا کوئی حرف زبان پر نہیں آیا اور جس مکان میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اور جس مکان میں حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی آپ ﷺ نے اس مکان کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

گستاخانِ رسول ﷺ جہاں ملیں قتل کردو

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے عفو عام کا اعلان کروایا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے اور جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور جو ہمیشہ آپ ﷺ سے برسرِ پیکار رہے اور جنہوں نے آپ ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کیا تھا سب کو معافی دے دی گئی۔ مگر چند اشخاص جو بارگاہِ نبوی میں غایت درجہ گستاخ اور دریدہ دہن تھے ان کے متعلق یہ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیے جائیں ایسے لوگوں کے متعلق خداوند ذوالجلال کا یہی حکم ہے۔

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (سورۃ الاحزاب آیت ۶۱)

یہ ملعون جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کیے جائیں جیسا کہ گزشتہ مفسدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کے آئین اور عادت میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

پیغمبر خدا کی توقیر و تعظیم اور اسکی نصرت و حمایت تمام امت پر فرض ہے اسکی بے حرمتی دین الٰہی کی بے حرمتی ہے وقال تعالیٰ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ توبہ ۱۲،۱۳)

اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان پیشوایان کفر سے قتال کرو انکی قسمیں کچھ نہیں تاکہ اس قسم کی شرارتوں سے باز آجائیں کیوں نہیں جنگ کرتے تم ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ اور فکر کی پیغمبر کے نکالنے کی اور عہد شکنی میں ابتداء کی ۔ کیا ان لوگوں سے ڈرتے ہو صرف خداوند ذوالجلال سے تم کو ڈرنا چاہیے اگر تم سچے مؤمن ہو۔

یعنی جن لوگوں نے پیغمبر کے نکالنے کا فقط ارادہ اور قصد ہی کیا ان کے قتال میں اہل ایمان کو ذرہ برابر تأمل نہ ہونا چاہیے ۔ انکی ظاہری قوت وشوکت اور مادی ساز وسامان سے خائف نہ ہوں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسکے رسول ﷺ کی نصرت وحمایت میں جان اور مال جو کچھ بھی درکار ہواس سے دریغ نہ کریں اور یہ امر اہل عقل پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سب وشتم، استہزاء اور تمسخر، گستاخی اور بدزبانی کا جرم نکال دینے کے جرم سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ حکومت اپنے سخت سے سخت مجرم کو معافی دے سکتی ہے لیکن ملک معظم اور وائسرائے کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کرنے والے سے ایک لحہ کے لئے صرف نظر نہیں کرسکتی اس میں حکومت کی بے حرمتی اور بے وقعتی ہے۔

علاوہ ازیں پیغمبر کی توہین اور بے حرمتی ساری امت کی توہین اور بے حرمتی ہے۔ لہٰذا ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ ﷺ کی شان میں گستاخی سنے تو فوراً اسکی جان لے لے یا اپنی جان دیدے۔

تشتم ایدینا ویحلم رأینا ونشتم بالافعال لابالتکلم

ہمارے ہاتھ گالیاں دیتے ہیں اور ہماری رائے اور عقل حلم اور بردباری کرتے ہیں ہم عمل سے گالیاں دیتے زبان سے نہیں۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب امام مالک سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو یہ ارشاد فرمایا۔

مابقاء الامۃ بعد شتم نبیھا اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر کو گالیاں دیجائیں

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حرانی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ (آمین) کے زمانے میں ایک نصرانی نے آں حضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو امام موصوف نے چھ سو صفحات میں ایک ضخیم کتاب فقط اسی موضوع پر تصنیف فرمائی اور الصارم المسلول علی شاتم الرسول اس کا نام رکھا جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ، تابعین اور تعامل خلفاء راشدین اور عقلی دلائل وبراہین سے شاتم رسول کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیراً آمین۔

الحاصل

جن لوگوں کے متعلق آں حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ حکم دیا تھاں کہ جہاں ملیں قتل کردیئے جائیں تقریباً وہ پندرہ سولہ تھے۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

❶ (عبداللہ بن خطل) یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ایک غلام اور ایک انصاری ساتھ تھے ایک منزل پر پہنچ کر ابن خطل نے غلام کو کھانا تیار کرنے کو کہا،غلام کسی وجہ سے سوگیا،جب بیدار ہوا تو ابن خطل نے دیکھا کہ اس نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کرڈالا بعد میں خیال آیا کہ آں حضرت ﷺ ضرور مجھ کو اس کے قصاص میں قتل کریں گے مرتد ہوکر مکہ چلا آیا اور مشرکین میں جاملا اور صدقات کے اونٹ بھی ساتھ لے گیا۔آپ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتا تھا اور باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا تھا،پس اس کے تین جرم تھے۔ایک خون ناحق۔دوسرا مرتد ہوجانا۔تیسرا جرم یہ کہ آپ کی ہجو میں شعر کہنا۔ابن خطل فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کے پردوں سے جاکر لپٹ گیا۔آپ سے عرض کیا گیا کہ ابن خطل بیت اللہ کے پردہ کو پکڑے ہوئے ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا وہیں قتل کرڈالو۔چنانچہ ابو برزہ اسلمی اور سعد بن حریث نے وہیں جاکر قتل کیا۔حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اسکی گردن اڑادی گئی۔(الصارم المسلول ص ۱۳۳ وزرقانی ص ۳۱۴ ج ۲)

❷❸ (قرتنی اور قریبہ)۔یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں شب وروز آپ کی ہجو گاتی رہتی تھیں۔مشرکین مکہ کسی مجلس میں جمع ہوتے تو شراب کا دور چلتا اور یہ دونوں آپ کی ہجو میں اشعار پڑھتی اور گاتی اور بجاتی۔ایک ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی اس کو امن دے دیا گیا۔حاضر ہوکر مسلمان ہوگئی۔

❹ (سارۃ) بنی المطلب میں سے کسی کی باندی تھی۔یہ بھی آپ ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھی بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی اور یہی وہ عورت تھی کہ جو حاطب بن ابی بلتعۃ کا خط لے کر مکہ جارہی تھی۔

❺ (حویرث بن نقید) یہ شاعر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتا تھا۔اس لئے اس کا خون ہدر ہوا،حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو قتل کیا۔

❻ (مقیس بن صبابہ) یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا۔غزوہ ذی قرد میں ایک انصاری نے اس کے بھائی ہشام کو دشمنوں میں سے سمجھ کر غلطی سے قتل کردیا۔آں حضرت ﷺ نے دیت دلانے کا حکم دیا۔مقیس نے دیت لینے کے بعد انصاری کو قتل کردیا اور مرتد ہوکر مکہ چلا گیا۔فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے اس کا خون مباح کیا۔نمیلۃ عبداللہ لیثی نے اس کو قتل کیا۔

❼ (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) یہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے کاتب الوحی تھے،مرتد ہوکر کفار سے جاملے

۔عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے فتح مکہ کے دن جان بچانے کی خاطر چھپ گئے ۔حضرت عثمانؓ ان کو لے کر خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے ۔آنحضرت ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ حاضر ہے،اس سے بھی بیعت لے لیجیے ۔آپ ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔بالآخر جب حضرت عثمانؓ نے آپ ﷺ سے کئی بار درخواست کی تو آپ ﷺ نے ابن ابی سرح سے بیعت لے لی اور اسلام قبول فرمایا۔اس طرح انکی جان بخشی ہوئی بعد میں صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے عبداللہ کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تھا،اٹھ کر اسکو قتل کر ڈالتا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس وقت کوئی اشارہ کیوں نہ فرمایا۔آپ ﷺ نے فرمایا نبی کیلئے اشارہ بازی زیبا نہیں۔

اس مرتبہ عبداللہ بن ابیؓ سرح نہایت سچائی کے ساتھ اسلام لائے اور کوئی بات بعد میں ظاہر نہیں ہوئی ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر وغیرہ کے والی اور حاکم رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں افریقہ کی فتح کا سہرا انہیں کے سر رہا اور مال غنیمت جب تقسیم ہوا تو ایک ایک شخص کے حصہ میں تین ہزار دینار آئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں سے بالکل علیحدہ رہے،حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بھی بیعت نہیں کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اخیر زمانہ امارت میں عسقلان میں وفات پائی وفات کا عجیب واقعہ ہے ایک روز صبح کو اٹھے اور یہ دعا مانگی۔

اللھم اجعل آخر عملی الصبح

اے اللہ میرا آخری عمل صبح کے وقت ہو۔

وضو کیا اور نماز پڑھائی دائیں جانب سلام پھیر کر بائیں جانب سلام پھیرنا چاہتے تھے کہ روح عالم بالا کو پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

❽ (عکرمۃ بن ابی جہل) یہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے کہ جن کا خون فتح مکہ کے دن آپ نے مباح کیا تھا۔عکرمہ ابو جہل کے فرزند تھے،باپ کی طرح یہ بھی آپ کے شدید ترین دشمن تھے۔فتح مکہ کے بعد یمن چلے گئے۔عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام اسلام لے آئیں اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی رحمت دو عالم اور عفو مجسم ﷺ نے فرزند ابی جہل کے لئے امان کی درخواست کو فوراً منظور فرمالیا۔

عکرمہ بھاگ کر یمن کے ساحل پر پہنچے کشتی پر سوار ہو گئے کشتی کا چلنا تھا کہ تند ہواؤں نے آکر کشتی کو گھیر لیا۔ عکرمہ نے لات اور عزیٰ کو مدد کے لیے پکارا۔کشتی والوں نے کہا اس وقت لات اور عزیٰ کچھ کام نہ دیں گے۔ایک خدا کو پکارو۔عکرمہ نے کہا خدا کی قسم اگر دریا میں کوئی چیز خدا کے سوا کام نہیں آسکتی تو سمجھ لو کہ خشکی میں بھی سوائے خدا

کے کوئی چیز کام نہیں آسکتی اسی وقت سچے دل سے خدا کے ساتھ یہ عہد کرلیا۔

اللّٰھم لك عهد ان عافيتني مما انافيه ان آتي محمداحتی اضع يدي في يده فلاجدنه عفواغفوراكريما

اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس پریشانی سے نجات بخشی تو ضرور محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدوں گا اور یقیناً ان کو بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا اور مہربان پاؤں گا۔

ادھر سے عکرمہ کی بیوی ام حکیمؓ پہنچ گئیں اور کہا۔

یاابن عم جئتك من عند ابر الناس واوصل الناس وخير الناس لاتهلك نفسك انی قد استأمنت لك رسول الله ﷺ

اے ابن عم میں سب سے زیادہ نیکوکار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب میں بہتر شخص کے پاس سے آئی ہوں تو اپنے آپ کو ہلاک مت کر میں نے تیرے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان حاصل کیا ہے۔

یہ سن کر عکرمہ ام حکیم کے ساتھ ہولیا۔ راستہ میں مباشرت کا ارادہ کیا۔ ام حکیم نے کہا ابھی تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں عکرمہ نے کہا کس بڑی شئی نے تجھ کو روکا ہے اور یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا اور آنحضرت ﷺ نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

یاتیکم عکرمة مومنافلاتسبوا اباہ فان سب المیت یوذی الحی

عکرمہ مؤمن ہوکر آرہا ہے لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

عکرمہ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور بیوی ساتھ تھی وہ نقاب ڈالے ہوئے ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ اور عرض کیا کہ یہ میری بیوی حاضر ہے اس نے مجھکو خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو امان دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا تجھ کو امان ہے، عکرمہ نے کہا آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس امر کی شہادت دو کہ اللہ ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ دو اور اسکے علاوہ اور چند خصال اسلام تلقین فرمائی۔ عکرمہ نے کہا:

قد كنت لاتدعوالاالى خيروامر حسن جميل قد كنت فينا يارسول اللهقبل ان تدعونا وانت اصدقنا حديثا وابرنا

بے شک آپ نے خیر اور مستحسن اور پسندیدہ امر کی طرف دعوت دی ہے اور یارسول اللہ ﷺ اس دعوت حق سے پیشتر بھی آپ ہم میں سب سے زیادہ سچے اور نیکوکار تھے۔

اور اسکے بعد کہا ۔ اشهد ان لااله الا اللّٰہ وان محمداعبده ورسوله ۔

کلمہ شہادت کے بعد عکرمہؓ نے کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد اور مہاجر ہوں۔

اور یارسول اللہ ﷺ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔آپ ﷺ نے عکرمہؓ کے لیے دعاء مغفرت فرمائی،عکرمہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قسم ہے خداوند ذوالجلال کی جو خرچ میں نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کیا اب میں خدا کی راہ میں بلانے کے لئے اس سے دوچند خرچ کروں گا اور جس قدر قتال خدا اوراس کے رسول کے خلاف میں کیا ہے اس سے دو چند قتال خداوند ذوالجلال کی راہ میں کروں گا اور جس مقام پر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا ہے اس اس مقام پر جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں گا۔

چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مرتدین کے مقابلے کے لئے لشکر روانہ کئے تو ان میں ایک لشکر کے سردار عکرمہ تھے۔ الغرض باقی ساری عمر خدا اور اسکے رسول ﷺ کے دشمنوں سے جہاد اور قتال میں گزاری ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ میں نے خواب میں ابوجہل کے لئے جنت میں ایک خوشہ دیکھا۔جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔(اصابہ ترجمہ عکرمہ)

عکرمہؓ کی مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت تھی کہ جب تلاوت کے لیے بیٹھتے اور قرآن کریم کو کھولتے تو روتے اور غشی کی کیفیت ہوتی اور بار بار یہ کہتے ھذا کلام ربی یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ میں عکرمہ کے ہاتھ سے ایک مسلمان شہید ہوا۔جب آپ ﷺ کو یہ خبر دی گئی تو مسکرائے اور فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں ہی جنت میں ہیں۔

اشارہ اس طرف تھا کہ عکرمہ فی الحال اگرچہ کافر ہیں لیکن عنقریب اسلام میں داخل ہوں گے۔

❾ (ہبار بن الاسود) اس کا جرم یہ تھا کہ مسلمانوں کو بہت ایذائیں پہنچاتا تھا۔آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ زوجہ ابوالعاص بن ربیع جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جارہی تھیں تو ہبار بن اسود نے مع چند اوباشوں کے جا کر راستہ میں حضرت زینبؓ کے ایک نیزہ مارا جس سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں ۔حاملہ تھیں، حمل ساقط ہوگیا اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ہبار کا خون مباح فرمایا تھا۔ جب آپ جعرانہ سے واپس ہوئے تو ہبار حاضر خدمت ہوئے اور آکر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ ہبار بن اسود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے ہبار کی طرف اٹھنے کا قصد کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ہبار بن اسود نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

السلام علیك یانبی اللہ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی

اشهد ان لااله الااللهواشهدان محمداًرسول اللهوقد هربت منك فی البلاد فاردت اللحاق بالاعاجم ثم ذکرت عائدتك و صلتك وصفحك عمن جهل علیك وکنا یا نبی الله اهل شرك فهدانا الله بك وانقذنا من الهلكة فاصفح عن جهلی وعما کان یبلغك عنی فانی مقربسوء فعلی معترف بذنبی فقال رسول الله ﷺ قد عفوت عنك وقد احسن الله الیك اذهداك للاسلام والاسلام یجب ما قبله۔

⑩ (وحشی بن حرب) قاتل سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جس کا مفصل قصہ غزوۂ احد کے بیان میں گزر چکا ہے) بھاگ کر طائف پہنچے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور قصور کی معافی چاہی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا تو ان میں وحشیؓ بھی تھے، جس برچھی سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وہ ساتھ تھی، اسی سے مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا اور یہ کہا کرتے تھے کہ اسی برچھی سے خیر الناس کو قتل کیا ہے اور اسی برچھی سے شر الناس کو قتل کیا ہے۔ (استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ وحشی بن حرب)

⑪ (کعب بن زہیر) مشہور شاعر ہیں آپ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں۔ جن کا خون آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ہدر کیا تھا یہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپ ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہا جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت ﷺ ان سے بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر عنایت فرمائی۔

⑫ (حارث بن طلاطل) یہ شخص آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

⑬ (عبداللہ بن زبعری) یہ بڑے زبردست شاعر تھے آں حضرت ﷺ کی ہجو اور مذمت میں شعر کہا کرتے تھے۔ سعد بن مسیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ابن زبعری کے قتل کا حکم دیا۔ یہ بھاگ کر نجران چلے گئے، بعد میں تائب ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے اور معذرت میں اشعار کہے۔

یارسول الملیك ان لسانی راتق ماقتقت اذاانابور

اے اللہ کے رسول میری زبان اس نقصان کا جبر کردیگی جو میں نے اپنی ہلاکت اور گمراہی کے زمانہ میں پہنچایا ہے۔

آمن اللحم والعظام بربی ثم قلبی الشهید انت النذیر

میرا گوشت اور میری ہڈیاں پروردگار پر ایمان لے آئیں، پھر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ آپ ﷺ خدا کے بشیر و نذیر ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

⑭ (ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی) یہ بھی انہیں شعراء میں سے تھا جو آپ ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتے تھے فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا (سیرۃ ابن ہشام اصابہ، ترجمہ ہند بنت ابی طالب جو ام ہانی کے کنیت سے مشہور ہیں ہبیرۃ بن ابی وہب کی بیوی تھیں)

⑮ (ہندہ بنت عتبہ زوجۂ ابی سفیان) یہ وہی ہندہ ہے کہ جس نے معرکہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ ہندہ بھی انہیں عورتوں میں داخل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن جن کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ہندہ آں حضرت ﷺ کو بہت ایذا دیتی تھی۔ ہندہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور اسلام قبول کیا۔ اور گھر جا کر تمام بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ کہا خدا کی قسم تمہاری ہی وجہ سے ہم دھوکہ میں تھے۔

یہ پندرہ اشخاص ناقابل عفو مجرم تھے، ان کا جرم نہایت سنگین تھا جس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور تائب ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسکو امن ملا۔ اور جو اپنی بغاوت اور سرکشی پر قائم رہا وہ قتل ہوا۔

اب ہم اسکے بعد۔ ان چند معززین قریش کا ذکر کرتے ہیں کہ جو فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

ابو قحافہؓ

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

آں حضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے باپ کو لئے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے بٹھلا دیا آپ ﷺ نے فرمایا:

هلا تركت الشيخ في بيته حتى اكون انا آتيه فيه

اے ابوبکر تو نے اس بزرگ کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا میں خود ہی اس کے پاس آجاتا۔

يارسول الله هو احق ان يمشي اليك من ان تمشي اليه انت

یارسول اللہ ﷺ بجائے اس کے کہ آپ ﷺ چل کر میرے باپ کے پاس جائیں بہتر یہی ہے کہ میرا باپ خود پیادہ چل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے ابو قحافہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ ابو قحافہ نے اسلام قبول کیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے تمام چہرہ اور سر سفید تھا۔ آپ ﷺ نے خضاب کیلئے ارشاد فرمایا اور یہ تاکید فرمادی کہ سیاہی سے بالکل دور رکھنا۔ یعنی سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔

علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابو قحافہ اسلام لے آئے تو آں حضرت ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا۔ ابوطالب اگر اسلام لے آتے تو میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوجاتیں۔

صفوان بن امیہؓ

صفوان بن امیہؓ سرداران قریش میں سے تھے جود وسخا میں مشہور تھے فیاضی اور مہمان نوازی میں یہ گھرانہ ممتاز تھا۔ان کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا۔فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے۔ان کے چچازاد بھائی عمیر بن وہبؓ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر صفوان کے لئے امن کی درخواست کی آپ ﷺ نے امان دیا اور بطور علامت اپنا عمامہ یا چادر بھی عنایت فرمائی۔عمیر جا کر ان کو جدہ سے واپس لائے۔بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا۔اے محمد ﷺ عمیر یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو امن دیا ہے،آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔صفوان نے کہا مجھ کو سوچنے کے لئے دو ماہ کی مہلت دیجئے،آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو چار مہینے کی مہلت ہے فی الحال مسلمان نہیں ہوئے۔

مگر غزوہ حنین میں آپ ﷺ کے ہمراہ رہے،آپ ﷺ نے کچھ زرہیں ان سے بطور عاریت لیں۔حنین میں پہنچ کر ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

کان یربنی رجل من قریش۔احب الی من ان یربنی رجل من ھوازن

قریش مکہ کا کوئی شخص میری تربیت کرے وہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی آدمی میری تربیت کرے۔

حنین سے واپسی میں آپ ﷺ نے صفوان کو بے شمار بکریاں عطاء فرمائیں۔صفوان نے ان بکریوں کو دیکھ کر کہا۔خدا کی قسم اتنی سخاوت سوائے نبی کے کوئی نہیں کرسکتا اور مسلمان ہوگئے۔(استیعاب واصابہ ترجمہ صفوان بن امیہ)

سہیل بن عمروؓ

آپ مکہ کے اشراف اور سادات میں سے تھے خطیب قریش کے نام سے مشہور تھے۔

صلح حدیبیہ میں انہیں کو آتے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

قد سھل من امرکم   اب تمہارا معاملہ کچھ سہل ہوگیا۔

فتح مکہ کے دن سہیلؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بارگاہ نبوت ﷺ میں بھیجا کہ جا کر آپ ﷺ سے میرے لئے امن حاصل کرے،آپ ﷺ نے اس کو امن دیا اور صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

من لقی سھیل بن عمرو فلا یحد الیہ النظر فلعمری ان سھیلا لہ عقل وشرف ومامثل سھیل یجھل الاسلام۔

جو شخص سہیلؓ سے ملے وہ اس کی طرف تیز نگاہوں سے نہ دیکھے قسم ہے میری زندگی کی بیشک سہیلؓ بڑا عاقل اور شریف ہے،سہیلؓ جیسا شخص اسلام سے جاہل اور بے خبر نہیں رہ سکتا۔

سہیلؓ نے فی الحال اسلام قبول نہیں کیا۔غزوۂ حنین میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور جعرانہ میں مشرف

باسلام ہوئے۔

اور قسم کھائی کہ جس قدر مشرکین کے ساتھ ہو کر جنگ کی ہے اسی قدر اب مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جنگ کروں گا اور جتنا مال مشرکین پر خرچ کیا ہے اتنا ہی مسلمانوں پر خرچ کروں گا۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر لوگوں کا مجمع تھا ملاقات کے منتظر تھے۔ سہیل بن عمروؓ، ابوسفیان بن حربؓ اور دیگر مشائخ قریش بھی موجود تھے۔ دربان نے جب اطلاع کی تو صہیبؓ اور بلالؓ اور دیگر اہل بدر کو اندر بلایا گیا۔ اور سہیلؓ اور ابوسفیانؓ اور مشائخ قریش کو چھوڑ دیا گیا۔ ابوسفیان نے کہا آج جیسا منظر تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ غلاموں کو تو بلایا جا رہا ہے اور ہماری طرف التفات بھی نہیں۔ اس موقع پر سہیلؓ نے جو عاقلانہ اور دانشمندانہ جواب دیا وہ دلوں کی تختیوں پر کندہ کرانے کے قابل ہے۔ سہیلؓ نے ابوسفیانؓ اور دیگر مشائخ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

اے قوم خدا کی قسم ناگواری اور غصہ کے آثار تمہارے چہرے پر دیکھ رہا ہوں بجائے اس کے کہ تم دوسروں پر غصہ کرو تم کو خود اپنے نفسوں پر غصہ کرنا چاہیے اس لئے کہ دین حق کی دعوت ان لوگوں کو بھی دی گئی اور تم کو بھی یہ لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے اور تم نے پس وپیش کی اور پیچھے رہے۔ خدا کی قسم جس شرف اور فضیلت کو یہ لوگ لے دوڑے تمہارا اس شرف سے محروم رہ جانا میرے نزدیک اس دروازہ کی محرومی سے کہیں زیادہ سخت ہے جس پر تم آج رشک کر رہے ہو اے قوم یہ لوگ تم سے سبقت لے گئے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور تمہارے لیے اس شرف اور فضیلت کے حاصل ہونے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اس کھوئے ہوئے شرف کے تدارک اور تلافی کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی ہے۔ اس کے لئے تیار ہو جاؤ عجب نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو شہادت کی دولت ونعمت سے مالا مال فرمائے۔ سہیلؓ نے اپنی تقریر دلپذیر کو ختم کیا اور دامن جھاڑ کر اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور مع خاندان اور اہل وعیال کے رومیوں سے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں وفات پائی۔ بہر حال مقصد ہر صورت میں حاصل ہے۔ طاعون کی موت بھی شہادت ہے۔

(استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ)

عتبہؓ ومعتبؓ پسران ابی لہب

حضرت عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو فتح کرنے کے لئے تشریف لائے تو مجھ سے یہ فرمایا کہ تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ ومعتب پسران ابی لہب کہاں ہیں وہ مجھے دکھائی نہیں دیئے آخر وہ دونوں کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ جو مشرکین قریش روپوش ہو گئے ہیں انہیں کے ساتھ یہ دونوں بھی کہیں دور چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں آپ کے ارشاد کے مطابق سوار ہو کر مقام عرنہ گیا اور وہاں سے دونوں کو اپنے

ساتھ لایا۔ آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے باب کعبہ کے قریب ملتزم پر آئے اور دیر تک دعا مانگتے رہے پھر وہاں سے واپس ہوئے اور چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے حضرت عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے آپ ﷺ کے چہرہ کو مسرور دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ درخواست کی تھی مجھکو میرے چچا کے یہ دونوں بیٹے عتبہ اور معتب عطا کردیئے جائیں سو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دونوں عطا کردیئے اور میرے لئے ان دونوں کو ہبہ کردیا۔ (الخصائص الکبریٰ ج،۱ص:۲۶۴)

معاویہ رضی اللہ عنہ

بعض کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں اسلام لائے مگر صحیح یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ میں اس کا اظہار کیا۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں اور ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خال المومنین ہوئے یعنی تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے اور جس طرح اہل بیت اور ذوی القربی سے محبت رکھنا مؤمن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پرنور کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب

آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ ام حبیبہ کے بھائی ہیں، ان سے محبت رکھنا فرض ہے اور ان سے کینہ اور عداوت رکھنا حرام ہے اور اسلام سے پہلے جو ہو چکا وہ سب معاف ہے اور اسلام سے پہلی باتوں کا ذکر کرنا از روئے قرآن وحدیث قطعاً ممنوع ہے۔

بت خانوں کی تخریب کے لئے سرایا کی روانگی

آں حضرت ﷺ فتح کے بعد تقریباً پندرہ روز مکہ میں مقیم رہے جو بت خانہ کعبہ میں تھے ان کو منہدم کرایا اور یہ منادی کرادی۔

من کان یؤمن باللہ والیوم	جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے
الآخر فلا یدع فی بیتہ صنما	وہ اپنے گھر میں کوئی بت باقی نہ چھوڑے

جب مکہ مکرمہ بتوں سے پاک ہوگیا اور اس کے تمام بت گرادیئے گئے تو مکہ کے اطراف واکناف میں بتوں کے منہدم کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائیں۔

ہدم عزی، ہدم سواع

۲۵ رمضان ۸ ھ کو خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ عزیٰ کو منہدم کرنے کے لئے مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مقام تک مکہ سے ایک شب کا راستہ ہے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع کے منہدم کرنے کے لئے بھیجا یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ عمرو بن العاص جب وہاں پہنچے تو اس بت کے مجاور نے ان سے کہا تم کس ارادہ سے آئے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس بت کو منہدم کرنے آیا ہوں عمرو کا یہ جواب سن کر مجاور نے کہا تم اس پر کبھی قادر نہ ہوسکو گے خداوند سواع تم کو خود روک دے گا عمرو بن العاصؓ نے کہا افسوس تو ابھی تک اسی خیال باطل میں پھنسا ہوا ہے کیا یہ سنتا اور دیکھتا ہے جو مجھکو روک دے گا یہ کہہ کر اس پر ایک ضرب لگائی جس سے ان کا خداوند سواع پاش پاش ہوگیا اور مجاور سے مخاطب ہوکر کہا تو نے دیکھ لیا مجاور یہ دیکھتے ہی فوراً مسلمان ہوگیا اور کہا اسلمت للہ میں اسلام لایا اللہ کے لئے

ہدم مناۃ

اور ۲۶ رمضان المبارک کو سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مناۃ کے منہدم کرنے کے لئے مقام مشلل کی طرف روانہ کیا اور بیس سوار آپ کے ہمراہ کئے۔

غرض یہ کہ رمضان کا تمام مبارک مہینہ اسی بت شکنی یعنی ارض اللہ سے کفر وشرک کی نجاست کے دھلوانے میں صرف ہوا۔

ماہ شوال میں محض تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے لئے ساڑھے تین سو مہاجرین وانصار کو خالد بن ولیدؓ کے زیر کمان بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ یلملم کے قریب ایک تالاب کے کنارے جس کا نام غمیصا ہے وہاں رہتے تھے' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی گھبراہٹ میں اچھی طرح یہ تو نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہیں یہ کہنے لگے صبأ ناصبأ نا ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو کافی نہ سمجھا بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا:

اللّٰھم انی ابرأ الیك مما صنع خالد اے اللہ میں اس سے بالکل بری ہوں جو خالد نے کیا۔ (بخاری وفتح الباری ۴۵، ج ۸)

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روپیہ دے کے بنو جذیمہ میں بھیجا تا کہ ان کا خون بہا ادا کر آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر ان کا خوں بہا ادا کیا۔ اور جب تحقیق اور دریافت کے بعد یہ اطمینان ہوگیا کہ اب کسی کا خون بہا باقی نہیں رہا تو جو روپیہ باقی بچ رہا تھا وہ بھی احتیاطاً انہیں پر تقسیم کردیا۔ واپس ہوکر جب بارگاہ نبوی میں سارا قصہ بیان کیا تو آپ بیحد مسرور ہوئے اور یہ فرمایا۔ اصبت واحسنت۔

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱ تا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آچکی ۔ اور آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل

دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ

ہوتے دیکھ لیا ۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگیے بے شک وہ بڑا توبہ

كَانَ تَوَّابًا ③

قبول کرنے والا ہے۔

خلاصہ

جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آگئی اور وہ یہ کہ اُس نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو اُن کے دشمنوں پر غالب فرمادیا۔ اور جب فتح آگئی اور وہ یہ کہ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو قبول کررہے ہیں۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں، اُسکی حمد کریں یعنی شکر ادا کریں اور استغفار فرمائیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

جامع تفسیر

(فتح کا معنیٰ فیصلہ) بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ، جو گویا زمین پر اللہ تعالیٰ کا دارالسلطنت ہے فتح ہوجائے، اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں، اُس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے، فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے، حتی کہ سارا جزیرہ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا اور جو مقصد نبی کریم ﷺ کی بعثت کا تھا پورا ہوا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین اور تمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا اب سفر آخرت قریب ہے لہٰذا ادھر سے فارغ ہوکر ہمہ تن اُدھر ہی لگ جایئے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید اور ان فتوحات وکامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

وَاسْتَغْفِرْهُ یعنی اپنے لئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے، حضرت شاہ صاحب ؒ لکھتے ہیں یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا اور کافر شتابی کرتے تھے (یعنی جلد فیصلہ مانگتے تھے) حضرت محمد ﷺ کی آخر عمر میں مکہ فتح ہوچکا۔ قبائل عرب دَل کے دَل (یعنی لشکر کے لشکر) مسلمان ہونے لگے، وعدہ سچا ہوا اب امت کے گناہ بخشوایا کر

کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے، یہ سورت اُتری آخری عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔ (تفسیر عثمانی)

نصرت اور فتح

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:۔

نصرت کہتے ہیں مدد کو پہنچنا اور دشمن پر غالب کرنا اور فتح کہتے ہیں شہروں کے مفتوح ہونے کو۔ (المدارک)

فتح مکہ مراد ہے

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۃ مبارکہ میں جس فتح کا تذکرہ ہے وہ فتح مکہ ہے

امام خازنؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی فتح مکة فی قول جمهور المفسرین۔ (الخازن)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:۔

یہاں فتح سے صرف فتح مکہ ہی مراد ہے کیونکہ عرب کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے وہ کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ اپنی قوم پر غالب آگئے تو آپ نبی برحق ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح عطاء فرمادی تو لوگ فوج در فوج مسلمان ہونے لگے اور دو ہی سال کے اندر پورا جزیرۃ العرب مسلمان ہو گیا اور تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ (ابن کثیر)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:۔

جب اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمادیا تو عرب نے کہا اب تو محمد ﷺ اہل حرم پر بھی فتحیاب ہو چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصحاب فیل (ہاتھی والوں کے لشکر) سے بھی بچایا تھا پس اب تمہارے اندر محمد ﷺ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تب وہ فوج در فوج مسلمان ہونے لگے۔

وذلك لما فتحت مكة قالت العرب امّا اذا ظفر محمد (ﷺ) باهل الحرم وقد كان الله اجارهم من اصحاب الفيل فليس لكم به يدان (اى طاقة) فكانوا يسلمون افواجاً (القرطبی)

یعنی مفسرین نے فتح سے عمومی فتوحات بھی مراد لی ہیں ملاحظہ فرمائیے المدارک وغیرہ۔

مکمل نازل ہونے والی آخری سورت

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کی پوری نازل ہونے والی آخری سورت ہے۔

وهى آخر سورة نزلت جميعاً قاله ابن عباس فى صحيح مسلم۔ (القرطبی)

اس سورۃ مبارکہ کا ایک نام سورۃ ''التودیع'' بھی ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اس جہانِ فانی سے

رخصت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ (القرطبی)

اور یہ سورۃ ربع قرآن یعنی قرآن پاک کے چوتھائی حصہ کی فضیلت رکھتی ہے۔ (ابن کثیر)

دشمنوں پر غلبہ اور اُن کے شہروں کا مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہونا کتنی عظیم نعمت ہے اس کا اندازہ اس سورت مبارکہ سے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے یہ نعمت اپنے فضل سے بحال فرمائے۔ (آمین)

تسبیح کے دو معنیٰ

ارشاد فرمایا:۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یعنی اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُسکی پاکی بیان کریں۔اس کے دو معنیٰ ہیں۔

❶ یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں اُن چیزوں سے جن سے وہ منزہ ہے اور ساتھ اُس کا شکر بھی ادا کریں۔ اس کا طریقہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنا ہے یا اس جیسے اور الفاظ۔

❷ اس سے مراد نماز ادا کرنا ہے۔ اور مراد اُس سے ''نمازِ شکر'' ہے اور آپ ﷺ نے فتح مکہ کا شکرانہ آٹھ رکعات نماز سے ادا فرمایا جو آپ نے چاشت کے وقت ادا فرمائی۔

وفی معنی التسبیح وجهان: احدهما نزه ربك عما لایلیق بجلاله ثم احمده والثانی فصل لربك لأن التسبیح جزء من اجزاء الصلوٰة ثم قیل عنیٰ به صلوٰة الشکر وهو ما صلاه رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکة ثمانی رکعات۔ (الخازن)

استغفار کے معنیٰ

وَاسْتَغْفِرْهُ اور آپ استغفار کیجئے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم دیا گیا حالانکہ آپ معصوم ہیں، مفسرین نے کئی وجوہات لکھی ہیں۔

❶ یہ حکم اُمت کی تعلیم کے لئے دیا گیا کہ جب آپ ﷺ کو معصوم ہونے کے باوجود استغفار کا حکم ہے تو دوسرے لوگ استغفار کے کسقدر محتاج ہوں گے۔

❷ اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے استغفار فرمائیں۔

❸ استغفار خود ایک عبادت ہے جو ضروری نہیں کہ گناہ پر ہی ہو بلکہ یہ ایک مستقل عمل ہے جو انسان میں تواضع پیدا کرتا ہے۔(اور فتوحات کے مواقع پر تو تواضع کی بہت ضرورت ہوتی ہے) (الخازن، البحر المحیط)

آپ ﷺ کا عمل مبارک

خود آپ ﷺ نے اور بعض بڑے صحابہ کرام نے اس سورت کے نازل ہونے سے سمجھ لیا کہ اب آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کا وقت قریب ہے چنانچہ آپ ﷺ پہلے سے زیادہ کثرت سے تسبیح، تحمید اور استغفار فرمانے لگے۔ مفسرین نے کئی روایات لکھی ہیں۔ مثلاً

❶ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو فرماتے۔

سُبۡحَانَكَ رَبَّنَا وَ بِحَمۡدِكَ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ۔ (بخاری)

❷ آپ ﷺ قرآن پاک کے اس حکم پر عمل فرماتے ہوئے اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے۔

سُبۡحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمۡدِكَ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ۔ (بخاری)

❸ آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے فرماتے تھے

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ۔

اور فرماتے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے پھر یہ سورت تلاوت فرماتے اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ الی آخرہ۔ (مسند احمد)

❹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد زیادہ محنت شروع فرمادی یہاں تک کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا اور جسم کمزور ہو گیا اور مسکراہٹ کم ہوگئی اور گریہ زیادہ ہو گیا۔ (القرطبی)

❺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آپ ﷺ بہت کثرت سے سُبۡحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ اَسۡتَغۡفِرُكَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡكَ پڑھتے تھے

میں نے عرض کیا کہ یہ نئے کلمات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا

میرے لئے میری امت میں ایک علامت مقرر کی گئی تھی کہ جب میں وہ دیکھ لوں تو ان کلمات کو پڑھوں اور وہ علامت اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ الی آخرھا۔ ہے (احکام القرآن،جصاص)

مکہ مکرمہ قوت اور جنگ سے فتح ہوا

امام ابو بکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:۔

اس سورۃ سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ (صلحاً نہیں) قوت اور جنگ سے فتح ہوا ہے (اگرچہ دشمن مرعوب ہو کر زیادہ جنگ نہ کر سکے) کیونکہ "فتح" کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اُس کے یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں

وھذا یدل علیٰ انھا فتحت عنوۃ لان اطلاق اللفظ یقتضیه ولا ینصرف الی الصلح بلا تقیید۔ (احکام القرآن)

فتح کے آداب

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

اس سورت مبارکہ کا یہ معنیٰ سمجھنا (جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود کئی صحابہ کرام نے سمجھا) کہ اللہ

تعالیٰ ہمیں حکم فرمارہے ہیں کہ ہم جب کوئی شہر یا قلعہ فتح کریں تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، اس کا شکر ادا کریں اور اُسکی پاکی بولیں اور اُس سے استغفار کریں۔ یہ معنیٰ بہت عمدہ اور ٹھیک ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کے وقت آٹھ رکعات ادا کیں۔ اور یہ ''صلوٰۃ الفتح'' تھی۔ پس مسلمانوں کے امیر لشکر کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب کوئی شہر فتح کرے تو اس میں داخل ہوتے ہی آٹھ رکعات نماز ادا کرے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کی فتح کے دن ایسا ہی کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

دینی کام کی حفاظت کے لئے

اس سورت مبارکہ سے یہ اشارہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دینی کام کی حفاظت کے لئے تسبیح تحمید اور استغفار بہت بڑا نسخہ ہے۔ آپ ﷺ نے ساری زندگی محنت فرمائی اب آپ کو عمر کے آخری حصے میں اس عمل کی تلقین فرمائی جارہی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل تمام دینی کاموں کی حفاظت اور ترقی کے لئے بے حد مفید ہے۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ فتوحات کے بعد فخر اور غفلت نہیں بلکہ تواضع، ذکر اور استغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي۔استغفر الله الذي لا اله الا هو الحي القيوم واتوب اليه الحمد لله رب العالمين اولاو أخرا وظاهرا و باطناً

الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم قبل كل شي والحمد لله بعد كل شي والحمد لله على كل حال سبحان الله لم يزل سبحان الحي القيوم ياستار يا ستار برحمتك يا ارحم الراحمين اللهم لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك ولعظيم سلطانك اللهم لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك الحمد لله، الحمد لله، الحمد لله۔

اللهم صل على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا۔

۱۔ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ یوم الأحد

۲۹ مارچ ۲۰۰۹ء بین الظهر والعصر۔

کلامِ برکت
موضح القرآن
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائیہ

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنی مختصر مگر جامع تفسیر ''موضح القرآن'' میں درج ذیل ''تیئیس'' مدنی آیات کے معارف الجہاد کو بھی بیان فرمایا ہے۔

البقرۃ آیت ۱۰ ۸۹ ۲۵۶ ۲۵۷

ال عمران آیت ۵۵ ۱۰۴تا۱۰۹ ۱۳۰تا۱۳۸ ۱۷۶

الرعد آیت ۱۷ ۳۱

فائدہ

یاد رہے کہ یہ تیئیس آیات اس فہرست سے زائد اور علاوہ ہیں جو ''فتح الجواد'' میں مدنی آیات جہاد کی پیش کی گئی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے حضرت شاہ صاحبؒ کے قلم سے ان آیات کے معارف الجہاد اور حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کی تشریح اور خلاصہ

کلام برکت

ان منافقین کا ایک مرض یہ تھا کہ وہ دل سے اس دین کو نہیں چاہتے تھے مجبوراً انہیں یہ دین ظاہری طور پر قبول کرنا پڑا اور دوسری تکلیف اللہ تعالیٰ نے یہ زیادہ فرمادی کہ انہیں جہاد کا حکم فرمادیا جسکی وجہ سے انہیں ان کافروں سے لڑنا پڑا جن کے وہ خیر خواہ اور دوست تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

ایک آزار یہ تھا کہ اس دین کو دل نہ چاہتا تھا۔ ناچار قبول کرنا پڑا اور دوسرا آزار اللہ نے یہ زیادہ کیا کہ حکم کیا جہاد کا۔ جن کے خیر خواہ تھے، ان سے لڑنا پڑا۔ (موضح القرآن)

بے شک منافق کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ اسکو جہاد سے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ سے ثابت ہے۔

منافقین کو مسلمانوں کی ترقی سے تکلیف ہوتی ہے

’’یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے، اب نزول قرآن اور ظہور شوکت اسلام اور ترقی و نصرت اہل اسلام کو دیکھ کر انکی وہ بیماری اور بڑھ گئی (عثمانی)

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۸۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

پاس ہے اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

کلام برکت

جب یہ یہودی مغلوب ہوتے تو دعاء مانگتے کہ آخری نبی جلد تشریف لائیں تا کہ ہم انکی اتباع کر کے اور ان کے ساتھ مل کر کافروں پر غالب ہو جائیں، مگر جب آخری نبی تشریف لے آئے تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

جب غلبہ کافروں کا دیکھتے تو دعاء مانگتے کہ نبی آخرالزمان شتاب پیدا ہو۔ جب پیدا ہوا تو آپ ہی منکر ہوئے۔

(موضح القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ کتب میں یہ بشارتیں موجود تھیں کہ نبی آخرالزمان ﷺ تشریف لا کر کفار سے جہاد کریں گے اور غلبہ پائیں گے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۲۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہوچکی ہے پھر

بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ

جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو

لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

کلام برکت

یعنی جہاد میں یہ نہیں ہوتا کہ زبردستی کسی سے اپنا دعویٰ قبول کراتے ہیں اور مسلمان کرتے ہیں بلکہ جس کام کو سب اچھا کہتے ہیں مگر کرتے نہیں وہی جہاد کے ذریعہ کرواتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جہاد تو دین اسلام کی دعوت کے راستے کی رکاوٹوں کو توڑتا ہے پھر جسکی مرضی اپنی خوشی سے اسلام قبول کرے اور جسکی مرضی جزیہ دیکر امن حاصل کرے، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یعنی جہاد کرنا یہ نہیں کہ زور سے اپنا دعویٰ قبول کرواتے ہیں بلکہ جس کام کو سب نیک کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہی کرواتے ہیں (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

جب دلائل توحید بخوبی بیان فرمادیئے گئے، جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہوسکتی ہے، عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یہ آیت) خود نص موجود ہے۔ اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اس کا جان و مال محفوظ ہوجائے گا۔ (عثمانی)

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ آیت ۲۵۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۬ۙ وَ الَّذِیْنَ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مدد گار ہے اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور

کَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَہُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ

جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ہیں یہی لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کلام برکت

جہاد تو کافروں کی ضد، انکی طاقت، اور شوکت کو توڑنے کے لئے ہے باقی ہدایت تو اُسی کو ملتی ہے جسکی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہو۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

یعنی جہاد ہے کافروں کی ضد توڑنے کو اور ہدایت اللہ تعالیٰ کرتا ہے جسکی قسمت میں رکھی ہے (موضح القرآن)

سورۃ آل عمران مدنیۃ — آیت ۵۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ

جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا

مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ

ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے

كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

دن تک غالب رکھنے والا ہوں جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہوگا پھر میں تم میں فیصلہ

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

کلام برکت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے پہلے نصاریٰ تھے وہ بھی غالب رہے اور پھر جب آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی۔ اور وہ اسطرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ویسا ہی مانا جیسے وہ تھے اور انہوں نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جو حکم دیا تھا وہ بھی مسلمانوں نے پورا کیا تو مسلمان بھی غالب رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

حضرت علیہ السلام کے تابع اول نصاریٰ تھے۔ پیچھے (یعنی بعد میں) مسلمان ہیں، سو ہمیشہ غالب رہے۔

(موضح القرآن)

سُورَةُ آلِ عِمۡرَانَ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۰۴ تا ۱۰۹

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم

وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُواْ

کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح

كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ

مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا اور

وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ﴿١٠٥﴾ يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٞ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٞۚ

ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے منہ سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ

فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسۡوَدَّتۡ وُجُوهُهُمۡ أَكَفَرۡتُم بَعۡدَ إِيمَٰنِكُمۡ فَذُوقُواْ

ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے اب اس کفر کرنے کے بدلے میں

ٱلۡعَذَابَ بِمَا كُنتُمۡ تَكۡفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱبۡيَضَّتۡ وُجُوهُهُمۡ فَفِي

عذاب چکھو۔ اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ

رَحۡمَةِ ٱللَّهِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ نَتۡلُوهَا عَلَيۡكَ

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

بِٱلۡحَقِّۗ وَمَا ٱللَّهُ يُرِيدُ ظُلۡمٗا لِّلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي

مخلوقات پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا

ٱلۡأَرۡضِۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ ﴿١٠٩﴾

ہے اور سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

کلام برکت

یعنی مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت قائم رہے جو جہاد کرتی رہے اور دین اسلام کو نافذ کرے تاکہ کوئی بھی دین کے خلاف کھلم کھلا عمل نہ کر سکے۔ یقیناً ایسی جماعت کے لوگ کامیاب ہوں گے۔ باقی یہ کہنا کہ کوئی کسی کو نہ

چھیڑے ہر کوئی اپنے عقیدے پر عمل کرتا رہے یہ غلط اور غیر اسلامی نظریہ ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کا تقید رکھنے کو تا کہ خلاف دین کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم ہوں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ ''موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود'' (یعنی موسیٰ اپنے دین اور عیسیٰ اپنے دین پر) یہ راہ مسلمانوں کی نہیں: (موضح القرآن)

اور آیت ۱۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا یہ ظلم نہیں خلق پر انکی تربیت ہے۔ (موضح القرآن)

یعنی جہاد مخلوق پر ظلم نہیں ان کی تربیت اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

سُورَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ — آیت ۱۳۰ تا ۱۳۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا

اے ایمان والو سود کئی کئی گنا بڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تمہارا

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

چھٹکارا ہو۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

رسول کی تابعداری کرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا

کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ

فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠

لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا

ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

ہے اور اپنے کیے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے

وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

رب کے ہاں سے بخشش ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان

وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ

جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے۔

فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تم سے پہلے کئی واقعات ہو چکے ہیں سو زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

کا کیا انجام ہوا۔ یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کیلئے ہدایت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور نصیحت ہے۔

کلام برکت

پیچھے بعض آیات میں جہاد میں بزدلی کی مذمت فرمائی گئی ہے۔تو اب سود کا تذکرہ لانے میں شاید یہ مناسبت ہو کہ سود کھانے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے،سود سے بزدلی پیدا ہونے کی دو وجوہات ہیں

1. حرام مال کھانے سے عبادت کی توفیق کم ہوتی ہے اور بڑی عبادت جہاد ہے۔
2. سود لینا اعلیٰ درجے کا بخل ہے تو جو مال پر اتنا بخیل ہوگا وہ جان کب قربان کرے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

شاید سود کا ذکر یہاں اسلئے فرمایا کہ اوپر مذکور ہوا جہاد میں نامردی کا اور سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے،ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے۔دوسرے یہ کہ سود لینا کمال بخل ہے۔چاہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیا بیچ میں کسی کا کام نکلا۔یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا جدا بدلا چاہے تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ کب جان دیا چاہے۔(موضح القرآن)

آیت **۱۳۴** کی تقریر میں مفسر عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔

”یعنی عیش وخوشی میں خدا کو بھولتے ہیں نہ تنگی اور تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں ہر موقع پر اور ہر حال میں حسب مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں،سود خواروں کی طرح بخیل اور پیسہ کے پجاری نہیں۔گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔ (عثمانی)

آیت **۱۳۸** پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے(یعنی ماضی میں بھی انبیاءؑ کی کفار سے جنگیں ہوتی آئی

ہیں) ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں، لیکن آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے۔ جنگ احد میں ستر کامل مسلمان شہید ہوئے اور لڑائی بگڑی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے (یعنی تسلی دیتا ہے) (موضح القرآن)

خلاصہ یہ ہوا کہ

❶ مسلمانوں کو ایسی غذا، ایسے مال اور ایسے کاموں سے بچنا چاہیے جو ان میں کمزوری اور بزدلی پیدا کر دیں اور انہیں حب دنیا کا اسیر بنا دیں۔ سود کھانے سے انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں اور وہ جہاد کے قابل نہیں رہتا۔

❷ مسلمانوں کو جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرنا چاہیے۔

❸ مسلمانوں کو وقتی تکلیفوں اور ظاہری شکست سے نہیں گھبرانا چاہیے، آخری غلبہ اہل حق ہی کا ہوتا ہے۔

❹ جہاد حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۷۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ

اور وہ لوگ آپ کو غم میں نہ ڈال دیں جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ

شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَھُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَھُمْ

نہیں بگاڑیں گے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ آخرت میں انہیں کوئی حصہ نہ دے اور ان

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

کے لئے بڑا عذاب ہے۔

کلام برکت

منافق لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کو شکست کھاتے دیکھتے ہیں فوراً کفر کی باتیں کرنے لگتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

”یعنی منافق لوگ کہ جہاں مسلمانوں کی نیچ دیکھی اور کفر کی باتیں کرنے لگے“۔ (موضح القرآن)

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے اپنی مقدار میں نالے بہنے لگے پھر وہ سیلاب پھولا ہوا

زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ

جھاگ اوپر لایا اور جس چیز کو آگ میں زیور یا کسی اور اسباب بنانے کے لیے پگھلاتے ہیں اس پر

زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

بھی ویسا ہی جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے پھر جو جھاگ

جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

ہے وہ یونہی جاتا رہتا ہے اور جو لوگوں کو فائدہ دے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾

مثالیں بیان فرماتا ہے۔

کلامِ برکت

❶ پانی جب چلتا ہے تو اس میں مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے جھاگ بن جاتا ہے اور جھاگ پانی پر چھا جاتا ہے۔ مگر کچھ وقت بعد یہ جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور اصل پانی باقی رہ جاتا ہے۔

❷ سونے اور چاندی وغیرہ معدنیات کو جب صاف کرنے اور پگھلانے کے لئے آگ میں ڈالتے ہیں تو اس میں بھی جھاگ اٹھتا ہے اور اوپر چھا جاتا ہے مگر کچھ دیر بعد یہ جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور اصل سونا چاندی نکھر کر باقی رہتا ہے۔ بس اب دو مثالوں سے حق و باطل کا معاملہ بھی سمجھ لو کہ جب حق و باطل کے درمیان جنگ و جہاد ہوتا ہے تو باطل ابھرا ہوا اور چھایا ہوا محسوس ہوتا ہے مگر آخر میں وہ مغلوب اور منتشر ہو جاتا ہے اور حق غالب آجاتا ہے۔

تفسیر عثمانی میں ہے:۔

آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اسکے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے

سے گدلا ہوگیا، پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا، جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تا (کہ) زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں اسمیں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک ہو یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصل کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور لوگ متمتع ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھرتا ہے بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر بعد اسکے جوش خروش کا پتہ نہیں رہتا خدا جانے کدھر گیا، جو اصل اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق وصداقت) بس وہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں کیسے مؤثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

یعنی آسمان سے دین حق اترتا ہے تو ہر ایک اپنی استعداد کے موافق فیض لیتا ہے پھر حق اور باطل ٹھہرتا ہے (یعنی آپس میں مقابلہ کرتا ہے) تو میل ابھرتا ہے، جیسے مینہ (بارش) کا پانی زمین میں مل کر یا روپے تانبے کو دہکا کر میل ابھرتا ہے۔ آخر جھاگ کو بنیاد نہیں اور کام کی چیز کو بنیاد ہے۔ یہ حق و باطل ٹھہرنا دنیا کی لڑائی مراد ہے۔ آخر حق غالب ہے یا ہر ایک کے دل میں حق و باطل ٹھہرتا ہے آخر حق اس باطل کو مٹا کر صاف حق رہتا ہے۔ (موضح القرآن)

☆☆☆

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ آیت ۳۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ

اور اگر تحقیق کوئی ایسا قرآن نازل ہوتا کہ جس سے پہاڑ چلتے یا اس سے زمین کے ٹکڑے ہوجاتے یا اس سے

اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ

مردے بول اُٹھتے (تب بھی نہ مانتے) بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں تو کیا ایمان والوں کو اس سے

اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا۔ اور کافروں پر تو ہمیشہ ان کی

تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

بداعمالی سے کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہے گی یا وہ بلا ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

کا وعدہ پورا ہو بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔

کلام برکت

یہ کفار فرمائشی نشانیاں دیکھ کر مسلمان نہیں ہوں گے بلکہ یہ اسطرح مسلمان ہوں گے کہ برابر ان پر یا ان کے آس پڑوس کوئی آفت پڑتی رہے اور آفت سے مراد ہے مسلمانوں کا ان کے خلاف جہاد کرنا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

”مسلمان چاہتے ہوں گے کہ ایک نشانی بڑی سی آوے تو کافر مسلمان ہو جاویں۔ سو فرمایا کہ اگر کسی قرآن سے یہ کام ہوئے ہوتے تو البتہ (یعنی یقیناً) اس سے پہلے ہوتے۔ لیکن اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے اور خاطر جمع اسی پر چاہیے کہ اللہ نے یوں نہیں چاہا اگر چاہتا تو حکم کافی تھا۔ لیکن کافر مسلمان یوں ہوں گے کہ ان پر آفت پڑتی رہے گی، ان پر پڑے یا ہمسایہ پر جب تک سارے عرب ایمان میں آجاویں۔ وہ آفت یہی تھی جہاد مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت کی مکمل توضیح اور تشریح کے لیے شائقین طلبہ اسی آیت پر تفسیر عثمانی کی تقریر ملاحظہ فرمالیں۔

تمت بالخیر والحمدللہ رب العلمین

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

☆ ☆ ☆

دو مزید
مدنی آیات

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ يَوْمٌ لَّا

اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے

بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَٰعَةٌ ۗ وَٱلْكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٥٤﴾

کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر وہی ظالم ہیں۔

ربط

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

انسان کے لئے مشکل ترین کام جہاد میں جان قربان کرنا ہے اور مال خرچ کرنا ہے۔ پچھلی آیات میں قتال کا حکم تھا تو اس آیت میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے

اعلم ان اصعب الاشیاء علی الانسان بذل النفس فی القتال وبذل المال فی الانفاق فلما قدم الامر بالقتال اعقبه بالامر بالانفاق (تفسیر کبیر)

جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم

مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم سناتی ہے

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

یہاں مقصود جہاد میں مال خرچ کرنا ہے۔

والمقصود منه انفاق المال فی الجهاد (تفسیر کبیر)

روح المعانی میں ہے

وقال الاصم المراد به الانفاق فی الجهاد

حضرت اصمؒ فرماتے ہیں یہاں مراد جہاد میں مال خرچ کرنا ہے (روح المعانی)

اس آیت مبارکہ کے جہادی مضامین کی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر کبیر، القرطبی، البحر المحیط اور روح المعانی

☆☆☆

سُوْرَةُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّةٌ آیت ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے

وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

برابر ہے اُن کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا

یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

خلاصہ

تفسیر البحر المحیط اور روح المعانی میں ہے کہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کے دوران آگے آگے رہا کرو اور قتال کی اگلی صفوں میں لڑا کرو۔

وقال عبداللہ کونوا فی اول صف القتال (البحر المحیط، روح المعانی)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں ملاحظہ فرمایئے تفاسیر معتبرہ۔

مکی سورتیں
اور
اشاراتِ جہاد

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ وہ جو گمراہ ہوئے

خلاصہ

ان آیات میں صراط مستقیم کی دعا مانگی گئی ہے، صراط مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا انعام جن پر ہوا وہ چار طبقے ہیں

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء ۶۹)

① انبیاء علیہم السلام ② صدیقین ③ شہداء ④ صالحین

اور شہداء سے مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مقتول ہونے والے......

والشهداء :القتلىٰ فی سبيل الله (جلالين)

والشهداء: الذين استشهدوا فی سبيل الله (المدارك)

والشهيد: فهو المقتول فی سبيل الله المخصوص بفضل الميتة (البحرالمحيط)

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ

انہوں نے کہا تیرے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور تیرے آنے کے بعد بھی۔ فرمایا۔ تمہارا

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ

رب بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کے بجائے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دے

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

گا پھر دیکھے گا تم کیا کرتے ہو۔

خلاصہ

یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس وقت مسلمان بھی مظلوم تھے تو انہیں بنی اسرائیل کا یہ واقعہ سنا کر اشارۃً بشارت دے دی کہ انہیں زمین کی حکومت وخلافت ملے گی اور ان کے دشمن مغلوب ہوں گے اور ایسا جہاد شروع ہونے کے بعد ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ کلام نقل فرمایا مسلمانوں کے سنانے کو یہ سورت مکی ہے اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے پھر بشارت پہنچی پردے میں (یعنی بنی اسرائیل کے واقعہ کے ضمن میں) (موضح القرآن)

سُوْرَةُ یُوْنُسَ مَکِّیَّةٌ آیت ۴۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور اگر ہم آپ کو ان وعدوں میں سے کوئی چیز دکھادیں جو ہم نے ان سے کئے ہیں یا آپ کو وفات دیں پھر انہیں ہماری ہی

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

طرف لوٹنا ہے پھر اللہ تعالیٰ شاہد ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی غلبۂ اسلام کچھ حضرت ﷺ کے روبرو ہوا اور باقی ان کے خلیفوں سے (موضح القرآن)

تفسیر بغوی میں ہے:۔

قال مجاهد فكان البعض الذی اراه قتلهم ببدر، وسائر انواع العذاب بعد موتهم (البغوی)

تفسیر قرطبی میں ہے:۔

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ ای من اظهار ذلك فی حیاتك وقال المفسرون كان بعض الذی وعدهم قتل من قتل واسر من اسر ببدر (القرطبی)

ان دونوں عبارتوں میں غزوہ بدر کو مثال کے طور پہ ذکر فرمایا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے اردو کی یہ جامع عبارت:

''یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں خواہ ان میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیئے جائیں جیسے ''بدر'' وغیرہ میں دکھلا دیا یا آپ کی وفات ہو جائے اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو، بہرصورت یہ یقینی ہے کہ یہ سب پورے ہو کر رہیں گے اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی ہم سے بچ کر کہاں چھپ سکتے ہیں سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

فائدہ

اس مضمون کی اور بھی کئی آیات مکی سورتوں میں موجود ہیں، اس آیت کریمہ کی طرح اُن میں بھی جہادی اشارہ ہے

☆☆☆

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ — آیت ۸۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ

فرشتوں نے کہا اے لوط بے شک ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تم رات کے کسی حصہ

مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا

میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری عورت کو کہ اس پر بھی وہی بلا آنے والی ہے جو اُن

مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾

پر آئے گی اُن کے وعدوں کا وقت صبح ہے کیا صبح کا وقت نزدیک نہیں ہے۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

ہمارے حضرت ﷺ کو مکہ فتح ہوا صبح کے وقت شاید یہ وہی بشارت ہو۔ (موضح القرآن)

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

سو ان جماعتوں میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جو تم سے پہلے تھیں جو ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے بجز

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

چند آدمیوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ تو انہیں لذتوں کے

مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

پیچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ مجرم تھے۔

خلاصہ

"پچھلوں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں گزشتہ قومیں اسلئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی، اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔

شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے"

حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ) (تفسیر عثمانی)"

جہاد بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بلند ترین درجہ ہے۔

سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ — آیت ۱۱۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ

پھر بے شک آپ کا رب ان کے لئے جنہوں نے مصیبت میں پڑنے کے بعد ہجرت

جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٠﴾

کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا بیشک آپ کا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

خلاصہ

کئی مفسرین حضرات کے نزدیک یہ آیت مبارکہ مدنی ہے۔ملاحظہ فرمایئے تفسیر قرطبی، البحر المحیط۔

وهذا كله في عمار والمعنى صبروا على الجهاد ذكره النحاس (القرطبي)

نزلت في عياش بن ابي ربيعة اخي ابي جهل من الرضاعة و في ابي جندل بن سهيل بن عمرو والوليدبن الوليد بن المغيرة و سلمة بن هشام و عبدالله بن اسيد الثقفي فتنهم المشركون فاعطوهم بعض ماارادوا ليسلموامن شرهم ثم انهم هاجروا بعدذلك وجاهدوا (البغوی)

قال ابن عطية: وهذه الآية مدنية ولا اعلم في ذلك خلافا (البحر)

خلاصہ یہ کہ یہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کچھ عرصہ بعد ہجرت کی اور جہاد میں حصہ لیا اور جہاد میں ثابت قدم رہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ — آیت ۱۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کے لئے بہتر ہے۔

خلاصہ

حضرت ابن عباسؓ اور جمہور مفسرین کے نزدیک یہ اور اس کے بعد کی دو آیات مدنی ہیں اور حضرات شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں کہ جب اُن کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی تو مسلمانوں نے قسم کھائی کہ حضرت حمزہؓ کے بدلے ستر مشرکین کے ساتھ یہ معاملہ کریں گے۔ ملاحظہ فرمایئے البغوی، القرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی

❶ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ هذه الآيات نزلت بالمدينة فی شهداء احد (البغوی)

❷ الاولىٰ: اطبق جمهور اهل التفسیر ان هذه الأيات مدنية نزلت فی شان التمثیل بحمزة فی يوم احد ووقع ذلك فی صحيح البخاری و فی كتاب السير (قرطبی)

❸ المسألة الاولی: قال الواحدی: هذه الأية فيها ثلاثة اقوال: القول الاول: وهوالذی عليه العامة ان النبی ﷺ لما رای حمزة و قد مثلوا به قال (والله لامثلن بسبعين منهم مكانك) فنزل جبريل بخواتيم سورة النحل فكف رسول الله ﷺ وامسك عما اراد وهذا قول ابن عباسؓ فی رواية عطاء وابی بن كعب والشعبی وعلی هذا قالو ان سورة النحل كلها مكية الا هذه الأيات الثلاث۔ (الرازی)

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت مکی ہے ملاحظہ فرمایئے تفسیر قرطبی

وذهب النحاس الی انها مكية (القرطبی)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیات ”سورۃ البراءۃ“ کے نازل ہونے سے منسوخ ہوگئیں ہیں اور اب عمومی جہاد کا حکم ہے۔

قال ابن عباسؓ والضحاك: كان هذا قبل نزول براءة حين امر النبی ﷺ بقتال من قاتله ومنع من الابتداء بالقتال فلما اعز الله الاسلام واهله نزلت براءة وامروا بالجهاد نسخت هذه الأية (البغوی)

سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّيَّةٌ — آیت ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ

قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو

لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

کافروں کیلئے قید خانہ بنایا ہے۔

خلاصہ

امام بغویؒ لکھتے ہیں:۔

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ای ان عدتم الی المعصیة عدنا الی العقوبة قال قتادہ فعادوا فبعث اللہ علیھم محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فھم یعطون الجزیة عن ید وھم صاغرون

تفسیر جلالین میں ہے:۔

وَاِنْ عُدْتُّمْ الی الفساد عُدْنَا الی العقوبة وقد عادوا بتکذیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسلط علیھم بقتل قریظة ونفی بنی النضیر وضرب الجزیة علیھم (جلالین)

یعنی بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ اگر تم دوبارہ نافرمانی پہ اترو گے تو ہم بھی تمہیں دوبارہ سزا دیں گے چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کا انکار کر کے دوبارہ نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مسلط فرما دیا جس کے نتیجہ میں بنی قریظہ قتل ہوئے اور بنی نضیر کو جلاوطن کیا گیا اور ان پر جزیہ مقرر ہوا۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔

توارت میں کہہ دیا تھا کہ دوبارہ بنی اسرائیل شرارت کریں گے اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے اسی طرح ہوا ہے ایک بار جالوت غالب ہوا پھر حق تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک کیا، پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت زیادہ دی، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں۔ دوسری بار فارسی لوگوں میں سے بخت نصر غالب ہوا تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی اب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غلبہ پھر کر دے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے یعنی مسلمان (اہل ایمان) کو ان پر غالب کیا اور آخرت میں جہنم تیار ہے۔ (موضح القرآن)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں: وعن ابن عباسؓ سلط علیھم المؤمنون الی یوم القیامة (المدارک)

آیت مبارکہ کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں ملاحظہ فرمایئے تفاسیر معتبرہ

سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ — آیت ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور ہم نے بعض پیغمبروں کو

النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

اور داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا، کہ (وہ) دونوں بات رکھتے تھے جہاد بھی اور زبور بھی، سمجھانے کو وہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس کتاب بھی ہے اور جہاد بھی) (موضح القرآن)

اس قول کی مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر عثمانی

سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مَكِّيَّةٌ آیت ۸۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

اور فرما دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔

خلاصہ

❶ بعض مفسرین کے نزدیک جَآءَ الْحَقُّ سے مراد جاء الجہاد ہے کہ بس اب جہاد کا حکم نازل ہونے والا ہے۔(القرطبی)

❷ اس آیت مبارکہ میں مکہ مکرمہ کے فتح کی بشارت ہے(بیان القرآن)

❸ اس آیت میں اسلام کے غلبے اور کفر کی شکست کی بشارت ہے۔(موضح القرآن)

”یعنی غلبہ دین آیا اور کفر بھاگا کے میں سے اور تمام عرب میں سے“(موضح القرآن)

”یہ عظیم الشان پیشگوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا، یعنی کہہ دو کہ قرآن مجید مؤمنین کو بشارتیں سناتا ہوا باطل کو کچلتا ہوا آپہنچا پس سمجھ لو اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الخ اور جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ) ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا اس طرح قرآن کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا وہ آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ والحمدللہ علی ذلک(تفسیر عثمانی)“

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ آیت ۸۳تا۹۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

اور آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا حال سناتا ہوں

تا

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

خلاصہ

ذوالقرنین کا قصہ، ان کے زمین پر غلبے اور اسلامی فتوحات کے واقعات اور عسکری حکمتیں۔ ملاحظہ فرمایئے قصص القرآن حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ آیت ۷۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى إِذَا رَاَوْا

فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ بھی اسے ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب

مَا يُوْعَدُوْنَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

اس چیز کو دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا یا عذاب یا قیامت تب معلوم کر لیں گے مرتبہ میں

مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

کون برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے۔

خلاصہ

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:

إِمَّا الْعَذَابَ فی الدنیا وهو تعذيب المسلمين اياهم بالقتل والاسر (المدارک)

امام بغوی فرماتے ہیں:

إِمَّا الْعَذَابَ وهوالاسر والقتل فی الدنیا (البغوی)

جلالین میں ہے:

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا اعوانا اهم ام المومنون؟

وجند هم الشيطان وجند المومنين عليهم الملائكة (جلالین)

کافروں کے لئے دنیوی عذاب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل اور قید ہوں۔ اور مسلمانوں کا لشکر فرشتے ہیں اور کافروں کا لشکر شیطان ہیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

کافروں کے لئے عذاب یہ ہے کہ یا تو مسلمانوں کو ان پر مسلط اور غالب کر دیا جائے گا جو انہیں قتل کریں گے اور قید کریں گے یا قیامت قائم ہوجائے اور ان کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

والعذاب هنا اما ان يكون بنصر المؤمنين عليهم فيعذبونهم بالسيف والأسر واما ان تقوم الساعة فيصيرون الى النار (القرطبی)

تفسیر عثمانی میں ہے:-

''یعنی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اتراتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دبا دیا جائے گا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد تب پتہ لگے گا کہ کس کا مکان برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے اس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔ (تفسیر عثمانی)''

خلاصہ

تفسیر عثمانی میں ہے:

واقعہ یہ ہے کہ دنیا محض کھیل تماشا نہیں ہے بلکہ یہ میدان کارزار ہے جہاں حق وباطل کی جنگ ہوتی ہے حق حملہ آور ہوکر باطل کا سرکچل ڈالتا ہے اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق وصداقت کا گولہ جب پوری طاقت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی اور کونسی طاقت بچانے آئے گی۔ (تفسیر عثمانی)

یاد رکھو حق سے باطل کو پاش پاش کردیں گے (حضرت لاہوریؒ)

فَيَدْمَغُهُ ای یمحقه بالکلیة کمافعلنا باهل القری المحکمة و اصل الدمغ کسر الشئ الرخو الاجوف وقد استعیر للمحق (روح المعانی)

بَلۡ مَتَّعۡنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمۡ حَتّٰی طَالَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ ؕ اَفَلَا

بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر ایک عرصہ دراز گزر گیا کیا وہ

یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾

یہ نہیں دیکھتے کہ بیشک ہم زمین کو ہر طرف سے کاٹے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں۔

خلاصہ

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت ''مدنی'' ہے اور اس میں مسلمانوں کی فتوحات کا تذکرہ ہے کہ مسلمان فتح پاتے جارہے ہیں اور کفار کے علاقے ایک ایک کر کے ان کے ہاتھ سے نکلتے جارہے ہیں۔ جبکہ بعض مفسرین فرماتے ہیں اس میں مستقبل کی فتوحات کی بشارت ہے۔

❶ والآية كما قد متااول السورة مدنية وهی نازلة بعد فرض الجهاد فلا يردان السورة مكية والجهاد فرض بعد هاحتی يقال ان ذلك اخبار عن المستقبل(روح المعانی)

❷ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ای ننقص ارض الكفر و نحذف اطرافها بتسليط المسلمين عليها واظهار هم على اهلها وردها دارالاسلام وذكر نَاۡتِی يشير بان الله يجريه على ايدی المسلمين وان عساكرهم كانت تغزو ارض المشركين وتأتيها غالبة عليها ناقصة من اطرافها(المدارك)

علامہ آلوسیؒ نے اس آیت میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ کافروں کی زمین تو مسلمانوں کے لشکروں کے آنے سے گھٹتی جارہی ہے جبکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ تو اس میں جہاد اور مجاہدین کی عظمت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ کافروں پر زمین تنگ فرماتا ہے اور پھر اس عمل کی نسبت اپنی ذات عالی کی طرف فرماتا ہے۔

استدالاتيان اليه عزوجل تعظيما لهم واشارة الى انه بقدرته تعالیٰ و رضاه وفيه تعظيم للجهاد والمجاهدين(روح المعانی)

☆☆☆

قُلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

کہا اے رب انصاف کا فیصلہ کر دے اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

خلاصہ

❶ رسول اللہ ﷺ نے فیصلے کی جو دعاء فرمائی وہ جلد پوری ہوئی اور غزوہ بدر میں فیصلہ ہو گیا۔

رب اقض بیننا وبین اهل مكة بالعدل المقتضي لتعجيل العذاب والتشديد عليهم فهو دعاء بالتعجيل والتشديد والافكل قضائه تعالى عدل وحق وقد استجيب ذلك حيث عذبوا ببدر أي تعذيب (روح المعانی)

❷ حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

نبی آخر الزمان ﷺ نے اخیر میں یہ دعا مانگی کہ تصفیہ ہو جائے تا کہ حق و باطل الگ الگ ہو جائیں چنانچہ غزوہ بدر میں یہ علیحدگی اور تمیز عمل میں آ گئی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

❸ وَرَبُّنَا الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ

اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے۔ اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

مشرکین کہتے تھے کہ مسلمان عنقریب ختم ہو جائیں گے اور مشرکین کو مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور وہ غالب آ گئے اور کفار کو ذلیل وخوار ہونا پڑا۔

كانوا يصفون الحال على خلاف ماجرت عليه وكانوا يطمعون ان تكون الشوكة لهم والغلبة فكذب الله ظنونهم وخيب أمالهم ونصر رسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين وخذلهم اى الكفار (المدارک)

☆☆☆

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ آیت ۷۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَتّٰىٓ اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولا تو فوراً اس میں نا امید ہو گئے۔

خلاصہ

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

وقال ابن عباس هو قتلهم بالسيف يوم بدر ...... وقيل فتح مكة (القرطبي)

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس يعني القتل يوم بدر وهو قول مجاهد وقيل هو الموت قبل قيام الساعة (البغوی)

تفسیر جلالین میں ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا صاحب عَذَابٍ شَدِيْدٍ هو يوم بدر بالقتل (جلالين)

یعنی عذاب شدید سے مراد بدر کے دن کا عذاب ہے اور ایک قول فتح مکہ کا ہے (اور بھی کئی اقوال ہیں)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔ (موضح القرآن)

تفسیر عثمانی میں ہے:

اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں کفار تھک کر عاجز ہوئے۔ (عثمانی)

سُوۡرَةُ الۡفُرۡقَانِ مَکِّیَّۃٌ آیت ۵۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا ﴿۵۲﴾

پس کافروں کا کہا نہ مانیئے اور اس کے ساتھ بڑے زور سے ان کا مقابلہ کیجئے۔

خلاصہ

ان کافروں کی ہرگز موافقت نہ کریں۔ نہ ان کے سامنے مداہنت کریں بلکہ قرآن پاک کے ذریعہ ان سے سخت مقابلہ کریں۔

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

آپ ان مخالفین حق کی کوئی پروانہ کریں بلکہ ان کے ساتھ سخت جہاد کریں۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

اس آیت میں بھی دیگر مکی آیات کی طرح جہاد اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ قتال کا حکم نازل ہونے کے بعد جہاد اپنے شرعی اور اصطلاحی معنیٰ میں استعمال ہونے لگا۔ امام قرطبیؒ کی یہ عبارت اس نکتے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما بالقرآن، ابن زید بالاسلام وقیل: بالسیف وهذا فیه بُعد لأن السورة مکیة نزلت قبل الأمر بالقتال جِهَادًا کَبِیۡرًا لایخالطه فتور۔ (القرطبی)

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ آیت ۶۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

اور بے شک آپ کا رب غالب (ہے) رحم کرنے والا ہے

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ سنا دیا ہمارے حضرت (محمد ﷺ) کو کہ مکے کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو پھر وطن سے باہر تباہ ہوں گے بدر کے دن۔ جیسے فرعون تباہ ہوا۔ (موضح القرآن)

سُورَۃُ النَّمْلِ مَکِّیَّۃٌ آیت ۲۳ تا ۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾

میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔

تا

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾

کہنے لگی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہوئی جو سارے جہان کا رب ہے

خلاصہ

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ، ہدہد کی طرف سے جہاد کی ترغیب، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لشکر کشی کا عزم اور اس کے بہترین نتائج......

تفسیر عثمانی میں ہے:

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے شیطان نے ان کی راہ ماردی اور مشرکانہ رسوم و اطوار کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ ہدہد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اس قوم پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔ (تفسیر عثمانی)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: وانما صار صدق الھدھد عذرا لأنه اخبر بما یقتضی الجھاد و کان سلیمان علیه السلام حبب الیه الجھاد (القرطبی)

یعنی ہدہد کا عذر مقبول ہوا، اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی خبر دی جو جہاد کا تقاضہ کرتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جہاد بہت محبوب تھا۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ آیت ۸۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ

جس نے آپ پر قرآن فرض کیا وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ واپس لائے گا کہہ دیجئے میرا رب خوب

اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۸۵

جانتا ہے کہ ہدایت کون لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

خلاصہ

اس آیت مبارکہ میں فتح مکہ اور مسلمانوں کے غلبے کی بشارت ہے، یہ آیت ہجرت کے موقع پر نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت نہ مکی ہے نہ مدنی یہ مقام ''جحفہ'' میں نازل ہوئی۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

ختم السورة ببشارة نبيه محمد صلى الله عليه وسلم برده الى مكة قاهرا لاعدائه (القرطبی)

قال ابن عباس نزلت هذه الأية بالجحفه ليست مكية ولا مدنيه (القرطبی)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''پھیر لاوے گا پہلی جگہ، یہ آیت اتری ہجرت وقت، یہ تسلی فرمائی کہ پھر مکہ میں آؤ گے سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر (موضح القرآن)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ آپ کو بعد از ہجرت مکہ معظمہ پر فاتحانہ لائے گا۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

سُورَةُ العَنكَبُوتِ مَكِّيَّة — آیت ۲-۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿۲﴾

کیا لوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ

جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا پس اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو

لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ﴿۳﴾

سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

خلاصہ

ان آیات میں آئندہ کے جہاد کے لئے واضح ذہن سازی ہے اور حضرات مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے جو واقعات لکھے ہیں ان کا تعلق بھی جہاد سے ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ:

مسلمانوں میں سے بعض حضرات مکہ مکرمہ میں ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام نے انہیں لکھ بھیجا کہ ہجرت کے بغیر آپ لوگوں کا اسلام قبول نہیں ہوگا تو وہ ہجرت کے لئے نکل پڑے، مشرکین مکہ نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں جا پایا ان کی مشرکین سے لڑائی ہوئی تو بعض حضرات شہید ہوگئے اور بعض بچ گئے تو یہ آیات نازل ہوئیں...... (بغوی)

تفسیر قرطبی میں ایک قول یہ لکھا ہے کہ یہ آیات بدر میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہونے والے صحابی حضرت مہجعؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ آج بھی مسلمانوں پر مختلف جہادی میدانوں میں طرح طرح کی آزمائشیں آتی رہتی ہیں:

❶ واختلفوا في سبب نزول هذه الآية قال الشعبي، نزلت في اناس كانو ابمكة قداقروا بالأسلام فكتب اليهم اصحاب رسول اللّٰه ﷺ انه لايقبل منكم اقرار بالاسلام حتى تهاجروا فخرجوا عامدين الى المدينة فاتبعهم المشركون فقاتلوهم فمنهم من قتل ومنهم من نجا فأنزل الله هاتين الآيتين (بغوى)

❷ و قال مقاتل انزلت في مهجع مولىٰ عمر بن الخطاب كان اول قتيل من المسلمين يوم بدر (القرطبى)

❸ وهذه الآية وان كانت نزلت بهذا السبب وفي هذه الجماعة فهي بمعناها باقية في امة محمد صلى الله عليه وسلم موجود حكمها بقية الدهر وذلك ان الفتنة من الله تعالىٰ والاختبار باق في ثغور المسلمين بالأسر ونكاية العدو وغير ذلك۔ (البغوی، القرطبی)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں کہ فتنہ کا معنی ہے مختلف طرح کی تکلیفوں کے ذریعہ امتحان میں ڈالنا، مثلاً وطن کی جدائی، دشمنوں کا مقابلہ، تمام مشکل احکامات، لذتوں سے کنارہ کشی، فقر وفاقہ، قحط، جان و مال پر آنے والی مصیبتیں اور کافروں کے ایذاء اور سازشوں کے مقابلے میں ثابت قدمی......

والفتنة الامتحان بشدائد التكليف من مفارقة الاوطان ومجاهدة الاعداء وسائر الطاعات الشاقة وهجر الشهوات وبالفقر و القحط وانواع المصائب في الانفس والاموال ومصابرة الكفار على أذاهم وكيدهم (المدارك)

فائدہ

تفسیر البحر المحیط میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؒ کا قول نقل فرمایا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور یحییٰ بن سلامؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ مکی ہے مگر اس کی پہلی گیارہ آیات ولیعلمن المنافقین تک مدنی ہیں جبکہ عام مفسرین حضرت جابرؓ، عکرمہؒ اور حسنؒ کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ

جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا تو مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں پر شاق گزرا کیونکہ وہ کفار کے گھیرے اور نرغے میں تھے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور سمجھایا گیا کہ ایمان کا دعویٰ کرنا آسان نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کو تو جہاد وغیرہ کی تکلیفوں کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے البحر المحیط

اور تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے ان آیات پر بہت عجیب اور عمدہ جہادی نکتے تحریر فرمائے ہیں شائقین طلبہ تفسیر کبیر میں ملاحظہ فرمالیں۔

سُورَةُ العَنکَبُوتِ مَکِّیَّة — آیت ۵،۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو اللہ تعالیٰ کا وعدہ آرہا ہے اور وہ سننے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

والا جاننے والا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کیلئے کرتا ہے بے شک اللہ

لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۞

تعالیٰ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ سے ملاقات یقینی ہے اس کی تیاری کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں اور نیک اعمال میں زیادہ اجر ان اعمال کا ہے جن میں زیادہ محنت اور مجاہدہ ہو۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں **جَاهَدَ** کے لغوی معنیٰ مراد لئے ہیں یعنی خوب محنت اور مشقت، کیونکہ یہ آیت مکی ہے جبکہ بعض مفسرین نے اسے مدنی آیت مان کر اس میں قتال کے معنی بھی لئے ہیں......

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ای ومن جاھد فی الدین وصبر علی قتال الکفار و اعمال الطاعات فانما یسعی لنفسہ ای ثواب ذلك کلہ لہ ولا یرجع الی اللّٰہ نفع من ذلك۔ (القرطبی)

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

اس امت (کے کافروں) کا عذاب یہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا پکڑے جانا، سو فتح مکے میں مکے کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت محمد ﷺ کا لشکر سر پر آ کھڑا ہوا (موضح القرآن)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں:

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى وهو يوم القيمة او يوم بدر او وقت فنائهم بآجالهم (المدارك)

یعنی مقررہ وقت سے مراد یا تو قیامت کا دن ہے یا بدر کا دن یا ان کی موت کا وقت

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ آیت ۶۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سجھادیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ

لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹

نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

خلاصہ

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے فرمایا:

جب آپ لوگوں میں اختلاف دیکھیں تو اس وقت مجاہدین اور محاذوں پر برسرپیکار غازیوں کے ساتھ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہدایت کا وعدہ فرمایا ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ (کہ ہم انہیں ضرور بضرور ہدایت دیں گے)

وقال سفیان بن عیینة لابن المبارك اذا رأیت الناس قد اختلفو فعلیك بالمجاهدین واهل الثغور فان اللّٰه تعالیٰ یقول لَنَهْدِيَنَّهُمْ (القرطبی)

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

جولوگ ہمارے دین کی حمایت کے لئے مشرکوں سے جہاد کریں گے ہماری دستگیری اور اعانت انہیں حاصل ہوگی۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

اکثر مفسرین کے نزدیک چونکہ یہ آیت مکی ہے اس لئے جُہد محنت اور مشقت کے معنیٰ میں ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں تو اعلیٰ درجے کا جُہد ہوتا ہے تو یہ وعدہ اس کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ — آیت ۱ تا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

الٓمّٓ۔ روم مغلوب ہوگئے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب

سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ

غالب آجائیں گے چندہی سال میں پہلے اور پچھلے سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ہیں اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے جس کی

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

چاہتا ہے اور وہ غالب رحم والا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوچکا ہے اللہ تعالیٰ اپنے

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ

وعدہ کا خلاف نہیں کرے گا لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ دنیا کی زندگی کی ظاہر

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

باتیں جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہی ہیں

خلاصہ

حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ میں غلبۂ اسلام کا اعلان ہے۔ جس دن رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی اسی دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں کفار مکہ پر فتح ہوئی۔

آیت ۲، ۳ ...... رومی مغلوب تو ہوگئے ہیں لیکن وہ عنقریب غالب آجائیں گے

آیت ۴ ...... دس سال سے پہلے غلبہ پالیں گے اور اس دن مسلمان بھی خوش ہوں گے، غزوہ بدر میں اِدھر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اُدھر رومیوں کو ایرانیوں پر فتح ہوئی۔

آیت ۵ ...... یہ فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوگی۔

آیت ۶ ...... یہ وعدہ الٰہی پورا ہو کر رہے گا اگرچہ ظاہر میں کافر اسے نہ مانیں

آیت ۷ ...... کافروں کی نظر فقط دنیا کے اسباب پر ہے خدائی طاقتوں کو یہ نہیں جانتے۔ (حضرت لاہوریؒ)

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رومیوں کی فتح حدیبیہ کے دن ہوئی۔
(وہ دن بھی مسلمانوں کے لئے فتح مبین کا دن تھا)

وجاء الخبر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیة (البغوی)

لما کان یوم بدر ظهرت الروم علی فارس (القرطبی)

وظهرت الروم علی فارس یوم الحدیبیة علیٰ رأس تسع سنین (القرطبی)

سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ آیت ۴۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اورہم آپ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیج چکے ہیں پس وہ ان کے پاس نشانیاں

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

لے کر آئے پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا جو گناہ گار رہتے اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کی تسہیل ملاحظہ فرمایئے تفسیر عثمانی کی اس عبارت میں،

’’پہلے فرمایا تھا کہ مقبول ومردود جدا کردیئے جائیں گے منکروں پران کے انکار کا وبال پڑے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو اچھے نہیں لگتے اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہوکر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین مکذبین سے انتقام لے اور مؤمنین کاملین کو اپنی امداد واعانت سے دشمنوں پر غالب کرے بیچ میں ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے باران رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اس طرح دین کے غلبے کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

جلالین میں ہے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ على الكافرين باهلاكهم وانجاء المومنين (جلالين)

امام بغوی لکھتے ہیں:

ففي هذا تبشير للنبي صلى الله عليه وسلم بالظفر بالعاقبة والنصر على الاعداء (البغوى)

یعنی اس میں رسول اللہ ﷺ کے لئے فتح اور غلبے کی بشارت ہے۔

سُورَةُ سَبَإٍ مَكِّيَّةٌ — آیت ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا

کہ کشادہ زرہیں بنا ئیے اور اندازے سے کڑیاں جوڑیئے اور تم سب نیک کام کرو بے شک میں جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہوں۔

خلاصہ

❶ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا خود زرہیں بنانا۔ ❷ زرہ جہاد کا ایک دفاعی آلہ ہے۔

❸ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ زرہ کے موجد حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہا نرم فرمایا اور انہیں زرہیں بنانا سکھایا۔

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

فالان اللّٰہ تعالیٰ له الحدید وعلمه صنعة الدرع وانه اول من اتخذها (البغوی)

سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے کہ اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھاری

اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

کڑوا ہے اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو جہازوں کو

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو پھاڑتے جاتے ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو۔

خلاصہ

موضح القرآن اور تفسیر عثمانی میں ہے:

اوپر سے دلائلِ توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آرہے ہیں اسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں، خدا کفر کو مغلوب ہی کرے گا۔

اگرچہ تم کو دونوں (یعنی مسلمانوں اور کافروں) سے فائدہ ملے گا۔

مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج

(جس طرح) گوشت میٹھے، کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی، اور گہنا یعنی موتی، مونگا اور جواہر اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔" (تفسیر عثمانی)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں سے بھی نفع ہوا کہ دین کو قوت ملی اور کافروں سے بھی فائدہ پہنچا کہ جزیہ اور خراج ملا۔ آگے بھی جہاد کی صورت میں یہی ترتیب ہے (واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں پہلے سے ہو چکا ہے۔ بے شک وہی مدد دیے جائیں

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

گے۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

خلاصہ

ان آیات پر حضرات مفسرین کے کلام کا نچوڑ ان دو عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

❶ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنا ہمارا فیصلہ ہے۔ اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ (حاشیہ حضرت لاہوریؒ)

❷ یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیانی حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کیلئے ہے باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط وغلبہ کے بھی ہاں شرط یہ ہے کہ ”جند، فی الواقع جند اللہ“ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ آیت ۱۷۴،۱۷۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْھُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾

پھر آپ ان سے کچھ مدت تک منہ موڑ لیجئے ۔اور انہیں دیکھتے رہیے پس وہ بھی دیکھ لیں گے ۔

خلاصہ

پھر آپ ان سے کچھ مدت تک اعراض کیجئے۔یعنی جہاد کا حکم ملنے تک اور دیکھتے رہیے کہ کس طرح اُن پر قتل وگرفتاری کا عذاب آتا ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْھُمْ اعرض عن کفار مکہ حَتّٰی حِیْنٍ تومرفیھم بقتالھم وَّاَبْصِرْھُمْ اذانزل علیھم العذاب(بالقتل والأسر)(جلالین)

وقال ابن عباس یعنی القتل ببدر(القرطبی)

پس جب ان کے میدان میں آ نازل ہو گا تو کیسی بری صبح ہو گی ان کی جو ڈرائے گئے۔

خلاصہ

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر حملہ کے آغاز میں اپنے مبارک نعرے میں شامل فرمائی۔

اللہ اکبر خربت خیبر

انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین (البغوی)

ایک قول یہ ہے کہ نَزَلَ کی ضمیر خود رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے اور مراد اس سے آپ ﷺ کا فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ہے۔

وقیل ضمیر نزل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ویراد حینئذٍ نزولہ یوم الفتح (روح المعانی)

حضرت شاہ صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ ہوا فتح مکہ کے دن'' (موضح القرآن)

سُورَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ آیت ۳۱-۳۲-۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ

جب ان (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کے سامنے شام کے وقت تیز رو گھوڑے حاضر کیے گئے تو کہا

الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ

میں نے مال کی محبت کو یاد الٰہی سے عزیز سمجھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ان کو میرے پاس لوٹا لاؤ

مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

پس پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

خلاصہ

”یعنی نہایت اصیل شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کیلئے پرورش کیے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر ہوگئی حتی کہ غروب آفتاب ہوگیا شاید اسی شغل میں عصر کے بعد کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک طرف ذکر اللہ (یاد خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اس کی یاد سے وابستہ ہے جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے اسی جذبہ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے انکی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے لگے اور صاف کرنے لگے آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے اور لفظ ”حب الخیر“ سے اس کی تائید ہوئی ہے گویا خیر کا لفظ اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا: الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ (گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کیلئے خیر رکھ دی گئی ہے) (تفسیر عثمانی)

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ آیت ۳۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾

اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو آزمایا تھا اور ان کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا تھا پھر وہ رجوع ہوئے۔

خلاصہ

تفسیر عثمانی میں ہے:

حدیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں ستر یا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا فرشتہ نے القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تخت پر ڈال دیا کہ لو! یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اسی کو یہاں جسد (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور انشاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر انشاء اللہ کہہ لیتے تو بیشک اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا جوان کی تمنا تھی (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقعے پر بہت سے بے سروپا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کیے ہیں جسے دلچسپی ہو کتب تفاسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وقد رویت ھذہ القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی اللّٰہ عنھم و کلھا متلقاة من قصص اھل الکتاب واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب (تفسیر عثمانی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ یہ نیت رکھنی چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نرینہ اولاد دی تو انشاء اللہ اس کو جہاد میں لگاؤں گا۔

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ آیت ۵۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس دن بھی جب

وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

خلاصہ

حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مدد انبیاء علیہم السلام اور ایمانداروں کے لئے ہوا کرتی ہے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ (حضرت لاہوریؒ)

یعنی انہ یغلبھم فی الدارین جمیعا بالحجة والظفر علی مخالفیھم وان غلبوا فی الدنیا فی بعض الاحایین امتحانا من اللہ والعاقبة لھم، ویتیح اللہ من یقتص من اعدأھم ولو بعد حین (المدارک)

تفسیر بغوی میں ہے:

قال ابن عباس بالغلبة والقھر (البغوی)

تفاسیر کی عبارتوں کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے اس اردو عبارت میں:

''یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرتا ہے جس مقصد کیلئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسمیں کامیاب ہوتے ہیں حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحان پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے علمی حیثیت سے حجت و برہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار انہی کو حاصل ہوتی ہے سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے ان کا علو اور عروج محض ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے انجام کار مؤمنین قانتین کے مقابلے میں ان کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مؤمنین کیلئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ وہ حقیقی مؤمن اور رسولوں کے متبع ہوں کما قال (وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ آل عمران ۱۳۹) مؤمنین کی خصلتیں قرآن میں جابجا مذکور ہیں چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں''۔ (تفسیر عثمانی)

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ — آیت ۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ

پس صبر کر بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور شام

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

صبح اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کر۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے دین کے غلبے اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی ہلاکت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ برحق ہے (یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد جہاد آیا جس سے دین کو غلبہ ملا اور دشمن ہلاک ہوئے)

امام بغویؒ لکھتے ہیں

إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ فی اظهار دینك واهلاك اعدائك حَقٌّ (البغوی)

امام ابوحیانؒ لکھتے ہیں

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ من قوله انا لننصر رسلنا فلا بد من نصرك علی اعدائك (البحر المحیط)

امام نسفیؒ لکھتے ہیں

یعنی ان ماسبق به وعدی من نصرتك واعلاء كلمتك حق (المدارك)

خلاصہ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

”یعنی کافروں سے جہاد کرتے ہیں“ (موضح القرآن)

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

قال عطاء: هم المومنون الذین اخرجهم الکفار من مکة وبغوا علیهم ثم مکنهم اللّٰه فی الارض حتی انتصروا ممن ظلمهم (البغوی)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

قال ابن عباسؓ وذلك ان المشرکین بغوا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وعلی اصحابه وأذوهم واخرجوهم من مکة فاذن اللّٰه لهم بالخروج ومکن لهم فی الارض ونصرهم علیٰ من بغیٰ علیهم وذلك قوله فی سورة الحج اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا (الحج ۳۹،۴۰) (القرطبی)

ان دو عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر کی تصدیق ہوتی ہے تفسیر عثمانی میں اس آیت مبارکہ کی عمومی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز وقصور کا اعتراف کر لیا انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم وزور سے دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت اور جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے، جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔ (عثمانی)

☆☆☆

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ آیت ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

خلاصہ

کئی مفسرین حضرات کے نزدیک اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى بڑی پکڑ سے مراد غزوہ بدر کا دن ہے۔ جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام بغویؒ لکھتے ہیں:

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى وهو يوم بدر اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ وهذا قول ابن مسعودؓ واكثر العلماء وقال الحسن يوم القيمة

تفسیر جلالین میں ہے:

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ هو يوم بدر (جلالين)

تفسیر النسفی میں ہے:

هی يوم القيامة او يوم بدر (المدارك)

تفسیر عثمانی میں ہے:

ابن عباسؓ کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت میں ہوگی غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ٹلتا اور ابن مسعودؓ کے نزدیک بڑی پکڑ سے معرکہ بدر کا واقعہ مراد ہے بدر میں ان لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

اور بے شک ان ظالموں کو علاوہ اس کے ایک عذاب دنیا میں ہو گا لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔

خلاصہ

ان ظالموں کے لئے قیامت سے پہلے بھی ایک عذاب ہے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے غزوہ بدر کے دن کفار کو ملنے والی سزا مراد ہے۔

قال ابن عباس:یعنی القتل یوم بدر (البغوی)

دون یوم القیامة وھو القتل ببدر والقحط سبع سنین وعذاب القبر (المدارك)

غزوہ بدر اُس اسلامی جہاد کا شاندار آغاز تھا جو دجال کے قتال تک جاری رہے گا اس لئے اس غزوہ کے واقعات اور اشارات کثرت سے ملتے ہیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ آیت ۴۵،۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

خلاصہ

مشرکین کو اپنے اتحاد اور قوت پر ناز تھا فرمایا گیا کہ یہ سب شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نہیں سمجھا کہ اس میں کن لوگوں کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا تذکرہ ہے پھر بدر کے دن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ یہی آیت مبارکہ پڑھ رہے ہیں تو مجھے اس کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔

أَمْ يَقُولُونَ يعني كفار مكة نَحْنُ جَمِيعٌ يعني امرنا مُّنتَصِرٌ يعني من اعدائنا والمعنىٰ: نحن يد واحدة على من خالفنا منصورون ممن عادانا (الخازن)

وقال سعيد بن المسيب :سمعت عمر بن الخطابؓ يقول: لما نزلت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ كنت لاادري اىّ جمع يهزم، فلما كان يوم بدر، رايت النبي صلى الله عليه وسلم يثب في درعه ويقول سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ فعلمت تأويلها (البغوى)

أَمْ يَقُولُونَ اى كفار قريش نَحْنُ جَمِيعٌ اى جمع مُّنتَصِرٌ على محمد ولما قال ابو جهل يوم بدر: انا جمع منتصر نزل سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ فهزموا ببدر ونصر رسول الله ﷺ عليهم، (جلالين)

سورۃ المزمل مکیۃ — آیت ۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی

وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن

آدھی رات اور کبھی تہائی رات سے نماز تہجد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا

تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم

ہے اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو

مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ

اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ اور لوگ بھی جو اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین پر

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

سفر کریں گے اور کچھ اور لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے پس پڑھو جو اس میں سے آسان

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

ہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یعنی اخلاص سے قرض دو اور جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے

عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ

اپنے واسطے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو بیشک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

تعالیٰ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

خلاصہ

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس میں مستقبل کی بشارت ہے کہ آگے چل کر قتال فی سبیل اللہ فرض ہوگا۔

وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فهي بشارة بما يستقبل (ابن كثير)

’’یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا اس لئے تم پر تخفیف کر دی۔ (تفسیر عثمانی)

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ آیت ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲

اورآپ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔

خلاصہ

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے مکہ مکرمہ میں قتال کے حلال ہونے کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ کیلئے مکہ مکرمہ میں قتال کو حلال کیا جائے گا۔

وحلال لك ان تقتل بمكة من شئت وذلك ان الله تعالىٰ فتح عليه مكة واحلهاله(تفسیر کبیر)

ملاحظہ فرمایئے یہ ایمان افروز عبارت:

مکہ میں ہر شخص کولڑائی کی ممانعت ہے مگرآنحضرت ﷺ کے لئے فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی۔ جوکوئی آپ ﷺ سے لڑا اس کو مارا اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا اس لیے درمیان میں بطور جملہ معترضہ وانت حل بھذا البلد فرما کر تسلی کردی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا، اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر وتقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔“

(تنبیہ) بعض نے وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ کے معنی وانت نازل کے لئے ہیں یعنی اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔(تفسیر عثمانی)

آیاتِ جہاد کی چار فہرستیں

۱ مدنی سورتوں میں آیاتِ جہاد

۲ مدنی سورتوں میں اشاراتِ جہاد

۳ مکّی سورتوں میں اشاراتِ جہاد

۴ مزید اشارات جہاد حضرت لاہوریؒ کے نزدیک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بقرہ ۳۵	ال عمران ۶۲	نساء ۴۲	مائدہ ۲۰	انفال ۷۵	توبہ ۱۲۹	حج ۱۷	نور ۴	احزاب ۲۲	محمد ۳۸
۱۰۹	۱۲	۶۹ تا ۸۵	۲	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ	۱۹ تا ۲۲	۵۳	۹ تا ۲۷	مکمل سورۃ
۱۱۴	۱۳	۸۸ تا ۹۱	۳			۳۸ تا ۴۱	۵۴	۶۰	
۱۵۳ تا ۱۵۷	۲۸	۹۴ تا ۱۰۴	۱۱ تا ۱۳			۵۵	۵۵	۶۱	
۱۷۷	۱۱۰ تا ۱۱۲	۱۳۸ تا ۱۴۷	۲۰ تا ۲۶			۵۸ تا ۶۴	۶۲	۶۲	
۱۹۰ تا ۱۹۵	۱۱۸ تا ۱۲۹		۳۵			۷۸			
۲۰۷	۱۳۹ تا ۱۷۵		۵۱ تا ۵۶						
۲۱۴ تا ۲۱۸	۱۹۴ تا ۲۰۰		۸۲						
۲۳۹									
۲۴۳ تا ۲۵۲									
۲۶۱									
۲۶۲									
۲۷۳									
۲۸۶									

مدنی آیاتِ جہاد

کل آیات ۵۵۸

فتح ۲۹	حجرات ۵	حدید ۴	مجادلہ ۹	حشر ۱۷	ممتحنہ ۱۳	صف ۱۴	منافقون ۱۱	تحریم ۱	عادیات ۸	نصر ۳
مکمل سورۃ	۶	۱۰	۱۴ تا ۲۲	۱ تا ۱۷	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ	۹	۱ تا ۸	مکمل سورۃ
	۹	۱۱								
	۱۰	۱۹								
	۱۴	۲۵								
	۱۵									

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بقرہ ۵	ال عمران ۱۸	مائدہ ۸
۳۰	۱۳	۵۷
۳۶	۱۵	۵۸
۵۸	۱۹	۵۹
۵۹	۲۶،۲۷	۶۰
۸۹	۵۵	۶۱
	۵۶	۶۲
	۸۱	۶۳
	۱۰۰تا۱۰۴	۶۷
	۱۳۰تا۱۳۴	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

مکّی قصص واشاراتِ جہاد

کل آیات ۹۳

سورت	تعداد	آیات
الفاتحہ	۳	۵، ۶، ۷
الاعراف	۱	۱۲۹
یونس	۱	۴۶
ھود	۲	۸۱، ۱۱۶
نحل	۲	۱۱۰، ۱۲۶
بنی اسرائیل	۳	۸، ۵۵، ۸۱
کہف	۱۶	۸۳تا۹۸
مریم	۱	۷۵
انبیاء	۳	۱۸، ۴۴، ۱۱۲
المؤمنون	۱	۷۷
فرقان	۱	۵۲
الشعراء	۱	۶۸
نمل	۲۲	۲۳تا۴۴
قصص	۱	۸۵
عنکبوت	۶	۲، ۳، ۵، ۶، ۵۳، ۶۹
روم	۸	۱تا۷، ۴۷
سبا	۱	۱۱
فاطر	۱	۱۲
صافات	۶	۱۷۱تا۱۷۵، ۱۷۷
ص	۴	۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴
مؤمن	۲	۵۱، ۵۵
الشوریٰ	۱	۳۹
الدخان	۱	۱۶
طور	۱	۴۷
القمر	۲	۴۴، ۴۵
مزمل	۱	۲۰
بلد	۱	۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بقرہ ۵	ال عمران ۷	نساء ۳	مائدہ ۱	نور ۱	عنکبوت ۶۹	روم ۶۰	حجرات ۱۸	حدید ۲۹
۱۱۰	۱۴	۸۵	۳۲	۵۷	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ	مکمل سورۃ
۱۸۷	۱۵	۱۱۰						
۱۹۶	۱۳۰	۱۵۰						
۲۱۹	۱۳۱							
۲۲۰	۱۳۲							
	۱۳۳							
	۱۳۴							

اشاراتِ جہاد
حضرت لاہوری رحمہ اللہ

کل آیات ۱۹۳

فہرست

سُورَۃ الفَتح

سُورَۃُ المُجَادلَہ

سُورَةُ الحَشر

سُورَۃ الصَّف

کلام برکت

مزید دو مدنی آیات